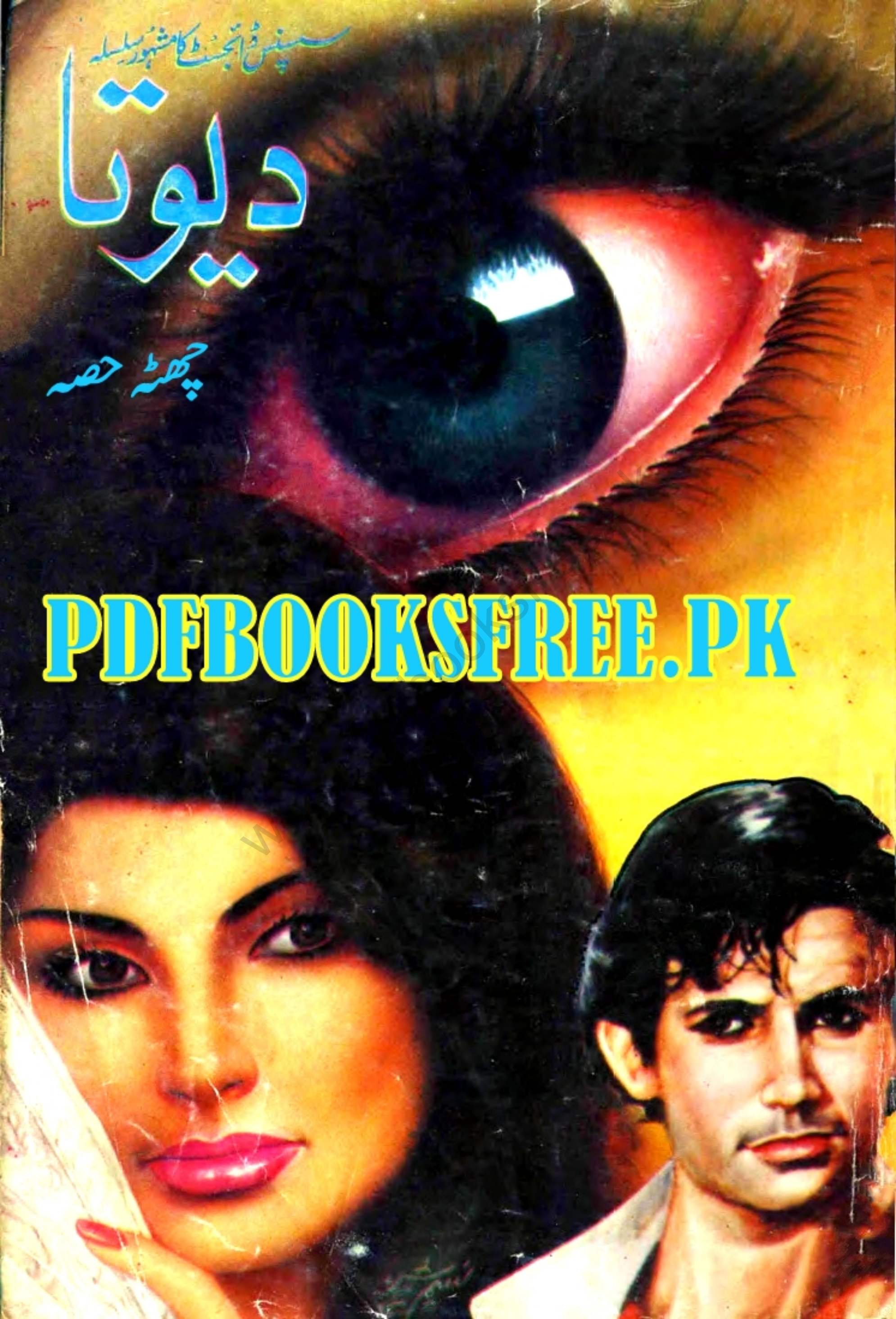


سینئر ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ

دیوتا

چھٹا حصہ

PDFBOOKSFREE.PK



سینس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

PDFBOOKSFREE.PK

دیوتا

چھٹا حصہ

داوی: — فرہاد علی تیمور
مُصَنَّف: — محی الدین نواب



کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳-کراچی-۱

دیوتا جھٹھ حصہ

سے کیسے منٹنا چاہئے؟
میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر یہ معلوم کیا کہ وہ سب لوگ بھتے
ہیں یا سٹے ہیں۔ پتہ چلا کہ جو چار مانت تیری کو مٹی کے پاس بٹھے گھیرنے
کے لئے آئے ہیں ان میں سے ایک کے پاس چاقو ہے۔ باقی تین ہتھکین
اور دوسری کوٹھی میں جہاں مراد بیٹھا ہوا ہے۔ دلوں اس کے پاس دو مانت
ہیں اور وہ بھی خالی ہاتھ ہیں۔ البتہ مراد کے پاس ایک یوٹو ہے اور وہ
دیوتا کو برا بھلا بول رہے۔

خیال خرافی کے دوران خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ میں نے نظریں اٹھا
کر دیکھی تو وہ ڈرائنگ روم کے دروازے سے داخل ہو رہی تھی۔ اس نے وہی
صبح کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ابھی وہ غسل سے خارج نہیں ہوئی تھی۔
صرف مجھے لگنے کے لئے آئی تھی۔ اس نے کہا: "میں تنہا باہر نہیں جانا
چاہئے۔ تم مراد کو نہیں جانتے ہو۔ وہ قاتل ہے۔" ہنگامہ اور جانے کیا
کچھ ہے۔ پولیس والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔ بلکہ اس کے دست
بن کر رہتے ہیں۔ تم اس کے خلاف قانون کی حمایت بھی حاصل نہیں کر
سکو گے۔

میں نے کہا: "تم پولیس والے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ان ہی کچھ
ایماندار اور فرض شناس بھی ہوتے ہیں۔ میں ایسے فرض شناس پولیس
والوں کو ضرور ڈھونڈ لیگاں گا۔ باقی وہی میری بات تو تم میری فکر نہ کرو۔
یوں سمجھ لو کہ اگر میں باہر جا کر مر گیا تو مجھ سے تمہارا بیچا چھوٹ جائے گا۔
یوں ہی تم مجھے گانا جاتی تھیں اور اگر زندہ لوٹ آیا تو تمہیں اس بات
کا یقین ہو جائے گا کہ میں بہت حیدر ہوں اور میری عمر لمبی ہے اور میں
تمہاری حفاظت بھی اتنی ہی مامی سے کر سکتا ہوں۔"

میں نے ان کی گفتگو کے درمیان کہا: "میں تم دونوں کی باتیں ٹھیک ٹھیک
کے ٹیلی فون کے سن رہا ہوں۔ شہناز اتم اس آدمی کی خوشامد نہ کرو۔ میریل
ایک بال بھی بیک نہیں کر سکے گا۔ اگر یہ اس شہر کا سب سے بڑا بدعاش ہے تو میں
اپنے کاکہ بہت بڑا شریف شہری ہوں۔ میں پندرہ منٹ کے بعد باقی کوٹھی
سے باہر نکلوں گا وہ جہاں بھی میرا سامنا کرنا چاہتا ہے، کرے میں تیار
ہوں اور جب میں باہر جاؤں تو تم اندر سے دروازہ بند کر لینا اور اس
وقت تک نہ کھولنا جب تک کہ میں نہیں دروازہ کھولنے کے لئے نہ
کہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے بس پیور دیکھ دیا اور مراد کے دماغ میں جھانکنے لگا۔
وہ تہاڑی کوٹھی کے قریب ہی ایک اور کوٹھی میں بیٹھا ہوا خون پر باتیں کر
رہا تھا۔ میرا جواب سن کر اس نے بھی ریسور دیکھ دیا۔ پھر اپنے ماتحتوں سے
کہنے لگا: "وہ شخص ابھی پندرہ منٹ کے بعد شہناز کی کوٹھی سے باہر نکلنے
والا ہے۔ تم لوگ اس کو مٹی کے آس پاس دو رنگ پھیل جاؤ اور دیکھو رکھو کہ
وہ کس طرف جاتا ہے۔ جلد بھی چلے اس کا تعاقب کرتے ہو کہ وہ کس قسم کی
جگہ گھیر لو جہاں زیادہ بھیڑ نہ ہو۔ ہم دلوں اس کی ابھی طرح حجامت کریں
گے اور اسے پچھل کر نامہ پاشا کے پاس پہنچا دیں گے۔"

میں خزانہ نامہ پاشا کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن ان بدعاشوں
سے مار کھانے یا ان سے مغلوب ہونے کے بعد نہیں مکران پر غالب آنے
کے بعد ایک فاتح کی شان سے نامہ پاشا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اب اس
کے لئے مجھے کیا کرنا ہو گا۔ یہ بات میرے دماغ میں نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ
ٹھیک پندرہ منٹ بعد مجھے اس کوٹھی سے نکلنا چاہئے اور اس وقت تک کچھ
بیٹھا چاہئے کہ مجھے کس طرح باہر نکل کر کس طرف جانا چاہئے اور ان لوگوں

اس نے کہا : کیا تمہارے پاس اپنی سچائی کا کوئی ثبوت ہے ؟
 "فی الحال تو میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ جو قیور میں نہیں
 وہ اس لڑکی نے چلا ڈالی ہیں۔ وہ دنیا جہان کی لوگوں کو بلبل کر رہے
 ہیں اور ان کا ہنسا کرتے ہیں۔ انہیں ملک سے باہر بھیجتے ہیں۔ میں
 اس معاملے کی تہمت پہنچا چکا ہوں اور میری معلومات کے مطابق
 ان کا سرخند ناصر پاشا ہے۔ وہ کسی چریز میں رہتا ہے اور وہاں سے یہ
 کاروبار کرتا ہے ؟
 "میں تم سے دشمنی نہیں کروں گا۔ تم جن لوگوں کو نیت داناؤ کو کرنا
 چاہتے ہو۔ میں انہیں تباہ و برباد کرنے کے سلسلے میں تمہاری مدد کروں گا۔
 لیکن میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں ؟
 "میں نے یہی کر دکھا کہ صحت مجھے ناصر پاشا تک پہنچا دو۔ اس کے
 بعد میں اس سے سمجھ لوں گا ؟
 "جب وہ اپنے جیسے بیانے پر برکار و بار کرے ہیں تو انہیں نے
 اپنی حفاظت کے بہت سے طریقے اختیار کر رکھے ہوں گے۔ تم تنہا وہاں جا
 کر کیا کر سکو گے ؟
 "میں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں تنہا ہوں اس لئے کہ جب کسی کہیں
 جاتا ہوں تو میرا غدا میرے ساتھ ہوتا ہے ؟
 "اگر تمہارا ایمان اور تمہارا طرزِ ریا یہاں مضبوط اور مستحکم ہے تو میں
 بھی تمہارے ساتھ چلوں گا اور ناصر پاشا کو برکار کرنے اور اس کا و بار کر
 ہینے کے لئے تم کو ملنے میں قدم قدم پر تمہارا ساتھ دوں گا ؟
 "میں نے کہا : تمہارے ساتھ میرے ساتھ مکاری کرنا پڑتی ہے۔ بہتر یہ ہے
 کہ تم اپنے ساتھ ہیروں کے ساتھ مجھے چکر کروں گے۔ چلو اور ان پر ہی ظہر کر دو
 کہ میں بڑی شکل سے قابو میں آ جاؤں اور یہ کہ تم مجھے قابو میں لے لے کے
 لئے ہینے میں سر پر مسلک رہنا چاہتے ہو۔ اس طرح میں تمہارا ساتھ رہتا
 گا اور تم یہ کیوں گے کہ وہاں کیا کر سکتے ہیں ؟
 "دوسرے مانت قریب آئے لگے۔ وہ سب کو لئے کے غم سے تھے
 اور مرادو کے اشارے پر چپا خاصا معاوضہ لے کر کام کرتے تھے۔ ناصر پاشا
 نے بھی مرادو کو موقوف معاوضہ لے کر میری سرکوبی کے لئے بھیجا تھا تاکہ
 میں بڑی حالت میں ناصر پاشا کے سامنے پہنچا جاؤں اور پھر سے وہاں
 صاحب کیا جائے کہ میں نے ان کا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔
 میں نے اندر اور دادا نے دوسرا تہہ انداز میں ایک دوسرے سے عہد
 کیا۔ دوسرے دماغوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ پھر ہم وہاں سے چل
 پڑے۔ میں نے چلتے ہوئے کہا کہ پہلے میں اپنی کوٹھی میں جاؤں گا اور اپنی
 بیوی کو سنی دوں گا اور میری ایک بہن بھی جی ہے اس لئے اپنے ساتھ لے کر
 چلوں گا ؟
 "پھر جاؤ اور مرادو کی گاڑی میں بیٹھ کر شہناز کی کوٹھی کے سامنے
 آئے۔ وہاں گاڑی سے اتر کر کوٹھی کے دروازے پر پہنچا اور دروازے پر

دستک دیتے ہوئے شہناز کو اور دادی شہناز نے میری آواز پہچان
 دروازہ کھول دیا۔ پھر مجھے والدہ نظر دے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا : تم
 سب غیر مت ہے۔ ان دونوں سے میری مدد کی ہوگی ہے میں متوثر
 کرنے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد وہاں آؤں گا ؟
 "یہ کہہ کر انہیں اندر گیا۔ وہاں سے میں نے اپنا ہونٹ کیس اٹھایا
 جس میں تین ہیروں کے تھوٹے تھے۔ پھر میں نے ساری کو اپنے ایک بازو
 لیا اور شہناز کو اور دادی نظر دے دیکھتے ہوئے کہا : میں جا رہا ہوں۔
 سکتا ہے کہ میرے آنے میں دیر ہو۔ اگر میں آج رات نہ آ سکا تو تم پر
 نہ جونا۔ کوئی تمہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں غصہ کا
 کر رہا ہوں ؟
 "میں وہاں سے چلا آیا۔ مرادو اور دادی گاڑی میں بیٹھے ہوئے
 نے مرا سے کہا : میری بیٹی شہناز دی باتیں ہیں انہیں یاد رکھو اور اگر
 کسی کام آ سکتے ہو تو تبادو۔ پہلی بات تو یہ کہ میری بیوی یہاں آئی
 ہے۔ اس کے ساتھ کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا چاہئے۔ اس کی ذمہ داری
 تم پر ہے ؟
 "مرادو نے کہا : نگہ اور نہیں تمہاری بیوی کی عزت کو
 اپنی عزت سمجھتا ہوں اور میں اس کی پوری طرح حفاظت کا انتظام کر
 گا اور دوسری بات تبادو ؟
 "میں نے کہا : یہاں یہ برکت کیس میں امانت کے طور پر رہتا ہے
 پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ نہ دیکھنا کسی کی امانت ہے
 میں کسی وقت بھی تم سے واپس لے لوں گا ؟
 "ہماری گاڑی وہاں سے آگے بڑھ کر لاگویت میں آئی۔ وہاں
 مرادو اپنے مکان میں اس برکت کیس کو لے گیا۔ پھر وہاں حفاظت
 رکھنے کے بعد باہر آ گیا۔ پھر اس نے چند آدمیوں کو بتایا کہ انہیں ہینے
 فلاں کو بھیجی کی نگرانی کرنا ہے۔ اس نے اس کو بھیجی کی نشاندہی کی جہاں
 شہناز رہتی تھی۔ میں مطمئن ہو گیا کہ اب شہناز کو کسی کوئی خطرہ نہیں ہے
 اور میرا برکت کیس بھی محفوظ رکھ لے گا۔ برکت کیس میں میں نے شہناز کے پاس
 نہیں رکھا کہ مجھے شہناز کی نیت پر خوش تھا۔ وہ لاہری عورت تھی۔ میری
 غیر موجودگی میں برکت کیس کا ٹالاکھول کر میرے جواہرات کو بھیجی تو
 بد وقت کو لیتی اور انہیں کہیں چھپا دیتی۔ یا کہیں اپنے پوتے ذوق
 کے حکم سے ہرے ضائع کر دیتی۔
 "مرادو نے وہاں اپنی بیوی اور اپنے جوان لڑکوں سے یہ
 تعارف کرایا اور ان سے کہہ دیا کہ اگر میں کبھی مرادو کی غیر موجودگی
 برکت کیس یاچے بھی مانگے آؤں تو مجھے بلا چون دھرا دے یا چلو۔
 سب احتیاطی تدابیر اس لئے کی جا رہی تھیں کہ میری بیوی میرے ہر وار
 ہے ختم نہیں کا وہاں نہ رہ سکتے تھے۔ ہم سے کون واپس آئے گا
 اور کون نہیں آئے گا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ یہ اس احتیاطی تدابیر کی

میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ تاکہ میں زیادہ عرصے تک وہاں رہوں تو ساری
 کہیں جنگ کی جگہ نہ ملے۔ اس کی عادت تھی کہ مجھے تلاش کرنے کے لئے باہر
 اصرار جاتی تھی۔
 "وہاں سے ہم دس بجے طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں مرادو دادا
 نے بتایا کہ دس بجے سے بھی بہت آگے سنہ کے ساحل پر ایک چٹتہ عمارت
 ہے جہاں ناصر پاشا اور اس کے کارکن کام کرتے ہیں اور قیام کرتے ہیں
 جب ہم تقریباً دو گھنٹے کے بعد دس بجے سے بھی آگے نکل گئے
 اور اس عمارت کے قریب پہنچنے لگے تو مرادو دادا نے کہا : اب میں تمہارے
 ہاتھ چھوے سے باز رہ دوں گا تاکہ انہیں کسی قسم کا شبہ نہ ہو
 "اگر تم تیسرے ہاتھ باز رہ دو گے تو میں بے دست و پا ہو جاؤں
 گا۔ اگر کبھی اچانک مقابلہ کرنا پڑے تو پھر میں کیا کر سکوں گا ؟
 "مرادو دادا نے اپنی انگلی سے ایک انگوٹھی اٹھا کر دکھاتے ہوئے
 کہا : یہ دیکھو ! یہ صرف انگوٹھی نہیں بلکہ اس کے اندر ایک چاقو بھی چھپا
 ہوئے ہے ؟
 "یہ کہہ کر مرادو دادا نے انگوٹھی کے ایک سرے پر ہینے سے جن کو
 دبایا تو ایک چوڑا سا چاقو انگوٹھی کے اندر سے نکل آیا۔ وہ چاقو بہت
 تیز تھا۔ مرادو دادا نے کہا : اس چاقو کی مدد سے تم ہاتھ کلائی کی طرف
 سے موڑ کر کسی کو کاٹ سکو گے ؟
 "یہ سمجھنے کے بعد مرادو دادا نے چاقو کو پھر انگوٹھی کے اندر کیا۔
 پھر اس انگوٹھی کو میری انگلی میں پہنا دیا۔ اس کے بعد اس نے میرے دونوں
 ہاتھوں کو پشٹ پر رکھ کر ایک سی سے ہاتھ دیا۔ اور اس طرح ہاتھ دیا کہ
 میں جب چاہتا اس انگوٹھی نہا چاقو سے اس بندش کو کھول سکتا تھا۔ ہم
 دس بجے سے بھی بہت آگے تقریباً دو تین میل دور آ گئے یہاں ساحل پر پہنچ
 گئے تھے۔ وہاں ایک چٹتہ عمارت نظر آ رہی تھی۔ مرادو دادا نے کہا : ابھی وہ جگہ
 ہے جہاں میں نے ایک بار ناصر پاشا کو دیکھا تھا ؟
 "میں نے پوچھا : آج تم سے کس کے ساتھ یہ سودا ہوا تھا کہ تم مجھے گھر
 وہاں ان کے پاس لے جاؤ گے ؟
 "اس نے جواب دیا : ناصر پاشا کا ایک اسٹنٹ میرے ہے۔ وہ
 ناصر پاشا کی غیر موجودگی میں میرے کاروبار کو سنبھالتا ہے۔ ابی نے مجھے کہا
 تھا کہ مجھے موقوف معاوضہ لے گا۔ اگر میں نہیں زندہ رہا تو اس کے لئے ملک
 پہنچاؤں ؟
 "میں گاڑی اس عمارت کے قریب پہنچتی جا رہی تھی۔ میں نے دیکھا
 عمارت کے کچھ باغیچے نکل آتے تھے۔ اور میں دیکھ رہے تھے کہ مرادو دادا
 سے کہا : یہ لوگ بالکل خفیہ ہیں ؟
 "مرادو دادا نے جواب دیا : اصرار نہ کیجئے۔ عمارت کے ارد گرد کو وہاں
 کچھ لوگ آئین لگے تھے۔ ہرے میں اگر انہیں کوئی خطرہ محسوس ہوا تو وہ
 اوپر سے فائر کریں گے ؟

ہماری گاڑی ۱۴۔۱۵ سے کچھ دور ٹکر لگی۔ کچھ لوگ آگے ریتوں پر
 تھا۔ ہم گاڑی سے اتر کر ریت پر پہنچے۔ میرے دونوں ہاتھ پشٹ پر
 بندھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان ایک قیدی کی حیثیت سے چل
 رہا تھا۔
 "مرادو دادا نے آہنگی سے کہا : تم کوئی خیال نہ کرنا۔ اب میرے پوتے
 بدل جائیں گے اور میں تمہارے خلاف پلٹا ہوں گا ؟
 "میں نے ہانپتی سے کہا : میں سمجھتا ہوں۔ تم جیسا چاہو ویسا
 میرے ساتھ سلوک کرو۔ میں مجرا نہیں مانوں گا ؟
 "ہم ذریعہ باتیں کرتے ہوئے عمارت کے بالکل سامنے پہنچ گئے وہاں
 چار آدمی ہیں دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک نے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو مرادو
 دادا میرا بازو ختم کر کے مجھے کھینچا۔ مرادو دادا نے کہا : گھر میں
 دروازے کو کھولا اور ہم عمارت کے اندر پہنچ گئے۔
 "اندر ایک بڑا سالن تھا۔ سالن کی دیواروں میں چاروں طرف مختلف
 دروازے بنے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہر دروازے کے پیچھے الگ الگ کمرہ
 ہوگا۔ ایک دروازے کی کھانا سوا اور کی جانب چلا گیا تھا۔ ایک شخص نے ماری
 رہنمائی کی اور وہ اوپر زینے پر چڑھنے لگا۔ ہم اس کے پیچھے بیڑیاں چڑھ
 ہوئے اوپر پہنچے۔ تو وہاں بہت سی لڑکیاں نظر آئیں۔
 "میں قیدی بنان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے دل میں
 پہنچا ایک لڑکیاں اُل کے وسط میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہم دیکھ کر مرادو دادا
 سے کہا : آؤ دادا ! تم ہمارا شکار کر کے لے آئے۔ یہ ملک تو ان کہہ رہا
 تھا کہ کیٹھن بہت ہی تیز سوار اور خطرناک شہم کا فائز ہے۔ وہ چار لوگوں
 کے تابو ہیں آئے گا ؟
 "میں نے دیکھا۔ ملک تو اس لڑکیوں کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ امید
 میں یہ چلا کر اس لڑکیوں کا نام اچھین رہا ہے اور میری ناصر پاشا کا خاص
 نائب ہے اور ناصر پاشا کی غیر موجودگی میں وہاں کا کاروبار سنبھالتا ہے
 ملک تو مجھے دیکھتے ہی غصے سے مٹھان بھینچ کر آگے بڑھتے
 ہوئے بولا : میں اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے ماروں گا۔ اتنا ماروں گا کہ
 میرا سانس بندھا جائے گا ؟
 "وہ غصے میں آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اتنے میں مرادو دادا نے
 درمیان آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ملک تو آگے دھکے پھرتے ہوئے کہا : میں اس
 شخص کو مارنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اس لئے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے
 ہیں اور بندھے ہوئے دشمن کو مارنا بہادری نہیں بڑھتی ہے ؟
 "اس شخص نے کہا : ملک تو آزاد ہے۔ تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں نہیں موقوف
 دوں گا کہ تم مارا پٹ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال سکو۔ میں ابھی نہیں لایا
 رادر آ جاؤ ؟
 "ملک تو آگے بڑھے اس کے حکم پر چل کر رہے ہوئے پیچھے ہٹ کر مجھے
 گھورتا رہا۔ پھر میرے سر سے مجھے سے پوچھا : ان تو تم نے ملک تو آگے

اس بلا کی کہنے مانتے جلنے کا ہے اس بات کا ڈر تھا کہ اس کے فیروزہ جانی لئے قتل کریں گے۔

وہاں ہمارا شائے سات آدمی زندہ دھکے کھاتے تھے۔ ہم نے انہیں تیروں سے باہر دیا تھا۔ چار ایک کمرے میں انہیں بند کرتے تھے۔ میں نے کہا: آج آدمی رات کو جب نامہ راسخا کے آدمی انہاں کو لکھیں گے کہ آج آدمی رات کو پانچ سے آزاد کروں گے۔ اس وقت تک تو اس کمرے میں قیدی بن کر رہو؟

یہ کہہ کر میں نے اس کمرے کے دروازے کو بند کر دیا۔ پھر ہم ان لوگوں کو کھڑے کر کے دلی منزل میں کئے۔ وہاں گھر پرچ میں دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایک گاڑی مراد والا کی تھی۔ مگر تین گاڑیاں تھیں۔ تین گاڑیوں میں دو بچوں کو الگ الگ جگہ دیا گیا۔ ایک گاڑی کو مراد والا نے ڈرائنگ کیا۔ دوسری کو میں نے اندھیری کو مراد والا کے ایک آدمی نے ڈرائنگ کرنا شروع کیا۔ پھر دوسرے میں بھی بھڑی طرف روانہ ہو گئے۔ ان میں سے سات لوگ ان اسی شہر کی تھے۔ دلی میں ہم نے تقریباً گھنٹے کی سلسلی ڈرائنگ کے بعد ان لوگوں کو ان کے گھروں تک پہنچا دیا۔ باقی پانچ لوگ ان دوسرے علاقوں سے تھے۔ کئی تھیں۔ انہیں مراد والا اپنے گھر لے گیا تاکہ انہیں ٹوٹنے کے ذریعے باندھاؤں کے ذریعے ان کے گھروں تک پہنچا دیا۔ مراد والا کو راستے میں جو سے باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ گھر پہنچنے کو اس نے کہا: مجھے بڑی تیرانی ہے کہ اس ایجنٹ کو ملے گا۔ وہ لوگوں کو کیا حکم دے گا۔ اس نے پانچ لپٹے آدمیوں پر غارتگری کی۔ اگر وہ ایسی دیوانہ کی حرکت کرے گا تو ہم کبھی دلی سے اتنی آسانی سے نکل کر نہ آسکتے تھے۔

میں نے بھی تیرانی کا اظہار کیا۔ میں تو بھی تیران ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس میں ملے گا۔ وہ لوگوں سے بڑی ہو گئی تھی۔ شایہ بہت جگہ تھی ہوگی۔ اس لئے اس نے غارتگری کی ہوگی لیکن تمہارے سے بھی ہلکا کر دیا۔

ہاں! ایجنٹ میں سے کون ہے؟ آئیے یہی بات سیدھا میں آئی کہ یہ نہیں ہے۔ میری رائے ہے کہ جیسے غارتگری کا یہ ہلکا سا ہے کہ میں نے بہت زیادہ سمجھنے کا وقت نہیں لیا۔ میرے منہ میں بات آئی کہ اسے خوف کر دینا چاہیے۔ لہذا میں نے اسے گولی مار دی۔ میں نے پوچھا: اس بڑی بڑی کو کس طرح لا جاؤ اور دوسری جگہ پہنچا جائے گا۔ اس کام میں انہاں جات کافی ہوئے۔ وہ پہلے میں دلی گیا۔ اس وقت میں سے اس گھر میں مدبّر ڈال رہی۔ تم ان لوگوں کے رہے کیش کر لو اور انہیں اپنے خاص آدمیوں کے ذریعے جن پر تمہیں بہت زیادہ عبور ہو۔ ان کے گھروں تک لے جاؤ۔ مراد والا نے کہا: میں خود وہاں کو اپنی ذمہ داری پر چھوڑ کر آ جاؤں۔

میں پہنچا چکا تھا۔ میں اور اس جزیرے میں بھی مانا چاہتا ہوں جو فریم آئی لینڈ۔ یا تو شہر کا جزیرہ کھلا تھا۔ میں دیکھتا چاہتا ہوں کہ اس جزیرے میں کوئی غیر قانونی کارروائیاں کی جا رہی ہیں۔ اندھیرے میں کو کتنا جگہ کیا جا رہا ہے۔ کتنا نقصان پہنچا جا رہا ہے۔ مراد والا نے پوچھا: کیا تم چھوٹے جاؤ گے؟

ہاں! آدمی رات کو جاؤں گا۔ ان لوگوں نے بولا ہے کہ آدھی رات کو ایک لپٹ لے کر اس میں ان لوگوں کو لے جانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ میں اس لپٹ کے پیچھے سے چلے گا۔ میں پچھوں گا اور دیکھوں گا کہ میں نامہ راسخا تک پہنچ سکتا ہوں یا نہیں؟

”یہ تو جان دو کہ مراد والا کو دعوت دینے والی بات ہے۔ جتنے دیکھا تھا کہ وہاں چار اسٹین گن والے تھے۔ لپٹ میں تو اور زیادہ مسلح افراد موجود ہوں گے۔ تم وہاں کیسے پہنچو گے؟ اگر پہنچ گئے تو زندہ واپس آنا بہت مشکل ہے۔“

میں نے کہا: اسی لئے میں وہاں تنہا جاؤں گا۔ تم بڑی تھکے ہو۔ سو۔ تنہا رہاں رہنا بہت سزاوری اس لئے مجھے یہ کہنا پڑا کہ ان لوگوں کو ان کے گھروں تک پہنچانا ہے۔ میں آ جاؤں۔ مجھے کسی کی فکر نہیں ہے۔ میں اپنی زندگی کو خطرات میں ڈال سکتا ہوں۔ اس لئے آج رات میں وہاں مقرر جاؤں گا۔

مراد والا نے کہا: میں یہی سوچوں کہ پر دہاں کرتا۔ میں نے نہیں

اس شخص کو دیکھا کہ اس سے ذرا دور رہوں۔ میں اس کے حکم کی تعمیل میں ذرا دور ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا: تم مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟

میں نے پوچھا: تمہیں تنہائی کا اتنا ہی خیال تھا تو اب کہاں چلے گی تیری کرسی پر؟

”میں کب جاؤں گی؟“

”کیا تمہیں دشمنوں کا خوف نہیں ہے؟“

مجھے کبھی دشمنوں کا خوف نہیں ہوتا۔ تم دیکھو کہ ہر کون سا راجہ جیت کے باوجود ہزار خوابش پیدا رہنے کے باوجود مجھے ہاتھ نہیں

لگتا ہے۔ میں اسی بات سے کہ کوئی مجھے میری مرضی کے خلاف ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ خواہ وہ دوست ہو یا دشمن؟

”دیکھو تم بڑی بے حرمت۔ پتہ ہے ابھی طرح جاننے ہو کہ میں دشمنوں سے شغف کیا تھا۔ پتہ نہیں زندہ واپس آتا یا مراد والا۔ مگر تمہیں اس کی پروا نہیں تھی۔ تمہیں سیر و سفر کی کوئی وجہ ہے اور تم اس طرح میں منور کرنا چاہتے ہو۔“

”ہاں یہی بات ہے۔ میں کوئی خدمت گزار ہوں یا نہیں ہوں۔ دراصل میں غارتگری میں ہوں کہ میں تمہاری لاش کے واپس آئے گا۔ اتنا روق۔ اب تم آہی گئے ہو تو میرے ساتھ چلنے کے لئے فوراً تیار ہو جاؤ۔“

میں ایک گھنٹہ بعد وہاں سے نکل کر اپنے میں اس کے حکم کو کیسے مانا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈروم میں آیا۔ پھر غسل خانے میں چلا گیا۔ تاکہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد شہر کے باہر جا سکوں۔

غسل کرنے کے دوران میں موقوف ملا تو میں نے سونیا کی خبری سونیا کا نقشہ کچھ یوں تھا کہ ایک گھنٹہ بعد وہ رسیدیں لے کر کوٹا میں کی طرف گئی تھی۔ پھر رسیدیں کا ڈسٹر بند کھانے کے بعد اس نے کہا تھا کہ وہ خود گورنم میں جا کر وہ تصویریں نکالنا چاہتی ہے۔ اس کے لئے پوسٹ آفس کا کارکن تیار نہیں تھا۔ لیکن سونیا نے اپنی بچہ دار بایوں سے اس کو لٹائی کر لیا کہ وہ آدھ گھنٹہ اس گورنم میں گولائی گی اور اس کے بعد وہاں چل آئے گی۔ سونیا نے یہی کیا۔ آدھ گھنٹہ گولانے کے بعد وہ وہاں سے ایفل ٹاور کی بڑی سی تصویر لے کر باہر آ گئی۔ پوسٹ آفس کے دروازے پر ایک لون سونیا کے انتظار میں تھا۔ ہوا تھا۔ اس نے کہا: یہ تصویر مجھے دے دو۔ یہ میں نے جا رہا ہوں ورنہ دوگ تنہا لے گیا کروں گی۔“

سونیا نے کہا: میں نے فریڈک سے وعدہ کیا ہے کہ میں یہاں سے یہ تصویر لے جا کر دوں گی۔ اس لئے اسے میں ہی لے جاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی تو پھر اپنی کار کے پاس آئی۔

فٹ پاتھ کے کنارے کے قریب پہنچے ہی اسے پتہ چلا کہ

خطرات میں گھر گئے۔ سونیا کی کار کی پچھلی سیٹ پر دو آدمی بیٹھے تھے۔ وہ ششک گئی۔ وہ داپس جانا چاہتی تھی کہ مجھ سے ایک آدمی نے کہا: یہ میری بی بی ہیں۔ وہاں وہاں کے گرم شراب کی بوتلیوں سے بھر دینے کا ذکر دیا گیا۔ تم اگر اپنی فریٹ چاہتی ہو تو میری طرف... کار میں بیٹھا۔ سونیا نے اپنے پاس دیکھا تو ذرا دھند پر دو شخص داپس باہر کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ بھی لپٹا جیوں میں تھے۔ ادھ صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی بی بیوں کے اندر رہ رہتے ہوئے ہیں۔ سونیا چپ چاپ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

کار میں بیٹھے ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے یہاں لوکی نال اس کی گولن سے لگا دی۔ پھر اس نے کہا: اب چپ چاپ ڈیو تو کر کے جاؤ۔ ہمارے داپس میں داپس چلتی ہو۔ کوئی چلائی دکھانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر تم نے پولیس والوں کو اس کا پتہ چلا دیا تو ہم ہلا دیں گے۔

سونیا نے چپ چاپ گاڑی کو ٹالٹ کیا۔ پھر ان کے حکم کے مطابق اسے ڈیو تو کر کے جوئے آگے بڑھانے لگی۔ وہ لوگ اسے ہدایت دے رہے تھے کہ گاڑی کو رات میں رات میں آگے بڑھانی ہے۔ جب گاڑی کچھ دھندل گئی تو پھر ایک آدمی نے اگلی سیٹ کھڑک ہاتھ رکھا کہ اس ایفل ٹاور کی تصویر کو اٹھایا۔ ادھ اپنی سیٹ پر آ کر اسے آٹ پٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ سے اسے لے لیا۔ خیال ہے اسے میں کھول کر دیکھ رہا ہوں۔

اس کے ہاتھ سے لٹکا۔ ششک ہے۔ تم چاہو اسے لٹکا۔ جھٹک کر لے کر دیکھو۔ شایہ وہ وصیت نامہ ان لوگوں نے اس کے پچھلے حصے میں چھپا رکھا ہو۔

سونیا چپ چاپ ڈیو تو کرتی ہوئی پچھلی سیٹ سے آؤں والوں کو کڑی رہی تھی۔ اس کی باتیں کرنے کی آواز اب بھر ہوئی تھی۔ پھر کچھ ایسی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے جاؤں سے گئے کو ٹالٹ ہا ہو۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی تصویر کے پچھلے حصے پر دیکھ رہے تھے کہ اس کا ٹکڑا نکال دیا تھا۔ تو شری دیر بعد ان کی آواز سنائی دی۔

”ہاں ایک کاغذ ہے۔ دیکھو یہ مل گیا ہے۔ ادھ یہ تمہارا ہوا ہے لیکن اتنا سا کاغذ وصیت نامہ میں ہو سکتا ہے۔ یہ تو کچھ اہم ہے۔“

دوسرے شخص نے کہا: تم اسے کھول کر دیکھو کہ یہ کیا ہے۔ اس آواز نے کھول کر دیکھا۔ اس میں ٹائپ کیا ہوا ایک خط رکھا ہوا تھا۔ وہ خط میرا ہی کوئی خط ہے کہ کھا گیا تھا۔

”ڈیو تو کرنا! کچھ لٹائی میں آئی ہے کہ میں ابھی تمہاری وصیت نامہ تمہاری خواہش کے مطابق نہیں بیچ سکتا۔ میں اگلے ماہ میں آنے والا ہوں تو اپنے ساتھ وہ وصیت نامہ لے آؤں گا۔ اس وقت تک انتظار کرو۔ رات کے بعد تمہاری طبیعت ششک نہیں رہتی۔ اپنی وصیت کا

خیال رکھو اور باقاعدہ علاج کرائی رہو۔ ایک ماہ بعد میں خود وصیت نامہ لے کر آجاؤں گا۔ جیسا کہ قانونی کارروائی کے اندر ہمیں تیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اہل عدالتوں میں جلتے گی۔ باقی ملاقات ہونی چاہیے۔ ہوں گی خدا ہمیں خوش رکھے۔ فقط ہمارا قانونی مشیر ہے۔ اسے پرستے ہی اس نے مٹھی میں خود کو سمیٹ کر کھینچ لیتے جوتے کمانے نان نسر۔ اس کو کہتے ہیں کہ کھوڑا ہڈا اور نکالو جا۔ ہم کہتے ہیں اس کا انکار کر دیتے تھے اور اس کے لیے کیا کیا پڑھائیں۔ بیلے لیکن ہمیں کیا ملا۔ یہی خط کا ایک کھڑا لغت سے اس خط پر ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے تصویر کو اپنے قدموں سے ڈال کر اپنے پیروں سے دھڑو ڈالا۔ پھر نیا کھڑا دیکھا کہ گاڑی کو بھوک کے کنا سے کھڑی کر دی۔ سوئیٹ نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ گاڑی سڑک کے کنارے روک لی۔ اور وہ دونوں پچھل سیٹ سے اتر کر دروازہ آؤں اور دروازے کو بند کرتے ہوئے فٹ پاؤں پر بیٹھے۔ سوئیٹ نے فری گاڑی اسٹاپ کی پھر وہاں سے تیز رفتاری سے بڑھاتی ہوئی ہسپتال کی طرف جانے لگی۔ اب وہ مکان سے نکلا رہی تھی۔

سوئیٹ کے ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی یہ خبر پہنچی تھی کہ اسے دشمنوں نے گھر لیا ہے اور شاید صد حکیمان دیتے ہوئے اپنے کپڑے کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ جب وہ ہسپتال پہنچی تو ڈاکٹر فریڈک ٹوٹی سے کہل گیا۔ میرا جی خوش ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے پوچھا کیا ہو کیا دشمنوں نے گھر لیا تھا۔

”ہاں گھر لیا تھا۔ انہوں نے اس تصویر کو چھڑا ڈالا ہے اس کو پیچھے سے کاٹ کر دی کاغذ کا لہجہ جو میں یہاں سے ٹھاپ کر کے لے رہی تھی۔“

میرا بے پرواہی: تم نے وہ ٹھاپ کیا ہوا کاغذ تصویر کے پیچھے کیسے دکھا تھا۔ سوئیٹ نے جواب دیا: میں یہاں سے اپنے پرانے ایک چھوٹی سی میسرینری لے گئی تھی۔ اصل منہ گولہ میں کچھ وقت گزارنا تھا۔ گولہ مارا پکارا ج اس بات کے لیے راہیں بھی جو باہر تھیں۔ میں نے جڑی خشکوں سے اسے راسخ کیا اور گولہ مار میں جا کر سب سے پہلے میں نے ہتھوڑی کے فنیسے تصویر کے پچھلے حصے کو کھولا۔ وہاں وصیت نامہ دکھا ہوا تھا۔ وہ وصیت نامہ نکال کر ٹھاپ کیا ہوا کاغذ وہاں دکھ دیا۔ پھر تصویر کو بول کا توں کیسے غور کرنے کے بعد اسے پہلے میرا تیکہ دیا اس کے بعد میں نے اپنے سینڈل کی کیلیں نکالیں اور پھر وصیت نامے کو تھک کے دونوں سینڈل کے تیل میں دکھ دیا اور پھر وہاں کیلیں غور کر دیں۔ اب دونوں سینڈل کے تیل میں وہ وصیت نامے پیچھے ہوتے ہیں۔

ہوئے ڈاکٹر فریڈک نے اس سے کہا: سوئیٹا تم نے واقعی

سوئیٹا سمجھ رہی تھی کہ وہ سچ سچ بہت زیادہ محتاط ہو کر کھڑا نہایت کاغذت رہا ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تم ایسی جہولے انداز کی کوئی جالاک کام نہیں آگے کی۔ پھر یہ کہ ریوارو نے چال چلوی۔ سوئیٹ نے کہا: اسی لیے میں نے محتاط ہو کر پہلے سے ہر طرف زیر و بالا دیکھیں۔ میں نے کتنی تھی۔ جتنی دیر میں وہ اس کے قریب پہنچی کی پلاننگ کر لی تھی۔ میں نے سوچا اگر انہیں شہر کو وہ ٹھاپ کیا۔ اتنی دیر میں کوئی مل جاتی۔ اسے مجبور ہو کر دونوں سینڈل کو اتار کر اس کاغذ میں لے کر رکھا ہے تو وہ لوگ میری تلاشی میں گے گاڑی کی بجائے کچھ دیکھ کر دینا پڑا۔

دونوں سینڈل اس ریوارو کے قدموں کے پاس تلاش میں گے۔ پھر وہ وصیت نامہ کیسے نکالیں۔ سوئیٹ نے کہا: لیکن ان کا دھیان سینڈل کے تیل کی طرف نہیں جاسکتا۔ اسی لیے یہ پیچھے گئے۔ اب وہ انہیں جھک کر اٹھانا چاہتا تھا۔ وہ حق تو یہ کہ اس کے سول میں وصیت نامے کو چھپا دیا تھا۔

میرا بے پرواہی: اس وصیت نامے کو اب نکالو۔ میں اسے دیکھنے کے لیے بہت بے چین ہوں۔ سوئیٹ نے کہا: آہستہ آہستہ چکے۔ بس اس وقت اسے یوں لگے جیسے زلزلہ آگیا ہے۔ آہستہ آہستہ ایک ہوا اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان گھس گیا وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ پیچھے کی طرف الٹ کر فرش پر جھٹ پڑا۔ اسی لمحے دوسرے ہونے نے جھلانگ مادی اور اس کے ریوارو کے پاؤں ہاتھ پر گر پڑا۔ پھر اس نے اپنی زبرد سے اس کی کلائی کو ہاتھوں سے ٹکا کر اس کی پیچھے نکل گئی اور ریوارو کے ہاتھوں سے جھٹک کر گر پڑا۔ ہونے نے اس ریوارو کا اٹھا کر سوئیٹ کی طرف اچھال دیا۔ اتنی دیر میں گوند والا ایک مٹے سے توپ کر اٹھا گیا تھا۔

مٹے میں سوئیٹ ریوارو کا اٹھا کر اس کی پیچھے نکل گئی اور ریوارو کے ہاتھوں سے جھٹک کر گر پڑا۔ ہونے نے اس ریوارو کا اٹھا کر سوئیٹ کی طرف اچھال دیا۔ اتنی دیر میں گوند والا ایک مٹے سے توپ کر اٹھا گیا تھا۔

سوئیٹ نے کہا: اگر تم سب اپنے زندگی چاہتے ہو تو وہ سینڈل میرے ہولے کر دو۔ سوئیٹ نے کہا: اگر میں نہیں سینڈل اتار کر دوں گی تو سننے پاؤں جو چاہوں گی۔ اد میں سننے پاؤں رہنا نہیں چاہتی۔ سوئیٹ نے کہا: اگر تم سب اپنے زندگی چاہتے ہو تو وہ سینڈل میرے ہولے کر دو۔ سوئیٹ نے کہا: اگر میں نہیں سینڈل اتار کر دوں گی تو سننے پاؤں جو چاہوں گی۔ اد میں سننے پاؤں رہنا نہیں چاہتی۔

سوئیٹ نے کہا: اگر میں نہیں سینڈل اتار کر دوں گی تو سننے پاؤں جو چاہوں گی۔ اد میں سننے پاؤں رہنا نہیں چاہتی۔ سوئیٹ نے کہا: اگر تم سب اپنے زندگی چاہتے ہو تو وہ سینڈل میرے ہولے کر دو۔ سوئیٹ نے کہا: اگر میں نہیں سینڈل اتار کر دوں گی تو سننے پاؤں جو چاہوں گی۔ اد میں سننے پاؤں رہنا نہیں چاہتی۔ سوئیٹ نے کہا: اگر تم سب اپنے زندگی چاہتے ہو تو وہ سینڈل میرے ہولے کر دو۔ سوئیٹ نے کہا: اگر میں نہیں سینڈل اتار کر دوں گی تو سننے پاؤں جو چاہوں گی۔ اد میں سننے پاؤں رہنا نہیں چاہتی۔

اس لیے کہ یہ موت تمہاری ملائی ہوئی ہوگی۔

کر جھانکے گا۔

سوئیٹ نے پاؤں کھڑی ہوئی تھی اور اس کا ایک سینڈل ہاتھوں ہاتھ دوسرے اٹھ کر ہوا تھا۔ وہ ہونا سینڈل کو ٹیکہ لگ رہا تھا۔ اچانک ہی کسی نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ ہونا الٹ کر پیچھے کی طرف گر پڑا۔ پھر ایک جھٹکے سے کسی نے اس کے ہاتھ سے سینڈل چھینا۔ اب ایک اوپنے قدم والا وہ سینڈل لے کر ایک کار کی طرف بھاگتا جا رہا تھا۔

پاؤں کی ایک جوتی زندگی اور موت کا مسئلہ ہی تھی وہ لائے قدم والا تھا۔ ہوا ہسپتال کے احاطے کے باہر کھڑی ہوئی ایک گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک ہی ایک طرف سے چاروں نے جھپٹ پڑے چاندوں نے بیک وقت اس پر چھلانگ لگائی اور اس کے قدموں سے پھٹ گئے۔ وہ دوڑنے والا پناہ گزین پر قرار نہ رکھ سکا اور کھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔

اوندھے منہ گرتے ہی اس نے دیکھا کہ وہ سینڈل اس سے چھین لیا جانے لگا تو اس نے ہاتھ کو زبرد سے گھم کر سینڈل کو بلندی پر اچھال دیا۔ وہ سینڈل بلندی سے اچھٹا ہوا ہسپتال کے احاطے سے باہر نکلا۔ اٹھا ہوا ایک اسی وقت ایک ٹرک اس ٹرک پر سے گزرا۔ ہاتھوں سے سینڈل اس ٹرک کے اندر پہنچ گیا۔

کسی نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک سینڈل کے ساتھ یہ تماشہ ہو جائے گا۔ اس سینڈل کو ایک ٹرک کے اندر جاتے ہوئے بھی نے دیکھا تھا۔ اب وہ لوگ ایک دوسرے سے ڈرا ہو کر کھڑے اور سب اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف دوڑنے لگے تاکہ اس ٹرک کا پیچھا کیا جائے۔ ہونے نے چاروں اس قابل نہیں ہوتے گاڑی ڈرا ہو کر کھڑے ہو کر ان کے پاؤں سیٹ پر بیٹھنے کے بعد ہیڈ لائٹس سے کچھ نہیں پہنچ سکتے تھے لہذا انہوں نے بڑے قہقہے اور تیرتوں کو محاذ سے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ لوگ بھی اپنی اپنی کاروں میں آکر جلدی سے پیڑھ گئے۔ پھر سوئیٹ نے اوپر باگونی سے دیکھا ایک ساتھ چار کاریں آگے بڑھتی ہوئی ہسپتال کے احاطے سے باہر نکلی رہی تھیں۔ جب وہ ٹرکوں سے اوچھل ہوئیں تو سوئیٹ نے اپنے پاس کھڑے ہوئے اس شخص کو ایک اٹا ہاتھ رسد کرتے ہوئے پوچھا: تم نے اس سینڈل کو کیوں اٹھا تھا۔ میں سننے پاؤں ہو گئی ہوں۔ اب میں تمہارے کاغذ پر لکھ کر ہوا کر اوندھے منہ جاؤں گی۔

وہ شخص ہوا ہسپتال چاہتا تھا لیکن سوئیٹ نے اسے مسلسل لاقوں اور کاروں پر رکھ لیا۔ اس کا حیلہ لگا دیا۔ پھر اس کو باؤں سے پکڑ کر ایک طرف جھکا دیا اور اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کے بعد اس نے ایک ٹھوکر مار دے ہوئے کہا: میرا لے کرے میں چلو ورنہ میں تمہیں مار مار کر تیرری منزل سے پیچھے چھینک دوں گی۔

وہ تکلیف سے کرا رہے ہوتے اٹھنے لگا۔ دوپہر اسے دھکا دیتے ہوئے میریا کے کمرے تک لے آئے۔ وہاں ڈاکٹر فریڈرک سونیل کے دوسرے سینڈل کو کھول کر اس کے تلے سے وجہت نہ نکال چکا تھا۔ اس نے تیار کیا کہ اس سینڈل میں وجہت نہ لے کے آخری دو حصے لکھے ہوئے تھے۔ وجہت کے آخر میں میریا کے باپ کے دستخط تھے اس کے علاوہ میریا کے وکیل ایڈورڈ کٹر کے بھی تصدیق و دستخط ہوتے۔ سونیل نے انہیں دیکھنے کے بعد کہا کہ وہ وجہت جلد صفحہ پر منتقل تھی۔ میں نے دو صفحہ گات کو تھک کر کے ایک سینڈل میں اور باقی دو صفحہ گات کو تھک کر کے دوسرے سینڈل کے تلے میں چھپا دیا تھا۔ جو شخص یہ سینڈل لے کر تیار کیا تھا اس میں وجہت کے پہلے دو حصے یعنی پہلے دو صفحہ لکھے ہوئے تھے۔ جب تک وہ نہیں ملیں گے اس وقت تک یہ وجہت مکمل نہیں ہوگی اور جو لوگ اس وجہت کے لکھے دو صفحہ گات لے جائیں گے ان کو بھی اس وجہت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ غارہ اٹھ کھائے کھینچے وجہت مکمل ہوئی چاہیے۔ ڈاکٹر فریڈرک نے کہا: "اس آدمی کو اب ملنا انصاف ہے۔ وہ سینڈل ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس کے ہاتھ لکھا ہے۔ ہمارے ہونے بلادی کے لوگ بہت چاق و چوبند ہونے کے عادی ہیں۔ وہ ان لوگوں کا بچھڑا نہیں چھوڑیں گے۔ یا تو اپنی جان دے دیں گے یا وہ سینڈل واپس لے کر آئیں گے۔"

سونیل نے کہا: "جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ساری شرارتیں میریا کے اس کزن بلادی کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ مجھے بلادی کا پتہ بتایا جائے۔ میں اس سے دودھ ہاتھ کوں گی۔ اگر سینڈل اس کے پاس پہنچے گا تو میں اپنا سینڈل وہاں سے منڈوا لیں گا۔"

ڈاکٹر فریڈرک نے کہا: "ابھی ذرا آرام سے بیٹھو اور دیکھتی جاؤ کہ کیا ہوتا ہے۔ ہمارے پاس ابھی اطلاع پہنچے گی کہ وہ سینڈل حاصل ہو چکا ہے یا نہیں۔"

یہ سونیا اور اس کے سینڈل کا قصہ تھا جو میں نے معلوم کیا تھا۔ میں اس وقت اس کے دماغ میں پہنچا تھا کہ وہ ڈاکٹر فریڈرک اور میریا کے پاس کمرے میں بیٹھی ہوئی انتظار کر رہی تھی کہ اس سینڈل کے منتقل کوئی اطلاع اسے ملے گی۔ میں نے فی الحال اسے وہیں انتظار کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

میں قتل خانے سے باہر کر لباس بدل چکا تھا۔ جو کہ ادھی رات کو سمندر کے ساحل پر پہنچا تھا اور ناہر یا شا کا محاصرہ تھا۔ اس خاصیت سے میں نے یہاں پہنچ کر ادھیہ خیابان میں اپنی ادھی کو ابھی شہناز کے ساتھ کسی ملک میں جانا تھا اس لیے میں نے اسے اسے سفید کوٹ پہن لیا تھا۔ وہ کوٹ بھی ایسا تھا جس کو الٹ کر پہننے سے

سیاہ ہو جاتا تھا۔ میں پوری طرح تیار ہو کر جب ڈرائنگ روم آیا تو شہناز نے میرے لباس کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا: "یہ تم نے سیاہ لباس کیوں پہنا ہے؟"

میں نے کہا: "لباس سیاہ بھی ہے اور سفید بھی ہے۔ تمہیں پتہ ہے؟"

نہ ہوا اس لیے میں نے سفید کوٹ پہن لیا۔ یہ کیا بکلوں میں ایسا نہیں چلتا؟

"چلتا ہوگا۔ مگر مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ کوئی بستر یا کوٹ؟"

کوٹ پہن سکتے ہو تو دوزخ میں جا رہی ہوں۔"

اس لمحے خیال آیا کہ میں شہناز کے ساتھ کسی ملک میں نہ جاؤں تو اچھا ہے۔ پتہ نہیں وہاں کتنا وقت گزر جائے گا۔ پھر میں رات کی طرف نہیں جا سکتا۔ یہ سوچ کر میں نے کہا: "میں کبھی میرا خاص کوٹ نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہتا۔"

یہ سنی کر وہ مضطرب ہوئی: "یہ کہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

ساتھ نہیں جانا چاہتے کیا میں اس قابل نہیں ہوں کیا تم میرا تو قین کر رہے ہو؟"

"تم بہت موصولہ بد مزاج ہیں۔ میں نے تو تمہیں کہا کہ تمہارے ساتھ جانا نہیں چاہتا۔ میں نے اپنے موٹی بات کی ہے۔ تم جو سمجھنا چاہو، سمجھ کر چلو۔ مگر اگر رخصت ہو جاؤ تو نکل جاؤ۔ میرے لیے اب کوئی فرق نہیں ہے۔"

میری باتوں پر اسے ادھی صفحہ آبدہ رفت سے مجھے دیکھتے ہوئی باؤں چبھتی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ اس کے بعد میں ایمینا سے ایک صفحہ پر میرا کمر ٹھکانے لگا۔ مجھے ابھی تو شادقت وہاں کو اکر رہی تھی اس صبح کے لیے روانہ ہو رہا تھا۔ جس کا تعلق کسی پرفیوڈ آئی لینڈ یعنی خوشبو کے جزیرے سے تھا۔ میں وہ جزیرہ کبسا ہوگا اور وہاں کیا کچھ ہوتا ہوگا۔ اور اسے راز رکھنے کے لیے مجھ میں سے کسی کے لیے طریقے اختیار کیے ہوں گے۔ یقیناً مسلح محافظ اسے ہوں گے جسے کوئی چھوٹی سی فوج ہوتی ہے۔ اس فوج کے درمیان سے گزر کر میں خوشبو کے جزیرے میں پہنچا ہوتا تھا۔ یہ یقیناً ایک خطرناک قدم تھا جو میں... اٹھا رہا تھا۔ اور اگر یہ قدم نہ اٹھاتا تو میرے ملک کی وہ بھینس اور بھینسوں کا دل اٹھلک ہو رہی تھیں۔ میں ان کو روک نہیں سکتا تھا۔ اگر وہاں دس بارہ کو جیسے کہ آج میں نے روک دیا تھا تو اس سے بات سمجھتی۔ اس خوشبو کے جزیرے میں جو خطرناک گردہ کام کر رہا تھا۔ جو غیر معمولی سے جڑے تھا۔ اٹھانے سے مدد ملتی تھی۔

اس گریٹ کے چند گشت لگانے کے بعد میں جی کے پاس پہنچا۔ وہ رات کا کھانا کھا رہی تھیں۔ میں نے کہا: "ہیلو جی! کھانا کھا رہے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے: "تمہاری آواز سن کر کھانا لذت ہو گیا۔"

کوئی کہاں ہوا کہ اسے ہے جو پتہ میں نے کہا تھا۔ اس وقت ایک اہم مہم پر روانہ ہونا والا ہوں۔ یہاں چند ایسے برہہ فروش ہیں جو میرے ملک کی مصوم نگاہوں کو غلام کرنا چاہتے ہیں۔ سمندر پار بھیجتے ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دیتے گا کہ ان کے چکا چوں اس کے لیے میں ابھی اس کے ایک اڈے کی طرف جاتے والا ہوں۔"

انہوں نے تمہارے لیے میں نے کہا: "میں تم کو خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں اپنی دھنیں لیتے ہو۔ ہمارا تمہارے اندر حب الوطنی کا جذبہ ہے۔ اپنے ملک کی بھینسوں کو تباہ و برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن تم کیا کیا نہیں دیکھ سکتے۔ اس دنیا میں بہت سے جرائم ہوتے ہیں۔ تمہارے ملک میں بھی جرائم کی بے شمار مثالیں ملیں گی۔ تم کہاں کہاں تک خود کو اچھا دیکھو گے۔ میرا متور ہے کہ خود کو نظر سے دور رکھو۔"

میں نے کہا: "میں آپ کے مشورے پر غور کروں گا لیکن فی الحال میں جو عہدہ چکا ہوں اسے پورا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی صفت دعا میں چاہیے۔"

"میری دلی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ میں تو یہی سمجھ کر رہی ہوں کہ تمہیں سمجھانے کا فرض ابھی ہے۔ وجہ میں نے تمہارا زائچہ بنا کر دیکھا ہے۔ تمہارے باؤں میں چکر ہے۔ تم نہیں ایک جگہ ٹھہر سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کراچی سے بھی کہیں دور جانے والے ہو۔ اب میں نہیں سمجھ سکتی کہ کتنی دور جاؤ گے۔ مگر جاؤ گے۔ اور آؤ گے۔ پھر جاؤ گے۔ اور پھر آؤ گے۔ سارے ہی کہتے ہیں: "جی آپ نے اب ایک جتنی بھی پتہ گویاں کی تھیں وہ سب درست ثابت ہوتی رہی ہیں۔ آپ نے اس علم میں کمال حاصل کیا ہے۔ اب اگر آپ کا علم یہ کہ رہا ہے کہ میرا لیے کفر بھلنے والا ہوں تو میرا اندازہ یہی ہو رہا ہے کہ میری آج کی مہم بہت دور تک چلے گی اور میں یقیناً اس خوشبو کے جزیرے میں پہنچوں گا۔ اب جب آپ کا علم یہ کتابہ کہ میں واپس آؤں گا تو یقیناً وہاں کتنے ہی خطرات کیوں نہ ہوں میں واپس آؤں گا؟"

"مگر ایک بات ہے۔ میرے اسے اچھی طرح یاد رکھنا۔ پھر پھر کے بعد جو تمہارے اپنی جگہیں بدلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میری مہم باہر بھینسوں کی پٹن کو تینوں کے بعد جودان کی باتیں جھوٹ ہو جاتی ہیں اور حالات کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ تم اگر کسی خطرناک مہم کے لیے روانہ ہو رہے ہو تو مکمل طور پر میری پٹن کو تینوں پر چھوڑ دو۔ نہ کہ اب جو کچھ کہہ کر دوسرے چند لوگوں کے بعد تمہارے اپنی جگہیں بدل دیں اور یہی سمجھو کہ میرا ہے اس کے رد میں کوئی بات ہو جائے تو تم اس کو خوش فہمی میں نہ رہنا کہ جی کی پٹن گویاں درست ہوتی ہیں اور تم خطرات سے

منٹ کر صبح سلامت واپس آ سکتے ہو۔ ویسے میری دھمکے کہ نہیں ذرا سہی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ تمہارے دشمن برباد ہوں۔ یہ دعا میرے لب پر ہمیشہ رہے گی۔"

میں نے کہا: "اب آپ دوما کے سلسلے میں پٹن گویاں؟"

"دوما نے انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔ تب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ دوما میرے ذہن پر اس طرح چھائی ہوئی تھی کہ میرے لب پر میری سوج بوج اور میرے دماغ میں صرف دوما کا ہی نام آتا تھا۔ پوری کا نام میں بول جاتا تھا حالانکہ مجھے پوری کا نہا ہے۔ مجھے پوری کا نام میں بول جاتا تھا۔ میرا مطلب ہے آپ پوری کا راز کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ اس کے بدلے میں بتائیں؟"

انہوں نے جواب دیا: "وہ لوکی خود میرے مگر بہت ذہین ہے۔ وہ اتنا زیادہ مگر بہت ہی چالاک اور حاضر دماغ ہے۔ جس چیز کے نیچے پڑ جائے گی اس کی انتہا تک پہنچ کر دم لے گی۔ تم نے بتایا تھا کہ وہ دوما کو لڑنے اور ڈانٹنے کے دوسرے دو طریقے سمجھ رہی ہے تو میں ابھی سے پیشگوئی کر دوں کہ اس میں متعلق مزاجی بہت زیادہ ہے۔ وہ کبھی ہی اور اپنی متعلق مزاجی سے کام لیتی رہی تو وہ اتنا ہی خطرناک فائنٹر کر اچھے لگے گی۔"

"مجھے سب ملاقات ہوگی؟"

"تم شاید ملاقات نہ ہو سکتے۔"

"کیا مطلب؟ آپ تو دل توڑنے والی پٹن گویاں کر رہی ہیں؟"

"میں جو کچھ کہتی ہوں میں نہیں کہتی۔ سارے کہتے ہیں کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہارے اور پوری کے سارے آپس میں خوش ہوتے ہیں۔ لیکن ان ملاقاتوں کی جگہیں بدلتی رہتی ہیں۔ ابھی تو دونوں کے تاروں کے درمیان اتنی بڑی رکاوٹ حامل ہے کہ میں صبح صبح صبح ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ دونوں کب ایک دوسرے سے ملے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی ملاقات کے لیے ابھی ایک طویل عرصہ گزرے گا۔ تب کہیں جا کر اس کے اور میرا سارے آپس میں ٹکرائیں گے۔"

"جی مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ میں جب چاہوں بوجا کر پوری سے مل سکتا ہوں۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ میرے دماغ میں غلط نہیں ہیں۔ مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔"

"ہاں تو درست کہہ رہے ہو۔ تمہیں دنیا میں شاید کوئی نروک سے مگر تقدیر بروکے گی؟"

"منا ہے کہ تقدیر انسان کی اپنی مٹھی میں ہوتی ہے۔ تو پھر کیلیری تقدیر میری مٹھی میں نہیں ہوگی؟"

"یقیناً ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ وہی عمل کر دو۔ تمہیں اس عمل کے مخصوص نتیجے تک پہنچنا سکے۔ مثلاً تم پوری تک جانا چاہتے ہو تو پوری تک جانے کے لیے تمہیں دوسری مصروفیات کو ترک کرنا

ہوگا۔ جس کی کسی معاملات میں دلچسپی نہیں لینی ہوگی مگر تیرا مانا جلتے ہو تو تمہیں اسی اپنے لیے کسی طیارے کی سیٹ بک کرنا ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ تمہیں اس طیارے میں سیٹ نہ ملے۔ دو چار دفعہ بعد ملے۔ پھر دو چار دفعہ تمہیں خاموش بیٹھے رہنا ہوگا۔ کسی کے معاملے میں دلچسپی نہ لے کر اچھے جاؤ گے اور پھر ایک جگہ نہیں پہنچ سکو گے۔ اس وقت بھی تم دوسرے معاملات میں دلچسپی لیتے ہو تو ایک خطرناک کام ہو رہا ہو کہ ہو۔ کیا پوری کے پاس جانے کے لیے اس خطرناک کام پر جانے سے باز آ سکتے ہو؟

مئی کے اس سوال کا جواب میرے پاس ہی تھا کہ میں اس خطرناک کام پر جانے سے باز نہیں آ سکتا۔ اس لیے کہ وہ کام میں نہ شروع کیا ہے اسے اور دوسرا نہیں چھوڑ سکتا تھا اور اپنے حوصلے سے پھر نہیں سکتا تھا۔ جی دیت کسریٰ تھیں کہ ہم اپنی حرکتوں سے اپنی تقدیر بناتے ہیں۔ میں جو حرکت کرنا چاہتا تھا اس سے جو میری تقدیر بننے والی تھی یہیں وہ مجھے کہاں سے کہاں لے جاتی تھیں پوری کی طرف پر واڑ کرنا چاہتا تھا۔ سچ ہے کہ کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اپنی حرکتوں پر قابو پانا پڑے گا۔ اور میں جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس پر قابو نہیں پاسکتا تھا اس سے باز نہیں آ سکتا تھا۔

میں نے مئی سے کہا کہ آپ دوست کہتی ہیں۔ میں فی الحال پوری کی طرف نہیں جاسکتا۔

مئی نے کہا کہ فی الحال نہ کہو، ایک عرصہ گئے گا مگر سالہا سال تک تم اس سے نہیں مل سکو گے میری پیشگوئی ہے۔ اگر تیرے لیے چال نہ چل سکے تو میری پیش گوئی کی بجائے فاکٹم ہے کی اور تم بڑا کوشش کے باوجود پوری کو کبھی بھی نہیں مل سکو گے۔

کاٹن کر رہیں اسے اس کام پر جانے کا منصوبہ نہ بنایا ہوتا پھر تو میں بہ آسانی اسی وقت یا دوسرے دن رنگوں کے لیے روانہ ہوجاتا ہوں پوری کو بھی دیکھ لیا اور مونی کی بیاد میں بھی کام آجلا۔ لیکن میں ارادہ کرچکا تھا۔ مجھے ناصر پاشا کا خاکسار بننے کے لیے وہاں جانا تھا اس لیے تسلیم کرنا پڑا کہ تیرے اپنی چال چلتے ہیں اور جب وہ چال چلتے ہیں تو ان کی تقدیر بن جاتی ہے۔

میں نے مئی کو رنگوں کے اس ہسپتال کا پتہ بتایا جہاں مونی تیرے علاج تھی۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ رسوئی کی تبادلواری کر سکتی ہیں؟ اگر اس کا خیال رکھ سکتی ہیں تو پھر روزانہ ہسپتال میں اس سے ملاقات کرتی ہیں یا پھر اپنے پاس لاکر اس کا علاج کرائیں؟

مئی نے کہا کہ میں ہسپتال کا نام لے رہے ہوں وہ رنگوں کا بہت بڑا ہسپتال ہے اور وہاں پوری کو جیسے علاج ہوتا ہے۔ وہاں یقیناً وہ بہت جلدی صحت یاب ہو جائے گی۔ میں اسے ہر گز ہلکا کرکھوں گی تو میں ان کو اکثر وقت پر نہیں پہنچ سکیں گے۔

”میں چاہتا ہوں کہ رسوئی فیکو تمہارا وارنٹ دیکھوں۔“
”تم اطمینان رکھو میں اسے ایسا ہی عرض نہیں ہونے دوں گی۔“
میں اس کی باتیں کر رہی ہوں کہ ایسی ہی طرح اس کی دیکھ جائیں کہ وہ اس کے رشتہ داروں میں وقت دیکھا۔ پھر قوتوشی دینی نہ باتیں کرنے کے بعد ان سے رخصت ہو گیا۔ رات کے کھانے کا وقت چکا تھا لیکن میں نے بیٹھ کر کھانا نہیں کھا یا بلکہ سانا تھا کہ اور ایک کپ کا پی۔ پی۔ اس کے بعد سانی کو پی کر دیں۔ اچھا کرکھ گیا۔ وہاں سے میں میدان ہمارا دوڑا کہ پاس پہنچا اور میرا منتظر تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے تمہارے لیے ایک ٹیکس کا بندوبست کیلئے۔ وہ ٹیکس یہیں حاصل کر کے اس عمارت تک پہنچا دے گی۔ اس کے علاوہ اس کی میرے لائی فڈز سے کچھ بھی بات دو۔

میں نے کہا کہ بس میں اسی لیے آیا تھا کہ مجھے وہاں تک پہنچاؤ کا انتظام ہو جائے۔

ملو دو اور اسے کہا کہ میں اول میں مانا کہ میں یہیں اکیلے جانے والا کیا ہرج ہے اگر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں؟
”میں بالکل تنہا جانا چاہتا ہوں اور تمہیں تو کہیں میں اپنے روتھ نہیں لے جاؤں گا اس لیے کہ تم پر جو بیوی چوں کی ضروریات ہیں وہاں بات یہ کہ وہاں کیا آج ہم نے آج یہ ہیں انہیں ان کے گھر لے کر پہنچانا بہت بڑی سیکن ہے اور یہی تم کو دے گئے۔

پھر میں نے سانی کو چار سے سہلائے ہوئے کہا کہ میری جان اب تم ملو دو اور اس کے پاس رہو گی۔ میں وہاں آکر تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا ابھی جہاں جا رہا ہوں وہاں تمہارا کوئی کام نہیں ہے اور میں وہاں تنہا میرے ساتھ جانا بھی نہیں چاہیے۔ میں اور میرے ادھر چھٹا ہوں کہ تم ساتھ رہو گی تو تمہاری فکر بھی مجھے ہے گی، لہذا تم یہیں رہو۔

سانی میاؤں میاؤں کر رہی تھی۔ مجھے پتہ نہ رہی تھی مجھے چوڑا نہیں چاہتی تھی لیکن میں نے اسے اسی طرح سمجھا کر کھلا کھلا کر اسے ملو دو ادا کے ساتھ کر دیا۔ پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا جس کی کڑی دیکھنے کا سفر تھا۔ یہ دو گھنٹے کو اس کے لیے میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

سونیا کے پاؤں میں نئی سینڈل لگتی تھی پرانی سینڈل اس کی ٹرک میں تھیں کہاں لگتی تھی۔ پرانی سینڈل کا قصہ وہاں تھا کہ جب وہ ایک ٹرک میں پہنچی تو سبھی اس ٹرک کا تعاقب کرنے کے لیے بھی گاڑیاں پر روانہ ہو گئے تھے۔ آگے جا کر وہ ٹرک نظر آیا تھا۔ سب نے اس کا تعاقب شروع کیا گاڑی تیز رفتاری سے چلائی۔ لیکن اس کے ایک چوڑا تھا۔ جیسے ہی ٹرک نے جو اسے کہہ دیا کہ دیے ہی سرخ میں جل چکا تھا۔ تعاقب میں آئے والوں کو اس سنگل کے سامنے ٹک مانا چاہا کہ سنگل ان ہوا تو ان لوگوں کو اس کے پیچھے کا موقع ملا۔ آگے بڑھنے

کے بعد ٹرک کہیں نظر نہیں آیا۔ پھر نہیں اتنی دیر میں وہ کتنی دھندل کر گیا تھا کہ وہی والوں نے دھندل کر اسے تلاش کیا۔ حقیقت راتوں رات یہی کہیں دھندل کر گیا تھا کہ اس نے وہاں ٹرک کو یہاں ایک بار دیکھا کہ وہاں پہنچا تھا اور اس نے وہاں ٹرک کو یہاں پورٹریٹ ہی تھی کہ وہ کہیں نہیں ہو گیا ہے۔ اللہ تلاش بڑی تندہ سے جلدی ہے۔

میں نے ایک سرگرم نکال کر سونیا کو اس کے گھر لے کر گئے سرے کر کے سوچے۔ سونیا کو بھی میری محنت نہیں تھی۔ یوں تو اسے میری محنت غور سے نہیں ہوتی۔ ہوتی ہے تو اس کا وہ افکار نہیں کرتی۔ بہر حال اس کی طرف سے ملنے تھا کہ ابجہدہ کی الجھن میں گرفتار نہیں ہے۔ جب ہماری گاڑی باکس سے سے ہٹا گئے تو کل گئی تو میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ وہ ہمیں تلاش کو بھیجے۔ الیاء جو کہ وہ عمارت سے دیکھنے والے یہ سمجھ کر کوئی گاڑی ان کی طرف آ رہی ہے اور وہ وہاں چھوڑ جائیں۔

ٹیکسی ڈرائیور بہت پرکار تھا۔ اس نے میٹر لائش بھاری اور چاندنی رات میں راستے کو دیکھتے ہوئے ڈرائیور کرنے لگا۔ راستہ کیا اور ناہموار تھا۔ اونچا نیچا تھا اس کے باوجود وہ بڑے مزے میں ڈرائیور کرتا ہوا مجھے لگا رہا تھا۔ تقریباً اس عمارت سے ایک ڈیڑھ لاکھ کے فاصلے پر میں نے گاڑی کو روکی۔ ٹیکسی کو وہاں سے واپس رخصت کر دیا۔

جب وہ ٹیکسی ڈرائیور اپنی گاڑی لے کر چلا گیا تو میں نے اپنے سفید کوٹ کو اتارنا۔ پھر اسے الٹ کر پہنا بنا سے ہونے دوبارہ پہن لیا۔ اب اندھیرے میں میرا لباس بالکل نظر نہیں آ رہا تھا۔ چاند ہلووں میں چھینٹا جا رہا تھا۔ کہیں اندھیرا ہو رہا تھا اور کہیں اجالوں دے دے تو وہاں اس عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے ان لوگوں کے دماغ میں جھانکنے لگا نہیں ہر دن کے وقت قیدی بنا کر آتے تھے۔ ان کے دماغوں سے پتہ چلا کہ وہ لوگ ابھی تک اسی کمرے میں قیدی کی حیثیت سے پڑے ہوئے ہیں۔ کسی نے وہاں آکر انہیں انکو نہیں کرایا ہے اور ہموک سے ان کا پڑا حال جو رہا ہے۔

ان کی سوچ سے پتہ چل گیا کہ کدوئی رات کو جو لالچ حاصل پر آنے والی تھی وہ ابھی تک نہیں پہنچی ہے۔ یوں مجھے بھی میری گھڑی میں پورے بارہ نہیں بیٹھے تھے۔ ابھی چھوڑ دیا تھی۔ میں صبح وقت پر وہاں پہنچ رہا تھا۔

عمارت کے قریب پہنچ کر میں ایک دو چار سے ٹیکس لگا کر سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ عمارت کے اندر جانا فصول تھا وہاں دوران سسٹم، اندھیرے اور ان قیدیوں کے علاوہ کچھ نہ ملتا۔ مجھے باہر اس لالچ کا انتظار کرنا تھا مجھے سرگرمی کی طلب ہوتی۔ پھر میں نے سوچا کہ رات کو باہر جانا ہوگا اور سرگرمی چوں کہ اس کو گروٹ

کی آگ دھند سے آنے والے دشمنوں کو خبردار کرنے کی۔
انتظار پڑا سکھت وہ ہوتا ہے خواہ وہ انتظار دشمن کا ہوا دشمن جہاں محبوب کا ہو۔ میں وہاں کی آتشیں کھڑا ہوا بار بار دھندل کر تک سہارے کی طرف دیکھتا تھا۔ پھر مایوس ہو جاتا تھا۔ بہت دیر بعد میں نے ٹیکس لگا کر ایک سرگرمی بہت آہستہ سے سگایا۔ پہلے پھر اس کی آگ کو اپنی پھیلنے کی آتشیں نے سرگرمی کو پتہ نہ دیا۔ دو چار کرن لگتے۔ ہی مجھے یہ یاد آ کر سہارے کی آتشیں پھیلنے والے سنگل کے بغیر حاصل پر نہیں آتے ہیں اور پھر یہ لوگ اور بڑا زہد بہت رکھنے والے ہیں جب تک انہیں حاصل کی طرف سے اس عمارت کے اندر سے اپنے آدمیوں کا سنگل ہو حاصل نہیں ہوگا اس وقت تک وہاں سے کوئی دھچکا نہ دے سکے گا۔

یہ سوچتے ہی میں نے ایک قیدی کے دماغ میں جھانک کر سنگل کے متعلق معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ واقعی بارہ ٹیکس منٹ کے بعد ایک لالچ اور دھڑکنے کی تو بد بار بقیات جلائے گی اور بجھنے لگی۔ پانچ بار بقیات ملیں گی اور بجھیں گی۔ جواب ہیں۔ یہاں سے پانچ بار بقیات ملیں گی اور بجھیں گی تو بجھ جائے گا کہ سب ٹھیک ہے۔ وہ لوگ کدے تک آ سکتے ہیں۔

میں دھڑکا ہوا عمارت کے اندر گیا۔ میں نے وہ معلومات حاصل کی تھیں اس کے مطابق دوسری منزل پر سمنڈ کے رینگ پر ایک کمرہ تھا جہاں بہت سے آلات لگے ہوئے تھے جن کے لیے ان کو ڈرائیور کے دھبے بائیں ہوا کرتی تھیں اور وہ بائیں نامہ پاشا کیا کرتا تھا اور اس کی مدد وہی میں انہیں کوئی ہاتھ نہیں لگا تھا۔ وہاں ایک تیز رفتاری وائیٹ مارکس بھی رکھی ہوئی تھی۔ اس ٹیکس کے دھبے وہاں اس کمرے کی بالکونی میں کھڑے ہو کر سمنڈ کی طرف سنگل کا جواب دیا جانا تھا۔ میں تیزی سے چلا ہوا اس کمرے تک پہنچ گیا۔

میں مین وقت پر اس کمرے کی بالکونی تک پہنچا تھا کہ وہاں پہنچتے ہی میں نے دیکھا کہ دھبہ بہت دھندل میں ایک دشمن لڑا لگ رہی تھی جیسے سمنڈ کی سطح پر کوئی چراغ چل رہا ہو۔ دھندل میں پتہ قریب آتی جا رہی تھی۔ میں ہاتھ میں ٹانسیں کھڑے انتظار کرنے لگا۔ جیسے ہی وہ قریب آ رہی تھی دھبے لالچ کے انجن کی آواز بھی مٹی کی سنائی دینے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ داخل کے قریب آئے تو سب وہاں سے سنگل شروع ہو کر میری معلومات کے مطابق ٹیکس پانچ بار ایک لائٹ جلائی گئی تھی اور بجھ جاتی تھی۔ میں نے سمجھا کہ ابھی کو پانچ بار دشمن کیا ابھی بھایا۔ اس کے بعد انہیں اطمینان ہو گیا ہوگا کہ کوئی خطہ نہیں ہے اور وہ داخل پر آ سکتے ہیں۔

سنگل دینے کے بعد میں ہاتھ میں ٹانسیں لے کر نیچے آ کر ایالاب اس کے بعد میں ان کے آدمیوں کی طرف سے کوئی سنگل نہیں دے

سکتا تھا کیونکہ اس کے بعد جب لاٹچ ساحل سے چند میل کے فاصلے پر پہنچی تھی اور کشتیاں ساحل کی طرف آتی تھیں تو عمارت سے آدمی نکل کر ان کا استقبال کرتے تھے۔ آج ان کا استقبال کرنے والا کوئی نہ ہوگا میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ عمارت کے اندر آتے ہیں یا کشتیاں وہیں سے واپس لے جاتے ہیں۔

میں وہاں سے جلتا ہوا عمارت کو دیکھ کر ایک طرف ریت کے ٹیلے کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ لاٹچ آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھی۔ اب اس کی روشنی کا دائرہ بھر پور سا لگا ہوا تھا۔ وہ ایک چھوٹی سی بیڑی لاٹچ تھی جو ساحل کی طرف روشنی پھیلتی رہی تھی۔ اس روشنی میں میں نے دیکھا کہ تین یا چار کشتیاں لاٹچ سے نکل کر ساحل کی طرف آ رہی ہیں۔ میں ریت پر اونڈے عندلیف کو ادھر مڑ کر دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کشتیاں ساحل کے پاس آکر ٹھہر گئیں وہ لوگ کشتیوں سے اتر کر عمارت کی طرف دیکھ رہے تھے میرا خیال تھا کہ کچھ سمجھ رہے ہیں۔ میں نے یہ سوچا کہ ان کشتیوں میں کیا تھا اب وہ واپس جھٹکنے کے متعلق سوچتے بھی ہوں گے تو یہ خیال بھی آتا ہوگا کہ اگر دشمن چھپے ہوئے ہیں تو واپس جھٹکنے کو دیکھ کر غائب ہو کر فرار ہو گئے۔ ان کی چھوٹی تھوڑی دیر تک نہیں آیا کہ وہ کیا کریں پھر کسی نے امیر میں کو آواز دی۔ امیر میں تم کہاں ہو؟ تمہارے کچھ نہیں آتے یہ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

میں اس بولنے والے کے داغ میں پہنچ گیا۔ فوراً ہی یہ چلا کہ اس بولنے والے کا نام ناصر یا شاہ ہے اور وہ دوسری بار پھر امیر حسن کو آواز دے رہا تھا۔ میں اس کے داغ پر قابض ہو کر بولنے لگا۔ "کیوں نہ ہج عمارت کے اندر جا کر دیکھیں۔"

ناصر یا شاہ کی سوچ نے کہا "میں یہ مینا سب نہیں ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یوں دے چھپ کر بیٹھے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ہم یہاں کے پولیس والوں کے دوست ہیں۔ وہ مجھے خلافت خان نہیں بنا سکتے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "جب وہ حماد نہیں بنا سکتے تو پھر ڈکس بات کہیے؟" "اس بات کا ذکر ہے کہ آج صبح کے وقت جن نے ملک نواز کو نقصان پہنچایا تھا وہ یہاں گرفتار کر کے لایا جانے والا تھا وہ یہاں پہنچا ہے یا نہیں۔ اگر پہنچا ہوتا تو ہمارے آدمی یہاں پہنچتے پھرتے نظر آتے۔ یا تو وہ ان کی گرفت سے نکل کر بھاگ گیا ہے یا پھر اس نے یہاں دیرانی پھیلانی ہوئی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر اس نے دیرانی پھیلانی ہے تو اسے جیل بھیج دیا جائے یا اسے اپنے مقابل بلایا جائے۔ اگر وہ تمنا

ہوگا یا اس کے کچھ ساتھی ہوں گے تو ہمارے مقابلے میں زیادہ خطر نہیں ہو سکتا۔" میرے کہنے پر وہ آواز میں دینے لگا۔ "اس عمارت اندر جو کوئی بھی ہے وہ ہمیں مخاطب کرے یا ہم سے رابطہ کرے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں کون ہے۔ دوست سے یا دشمن سے؟"

انہیں عمارت کے اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ ناصر یا شاہ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد اپنے ایک ماتحت سے کہا کہ وہ عمارت کے اندر مارچ سے مدد فرمائی جھٹکنے کی کوشش کرے۔ اس کے حکم کے مطابق وہ شخص آگے بڑھتا ہوا گیا اور مارچ کی طرف عمارت کے اندر پھینکے لگا۔ عمارت کا دروازہ کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اندر دیرانی تھی سسٹا تھا۔ پھر ناصر یا شاہ نے اپنے دو ماتحتوں کو بلا دیا کہ وہ اپنے ریا اور ہاتھ میں لے کر اور دوسرے ہاتھ میں مارچ کی عمارت کے اندر جائیں اور وہاں جا کر اپنے آدمیوں کی کفایت معلوم کریں۔

وہ آدمی اس کے حکم کے مطابق عمارت کے اندر چلے گئے تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے اوپر بالکونی سے کہا "اند کوئی نہیں ہے یہاں ایک کمرے میں ہمارے چند آدمیوں کو قید کیا گیا تھا ان آدمیوں نے بتایا ہے کہ وہ یہاں کوئی شخص گرفتار کر کے لایا تھا اس نے ان کو قید کر دیا تھا۔ امیر میں ان کے کوئی بچا تھا اور ان کے کوئی بچہ آتی ہلاک کر دیے ہیں۔ اور تمام لوگوں کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔"

ناصر یا شاہ کو یہ سب سن کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ سچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کارخانہ خود نانی ایک آدمی پہلے ملک نواز کو معمولی نقصان پہنچانے کے بعد اسے اتنا زبردست نقصان پہنچانے لگا۔ بارہ لوگوں کے چلے جانے کا مطلب یہ تھا کہ اسے چندہ نہیں لاکھ روپے کا نقصان ہونے والا تھا بلکہ یہ نقصان ہو چکا تھا۔ اس عمارت کے اندر آیا۔ پھر امیر یا شاہ کی بالکونی والے کمرے میں پھرتے وائر لیس کے فنیلے کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں اس کے داغ میں برابر موجود رہا۔ وہ کسی کو ٹوڈ ڈھک میں مخاطب کرتے ہوئے ملک نقصانات کی تفصیل بتا رہا تھا۔ جواب میں کسی نے کہا "اگر وہ نقصان ہو ہی چکا ہے تو وہاں مقرر کرنے کے لیے بیٹھے نہ رہو جیسے نقصان پہنچا تھا وہ نقصان پہنچا کر جا چکا ہے۔ جو لوگ مر چکے ہیں ان کی لاشیں سڑک میں ہمارے دروازے سے نکل کر عمارت گری کے تمام نشان مشاگرداں میں چلے آئے۔ باقی باقی یہاں ہوں گی۔"

ناصر یا شاہ نے کہا "میں اس آدمی کی ہوا دشت میں کر سکتا جس نے مجھے نقصان پہنچایا ہے میں اس کا دشمن تو ہوں لیکن اس کی دلیری اور صلاحیتوں کی قدر بھی کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے ہی

وہی ہمارے گردہ میں شامل ہو سکیں۔ اگر وہ شخص مجھے کہیں سے مل جاتے تو میں اسے بہت بڑی آفر دے گا۔ دوسری بات یہ کہ میں واپس آنے کے بجائے ملو دادا کے پاس جا کر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بارہ دیکھا گیا تھا۔ ہم پھر انہیں دوبارہ حاصل کرنے کے ہیں۔ اس کے جواب میں دوسری طرف سے کہا گیا "اگر اندر کشت امیر میں مارا گیا ہے تو کوئی دوسرا سسٹنٹ وہاں مقرر کر دو اور اس کو یہ ڈیوٹی سونپ دو کہ وہ ملو دادا سے مل کر ان بارہ دیکھوں کہ وہاں کیا معاملہ ہے اور انہیں دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ پھر یہ کہ طاقت محمود سے ہماری ملاقات کرانے۔ ہم اپنے معاملات کے مطابق اس سے سودے بازی کرنا چاہتے ہیں۔ میں ایسا آدمی پسند ہے جو نواز کو اتنا زبردست نقصان پہنچا ہو۔ تم وہاں تمام معاملات پیش آپ کرنے کے بعد واپس آ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" اندر نواز کی دائر لیس ریڈیو پر بات چیت ختم ہوئی۔ ناصر یا شاہ ایک اسسٹنٹ ان قیدیوں سے سوال جواب کر رہا تھا۔ ناصر یا شاہ نے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ عمارت کی چاروں طرف سے تلاشی لے کر دیکھیں۔ کوئی چھپا ہوا نہ ہو۔ یہ کہہ کر وہ خود بھی عمارت سے باہر نکلنے کے لیے آگیا۔

ناصر یا شاہ کے حکم کے مطابق سب لوگ عمارت کے آس پاس گویا مجھے تلاش کرنے کے لیے نکل پھرتے ہوئے تھے۔ دشمن کس ریت کے ٹیلے کی طرف آ رہے تھے جس کے پیچھے میں چھپا ہوا تھا۔ میں چپ چاپ وہاں اونڈے منہ لٹا ہوا اور انہیں آنا دیکھ رہا تھا جب وہ بالکل ہی قریب آ گئے تو میں نے ٹھکانے کے انداز میں کہا "ہارٹ۔ اگر کسی نے ذرا بھی حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔"

وہ ایک دم سے ٹھٹھک گئے۔ فوراً ہی دونوں ہاتھ اوپر لٹھا کر ریت کے ٹیلے کے دوسری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ دوسری طرف مزید پھیر کر کھڑے ہو جائیں۔ انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ پھر میں نے پوچھا "تمہارا لیڈر کون ہے؟" وہ خاموش رہے۔ میں نے کہا "اگر خاموش رہو گے تو گولی مار دوں گا۔ اپنی زندگی خطرے میں تو اپنے لیڈر کا نام بتاؤ۔"

ان میں سے ایک نے سمجھتے ہوئے انداز میں کہا "ہمارے لیڈر کا نام ناصر یا شاہ ہے۔ تم کون ہو؟ اندر کیا چاہتے ہو؟" "خبردار مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا صرف میرے سوالوں کا جواب دینا۔ اگر تم دونوں زندگیاں چاہتے ہو تو یہاں سے چپ چاپ چلے دو ورنہ میرے اپنے لیڈر ناصر یا شاہ کے پاس جا کر کہو کہ یہاں ہیں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ تمہا سے اور مجھ سے دو بائیں کمرے میں بھی یہاں تھا ہوں اور اس سے دلیرانہ انداز میں مردوں کے طور پر ملے پڑنا بتا کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس میں مرا جی ہے تو

وہ یہاں آجائے۔" وہ میری بات سن کر ہاتھ اٹھائے ہوئے میرے چلنے چلے۔ پھر میں ان کے دماغوں میں جھانک رہا۔ وہ ناصر یا شاہ کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اسے بتایا کہ وہ ریت کے ٹیلے کے پیچھے ایک شخص چھپا ہوا ہے۔ شاید اس کے ہاتھ میں ریڈیو ہے کیونکہ اس نے ہمیں ٹوٹ کرنے کی دھمکی دی تھی۔

یہ سنتے ہی ناصر یا شاہ نے اپنے آدمیوں کو اپنی طرف بلایا لیکن ان میں سے ایک شخص نے کہا "غالب وہ آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اگر تمہارا لیڈر میرے اندر مردوں کے انداز میں نہائی میں ملاقات کر سکتا ہے تو اسے یہاں بھیج دو کیا آپ وہاں تنہا جانا پسند کریں گے؟"

اب میں ناصر یا شاہ کے داغ میں حائلہ دور اس ٹیلے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں اسے بتایا گیا کہ میں چھپا ہوا ہوں۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے ان سے پوچھا "وہ شخص بائیں سے کیا لگ رہا تھا؟"

بتانے والے نے کہا "وہ اپنی زبان کا دھنسی معلوم ہوتا ہے اس نے ہر ہر فائرنگ نہیں کی۔ وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا تھا۔ ہمیں مار سکتا تھا لیکن وہ صرف آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔" وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اس کی ہرج میں کہا "وہ شخص مردانہ انداز میں ملاقات کرنے کی دعوت دے رہا ہے تو مجھے میرا زور وار وہاں جا کر اس سے ملاقات کرنا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا "لیکن وہ مجھے نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔" میں نے اس کی سوچ میں کہا "جو شخص تمہارا ہوا ہے وہاں آیا ہو اپنے اندر سچائی اور دلیری ضرور رکھتا ہوگا اور وہ تمہارا ہونے کا نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کیونکہ اسے اس بات کا خوف ہوگا کہ مجھے مارے گا تو میرے آدمی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ سوچنے کے بعد اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "تم لوگ دور سے جا کر اس ریت کے ٹیلے تک پہنچنے کی کوشش کرو اور اس طرح کوشش کرو کہ اس آدمی کو خبر نہ ہو۔ میں اس سے ملاقات کرنے کے لیے تنہا جا رہا ہوں۔"

یہ کہنے کے بعد وہ تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ اس کے آدمی میرے چاروں طرف پھیل جائیں اور مجھے غارت ہونے کا موقع ملے۔ میں اپنی جگہ چپ چاپ لیٹا رہا۔ مجھے پہلے ہی یہ محسوس ہوا تھا کہ ناصر یا شاہ مجھ سے سودے بازی کرنا چاہتا ہے اس لیے مجھے اپنی جہاں کا خطہ نہیں تھا۔ میں مطمئن تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ میری طرف آنے لگا۔ یہ دیت برا بھلا کہ بیٹھ گیا۔ جب وہ قریب پہنچے گا تو میں نے کھڑے ہوتے ہوئے

دہ مسکرا کر بولا: سچ پوچھو تو تم نے ہمارے خدا کی بات جھین لی ہے، ہم خود تمہارے صبیحے دلیر آدمی کی قدر کرتے ہیں۔ اگر کوئی آپ کو یکساں نواز دے گا، ماننا کہ اہل ثابت کرتے رہو تو ہمیں یہ رقم ملنی دے گا، لیکن اگر اس کا فیصلہ مرفوعہ آئی اللہ یعنی خوشبو کے حوض سے ملے

ناصر پاشا نے کہا: ”پھر تو تمہیں اس دوست کے ساتھ ہی
مر جانا چاہیے۔ خدا مگر تم کو اس کے قیدی بن گئے تھے۔ اس وقت

وہ کہہ رہا تھا کہ ہم تین سے کوئی کسی کا دوست نہیں ہے۔ کوئی کسی
بھائی نہیں ہے۔ تم سب اپنے باس کے دفا دار ہو۔ اگر کوئی اسے گولا
نہ مارتا تو اسے وہ سب سے ہمارا فدا ر بن جانا کہ ہم نے اس کے دوست
کا انتقام طارق محمود سے نہیں لینا تھا اور ہم یہ سمجھ لینا چاہیے کہ
ایک لمحہ پہلے جہاد دشمن ہو تے تھے کہ وہ کسی صحت کی بنا پر ہمارے
مہتر ترین دوست بن جاتا ہے۔ طارق محمود کے ساتھ بھی جی بات

نظر آئی گی لیکن ہم انہیں ہاتھ نہیں لگاتے ہیں۔ وہ جیسی ...
ہو، آپ دوسری سی رہتے دیتے ہیں کیونکہ ایسی لڑکیوں کی قیمت بہت

نمازہ ہے۔ ہمیں ایک لڑکی کے تقریباً پانچ لاکھ ملے ہیں اور اگر ان پانچ سو گرجا میں ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ دو لاکھ روپے کی فروخت ہوتی ہے۔

میں نے پوچھا: اچھا تو خیر جو کے جزیرے میں تم تمام مرد کنوارے رہتے ہو؟

اس نے زوردار قہقہہ لگایا: "بھیر کنا" نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ وہاں اور بھی بے شمار حسین عورتیں ہیں۔ تمہارا دل خوب میلے گا۔ بس وہاں پہنچنے کی دیر ہے۔

میں نے اپنے دل میں کہا۔ ہاں بیٹے! بس وہاں پہنچنے کی دیر ہے۔ بھیر میں دیکھوں گا کہ وہ خوشگوار جزیرہ کیا چیز ہے اور وہاں کس قسم کا دھندلایا جاتا ہے۔ باہر سے خریدار آتے ہیں یا صرف انہیوں کے ذریعے موطا ہوتا ہے اور لڑکیاں بیچ دی جاتی ہیں۔ یہ دھندل صرف ایک آدمی کر رہا ہے یا قاعدہ ان کی ایک تنظیم ہے جس کے تحت یہ کام ہوتا ہے۔ میرا اندازہ تھا کہ یہ ایک منظم کردہ ہے جو اتنا بڑا دھندلا چھپا ہے ہوتے ہے۔ آئے دے لمحات ہی بتا سکتے تھے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور کیسے ہو رہا ہے؟

ہم ایک کیمپ میں آکر بیٹھ گئے۔ اس نے دھمکی کی ایک بوتل اور دو گلاس نکال لیے۔ پھر میرے سامنے ایک گلاس رکھتے ہوئے بولا: "یہ دھمکی پیوں گا تم کو کچھ بتا رہا ہوں۔ اس طرح بیٹے میں میرا ساتھ دیتے رہو گے اور ہمارا وقت گزر جائیگا۔"

میں نے پوچھا: ہم کتنی دیر میں اس جزیرے تک نہیں گئے؟ اس نے اپنی رشتہ واضح دیکھتے ہوئے کہا: "ٹھیک ٹھیک گئے۔"

کے بعد ہم اس جزیرے پر پہنچ جائیں گے۔

اس نے آٹس باکس میں سے ایک کو کلاوا کی بوتل نکال کر میرے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا: "اور بتاؤ کہ اب تک تم کو کبھی میں کہاں تھے اور کیا کہتے تھے۔ ہماری نظروں میں کیوں نہیں آتے؟"

"میں شکایتیں تھا میری بیوی شہناز بہت مہنگی قیمت ہے۔ اس کے لیے مجھے بیس بیس ہزار روپے ہر ماہ کمانا پڑتے ہیں۔"

وہ بولا: "تمہاری بیوی بہت مہنگی عورت ہے۔ میں یہ لیا کیلک اسے کلب میں دیکھا تھا۔ اس کے بدن میں عجیب سی خوشبو تھی ہے ایک دوسرے متوالا بنا دیتی ہے۔ تم بہت خوش نصیب ہو۔"

میں نے کہا: "جب خراب کچی ہوا اور کوئی بھی شراب شغل کر رہا ہو تو وہاں میں اپنی بیوی کا ذکر نہیں کرتا۔ ہم دوسری بات کریں گے۔ ویسے بتاؤ تم کو کون کا لیزر کون ہے؟"

اس نے جواب دیا: "میں یہ باتیں ابھی نہیں بتا سکا۔ جب تم ہمارے گروہ میں شامل کیے جاؤ گے اور یا قاعدہ تم پر اعتبار کر لیا جائے گا تب ہمیں تمام باتیں معلوم ہو جائیں گی۔"

"میں نے صبح میں ایک لڑکی کا اور دو بچہ کو... بارہ لڑکیوں کا نقصان پہنچایا ہے کیا تم اس کا انتقام نہیں لو گے میں کیسے اعتماد کروں کہ میں یہاں سے دوست بن کر جا رہا ہوں اور وہاں جا کر قہر دیتی بن جاؤ گے؟"

اس نے جواب دیا: "اعتبار کر لینا چاہیے کیونکہ اس وقت تم ہماری لالچ میں ہو اور دوست کی حیثیت سے میرے پاس بیٹھے ہو۔ ہر دیر سے ملے آدمی ہمیں رسوں سے جھوٹا ایک طرف بٹھا دیتے اس وقت تمہاری حیثیت ایک قیدی کی ہوتی۔ اس وقت تم یہاں بیٹھ کر میرے ساتھ کوک پیتے ہوئے نظر آتے۔"

"بھیر بھی میری وجہ سے نہیں بارہ لڑکیوں کے جانے سے بچاؤ اس ساتھ لاکھ روپے کا نقصان ہوا ہے۔ یہ نقصان تم کیسے برداشت کر رہے ہو؟"

وہ شراب کا گھونٹ لیتا رہا۔ پھر اس نے کہا: "میں بہت نقصان اٹھاتا ہوں۔ میرا کوئی دست راست ایسا نہیں ہے جو صحیح معنوں میں میرا نائب بن کر میرے کام آسکے۔ کبھی بوسے والے نقصان پہنچاتے ہیں تو کبھی لڑکیاں تھک جاتی ہیں۔ کبھی کوئی بوٹر گروہ کے ٹھکانا جاتا ہے۔ میں اگر تمہیں بھیر کر رہا ہوں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ تم بڑے ہی دارالادب اپنی ضد کے پکے نظر آتے ہو جس پر ہم نکتے ہوئے بولا کہ اس کی لڑتے ہو۔ تم نہ تھے تمہارے سامنے مقابلہ کے لیے آتے۔ یہ بات میرے دل کو لگ گئی ہے۔ میں تمہیں اپنے برابر عہدہ دوں گا اور اپنے بار بار مانع دوں گا۔ اس طرح تم مجھے نقصان سے بچا کر دو گے، کیوں تھک رہے نا؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ ذرا جھوم رہا تھا اور میز کی طرف جھکتے ہوئے گلاس کو رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا: "یہ نہیں کیا بات ہے۔ ابھی میں نے پورا گلاس ختم نہیں کیا ہے اور مجھے پشاند چھ رہا ہے۔ ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ گلاس کو گھومتے لگا میں نے کہا: "کیا تمہیں شربہ کے شراب خاص نہیں ہے؟"

"ہاں میں سمجھ رہا ہوں کہ اس میں کچھ ملا دے۔ میرا سر گھوم رہا ہے اور... ایک پیگ میں کبھی ایسا ہوتا نہیں ہے۔ میں بہت زیادہ پینے کا عادی ہوں۔ ایک پیگ میرے لیے پانی کا ایک گھونٹ ہوتا ہے۔"

"کیا تمہیں کس پر شربہ ہے۔ کیا تمہیں کوئی ملاوٹ والی شراب پلانا چاہتا ہے؟"

وہ آگے بڑھے جھوم رہا تھا اور کہہ رہا تھا: "میں سب میرے اپنے ہیں۔ میری کچھ میں نہیں آتا کہ میں کس پر شربہ کروں۔ ہاں یاد آئے۔ اس لالچ کا ڈنڈا ایک انگریز ہے۔ اس سے میرا ایک بلہ

نوا ہو گیا تھا لیکن یہ جھگڑا ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ میرا جانی دشمن بن جائے۔ ایسا ہی قسم کے دوران وہ مجھ سے دشمنی کرے گا یہ میں نہیں سمجھتا۔"

یہ کہتے کہتے نامہ پاشا سامنے والی میز پر اوندھے منہ جھک گیا۔

ماہر نے بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ میں نے کوک کلاوا کی بوتل اٹھا کر اسے گھوڑ کر دیکھا۔ اس کا ڈھکن آبی جھوٹی سی لگا ہوا تھا کہ اس نے اسے خلات سے کھلا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس بس میں کئی دوا ہیں ملائی گئی تھی۔ اگر ملائی گئی ہوتی تو میرا حال ہی نامہ پاشا جیسا ہوتا اور اس وقت میں میز پر اوندھا ہوتا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا میں سے باہر نکل کر کسی کو اطلاع دینا چاہیے کہ نامہ پاشا پر کیا زہریلے ہے۔ اتنے میں کیمپ کے دو دروازے کے پاس آہٹ مانی دی۔ ان دے قہقہوں چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا۔ پہلے ارادہ تھا کہ ہر سچے سے دروازہ کھول کر دیکھوں گا۔ پھر میں نے یہ ارادہ بدل دیا۔

یہ کوک دروازے کے باہر مجھے بے ہوشی میں پائیں کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کسی نے کسی کو کہا تھا معلوم ہوتا ہے دونوں شراب پینے کے بعد بے ہوش ہو گئے ہیں۔ کیمپ میں سے آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا: "میں دروازے پر دھک دیتا ہوں اگر وہ دوش میں ہوں گے تو ضرور جواب دیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازے پر دھک دے دی۔ میں وہاں چپ چاپ کھڑا رہا۔ وہ لوگ جواب کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر ایک شخص نے کہا: "نہیں، وہ دونوں شراب پینے کے بعد بیہوش ہو گئے ہیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔ آؤ ہم باقی دوسروں سے غٹ لیں۔"

میں دے قہقہوں چلتا ہوا واپس اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا لیکن باقوں سے غلام ہو رہا تھا کہ وہ لوگ مجھے بھی شرابی سمجھتے ہیں اور انہوں نے یہی سوچا تھا کہ میں اور نامہ پاشا شراب پینے کے بعد بے ہوش ہو گئے ہیں۔ آج میرے شراب نہ پینے کی عادت بڑے کام لگتی تھی۔ واقعی اگر میں بھی پینے میں نامہ پاشا کا ساتھ دیتا تو اس وقت میں بھی غافل پڑا ہوتا۔

میں ہلکی باسی ان دونوں کے دماغوں میں جھانکنے لگا۔ جو دروازے کے باہر گفتگو کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص تھا اس میں سے چلتے نکال کر کچھ نوجوانوں کو پوچھ کر لیا تھا اور نوجوان اس چلتے کہتے جا رہے تھے۔ تب میری سمجھ میں آ گیا کہ اس چلتے میں بھی بے ہوشی کی دوا ملائی گئی ہے اور مست نوجوانوں کو بھی غافل بنایا جا رہا ہے۔

مجھے وہاں پہنچنے میں زور دیا ہو گئی تھی کیونکہ کچھ سٹیل ہواں چائے کی بیالیاں ختم کر کے تھیں یعنی پوری بیالیاں بیچ چکے تھے اور کچھ لڑی رہے تھے۔ جونی رہے تھے ان میں سے دو کو میں نے ٹھسکا لگایا تو وہ پینے کے دوران کھانے لگے۔ کھانے کھانے ان کے ہاتھوں سے بیالیاں جھوٹ گئیں۔ پھر انہوں نے دوبارہ چائے کی فراش نہیں کی حالانکہ چائے پلانے والا انہیں پر زور انداز میں دوبارہ چائے پینے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن وہ پینے سے انکار کر چکے تھے۔

جو لوگ پوری بیالیاں بیچ چکے تھے۔ وہ اپنی اسٹین گن کے ساتھ فز پر بیٹ گئے تھے اور بیہوش ہو گئے تھے۔ جو پوری بیالیاں نہیں بیچ سکے تھے ان کا سر جھکا رہا تھا اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو رہے تھے۔ پینے میں سے سوچا تھا کہ ان کے ذہن پر کوئی کام کرنا گا اور ان سازش کرنے والوں کے خلاف کارروائی کر دے لیکن ان کے ہاتھ پاؤں اس قدر مست ہو گئے تھے اور ان کا سر میل جھکا رہا تھا کہ وہ میرے کام نہیں آ سکتے تھے۔

اب وہ چائے پلانے والا کچھ طرف جا رہا تھا اس کی سوچ نے بتا دیا کہ وہ جا رہا تھا میں اس کا سب سے بڑا ایڈ ہے وہ لالچ کا ڈنڈا تیار ہے جسے اس کیسے کرنا چاہیے۔ دوسرا وہ خود تھا اور باقی دوا سامتی تھے جب وہ کیمپ میں پہنچ گیا تو اس نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر کیمپ میں چائے ڈالوائی۔ تھوڑی دیر میں اس نے اپنے دو ساتھیوں کو کلا کر کہا: "آؤ ہم چائے پینے ایک ساتھی نے کہا کہ نہیں یہ نہ پینے والی چائے تو نہیں ہے؟ چائے پلانے والے نے کہا کہ میرا دماغ خراب نہیں ہو گیا ہے کہ میں خود بھی نہ پینے والی چائے پیوں گا اور تم لوگوں کو بھی ملاؤں گا یہ بہتر ہے۔ میں نے اپنے لوگوں کے لیے آپٹیل بنا دی ہے کچھ۔"

وہ بیٹوں چائے اٹھا کر پینے لگے۔ دو چار گھونٹ کے بعد اس کے دوسرے ساتھی نے کہا: "یہ چائے کچھ عجیب مزہ دے رہی ہے۔ کیمپ نہیں دھوکا دہا ہوا ہو؟"

میں جن کے دماغ پر قابض تھا اس نے ناراض ہو کر کہا۔ "تم مجھے احمق سمجھ رہے ہو کیا میں چائے پینے میں بی رہا ہوں۔ مجھے تو بد مزہ نہیں لگ رہا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ چائے پیتا رہا۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس چائے کو ذرا بہا کر نہ لے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بیٹوں تھوڑی دیر بعد ہی اڑ گئے۔ اور فز پر بیٹھنے لگے۔ کچھ دیر بعد جب میں نے ان کے ذہن میں جھانک کر محسوس کیا کہ وہ لوگ بیہوش ہو گئے ہیں تب میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کیمپ سے باہر آ گیا۔ اس وقت

لاچ کا ڈرائی عجیب منظر تھا۔ وہاں جتنے بھی لوگ تھے سب ہوش پڑے ہوئے تھے، یا کچھ ایسے تھے جو نہ تو ہوش میں تھے اور نہ ہی بے ہوش تھے بلکہ ان کا سر جھکا رہا تھا اور وہ اپنی اسٹین گول کے پاس سست پڑے ہوئے تھے۔ ان میں اتنا دم خم نہیں تھا کہ وہ اٹھ کر بیٹھ سکتے اور اپنی اسٹین گول کو کچھ کر سکتے۔ اتنی بڑی لاچ میں صرف ایک لاچ ڈرائیوری ہوش میں تھا اور وہ اپنے لیکن میں بیٹھا ہوا راستے کا تعین کر رہا تھا کہ لاچ کو کس طرف جانا چاہیے اور وہ میری صحت جاری ہے یا نہیں۔ اسی وقت میں کہیں کے دروازے پر پہنچ گیا۔ میری آسٹ سننے ہی لاچ ڈرائیور نے بلٹ کو دکھا۔ پھر ایک دم سے وہ کھلا گیا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نقشہ آؤد نہ رہی فکری غراب چھٹکے کے بعد میں ہوش میں رہی ہنگامہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

اس لاچ ڈرائیور کا نام مارک گریڈی تھا۔ میں نے مارک کو اسے غائب کرتے ہوئے پوچھا۔ ہیلو مارک، کیا بات ہے۔ میں جہاں بھی دیکھ رہا ہوں وہیں لوگ لیے لیے ہیں ہوتے ہیں میرا ساتھی ناصر یا شاہمی بے ہوش ہو چکا ہے اور میں نے دوسروں کے متعلق بھی یہی اندازہ لگایا ہے کہ سب کے سب بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔

میری بات سن کر وہ کسی حال میں پر بار بار انگلی لکھنے لگا۔ میں نے اس سے کہا کہ شاید تم کال میں کے ذریعے اپنے ساتھی کو بلا رہے ہو۔ اگر ایسا ہے تو حاققت کر رہے ہو کیونکہ میں نے یہاں لاچ میں اوپر سے نیچے تک جا کر دیکھ لیا ہے۔ سب کے سب بے ہوش پڑے ہیں۔ سچیں میں جتنی میں آؤدی ہیں جنہیں اپنا ہوش نہیں ہے کیا وہ مجھ والے تھے اسے ساتھی تھے جو بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔

وہ بے یقینی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں سکتا تھا کہ اس کے تینوں ساتھی بھی بے ہوشی والی جاسے جی کر غافل ہو جائیں گے۔ اس نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو مجھ میں یہ آؤدی بے ہوش نہیں ہو سکتے۔ تم نے کچھ ان کے ساتھ صفت کر کیا ہے۔

میرے بارگن میں تنہا ہوں اور تم جاراؤی تھے ان میں دوسروں سے ہیں ایکلامت نہیں سکتا تھا اور مجھ میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ میں ان تینوں کو باری باری بے ہوش کر کے سلا دوں۔ جب وہ ہوش میں آئیں گے تو ان سے پوچھ لینا کہ ان پر کیا مبینہ تھی۔ اچھی تو ہم اپنی اپنی باتیں کریں۔ مارک نے پوچھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ بے ہوش کر کے

والی حرکتیں میری حوت سے ہوتی ہیں؟

میں نے جواب دیا۔ اتنی بڑی لاچ میں صرف میرا ہوش مند ہی۔ ہم دونوں میں سے کسی ایک نے یہ سارا کسے ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت سب کو بے ہوش کیا ہے۔ دو ہیں سے ایک میں ہوں اور میں جانتا ہوں کہ میں نے ایسا کیا۔ لہذا تم نے ہی ایسا کیا ہے۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ تم جاراؤی کیا ہے؟

تم جاراؤی کیا ہے کیا میں ناصر یا شاہمی اور اس کے مخالفوں کا دشمن ہوں؟

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ میرا کچھ ایسا ہی خیال کیونکہ ناصر یا شاہمی بے ہوش ہونے سے پہلے کا تھا کہ ایک

مخالف اس سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ کیا یہ درست نہیں ہے؟

ہاں ایک بار مہمل سا جھگڑا ہوا تھا۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ میں ناصر یا شاہمی کو غوا کر کے کسی دوسرے جزیرے میں لے جا رہا ہوں؟

میں جو بھی سمجھتا ہوں اسے میری ذات تک محدود نہیں کرتا۔ تم بتاؤ کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟

وہ لگتا لگتا ہمارے ہاں خوشبو کے جزیرے میں ہر ایک کے ساتھ ایک معترف خاص ہوتا ہے۔ پاکستان سے آنے والی لوگوں کی نگرانی اور ان کے ہاں سے باری باری معاملات لے کر لے کر وافر داری ناصر یا شاہمی پر ہے۔ یعنی ناصر یا شاہمی پاکستانی دلال ہے اچھے لفظوں میں یہ سمجھ لو کہ پاکستان کی تینوں لڑکیوں کا ٹھیکیدار ہے۔ ہر ٹھیکیدار کے ساتھ ایک معترف خاص ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں دوسرے ملک کے بھی ٹھیکیدار ہیں اور ان ملک سے بھی لڑکیاں آتی ہیں اور ایک ملک سے دوسرے ملک انھیں انجسپورٹ کیا جاتا ہے۔ اس جزیرے میں تقریباً بارہ ملک کی لڑکیاں ہر وقت آتی جاتی رہتی ہیں۔ انھیں کسی نہ کسی ملک میں انجسپورٹ کیا جاتا ہے اور اس جزیرے میں دوسرے ملکوں سے لڑکیوں کو انجسپورٹ کیا جاتا ہے۔

میں نے سر ہلا کر کہا۔ اتنا میں سمجھ رہا ہوں کہ وہاں ہر ایک جو اپنے پر کار بار ہوتا ہو گا تم پر بتاؤ کہ ناصر یا شاہمی کیا دشمنی اور تم نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے اس لیے ایسا کیا ہے کہ ہر ایک ٹھیکیدار کے ساتھ ایک معترف خاص ہوتا ہے۔ ناصر یا شاہمی معترف خاص ایہ حسن کو بتانا چاہتا تھا۔ چونکہ اہل تھا اور خوشبو کے جزیرے میں کسی نے اسے معترف خاص کے طور پر تسلیم نہیں کیا تھا میں حتمت تک کا دوسرے ہوں اور میں چاہتا تھا کہ حتمت تک معترف خاص بن

جائے۔ اس سلسلے میں میرا ناصر یا شاہمی کا جھگڑا ہو گیا۔

میں نے پوچھا۔ وہ حتمت تک کہاں ہے؟

اس نے جواب دیا۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ مجھ میں تین آدمی بے ہوش پڑے ہیں تو ان میں سے ایک یقیناً حتمت تک ہو گا۔ وہ یہاں میرا ساتھ دینے کے لیے آیا تھا۔ وہ خود ہی دیر کے لیے پہنچ ہوا۔ مجھے کبھی نظروں سے دیکھنا نہ چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ خوشبو کے جزیرے میں جس طرح ناصر یا شاہمی ایک ملک کا ٹھیکیدار ہے۔ اسی طرح باقی کبار ملک کے ٹھیکیدار ہوتے ہیں یعنی بارہ ملک کے ٹھیکیداروں کا ایک بورڈ ہوتا ہے۔ ہر بورڈ کے بڑے ٹھیکیدار مہمل کی ٹینگ ہوتی ہے اور وہاں بڑے بڑے فیصلے کیے جاتے ہیں۔

اتنا کہ کروہ چھ جزیروں کے لیے خاموش ہوا۔ پھر آپ ہی آپ سر ہلا کر لڑائی بورڈ کی اس ٹینگ میں میں نے ناصر یا شاہمی کی حتمت کا وہ زیادہ وہیں اور حالاً نہیں ہے معاملے سے روکیوں کو جزیرے تک لانے ہوئے تھے وہ دھوکہ بھی کھا سکتا ہے۔ اس پر ناصر یا شاہمی نے حتمت کیا تھا کہ کوئی بھی اسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ اسے معاملے پر رہنے والے امریس پرنا ہے۔ تب میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اس کے غور کو کھائیں ملاؤں گا اور بورڈ کے سامنے یہ ثابت کروں گا کہ امریس اور ناصر یا شاہمی دونوں ہی نااہل ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لیے آج میں نے یہ چال چلی ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ بارہ لڑکیاں لے کر یہاں آئے گا تو میں ان لڑکیوں کو اپنے طور پر جزیرے میں پیش کروں گا اور یہ ثابت کروں گا کہ میں نے ناصر یا شاہمی اور اس کے مسلح نوجوانوں کو دھوکا دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ سچ جج نااہل ہیں۔

میں نے پوچھا۔ کیا بورڈ کے مہمل اس دھوکا دہی پر اس فریب دی پر تم سے ناراض نہیں ہوں گے؟

نہیں۔ ہمارے ہاں ہر وقت ایک دوسرے کو دھوکہ دینا اور جانے کہ تم ہر وقت ایک دوسرے سے ہوشیار رہیں اور اپنے سامنے پر بھی جھوٹ نہ کریں۔ جو ہر شہیدار نہیں ہوتا وہ دھوکا کھاتا ہے۔

میں نے پوچھا۔ جب تم نے حتمت کیا تھا تو ناصر یا شاہمی کو معلوم ہو گا کہ تم کسی وقت بھی دھوکا دے سکتے ہو۔ جھوٹ نہیں اس سفر میں ساتھ کیوں لایا؟

اس نے جواب دیا۔ جزیرے میں ہر طرف چار لاچ چلانے والے اسکیمبر ہیں۔ ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ باقی جزیروں اسکیمبر تھے وہ دوسرے تین ملک کی طرف گئے ہوئے ہیں میں ان کیلئے

رو گیا تھا۔ اس لیے ناصر یا شاہمی کو مجھ پر ہوسر کرنا پڑا۔ پھر یہ کہ ناصر یا شاہمی کے پاس اسٹین گول دے لے لے لے جانے تھے جو اس کے خاص معتمد تھے اور جن پر وہ انھیں بند کر کے جھوٹ کر سکتا تھا اور واقعی یہ مسلح نوجوان جھوٹ کے قابل تھے لیکن ان سب کو میں نے دھوکا دیا ہے اور اب میں کامیابی کے ساتھ لاچ کو ان بے ہوش افراد کے ساتھ لے جا کر یہ ثابت کرنے والا ہوں کہ میں حتمت گیا ہوں اور ناصر یا شاہمی ہار گیا ہے۔ لہذا معترف خاص حتمت تک کو بتانا چاہیے۔

ابھی ہر حتمت کا فیصلہ کہاں ہوا ہے۔ ابھی تو لاچ کو جزیرے تک پہنچے ہیں ایک گھنٹہ کے گواشا ہے اور دیر لگے۔ اس وقت تک ناصر یا شاہمی ہوش میں آجائے گا کیونکہ اس نے شراب کی بوتل سے صاف جھوٹ پینے تھے اور اس کا سر جھکا گیا تھا اس نے سمجھا تھا کہ شراب میں ضرور کوئی چیز ملائی گئی ہے۔

وہ غلط ہو گیا تھا اس لیے اس نے زیادہ نہیں پی تھی۔ میری بات سن کر وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔ میں ابھی جا کر ناصر یا شاہمی کو رسیوں سے جکڑ دوں گا اور اس کے مسلح محافظوں کو بھی رسیوں سے باندھ دوں گا۔ میں ابھی تک ہی سمجھ رہا تھا کہ میرے ساتھی ان لوگوں کو رسیوں سے جکڑ رہے ہوں گے مگر میں یہ جیتی موتی بازی ہمارے محافظ کا تم پر کرتے سے ہٹ جاؤ۔

میں ایک بہت مضبوط دیوار ہوں۔ مجھے رات سے بٹانا بہت مشکل ہے۔

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے اچانک میری طرف چھلانگ لگائی۔ وہ مجھے ایک غلاٹنگ کاک مار کر اس کہیں سے باہر جانا چاہتا تھا لیکن میں اس کے ارادے سے غافل نہیں تھا میں ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ مگر میں بہت زور کی جوت آئی اور وہ کر لے لے لگا میں نے کہا کہ میں تم سے پہلے کہہ چکا تھا کہ میں ایک بہت مضبوط دیوار ہوں۔ بھوکا کھینچاؤ گے۔

یہ کہہ کر میں نے اس کے منہ پر پھو کراری۔ وہ جسمانی طور پر مجھ سے کمزور تھا اس لیے میں نے زیادہ اپنی قوت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ خود ہی کسی اس طرح اس کی پٹائی کی کہ وہ دہشت زدہ ہو گیا پھر میں نے اسے پکڑ کر اٹھا اور اس کی گردن پر پکڑ کر اسے دھکا دینا ہوا میں دم میں لے گیا۔ وہاں انھوں نے پہلے ہی بہت ساری رسیوں کا انتظام کر رکھا تھا۔ ان کے منصوبے میں یہ بات بھی کہ بعد میں دوسرے کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے ہیں نے اس رسی سے اس کے دونوں ہاتھ لپٹت پر باندھے پھر اس کی دونوں ٹانگوں کو

باندھ دیجیں گے بعد اسے چھوڑ کر میں نے اس کے تینوں ساتھیوں کے بھی ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد جب میں واپس ناصر پاشا کے کہیں میں آیا تو وہ کسمسار ہاتھ پاؤں میں آئے اور اتفاقاً کسی سے زیادہ نہیں پتی تھی۔ یہ اس نے دانش مندی کا ثبوت دیا تھا اور ادب اس بے ہوشی کی دوا کا اثر اٹھائی ہوئے تھا۔ اس کے سر کا چکر اٹھ گیا اور وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی تھوڑی سی ہانچ پر ہاتھ پھیرا جو ظاہر کرتا تھا کہ اس کا حلق خشک ہو گیا ہے اسے بائیں گلاب دی ہے۔ میں نے فوراً ہی اس شخص سے کوکلا کی نزل نکال کر اسے کھولا اور اسے ایک ہاتھ کا سہارا دے کر اٹھانے سے روک دیا۔ کوکلا کے منہ سے لگادی۔ وہ کسی پیاسے کی طرح اسے جلدی جلدی چینے لگا۔ تقریباً آدھی بوتل پینے کے بعد وہ پھر گویا اور گہری گہری سانس لینے لگا۔ میں نے بوتل کو مینہ پر دکھ کر اسے تسلی دی کہ وہ جلد نیچے اس پر بے ہوشی کی دمانے زیادہ اثر نہیں دکھایا ہے۔

اس نے میں اچانک کہیں کا دروازہ کھلا۔ ایک اسٹین گن والا نکلا تھا اور دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے تعاقب سے پوچھا: پاس آپ غیریت سے تو ہیں؟

ناصر پاشا نے جواب دیا: ہاں ابھی تک غیریت سے کیا تم نے بھی بے ہوشی کی دوا لی تھی؟

اس نے جواب دیا: نہیں ہم لوگوں کو جانے دلائی گئی تھی۔ میں نے صرف دو ہی گولہ تو پیے تھے جو کھسکا لگا تھا۔ میں اس سے آگے نہ پی سکا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اور میرا ایک ساتھی بوتل میں آگے رہے۔ میرا وہ دروازہ اس نے اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہے اور میں آپ کی غیریت معلوم کرنے یہاں تک آ گیا ہوں۔

میں نے اس سے کہا: اپنے ساتھی سے جا کر کہہ دو کہ میں نے مارک گریدی اور اس کے تین ساتھیوں کو کہیں میں باندھ کر ڈال دیا ہے۔ انھیں کھولا جائے۔ یہ ساری سازشیں انہی چاروں کی ہیں۔ ہم بھی ان سے حساب کر لیں گے۔

وہ شخص ناصر پاشا کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ ناصر پاشا نے کہا: ہاں طارق محمود جو کچھ بھی کہے اس پر بلا جوں دیر عمل کیا جائے۔ جاؤ اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو اور ان چاروں کو اپنی نگرانی میں رکھو۔

وہ اسٹین گن والا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ناصر پاشا نے کہا: مارک گریدی کو ریلواری کی زد میں رکھ کر لالچ کو آگے بڑھانا ہو گا۔ کیونکہ یہ سمندری راستے ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔

عارضی طور پر پانی ہی پانی ہے اور ہمارے لیے راستے کا تعین بہت مشکل ہو جائے گا۔ میں اتنے عرصے تک سفر کرنے کے یہ نہیں سمجھ سکتا کہ جزیرہ کس سمت میں ہے۔

اس کی بات سن کر مجھے بے اختیار روتھنا پڑا۔ گئی۔ جو سمندر کی بیٹی تھی اور سمندر زور لہروں سے کھیلنا مانتی تھی۔ سے بڑے بڑے جزیرہ جہاز کو کنٹرول کر لیتی تھی اور بیچ سمندر میرا راستہ نکال دیتی تھی کہ اسے کس سمت مانا ہے۔ اس ساتھ رہ کر کچھ میں نے بھی سیکھا ہوا تھا۔ میں نے ناصر پاشا سے "فکر دو" میں قطب نما کے وسیعہ راستے کا تعین کر لوں گا۔ وہ نقشہ دکھا دو جو جزیرے کی سمت متعین کرنا ہے۔

ناصر پاشا نے کہا: یہ سمندری نقشہ بھی اسی اسکیمبر کے میں ہو گا۔ کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم مارک گریدی سے ہی کام لیں؟ وہی ہیں منزل تک پہنچانے۔ جو سکتا ہے کہ تم راستے سے ہٹنا ہوا تو بڑی مشکل ہو گی۔ ہماری لالچ میں حساب سے اسے اندھ بنا دیا ہے۔ اگر سفر بے جا ہو جائے تو ہم مشکل میں پڑ جائیں گے۔

میں نے کہا: ایسی بات ہے تو اپنا ریلواری دور۔ مارک گریدی کو ریلواری کی زد میں رکھ کر لالچ چلانے پر مجبور کرنا۔

گاہم اپنے آدمیوں کو جا کر سنبھالو۔

اس نے اپنی جیب سے ریلواری نکال کر مجھے سے دیا۔ وہاں سے چلتا ہوا چرخ میں آیا۔ وہاں میں نے مارک گریدی کے ہاتھ پاؤں کھول کر اسے ریلواری دکھانے سے کہا: یہ اسکیمبر کہیں ہیں جہاں لالچ کو جزیرے کی طرف لے جاؤ۔ وہاں دینے کی کوشش کی تو میں بے دریغ گولی مار دوں گا۔

اس نے اسکیمبر کہیں میں آکر لالچ کو جزیرے تک پہنچانے کی ذمہ داری سنبھال لی۔ تھوڑی دیر بعد ناصر پاشا بھی اسی جگہ میں آ گیا۔ اس نے کہا: "میرے داد مارک گریدی کے درمیان کا مافیٰ وحشی نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کو شکست دینے اور دھکے دھانے کی کوشش کرنے ہیں۔ مارک نے یہی کوشش کی تھی جو میں بیچ کر اسے مجھ میں سمجھا جاتا ہوں بلکہ اس کی ایک ہی کوشش کرنے کی جہاز کا کام بنادی گئی ہے۔

میں نے کہا: اگر اس دوران کسم و کس ہو جائے تو اس وقت لوگوں کو بے ہوش کرنا قانونی کارروائی شروع کر دیتی ہے۔ ہم قانون کی گرفت میں نہیں آتے۔"

ناصر پاشا نے سر ہٹا کر کہا: ہاں مارک کی اس حماقت نے سب قانون کی گرفت میں آسکتے تھے۔ یہ خود کرنے کا تھا۔ مارک نے بہت بڑی حماقت کی تھی۔ میں اس کی اس حماقت اور بڑے سامنے پیش کر سکتا ہوں کہ میں ایک حماقت ہے۔

میں نے پوچھا: وہ کیا؟

وہ یہ کہ وہاں لوڑ کے سامنے میری یہ کمزوری بھی ظاہر ہو گئی کہ میں مارک گریدی کے قریب میں آ گیا تھا اور تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی شراب پی کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ بلکہ مارک اس متکاب کا بیاب ہو گیا تھا کہ وہ... میرے مسلح معتمد محافظوں کو بھی بے ہوش کر چکا تھا اور مجھے تقریباً نال نال ثابت کر چکا تھا۔

میں اپنی یہ کمزوری لوڑ کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے پوچھا: پھر کیا کرنا چاہتا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں نے بے ہوش کر دینے والی اس خرابی کی قبول کو سمندر میں چھینک دیا ہے اور وہ تمام جانے بھی خارج کر دی ہے۔ مارک اب لوڑ کے سامنے یہ نہیں کہہ سکے گا کہ اس نے ہمیں ٹریپ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہم سب حرج ماحول ہم گئے تھے اور سبھی طرح ماحول سے واپس آ گئے۔ اس دھوکا دہانے کوئی شک و شبہ نہیں رہتی تھی۔

میں نے پوچھا: یہ کیا بات ہوئی۔ اس طرح تو مارک بھی محفوظ رہ جائے گا۔ اس پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔

ناصر پاشا نے کہا: ہاں مجبور ہے اس پر الزام نہ آئے تو میں بھی نال نال ہونے کے الزام سے بچ جاؤں گا۔ بہتر یہی اسی میں ہے کہ ہم اس معاملے کو جزیرے تک پہنچنے سے پہلے ہی تم کو یہی اور ان تین آدمیوں کو بھی میں نے کھول دیا ہے۔ اب وہ آزاد ہیں لیکن ہمارے آدمیوں کی نگرانی میں ہیں۔ جزیرے پر پہنچنے تک ہم ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ ہم سب ایک دوسرے کے پہلے جیسے فنا اور دوست تھے ویسے ہی دوستا نال نال میں وہاں جزیرے میں پہنچیں گے۔

میں نے اس کے حالات پر غور کیا تو ناصر پاشا یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب نظر آیا کہ معاملے کو جزیرے میں پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دینا چاہیے کیونکہ اس طرح ناصر پاشا کی اپنی کمزوری چھپ جاتی تھی اور مارک گریدی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے ناصر پاشا اور اس کے محافظوں کو تقریباً چھینا تھا اور... انہیں نال نال ثابت کر چکا تھا۔ تاہم یہ سب وہ سچ گئے تھے۔

اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ قیدی کی صورت میں جزیرے تک لائے جاتے۔ ناصر پاشا یہ تو بہن برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے اس بات کو ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہم اس جزیرے کے ماحول پر پہنچ گئے۔ اس جزیرے کو دیکھ کر ہر شوق تھا لیکن رات کے وقت دور دور تک صرف نقشے نظر آ رہے تھے۔ قریب ہی کہیں

بہت بڑے جمنریٹ کی آواز آ رہی تھی جس سے پتہ چلا کہ جمنریٹ کے وسیع دھان بجلی پید کی جاتی ہے اور دور دور تک مکانات یا کسی قسم کے ٹھکانوں میں تکیاں ملتی رہتی ہیں۔ ناصر پاشا نے اپنے ساتھ اپنے ایک جنگل میں لے آیا۔ جنگل تک پہنچنے کے لیے ہمیں کسی گاڑی کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہم پیدل ہی چلنے پھرنے لگے۔ اس کی رہائش گاہ میں پہنچ گئے تھے۔ اس وقت ساتھ میں بیچ لے گئے تھے۔ صبح ہونے میں کچھ دیر تھی۔ ناصر پاشا نے کہا: "اب تم آرام کرو۔ صبح اٹھ کر بائیں ہوں گی۔ ویسے تم نے صبح میرا ساتھ دیا ہے اس سے تم پر میرا اعتماد اب پہلے سے... زیادہ مستحکم ہو گیا ہے۔ میں تجھیں اب عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور اپنے ساتھ رکھوں گا اور تمہارے تمام مطالبات پر اسے کوشش کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے ایک بیڈروم میں پہنچایا جو بہت ہی پُر کلفت انداز میں سجایا ہوا تھا اور نہایت ہی آرام دہ تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دروازے کا کاندہ سے بند کر دیا۔

سوئے سے پہلے میری عادت تھی کہ خیال خوانی کے عمل سے گزرتا تھا۔ اس لیے ابھی مجھے سوونا وغیرہ کی تشریح تھی۔ لہذا میں دروازے کو بند کر کے ایک سنگین سٹنگار کر ایک مومنے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد میں سوئیا کے پاس تھا۔ اس کی سوچنے لگی تھیں۔

تھیں تھیں اور دشمنوں کی گاڑیوں نے اس ٹرک کا تعاقب کیا تھا لیکن ایک چور ہے پر وہ ٹرک آگے نکل گیا تھا اور سنگین نہ ہونے کے باعث تعاقب کرنے والی گاڑیاں تک نہ تھیں جب انھیں سنگین ملا اور وہ آگے بڑھیں تو اس وقت تک وہ ٹرک کہیں کا کہیں جا چکا تھا۔ اس کی نگرانی میں وہ لوگ بہت دور دور تک پھلتے رہے تھے۔

یہ رپورٹ سوئیا کو بہت پہلے مل چکی تھی۔ شام کو دوری رپورٹ سے پتہ چل گیا کہ ٹرک ایک جگہ کھڑا ہوا یا گیا تھا۔ پولیس نے دریافت کیا تھا کہ اس ٹرک میں ایک سینڈل ہوا ہوا تھا۔ وہ کہاں گیا۔ ٹرک ڈرائیور نے بتایا کہ جب ٹرک سے مال اُتارا جا رہا تھا تو ایک استعمال شدہ سینڈل نظر آیا تھا۔ اسے اٹھا کر ان لوگوں نے ایک طرف پھینک دیا تھا۔

پرس شمر کو بہت صاف نظر دکھا جاتا ہے۔ راستے کا کنارہ پر کہیں تھوڑا سا بھی کھنڈر نہیں آتا۔ اگر کوئی چیز پڑی ہو تو راستے کی صفائی کرنے والے جتنی فوراً ہی اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے پولیس نے اندازہ لگا لیا کہ اس سینڈل کو کوئی جھنجھکی ہوئے آدمی لے گیا ہے۔ قریب ہی ایک بڑا پتھر تھا۔ جہاں ہم جگہ کا کوڑا کرکٹ لاکڑا لایا جاتا تھا۔ وہ سب کے

سبب ہوئے پورا گھر گئے تھے اور پورا گھر کے پوتے بھرے کو
الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا لیکن وہ سینڈل نہیں ملا تھا۔
وہ دیکھ کر کانٹنظر ہٹا کر اسی جگہ کے دشمن اور نکلنے کے
برنے سب کے سب پورا گھر کے گوشے کو الٹ پلٹ رہے
تھے اور وہاں سے گزرنے والے راگبار اٹھیں جیڑی سے دھک رہے
تھے کہ یہ اٹھنے لوگ اور چھوئے۔۔۔ لوگ اس پورا گھر کو کہیں
الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔ بعد میں ان لوگوں نے سوالات
کیے تو انھیں بتایا گیا کہ ان سب کو صرف ایک سینڈل کی تلاش
ہے اور وہ سینڈل انھیں نہیں مل رہا ہے۔ تب وہاں کھڑے
ہوئے ایک نو عمر لڑکے نے کہا میں نے ایک بدمال بڑے
شخص کو بچھا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ وہ کچرا اپنی جھولی میں
سمیٹ کر لے جاتا ہے اس نے ایک سینڈل کو میان سے اٹھایا
تھا اور اپنی جھولی میں ڈال کر لے گیا تھا۔
ایک بولنے نے اس نو عمر لڑکے سے پوچھا تھا کہ وہ بڑھا
کماں رہتا ہے؟
لڑکے نے جواب دیا تھا میں نہیں جانتا۔ وہ کبھی کبھی
اُدھر سے گزرتا ہے اور پورا گھر سے کچھ نہ کچھ اٹھا کر اپنی جھولی
میں ڈال کر لے جاتا ہے۔
چھ ماہ سے سوال کیا گیا کہ اس نے سینڈل کو اٹھا کر کیا کیا
تھا۔ وہ اسے لے کر کس سمت گیا تھا۔
لڑکے نے جواب دیا کہ اس نے سینڈل کو اٹھا کر اپنے سینے
سے لگا لیا تھا اور اپنے سے لگنے کے بعد کبہر ہاتھتا میری بچی
تم کہاں ہو؟ اتنی تلاش کے بعد آج تھا را سینڈل ملا ہے مجھے
نہیں ہے کوئی تم بھی مجھے مل جاؤ گی۔ میں تمھیں تلاش کرتا ہوں
گا۔ میری بچی تم کہاں ہو؟
اس کے بارہ بڑھا بدمال شخص رہتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔
نو عمر لڑکے کی زبان سے یہ ساری باتیں سننے کے بعد اس پورا
گھر کی تلاشیں لینے کا کام تو ختم ہو گیا لیکن دوسری ڈیوٹی شروع
ہو گئی۔ وہاں ایک بولنے کو پورا گھر کے پاس ڈیوٹی پر لگا دیا گیا
کہ جب بھی وہ بڑھا نظر آئے تو فوراً اس کا تعاقب کرے یا
اس سے سینڈل کو مطالبہ کرے۔ دوسری طرف فدا و رہنمائیوں
میں سے بھی ایک شخص وہاں نگرانی کے لیے رہ گیا یہ وہاں یوں
ڈیوٹی بدلی جانے والی تھی کہ کچھ گھنٹے کے بعد ایک۔۔۔
ایک بولنا وہاں ڈیوٹی پر رہتا۔ اسی طرح وہاں چھ گھنٹے کے بعد ایک اور
دشمن بھی ڈیوٹی پر ملتا رہتا تھا۔ وہ سینڈل اچھے خاصے نمائش
دکھا رہا تھا۔ اب تک اس لڑکے کے بارے میں کچھ بھی پتہ
نہیں چلا تھا۔ اب تک وہ دوسرے بولنے اور فدا و دشمن سب

کے سب شہر کے دوسرے حصوں میں ایک بدمال بڑے
کو تلاش کر رہے تھے۔ جو بھی بڑھا شخص واضحی طرح
کڑے پھٹے ہوئے اور بدمال قسم کا نظر آتا تھا تو وہ لوگ
کاٹھا سبک کرنے لگتے تھے اور اس سے ایک سینڈل کا مطالبہ
کرتے تھے پتہ چلتا تھا کہ یہ وہ بڑھا نہیں ہے جس کی اٹھ
تلاش ہے۔
سورنیا نے جسے کتا تھا تیس اس کے ہاتھ میں اس
کا خیال نہ رہا تھا اور وہ اسے دبا پو نظر آتا تھا۔ سورنیا
یوں لگتا تھا جیسے وہ بڑھا اسے چکار چاکر کر کہہ رہا ہو میری
تم کہاں بڑا آج تھا را سینڈل مجھے ملا ہے کل تم بھی مجھ مل
گی میری بچی میں تمھیں تلاش کرتا رہوں گا اور ایک
تھیں ضرور ہوں گا۔
سورنیا بڑی سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔ میں نے اسے
اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ کیونکہ اور میری طرف رات تقریر
گزر چکی تھی اور اب مجھے خیر آ رہی تھی۔ میں نے سورنیا کے پاس
سے واپس آکر چپ چاپ رستوں کی خبر لی۔ تم کو دیکھا تو وہ
نیز سو رہی تھیں۔ پھر میں واپس اپنی جگہ آکر بیٹھ پلٹ گیا
اپنے آپ کو سنانے سے پہلے میں نے ناصر پاشا کے سامنے
جھانک کر دیکھا وہ سوچا تھا میں نے اس کے خوابہ وہ
میں جھانک کر اس کے دماغ کو یہ ہدایت دی کہ وہ صبح سویرے
سے پہلے بیدار نہ ہو میں نے اسے اس طرح نوٹجے تک محدود
کرنے کے بعد اپنے آپ کو سنانا شروع کیا۔ اپنے دماغ کو بہت
دی کہ میں صبح آٹھ بجے سونام ہوں۔ اگر کوئی میری خوابہ
میں داخل ہو کوئی مجھ کو کسی راستے سے بھی ہٹا لے گا تو کوئی
تو میری آنکھ کھل جائے۔ یہ تمام ہدایات دینے کے بعد میں اپنے
سے سو گیا۔
میری جگہ گئی موٹی و ڈوٹی موٹی زنگ چار گھنٹے کے
تھم گئی۔ چار گھنٹے تک میں آرام اور سکون سے سوتا رہا۔ جبکہ
آٹھ بجے میری آنکھ کھل گئی میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر
سگریٹ سلگا کر کونے پر بیٹھ گیا اور ناصر پاشا کے بیدار ہونے
انتظار کرنے لگا۔ ویلے میں چاہتا تھا اسے سونے سے جگا سکے
تھا لیکن میں نے ڈانٹا ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے کسی سے
کرتی تھیں۔
میں نے پچھلے دن ہی اسپتال جا کر رستوں سے شناسائی
پیدا کر لی تھی اور اس سے اس قدر بے تکلف ہو گئی تھیں کہ
بچی بنا لیا تھا۔ شرم کو اس کی عادت کے لیے گئی تھیں۔ پھر
وقت بھی سب اسپتال میں اس کے پاس موجود تھیں اور اس کی

بولی کر رہی تھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ بولی تو اب بہت
ہی اچھی مٹی تھی اور آپ نے میری بات پر عمل کئے ہوئے
اتنی جلدی رستوں سے دوستی کر لی ہے۔ آپ اسے یہ بتا دیں کہ
آپ نے فرماؤ کہ جیٹا بنا ہے کہ کوئی اب یہ بات تقریباً چھ
ہوئی نہیں ہے کہ فرماؤ کہ جیٹا بنا ہے کہ کوئی اب یہ بات تقریباً چھ
اور فدا و کہیں رد پوٹ ہے۔
میں نے کہا کہ میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ میں تمھارے
سے دوستی کروں تو رستوں سے دوستی کر لی کہ میرے نزدیک
قریب تر ہونے کی کوشش کرتی ہے گی اور اس طرح ہمارا آپس
کا رشتہ مستحکم ہوتا چلا جائے گا۔ ٹھیک ہے میں ابھی اس سے
ذکر کرتی ہوں۔
میں نے کہا کہ تم آپ رستوں سے باتیں کریں۔ میں چار
ہوں اس وقت بہت معروف ہوں۔ بعد میں آپ کو بتاؤں
گا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔
یہ کہہ کر میں ان کے دماغ سے واپس آ گیا۔ اس وقت وہ زنگ
چوتھ بج رہی تھی۔ میں سمجھ گیا۔ ناصر پاشا آیا تھا۔ میں نے گے
پڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ بہتر سے اٹھتے ہی چلا آیا تھا۔
مجھے بالکل تار دیکھ کر شرمندگی سے بولا بھی معاف کرنا میں وہ
سک سوتا رہ گیا۔ میں ابھی آدھ گھنٹے کے اندر تیار ہو کر آتا ہوں
یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں پھر اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا اور سگریٹ
سلگا کر اس کے کش لگانے لگا۔ تقریباً یوں گھنٹے بعد ایک بڑھی
ملازمہ نے مجھے بلایا اور۔۔۔ ایک ڈانٹک دم میں پہنچا دیا۔
وہاں ناصر پاشا بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ مین پوٹ چکلت ناشتہ
چھڑا ہوا تھا۔ ہم دونوں ناشتہ کرتے ہوئے باتیں۔۔۔۔۔
کرتے گئے۔ ناصر پاشا نے بتایا کہ رازانہ لچ کے وقت لورڈ
کے محلک وہاں ایک بڑے سے ہال میں جمع ہوتے ہیں اور
میں آئے والے مسائل پر گفتگو کی جاتی ہے۔ کل رات جو
کہہ جاتا ہے تو ہم نے چھاپا دیا ہے لیکن بارہ لوکیاں جو تم نے
غائب کر دی ہیں۔ اس کے متعلق پوچھا جائے گا تو سوچ لو کہ
کیا جواب دو گے۔ ویلے میں تم سے اس معاملے میں کوئی بحث
نہیں کرنا چاہتا۔
میں نے کہا کہ میں نے ان تمام لوگوں کے ریکارڈ فنانس
کر لیے ہیں اب ان کو کسی صورت سے بلیک میل نہیں کیا جا
سکتا۔ جرنل کو ان کی شرم کرنے والی تھیں وہ اپنے گھروں
کو بھیج کر تھیں اور جو ہمارے آتی تھیں انھیں ملو واداب
تک پہنچانے چلا گیا ہو گا۔ لہذا اب ان لوگوں کو کوئی سوال
بھی پیدا نہیں ہوتا۔

ناصر پاشا نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ میں
کو واپس آن کے گھوڑا تک پہنچا کر کیا گا۔؟
میں اسے جواب دینا چاہتا تھا کہ مجھے روحانی سکون ملا
ہے۔ غیرت سلامت رہی ہے لیکن میں فی الحال اسے یہ جواب
نہیں دے سکتا تھا۔ مجھے اس خرابی کے جزیرے کو اچھی طرح دیکھا
تھا اور اچھی طرح جھان چھانک کے بعد اپنے طور پر کوئی مثبت
انداز میں قدم اٹھانا تھا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ میں کچھ بھی
کرنا ہوں یا تمھارے ساتھ جو کچھ بھی کیا تھا۔ وہ ایک انصاف فی
کار وانی تھی۔ ملک فوڈز نے مجھ سے انتقام لینے کے لیے مراد
دا جیسے غنڈوں بہرہ ماہوں کو میرے گھیرے لگا تھا۔ تم نے
دیکھ ہی لیا ہے کہ میں نے تم سے کیسے دوستی کی۔ اسی طرح میں
نے مراد واداب کو بھی دوست بنا لیا ہے اور تمھاری سامی عمارت
میں جا کر ان بارہ لوگوں کو نجات دلائی اور انتقام اٹھایا۔ انھیں آزاد
کر دیا کہ انھیں یا ملک فوڈز یا میرا سرس کو اچھا خاصا نقصان
پہنچے تو تم لوگوں کو میری اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور میں دیکھ
رہا ہوں کہ اس طرح میری اہمیت کا اندازہ نہیں ہو گیا ہے۔
اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا کہ ہاں میں سمجھ رہا ہوں
کہ تم میرے لیے کتنے اہم ہو۔ میرا دل کہتا ہے کہ تم میری بہت
کام آؤ گے اور جو نقصان مجھے پہنچا ہے۔ اس سے زیادہ فائدہ
میں تمھارے ذریعہ حاصل کر سکوں گا۔ بہر حال آج وہ پورے کوج
بورڈ کی میننگ ہو گی تو میں تمھیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤں
گا اور وہاں تمام لوگوں سے تمھارا تعارف کرواؤں گا۔
ناشتہ کرنے کے بعد ہم باہر آ گئے۔ اب جزیرے کی سیر کرنے
کا ارادہ تھا۔ ناصر پاشا نے بتایا کہ وہ جزیرہ سیرس مل کے نئے پر
پھیل رہا ہے اور وہاں ایک بڑے سے دوسرے بڑے تک جانے
کے لیے نیکیاں اور رکٹے ہیں جو کہ کر یہ نہیں لیتے ہیں۔ یہ سب
جزیرے کے باشندوں کے لیے مفت مروج ہے۔ بلکہ یہاں دوکانوں
میں جہاں رکھا ہوا ہوتا ہے جزیرے میں بیٹنے والے تمام لوگ
وہاں جا کر اپنی ضرورت کا سامان لے سکتے ہیں کیونکہ یہاں کوئی
لگ نہیں آتے ہیں۔ یہاں بارہ مالک کے ٹھیکیدار اور ان کے
خاص مسلح محافظ ہوتے ہیں یا پھر وہ عزتیں ہوتی ہیں جو ایک
جگہ سے اپموت ہوتی ہیں۔ دوسری جگہ ایکسپورت کی جاتی ہیں
ان سب عورتوں کے لیے مفت ٹائپنگ کا انتظام کیا گیا ہے۔
ناصر پاشا کے لیے ایک مخصوص کار تھی جس میں بیٹھ کر
ہم وہاں سے رازانہ جوئے جزیرہ بہت ہی خوب صورت تھا۔
دن بھی پراخو شنا اور چھٹلا تھا۔ فدا و دیکھ کر کھڑی یا بھونس
کے بنے ہوئے کالج نظر آتا ہے مجھے جو کہ بڑی ہی خوبصورتی

سے بنائے گئے تھے جو بڑے بڑے کاٹج تھے ان کے متعلق ہم
 پاشانے بنایا کہ وہ سب دوکان میں اور ان میں مختلف ضروریات
 کا سامان دستیاب ہو جاتا ہے۔

کار میں بیچ کر مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے میں نے
 دیکھا کہ جردا ہوں پر نیلی وردی میں طبلوں نوجوان نظر آتے تھے
 جن کے ہولشلوں میں دیوار ہر ہر کرتے تھے اور عزتوں اور
 لوکیاں ادھر ادھر آزادی سے گھومتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ کسی پو
 کوئی پابندی نہیں تھی۔ وہ دوسرے گھوڑے کے گھنے درخت نظر
 آتے تھے۔ وہاں کا ساحل بڑا ہی خوب صورت اور دریا منگ لگتا
 تھا۔ ایک کچھ بیچ کر ناصر پاشانے گاڑی روک دی۔

وہ علاوہ جہاں گاڑی روک دی گئی تھی۔ وہاں تھوڑے
 تھوڑے فاصلے پر خوب صورت سے بڑے بڑے کاٹج بنے ہوئے
 تھے۔ ناصر پاشانے کہا کہ کاٹج تربیت کا گھلانے ہیں۔ یہاں
 مختلف مالک سے آنے والی دکانیں کو تربیت دی جاتی ہے۔

میں نے پوچھا: انھیں کس قسم کی تربیت دی جاتی ہے؟
 اس نے جواب دیا: پہلے ان لوگوں کی تصویریں مختلف
 مالک کے دولت مند فرد متدوں کے پاس بھیجی جاتی ہیں جب
 ان کا سوا طے ہو جاتا ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ وہ دولت مند کس
 ملک سے تعلق رکھتا ہے اور اس۔۔۔۔۔ کی زبان کیا ہے
 اس کی پسینہ لڑکے کو اس کے ملک کی زبان سکھائی جاتی ہے
 اس کے مزاج کے مطابق بیٹھے اٹھتے اور بیٹھنے بولنے کے آداب
 سکھائے جاتے ہیں۔ ان کی تہذیب کے مطابق اس لوگو کو
 ڈھالاجاتا ہے۔ اس کے بعد ہم اس کو یہاں سے ایک سو روٹ
 کرتے ہیں۔

ہم کار سے اتر کر ایک کاٹج میں گئے۔ وہاں کلاس لگی
 ہوئی تھی اور ایک سے بڑھ کر ایک تین لوگوں وہاں بیٹھی ہوئی
 کسی مخصوص ملک کی زبان سکھ رہی تھی۔ ان میں چند پاکستانی
 لوکیاں بھی تھیں۔ یہ دیکھ کر میرا خون اندہ ہی اندہ گھلنے لگا
 لیکن میں نے بہت برداشت سے کام لیا۔ کوئی دوسرے وقت
 ہونا تو میں اس جگہ ناصر پاشا کی ایسی روک تھام۔ اسے ایسی
 عزت ناک موت سے ہمکنار کرتا کہ وہ دوسرے دیکھنے والے تھوڑے
 کردہ جلتے اور کان پھوڑ کر نوکر لیتے کہ آئندہ کبھی میرے ملک
 کی عزت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے۔

وہاں سے ہم دوسری کلاس میں گئے۔ اس کلاس میں لوکیاں
 کو چال سکھائی جا رہی تھی کہ کس طرح ناز و ناز سے چلنا چاہیے
 وہی پہلی لوکیں کو کس طرح شاخ کل کی طرح چکنا چاہیے اور
 زراعت مندرجہ ذیل کے والی لوکیں کو کس طرح قدم اٹھانا چاہیے

گویا انھیں مجبوراً ناز سکھانے جا رہے تھے۔

ایک اور کلاس میں موقعی منافی سے دبی ہم وہاں
 گئے تو وہاں بھی ایک سے ایک طرح دار عربین لوکیاں نظر آ رہی تھیں۔ وہاں جاکر بیٹھ گیا۔ وہ دوسرے اٹھانے کے
 تھیں اور وہ سب دوسروں پر تو فخر کرنا لیکہ رہی تھیں۔ ایک نمبر ڈال کر دیا تھا۔ اس کے بعد فوراً ہی رابطہ ائم
 ناصر پاشانے کہا: یہاں سے چلو مجھے تاج گلانے سے کوئی کام لیا۔ یہاں سے کما: بیلوں میں ناصر پاشا بول رہا ہوں۔
 دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ میں جنرل سیکرٹری
 ہم کار میں بیچ کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں بول رہا ہوں۔ اب تک تم نے پچھلی رات کے پاس
 میں پاشانے پوچھا: کیا فائو سٹوڈیو دیکھنا پسند کر گئے؟ میں دلدل میں تھیں۔ اس کے برعکس راکر گریڈی نے پلٹ
 میں نے پوچھا: کیا یہاں فلم سٹوڈیو بھی ہے جہاں فلمیں بنائی جاتی ہیں؟ میں نے وہ کامیاب ہو چکا تھا۔
 بنائی جاتی ہیں؟

• ہاں مگر مالے ملک میں جیسی بدھی سادی شرفرازی میں
 بنتی ہیں وہی یہاں بیلو غلیں تیار کی جاتی ہیں۔ ہم وہاں
 ٹھونگ دیکھو کہ تو چھاری رات کی نیند خرام ہو جائے گی۔
 • میں اپنی راتوں کی نیند۔ دن کا سون کرنا ہوا کرتا ہے۔
 • جانتا ہوں۔ ایسی جگہ میں جاؤں گا۔ ویسے اب پتہ چلا کہ کتنی ہی کھتا ہوں جو ایسے آڑے وقت پر کام آتے ہیں
 سادی دنیا میں جہلو غلیں اور برہنہ تصویروں کے اہم فوڈسٹ۔ وہ دوسروں کی سازشوں کو ناکام بناتے ہیں۔ میں ابھی آکر
 ہوتے ہیں وہ ایسے ہی جزیروں اور ایسے ہی اسٹوڈیو میں تیار ہو چکے ہیں۔
 کیے جاتے ہیں۔

وہ ناخاندانہ انداز میں مسکراتا رہا اور مجھے اس جزیرے کے پورے پورے پتے بھیج دیے۔
 میرا کارڈ میں نے اس چھوٹے سے جزیرے میں پوری کی پوری پہنچ گیا تھا۔
 دینا یاد رکھی۔ وہاں انسانی ضروریات اور انسانوں کی تفریحات
 ہر سامان موجود تھا۔ کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ اس جزیرے میں ابھی چندہ منٹ باقی تھے۔ وہ دوسرے دیکھ کر ٹیلیفون
 جزیرے کو ہر اعتبار سے مکمل بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اگرچہ وہاں سے باہر نکلیا۔ پھر کار میں آکر بیٹھتے ہوئے بولا کہ اس
 کا نام پر فیمو آئی لینڈ کے بلے ویرم آئی لینڈ یعنی خولوں کا جزیرہ راکر گریڈی نے رپورٹ دے دی ہے۔
 ہونا چاہیے تھا۔

میں نے وہاں کی سیر کرتے ہوئے دیکھا۔ جگہ جگہ ٹیلیفون
 بوتھ بنے ہوئے تھے۔ ہر ٹیلیفون بوتھ کے پاس ایک بڑا سا
 بجلی کا سہاویہ مناسق نصب کیا گیا تھا۔ اس وقت سہاویہ بورڈ کے پاس وہ سب کچھ بھیجا ہے جو کل رات میں پیش آیا
 شرح حروف میں کھا ہوا تھا۔ ناصر پاشا رابطہ قائم کریں۔
 بورڈ پر یہ فقرہ پڑھنے کے بعد ناصر پاشانے ایک
 ٹیلیفون بوتھ کے پاس گاڑی روک دی۔ میں نے پوچھا: کسی سربراہ کے پابند ہو رہے؟
 کیا معاملہ ہے؟

ناصر پاشانے کہا: اس جزیرے میں جتنی جگہ ٹیلیفون
 بوتھ ہیں وہاں کے نبیوں سان پر بھی جلد کھا ہوا ہو گا۔ ناصر پاشا
 رابطہ قائم کریں۔ یعنی مجھے یہاں کے آفس سے رابطہ قائم کرنا ہے۔
 جب میں رابطہ قائم کر لوں گا۔ باتیں ہو جائیں گی تو یہی
 سان سے یہ تحریر خود بخود صاف ہو جائے گی۔

ناصر پاشانے کہا: وہاں سے کسی سے بڑا نہیں ہے
 بوتھ میں وہاں کے نبیوں سان پر بھی جلد کھا ہوا ہو گا۔ ناصر پاشا
 رابطہ قائم کریں۔ یعنی مجھے یہاں کے آفس سے رابطہ قائم کرنا ہے۔
 جب میں رابطہ قائم کر لوں گا۔ باتیں ہو جائیں گی تو یہی
 سان سے یہ تحریر خود بخود صاف ہو جائے گی۔

ہم باتیں کرتے ہوئے ایک پختہ عمارت کے سامنے
 پہنچ گئے۔ میرے خیال سے پورے جزیرے میں وہی ایک
 پختہ عمارت تھی۔ وہ نہ صرف کھولوں کے یا بائس کے کاٹج
 بنے ہوئے تھے۔ کالے آترنے کے بعد ہم عمارت میں
 داخل ہوئے اور دینے پر چڑھتے ہوئے دوسری منزل پر پہنچے وہاں
 ایک بڑے ہال میں ایک لاجبھی میز بھی ہوئی تھی جس کے
 چاروں طرف گیارہ آدمی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ باہر ہال
 ناصر پاشا تھا۔ وہاں پہنچا تھا۔

ناصر پاشانے وہاں پہنچتے ہی کہا: معزز حاضرین آج میں
 اپنے ساتھ ایک خصوصی مہمان کو لے کر آیا ہوں۔ یہ میرے ساتھ
 بیٹھے گا۔ امید ہے کہ آپ لوگوں کو اتر قاض نہیں ہوگا۔
 وہاں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: کوئی بات نہیں۔
 اصولاً ہم میں سے ہر مہمان ایک ایک خصوصی مہمان کسی وقت بھی
 لا سکتا ہے۔ اس لیے آپ کے مہمان پر میں کوئی اعتراض نہیں
 ہونے والا ہر جنرل سیکرٹری ہال میں تھا۔ میں نے اس
 کی طرف سکرٹے ہوئے دیکھا۔ پھر ناصر پاشا کے قریب ہی
 ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جنرل سیکرٹری نے پوچھا: مسٹر ناصر پاشا
 کیا آپ کے خصوصی مہمان کا نام طاق محمد ہے؟
 ناصر پاشانے اثبات میں سر ہلا کر کہا: جی ہاں۔
 • کیا یہ وہی شخص ہے جس نے کل آپ کو بارہ یا تیرہ
 لوگوں کا نقصان پہنچایا ہے؟
 ناصر پاشانے اس بار بھی اثبات میں سر ہلا کر کہا: جی
 ہاں یہ وہی شخص ہے لیکن میرا دشمن نہیں ہے۔
 • مسٹر ناصر پاشا آپ عجیب بات کہہ رہے ہیں جس
 شخص نے آپ کو لاکھوں روپے کا نقصان پہنچایا ہو۔ وہ آپ
 کا دشمن نہیں تو دوست کیسے ہو گیا؟
 • اس نے مجھے دشمن بن کر نقصان نہیں پہنچایا ہے۔
 وہ پہل سے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا۔ میرے پاس
 اپنے لیے ایک طرح سے جگہ بنانا چاہتا تھا۔ اسے امان چاہیں
 ہزار روپے کی ضرورت ہے اور یہ اتنی رقم کمانے کے لیے بڑے
 سے بڑے خطرات کو بھی خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ اس نے اثبات
 کیا ہے کہ یہ بڑا ہی جی دار ہے بالک اور دلیر ہونے کے ساتھ
 ساتھ وہ بہت ہی ہے۔ میں آپ کو شروع سے اس کی
 داستان سنا رہا ہوں۔
 یہ کہہ کر ناصر پاشا اس وقت سے میری کمائی منسلک لگا
 جب میں ملک نواز کے گھر باج ہزار روپے لینے کے لیے
 گیا تھا۔ پھر میں نے ملک نواز کو کس طرح مینڈل کیا۔ پھر اس

کے لئے کے غنڈے مراد واداکس طرح اپنی صلاحیتوں سے دوست بنالیا۔ اس کے بعد کس طرح میں نے ان کی سالی عمارت میں بیچ کر ان کے تمام آدمیوں کو زیر کیا۔ جبکہ ان کے جادو آدی اشیائیں گن گنت تھیں۔ میں نے ان میں سے پانچ چھ کو ہلاک کیا تھا۔ باقی کو ایک کسے میں قید کر دیا تھا اور بارہ لوگوں کو ان کے ریکارڈ کے ساتھ لے گیا تھا۔ پھر رات کے اندھیرے میں جبکہ وہاں ہر کوئی تنہا آتے ہوئے ڈرتا تھا۔ میں تنہا آیا تھا اور اتنے سارے دشمنوں کے درمیان میں نے ناصر پاشا کو تنہا ہی میں دو بائیں کرنے کی دعوت دی تھی پھر ہم دونوں ہی مل کر اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہم دوست بن سکتے ہیں اور ناصر پاشا مجھ کو اپنے ہاں کوئی اعلیٰ عہدہ دے سکتا ہے اور مالدار پچاس ہزار روپے کی آمدنی کا انتظام کر سکتا ہے۔

ناصر پاشا بیان تک کہنے کے بعد بندھے لئے رکھا پھر اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے بولا اب آپ لوگ سوچیں گے یا سوال کریں گے کہ میں نے بغیر کسی آزمائش کے اسے اپنے ساتھ کیوں رکھ لیا اور اسے جزیرے میں کیوں لے آیا۔ جیسا کہ مجھے چلیج کیا تھا کہ میرے پاس کوئی قابل ذکر ولیز بن اور حاضر داغ ناسب نہیں ہے۔ میں کسی وقت بھی دھوکا کھا سکتا ہوں۔ تو میں نے اس چلیج کو اس طرح قبول کیا ہے کہ طاق محمد کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں اگر میں اسے ساتھ نہ لانا تو پچھلی رات لالچ میں مارک کر بی بی اپنی ساکس میں کامیاب ہو چکا ہوتا۔ صرف یہ کہ اس سماجی کی دیر سے وہ ناکام ہو گیا اور بی بی کی کامیابی ہے۔ میں نے طاق محمد کو اپنے خاص ناسب کی حیثیت سے منتخب کر کے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔

اس بار پورڈ کے چیرمین نے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ مہر پاشا! پچھلی رات تمہارے لالچ میں طاق محمد کو آزما لیا اور اس نے بہترین سماجی ہونے کا ثبوت بھی دیا ہے اس لحاظ سے تمہارا انتخاب غلط نہیں ہے لیکن دوست بننے کیلئے دوست کے نقصان کی قربانی کرنا پڑتی ہے۔ ہاں یہ بارہ لوگوں کو باہر انشیاں ہے تیرہ لوگوں کو تم سے چھین کر اودھ میں لے جا کر جو انتقامی کارروائی کی تھی باہر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہا تھا۔ اس کے بعد اب یہ دوستی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ انتقام یا آزمائش جو کچھ بھی تھا۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے لہذا اب طاق محمد ان لوگوں کو واپس لے آئے۔

ناصر پاشا نے میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا میں نے ذرا بلند آواز میں کہا مہر چیرمین! میں نے ان تیرہ لوگوں

کو ان کے گھروں میں واپس بپنچا دیا ہے۔ اب میں انھیں ناصر پاشا کا ذاتی معاملہ ہے۔ انھوں نے اپنے لیے ایک شخص نہیں لاسکتا۔ چیرمین نے پوچھا یہ تمہیں ان لوگوں کو ان کے گھروں میں بھیج دینا چاہیے؟ یہ تو کوئی انتقامی یا آزمائشی کارروائی نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ لوگوں کو اس کی بھلائی چاہتے ہو۔ انھیں کاروبار کا ذریعہ بنانا نہیں پڑے گا۔ اسی لیے تم نے انھیں واپس بھیج دیا ہے۔ اگر انھیں لکنا میں اس بات کی تائید کرنا ہوں کہ اس جزیرے میں خود کا ذریعہ نہیں بننا چاہتے تھے تو پھر جزیرہ تو پورا کاروبار ناصر پاشا کا منتخب کیا ہوا میرا منتخب کیا ہوا کوئی بھی نیا نوعیت کا ہے اور یہاں وہی کاروبار ہوتا ہے جو تمہیں انھیں آگے کو اپنے شکر و شہے کی نظروں سے ہی دیکھا جائے گا۔ اس کے متعلق جب تک مکمل معلومات فراہم نہ ہو جائیں نہیں ہے۔

ناصر پاشا نے میری حمایت میں کہا کہ طاق محمد کو اس وقت تک اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ وہاں بارہ ملک کے ممبران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان ممبران پر بڑے بڑے صرف روپیہ کمانے سے مطلب ہے جیسا کہ اگر وہ ملک کا گمانے کو زیادہ مناسب ہو گا۔ وہ سب اپنے لئے کہا ہے کہ یہ پچاس ہزار روپے مالدار کمانا چاہتا ہے اور اپنے ملک کے حوائج کو فائدہ پہنچانے کے لئے لال تھے۔ ان میں سے ایک نے ناصر پاشا کی حمایت میں بات

چیرمین نے جواب دیا کہ اگر یہ جہاز کاروبار لینا کرنا چاہتی تھی۔ باقی سب نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ میرا خیال ان تیرہ لوگوں کو دوبارہ واپس لائے اور کاروبار لینا کرنا ہے۔ مگر وہ معلوم ہونا چاہیے اور میرے ہاں سے یہی اعتماد انھیں ان کے گھروں میں پہنچنے سے ہے اس کا امتحان ہے۔ مکمل ہونا چاہیے کہ میں بیان اگر کسی کی ذات کو نقصان نہ تو میں نے کہا میں نے انتقام مانا تیرہ لوگوں کو ان کے گھروں تک بپنچا دیا تھا اور انتقام ایسا ہے کہ ہر قوم کے لئے وقت جو بات بھائی دیتی ہے آدمی وہی کر گزرتا ہے۔ میں نے ان کے تمام ریکارڈ جلا دیے تھے۔ اب انھیں پورا اور بیک میل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا۔ ناصر پاشا کے پاس ہے۔ وہ تیرہ لوگیاں چلی گئیں کوئی بات نہیں۔ تیرہ لوگیاں بلکہ تیرہ سو لوگیاں آجائیں گی۔ اگر میں ناصر پاشا کے ساتھ لگا رہا ہوں۔

ناصر پاشا نے کہا میرے ملک میں لوگوں کو اس کی ذات سے بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ اچانک وہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میں طاق محمد سے اس قسم کا کوئی معاملہ نہیں کرنا چاہتا۔ اس کی آواز بند ہو گئی۔ وہ بے چہل گئے۔ منہ نہیں لوں گا۔ میرے ساتھ رہے گا اور میرا اس نامہ ایک ایک کھٹے ہو گئے اور اس کی حالت دیکھ کر حقیقت کی بات تو یہ نقصان میرا ہے۔ میں اس جزیرے میں اپنے لئے ایک جو شخص اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا اس کے لئے اس کی گردن کی طرف دیکھتے ہی سچ کر کہا کہ اسے ابھی اتنے مت دکھاؤ۔ اس کی گردن میں ایک سوئی چھبی ہوئی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی نے اس کی طرف زہر لی سوئی چھبی ہے۔ یہ دیکھو یہ بالکل ساکت ہو گیا ہے۔ یہ کر گیا ہے۔ سب کے سب بچے یوں دیکھنے لگے جیسے میں نے ہی

اسے بیٹھے بیٹھے قتل کر دیا ہو۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا ابھی یہ جہل سیکرٹری اس بات کا دعویٰ کر رہا تھا کہ اس جزیرے میں کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔ یہی کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے اور اب یہ خود اپنی بات پوری کرنے سے پہلے کسی کی دشمنی کا نشانہ ہو گیا ہے۔

چیرمین نے سچ کر کہا۔ یہاں کھٹے کھٹے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں فوراً باہر نکل کر دیکھنا چاہیے کہ یہ زہر لی سوئی کس نے چھبی ہے۔

اس کی بات سنتے ہی کچھ لوگ دوڑنے ہوئے ہال سے باہر نکل گئے۔ تاکہ نامعلوم قاتل کا پتہ چلا سکیں۔ میں ایشیاں سے بیٹھا ہوا اس لیے کہ جب وہ جہل سیکرٹری اس زہر لی سوئی کا نشانہ بننا تھا اس وقت سے اب تک اتنا وقت ضائع ہو چکا تھا کہ قاتل کو فرار ہونے کا باسانی موقع مل گیا ہو گا۔ اب وہاں کے ہاتھ نہیں آسکے گا۔

ہال میں صرف میں ناصر پاشا اور چیرمین رہ گئے تھے۔ چیرمین بہت مڑا آدمی تھا۔ وہ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے بیٹھا رہ گیا وہ فون کا رسیورڈ اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کرنے کے بعد کہہ رہا تھا کہ فوراً ہی فائل کر دیا گیا ہے۔

جب اس نے رسیورڈ رکھ دیا تو ناصر پاشا نے اس سے پوچھا مہر چیرمین! کیا ہمارے جزیرے میں دشمن بھی بستے ہیں؟ ابھی ابھی اس بات کا دعویٰ کیا مار رہا تھا کہ یہاں ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے۔ اب یہ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کا کوئی علاقہ کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں دوست اور دشمن نہ رہتے ہوں۔

چیرمین ابھی جب سے رمال نکال کر چوکے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کھٹے لگاتے ہیں جہاں ہوں کہ یہ قتل کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ اور کس نے کیا؟ میں بھی سوچ رہی تھی۔ سنا تھا کہ ہمارے جزیرے میں ایسے سوالات ہمارے دماغ میں پیدا ہوں گے اور ہم ان کا جواب تلاش کرنے کے لیے کسی قاتل کو تلاش کرنے چھیں گے۔ ویسے مہر پاشا آپ بیان کیوں بیٹھے رہ گئے آپ کا بھی فرض ہے کہ قاتل کی تلاش میں جائیں۔

ناصر پاشا کے کچھ کہنے سے پہلے میں نے کہا جناب بہت دیر ہو چکی ہے۔ معنی دیر میں ہاں سے لوگ باہر گئے ہیں آخری دیر میں وہ قاتل فرار ہو چکا ہو گا۔ اس وقت وہ گرفت میں نہیں آسکے گا۔ اس کا بیچ کرنا ہوا کا بیچا کرنے کے برابر ہے۔

جہل سیکرٹری ہال میں کی تلاش اور منہ مینز پر

پڑی تھی کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ ڈاکٹر جلد ہی وہاں پہنچ گیا اور اس نے ہم لوگوں سے درخواست کی کہ کلاش کو مزید ہٹا دیا جائے۔ میں نے اور ناصر پاشا نے مل کر کلاش کو ہٹا دیا اور اسے اونٹ سے منہ میز پر لٹا دیا تاکہ ڈاکٹر گردن پر ہلکی سوئی کا معائنہ کر سکے۔ اس نے سوئی اس کی گردن سے نکال کر لے دے دیکھا۔ میں نے کہا: اس سوئی میں یقیناً کوئی زہد اثر نہ رہے کیونکہ سوئی گتے میں اس کی موت واقع ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نے تائید میں سر ہلایا۔ اس نے کہا: میں اس سوئی کا طبی معائنہ کروں گا۔ ویسے میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ پال سین اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ مرثیہ پڑھیں! اگر ضروری نہیں تو میں آؤں گی موت کی موت کا مرثیہ شکیں نہ سکتا ہوں۔“

انہوں نے شدید حیرانی کا اظہار کیا اور یہ حیرانی کی بات ہے کہ اس پُر امن جزیرے پر ایک انسان کی جان بھارتی ہوائی فوج نے گولیوں سے لے لی تھی۔

میرے سوچنے کے وہ لہن خون کی گھنٹی بجنے لگی جزیئرین نے رسیبور اٹھا کر ہیلوکا اور دوسری طرف سے ہونے والی گفتگو سننے لگا۔ وہ نے بھی لمحے میں دیکھا کہ جزیئرین کا چہرہ لٹک گیا تھا۔ وہ حیران اور پریشان نظر آ رہا تھا۔ ڈراما بعد اس نے رسیبور کو کمر بڈل پر دھکے ہوئے کماہ معزز حاضرین آگیا اور بڑی تیر ہے۔ ہائے جزل بیکر میز کی موت سے پہلے ایک اور موت واقع ہو گئی ہے اور وہ بھی مثل ہر ہے۔ یہاں سے دو فلائنگ کے فاصلے پر ایک بھاڑی کے پیچھے سے ایک مسلح گاڑی کی لاش ملی ہے اس کے پاس سے اس کا راولدہ فاسٹ ہے اس کی بات سن کر سب لوگ چونک گئے اور اسے ایسے دیکھنے لگے جیسے انھیں جزیئرین کی باتوں کا یقین نہ ہو یا اپنے کانوں پر اعتقاد نہ ہو۔ جون لوگول کا یہ دعویٰ تھا کہ اس جزیئرے میں کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے، اسی جزیئرے کے اندر ایک ہی دن میں دوسری لاش نے اُن کے دعووں کو جھوٹ ثابت کر دیا تھا۔

یہ کہہ کر اس نے چہرہ میں سے باہر جانے کی رسمی طور پر اجازت لی اور کہا کہ آدھ گھنٹے بعد ہم واپس آجائیں گے ہم وہاں سے آئے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجے گی چہرہ میں نے دیکھا اور یہ کہہ کر دوسری طرف کی آواز سننے لگا میں اور ناصر پاشا اس ہال سے باہر نکلے تھے کہ اسی وقت چہرہ میں کی حرکت بھری چیخ سنائی دی یہ کیا وہ بھی نکل کر دیا گیا ہے؟

یہ سنتے ہی ہمارے دم رک گئے ہم نے دیکھا ہال میں سب پرستار ستا طاری ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے جزیے میں قیامت آگئی ہے کیونکہ یہ بات ان لوگوں کے لیے قیامت سے کم نہیں تھی کہ ایک ہی دن میں تین قتل ہو گئے تھے۔ وہ سب ہی لمے سب لوگوں کو جیسے ہوش لگ گیا۔ جی جی چیخ کر پوچھنے لگے کہ قتل من کر دیا گیا کس کا قتل ہوا ہے؟ چہرہ میں نے دیکھا کہ ماؤ تھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

وہ افرنی باشندہ قتل کر دیا گیا ہے جو بلونگ پائپ سے سوئی پھونکنا چاہتا تھا؟

یہ کہہ کر وہ چہرہ شیعہوں پر ہاتھ کرنے لگا اور سب لوگ خاموشی سے اس کی باتیں سننے لگے۔ میں اور ناصر پاشا باہر جانے والے تھے۔ صورت حال اتنا ہی دلچسپ اور پرستار ہوئی جارہی تھی۔ میں ان تینوں قتل کی پوری تفصیلات ماننا چاہتا تھا مگر چھوٹا ہی شدہ تھی جس کا علاج باہر جانے بغیر ممکن نہیں تھا۔ ناصر پاشا بتا چکا تھا کہ ہم لوگ جزیے کے میں جتنے میں بھی ہوں گے۔ ہر لمے کی تازہ ترین اطلاعات ہم تک پہنچتی رہیں گی لہذا میں نے ناصر پاشا سے کہا کہ جب ہمیں ہر لمحہ تمام اطلاعات ملتی رہیں گی تو یہاں تک کہ چھوٹا مرنے سے بہتر ہے کہ باہر نکل کر کچھ کھا پی لیا جائے اور لوگوں ہم وہاں سے باہر نکلے تو میں نے عرض کیا باہر جی لوگوں میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ تین قتل کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ایسی جگہ جہاں بھی کوئی کسی کو تھپڑ بھی نہیں مانتا تھا وہاں میں زندگیاں ختم کر دی گئی تھیں۔ یہ بات ایسی تھی کہ چاروں طرف سنسنی پھیل جانا ایک لازمی بات تھی۔

میں نے ناصر پاشا سے پوچھا تھا کہ ناگاما ملے گا کیا ہیں بخاری دلائل کا یہ تک جانا ہو گا؟

میں میں اپنی رہائش گاہ میں صرف صبح کا ناشتہ کرتا ہوں۔ یہاں کوئی اپنے کھانے میں کھانا نہیں پکا۔ یہاں جگہ جگہ ملزوم وغیرہ موجود ہیں۔ ہم کبھی بھی جا کر پیسہ ادا کیے بغیر جو چاہے مطلب کر سکتے ہیں۔ یہاں قریب ہی ایک ہوٹل ہے۔

ہم وہیں چل رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہم ایک ہوٹل میں پہنچ گئے۔ وہاں واقعی وہاں کوئی ایسا کاؤنٹر نہیں تھا جہاں کھانے پینے والوں سے اس کی قیمت وصول کی جاتی ہو۔ ہوٹل علاوہ اور بھی مہینے والی تھیں وہاں ضرورت کی ہر چیز ملا معاوضہ ملتی تھی۔ کیونکہ اس جزیے میں کسی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ضرورت کی چیزیں ضرورت مند تک جاتی تھیں۔ بارہ ملک کے بڑے بڑے ٹھیکیدار جو وہاں کر لاکھوں روپے کا منافع حاصل کرتے تھے روپے یا ڈالروں کے لیے ہوتے تھے۔ باقی لوگ ان کے غلام تھے اور غلاموں کے لیے ضرورت کی چیزیں فراہم کر دینا بھی ان کے لیے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ وہ زندہ رہ کر ان کے احکامات تعمیل کرتے رہیں۔

ہم نے وہاں بڑی لذت کھا نا کھا یا میرے لیے کاپیٹ اور باجیس بھی آگئی۔ میں نے کھانے کے بعد ایک سرگرمی ملکا یا۔ چہرہ میں سے واپس اسی عمارت میں جس کے ایک بڑے ہال میں ابھی تک چہرہ میں اور وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اب وہاں ایک پولیس آفیسر بھی آگیا اور وہ سب کے بیانات لے رہا تھا۔ تمام لوگ بیانات دے چکے تو آفیسر نے کہا میں اسے نیچے پر پہنچا ہوں کہ قاتل فرار ایک آدمی ہے۔۔۔

تم کس بنا پر یہ خیال ظاہر کر رہے ہو؟ چہرہ میں۔

اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔

پولیس آفیسر نے جواب دیا۔ آپ میری پوری بات اس میں چھپا رہی قاتل ہوا میں نے مسخ کارڈ کے سر کے جسے میں گراؤں ہے۔ اس زخم کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے قاتل تنہا تھا یعنی اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اسے پیچھے مسخ کارڈ پر کسی چیز سے بھر لپٹا کر لگا کر دیا اور اس پر اس وقت تک پلے پڑے تھے کہ زخم تازہ ہوا۔ وہ بالکل ختم نہیں ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد قاتل اس کا رولہ لود اپنے قبضے میں لے لیا اور اسے جھانسی کے چھپا کر وہاں سے چلا گیا۔

اتنا کہہ کر پولیس آفیسر نے تمام ممبران پر ایک سرسبز نظر ڈالی۔ جو سلسلہ کلام دوبارہ شروع کیا۔ قاتل کا ذکر انکار افرنی باشندہ تھا۔ اس کی رہائش گاہ پوچھ کر ان کے پاس سے اسے اس رولہ لود سے جو وہ مقتول کا رولہ کے پاس سے آیا تھا۔ افرنی باشندہ کو قتل کر دیا۔ میرا اندازہ ہے کہ

محض اس لیے کیا گیا کہ اس افرنی باشندہ کے پاس بلونگ پائپ اور زہریلی سونیاں تھیں۔ انھیں حاصل کرنے کے لیے ہی اس نے اس شخص کو قتل کیا جبکہ مسخ کارڈ کو قتل کرنے کا مقصد صرف رولہ لود حاصل کرنا تھا۔ جب یہ دونوں چیزیں حاصل ہو گئیں تو وہ اس عمارت کی طرف آیا۔ یہاں وہ رولہ لود استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے پاس سالٹ نہیں تھا اور رولہ لود سے گولی چلانے کے بعد خود کو پوٹیدہ رکھنا ممکن ہو جاتا۔ رولہ لود چھپا کر لایا تو جاکتا تھا مگر فائر کرنے کے بعد وہ چھپا نہیں رہ سکتا تھا جبکہ بلونگ پائپ سے نہ تو فائرنگ آواز ہوتی ہے جو قرب و جوار کو لوگوں کو چونکا کر دے اور نہ ہی اسے چھپانے میں زیادہ دشواری ہوتی ہے۔ اسی لیے اس نے پائپ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اسی پائپ اور سوئی کے ذریعے اس نے زہریلی سیکریٹری کو ہلاک کیا ہے۔

میں نے سوال کیا تو آفیسر آپ کا کیا خیال ہے قاتل مر رہے یا عورت؟

آفیسر نے جواب دیا۔ مجھے یقین ہے کہ قاتل مرد ہے کیونکہ مسخ کارڈ کے سر کے پھلے حصے میں مہینے زوردار ضرب لگائی گئی ہے اور قاتل گراؤں آگیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آٹا بخاری یا تھک کسی مرد کا ہی ہو سکتا ہے کیونکہ عورت اتنے زور و دستہ طریقے سے حمل نہیں کر سکتی۔

آفیسر کی بات سن کر مجھے سونیا اور رولہ لود یاد آگئیں جن کے ہاتھ بڑے مڈنی تھے اور جو بڑی زبردست ضربیں لگاتی تھیں۔ اس آفیسر کا واسطہ بھی ایسی کسی عورت سے نہیں پڑا تھا۔ اسی لیے وہ اپنے طور پر یہ رائے قائم کر رہا تھا۔ میرا خیال یہ تھا کہ وہاں اگر کوئی دشمن ہو سکتا ہے تو وہ یہاں آنے والی کوئی غیرت مند لڑکی ہی ہو سکتی ہے۔ کوئی ایسی لڑکی جس میں سونیا اور رولہ لود بھی دلی ہی موجود ہو۔

میں نے اپنے اس خیال کا اظہار نہیں کیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ یہاں رہنے والی کسی لڑکی پر شبہ کریں گے۔ لیکن شبہ ہونے لگا تھا۔ اسی وقت چہرہ میں نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ معاملہ بہت سنگین ہو گیا ہے۔ اب ہمیں فوری طور پر اس شخص میں سے یہاں رہنے والی کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے۔ ہر گز نہایت ہو گیا ہے کہ حملے دشمن بھی یہاں موجود ہیں جو ہمارے درمیان رہ کر آہستہ آہستہ ہمارا اعتماد حاصل کر سکیں گے۔ ہمیں اور اب چھپ کر ہمیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان کی ہر بات ہر حرکت ہر بات ہر حرکت معلوم ہوتی ہے کہ مسخ کارڈ کو اس لیے مارا گیا کہ اس کا رولہ لود حاصل کرنا تھا اور افرنی باشندہ

کو صرف بلونگ پائپ اور زہریلی سوئی کے حصول کے لیے مارا گیا ہے۔ ورنہ اصل شکار زہریلی سیکریٹری پال میں تھا۔ اگر آج پال میں مارا گیا ہے تو کل ہم میں سے کسی کی بھی باری آ سکتی ہے۔ لہذا میں سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کرنا ہو گا اور سختی سے اقدامات کرنا ہوں گے۔ سب سے پہلے اسے پال مسخ کارڈ کا تکلف نہیں کرنے تھے لیکن اب ہمارے ساتھ مسخ کارڈ ہوں گے۔ کہ وہ ہماری حفاظت کر سکیں۔

ایک ملک کے نمائندے نے کہا۔ چہرہ میں یہ بات ظاہر نہ ہو سکی یا میں معلوم نہ ہو سکی کہ قاتل کون ہو سکتا ہے۔ کچھ تو اس مسئلے میں خیال قائم کرنا چاہیے۔

ایک اور ملک کے ٹھیکیدار نے کہا۔ میں یہ بات یقین سے کہتا ہوں کہ ہماری دشمن صرف وہی لڑکیاں ہو سکتی ہیں جنھیں ہم ان کی مرضی کے بغیر اغوا کرتے ہیں اور ان کے ملک سے ان کے والدین سے ان کے رشتہ داروں سے پھڑا کر کسی دوسرے ملک ایجنیورٹ کر دیتے ہیں۔ یہ کام ابھی میں سے کسی خدشی اور سرکش لڑکی کا ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایک سے زیادہ ہوں۔

ایک اور ملک کے ٹھیکیدار نے کہا۔ پولیس آفیسر کا خیال ہے کہ یہ قتل کسی مرد نے کیے ہیں۔ ہم کبھی مان لیں کہ یہ ناؤگ انام لڑکیاں ایسی خطرناک بھی ہو سکتی ہیں۔ اس کے لیے ذہن دل اور تھم کی مضبوطی ضروری ہے اور یہ بڑے دل گرفتہ کی بات ہے کہ کوئی ایک یا دو لڑکیاں اس طرح کا خطرناک قدم اٹھا لیں اور ایک ہی دن میں تین تین قتل کر کے کیں آرام سے چھپ کر بیٹھ جائیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

وہ لوگ آپس میں بحث کر رہے تھے اور اپنے اپنے طور پر دلائل پیش کر رہے تھے کہ لڑکیاں قاتل نہیں ہو سکتیں۔ کچھ لوگ اس بات پر متفق تھے کہ لڑکیوں پر اب زیادہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ انھیں اس جزیے میں جتنی آزادی دی گئی ہے۔ وہ ختم کر دی جائے اور وہ صرف اپنے ہوشوں بازوں اور تربیت کا ہونے تک گھوم پھر سکیں۔ وہ سپرو فٹنگ کر سکتی ہیں لیکن کسی ملک کے ٹھیکیدار کی رہائش گاہ کے قریب سے نہیں گزر سکتیں کسی ضرورت سے نکلنا ہو تو انھیں اجازت نامہ حاصل کرنا ہو گا۔ ایسے طریقوں سے ہم کسی قدر محفوظ رہ سکیں گے۔ یہ بات چہرہ میں تمام لوگوں کو سمجھا رہا تھا۔ میں خاموش بیٹھا سن رہا تھا۔

میں نے ناصر پاشا سے پوچھا۔ ہم کب تک یہاں

بیٹھے رہیں گے؟ میں بہت خفک گیا ہوں۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔

ناصر پاشا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: ہاں چلو ہم اپنی رہائش گاہ میں جا کر آرام کریں اور تنہائی میں سوچیں کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

ہم وہاں سے باہر آ گئے۔ پھر ناصر پاشا کی کار میں بیٹھ کر رہائش گاہ کی طرف جانے لگے۔ بعد میں ہندو چلا کر فوری طور پر اقدامات شروع ہو گئے تھے۔ تربیت نگاہوں کو بند کر دیا گیا تھا اور لوہیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے اپنے ہوش تک محدود رہیں اور جب تک ہر ایک کی تلاش ہی ممکن نہ ہو اس وقت تک وہ ہوش سے باہر نہ نکلیں۔

میں نے دیکھا۔ راستے دوران جو لوہے تھے تمام ٹرکھک بند ہو رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں کرفیو نافذ ہو رہا تھا۔ تمام لوگ اپنی اپنی رہائش گاہوں میں بند ہو رہے تھے کیونکہ بڑے جانے پڑتلاشیاں شروع ہو چکی تھیں اور ایک ایک گھر کی تلاش ہی جاری رہی تھی۔ وہ کہیں نہ کہیں سے لاپرواہ اور بلونگ پائپ تلاش کر کے حاصل کر لینا چاہتے تھے۔

ہم بھی اپنی رہائش گاہ پہنچ کر محدود ہو گئے۔ ہمارے لیے بھی یہ حکم تھا کہ ہم شام کے چھ بجے سے پہلے باہر نہ نکلیں۔ یہ بات ناصر پاشا کو رہائش گاہ کے ٹیلیفون پر پتائی گئی تھی۔ میں اپنے کمرے میں آکر آرام سے ہوتے آتا کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی طرہا۔ بہت دیر ہو گئی تھی۔ میں نے سونیا کی خبر گیری کی تھی۔ اس لیے جزیرے کی تمام صورت حال کو بھلا کر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ ایک طرح سے وہاں کوئی ٹھکر کی بات نہیں تھی کیونکہ سونیا کا سینہ ہاں ابھی تک نہیں ملتا تھا اور اس کی تلاش جاری تھی۔

اس کے بعد جی کے پاس پہنچا۔ میں نے فنی کو میاں کے سامنے حالات بتائے۔ بہت دیر تک ان سے باتیں کرتا رہا۔ پھر میں نے غلام کی خبر لی۔ اس نے گشتی گاڑی فروخت کر دی تھی اور اب کراچی آنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں ایک جزیرے میں ہوں۔ جب وہ کراچی پہنچے گا تو شاید مجھے ملاقات نہ ہو لیکن جب تک ملاقات نہ ہو وہ کراچی میں رہ کر مبرا انتظار کرے۔ میں واپس آؤں گا۔

میں غلام کے پاس سے واپس آگیا۔ جی کے ذریعے رسوئی کی خبر میرے معلوم ہو گئی تھی۔ روانہ کی ہم شکل پٹی کے متعلق باتیں کرنے یا سر جے کا موقع نہیں تھا۔ ابھی میاں حالات اچھے ہوئے تھے۔ مجھ میں نہیں آتا کہ میں آہوں کا

قال کون ہو سکتا یا ہو سکتی ہے؟ قال جو کوئی بھی تھا۔ میرے مقاصد کی تکمیل ہی تھا کیونکہ میں جی ان لوگوں کو بالکل نیست نابود کر دینا چاہتا تھا۔ اگر وہ تیل کیے جا رہے تھے تو یہ میرے منصوبے کا ایک حصہ تھا اس لحاظ سے وہ قابل میرا تعاون اور فریب میں اسے تلاش کرنا چاہتا تھا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ اس سے ڈھونڈ نکالوں۔ میری خواہش تھی کہ اتنی ہی اتنی مکمل تلاشی کے بعد بھی وہ گرفت میں نہ آ سکے۔

سوچتے سوچتے مجھے اس ہال کا خیال آیا۔ جہاں کے ساتھ ہم سب بیٹھے ہوئے تھے۔ بیٹھنے کی پوزیشن کو چھیننے کے برابر والی کرسی پر جزل سیکریری پال میں ہوا تھا۔ اس کے بعد دوسرے کمرے کے ٹھیکیدار تھے۔ دوسری طرف یعنی ٹھیک جزل سیکریری کے سامنے میں ہوا تھا۔ میرے بعد ناصر پاشا تھا اور پھر دوسرے ٹھیکیدار۔ اب یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ وہ زہریلی سوئی جزل سیکریری پال میں کی طرف نہیں چھینکی گئی ہو۔ بلکہ جیلر میں کی طرف

میری طرف یا کسی اور کی طرف چھینکی گئی ہو۔ چونکہ ہر ایک پائپ کے ذریعے سوئی کو چھوٹا اور میٹھ نشانے پر چھینکی کوئی آسان بات نہیں ہے ممکن ہے جس نے وہ بلونگ استعمال کیا تھا۔ وہ اس کے استعمال میں مہارت نہ رکھتا تھا۔ چھیننے وقت سوئی اپنے نشانے سے جھٹک کر جزل سیکریری کی گردن پر پہنچ گئی ہو۔

یہ بات بار بار میرے دماغ میں دہرائی جاتی رہی کہ سوئی کو جزیرے میں کی طرف چھوٹا گیا تھا لیکن وہ جھٹک دوسری طرف چلی گئی تھی۔ قال کا نشانہ جزیرے میں تھا۔ انٹری میں کی دیر سے جزیرے میں کے بجائے جزل سیکریری ہلاک ہو گیا۔ اگر میرا خیال درست تھا تو اس کا مطلب تھا کہ ایک بار پھر جزیرے میں کو نشانہ بنانے کی کوشش

گاہ وہ خوفناک نہیں رہ سکتا تھا۔ اپنے ساتھ مسلح آدمی رکھنے کے باوجود اس کی زندگی کو خطرہ تھا اور وہ قاتل وقت بھی اس تک پہنچ سکتا تھا۔

یہ خیال میرے دماغ میں آیا تو میں نے سوچا کہ وقتاً فوقتاً جزیرے میں کے دماغ میں جھانکتے رہنا چاہیے۔ میں وہ کس وقت اس کے پاس پہنچ جائے جب جزیرے میں کے پاس پہنچے گا میں ٹیلی فونی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ چار بجے والے تھے۔

پہلے میں رہائش گاہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ یہ دو گھنٹے ڈراما کر گزار لینا چاہیے۔ یہ نہیں آج کی رات گیس کرے۔ سوئے ہوئے یا جاگتے ہوئے؟

میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور واپس آکر لوگ پر لیٹنے کے بعد اپنے دماغ کو حسب معمول ہدایت دی کہ سوئے کے دوران اگر اس کمرے کی چار دیواری کے اندر کوئی مداخلت ہو یا کوئی آواز آنا چاہے تو میری آنکھیں کھل جائیں ورنہ میں دو گھنٹے تک آرام سے سوتا رہوں گا۔ ٹھیک دو گھنٹے کے بعد میری آنکھیں کھل جائیں گی۔

یہ ہدایات دینے کے بعد میں آرام سے سو گیا۔ میں جانتا تھا کہ جب تک اس جزیرے میں کرفیو نافذ رہے گا اور مسلح گارڈ سختی سے پروتھے رہیں گے اس وقت تک قاتل اپنی پناہ گاہ سے باہر نہیں نکلے گا اور نہ ہی کسی پر حملہ کرنے کی جرأت کرے گا۔

اگر یہ سوچ لیا جائے کہ قاتل چیز میں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس لحاظ سے یہ خیال قائم کیا جا سکتا تھا کہ وہ آج رات کسی وقت چھپ کر نکلے گا اور جزیرے میں کی رہائش گاہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اس جزیرے میں جتنے مالک کے ٹھیکیدار تھے ان کی رہائش گاہیں ایک دوسرے سے قریب

تھیں۔ ہر ایک رہائش گاہ میں کے پیچھے بڑے بڑے ہوش کالج کی صورت میں تعمیر کیے گئے تھے۔ وہاں ہر کمرے میں ایک ایک لوہی رہتی تھی۔ آن دنوں ڈیڑھ یا دو سو لوہیاں ہوشوں میں رہ رہی تھیں لہذا تربیت حاصل کر رہی تھیں اس طرح دیکھا جائے تو ہوشوں سے ان مالک کے ٹھیکیداروں کی باتیں گہرا کا فاصلہ زیادہ دور نہیں تھا۔ اگر قاتل کوئی لوہی تھی تو وہ ہوش سے جزیرے میں کی رہائش گاہ کا فاصلہ آسانی سے چھپ کر ملے کر

سکتی تھی۔

میں نے کمرے پر پہلے میری آنکھیں کھل گئی۔ دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ دماغ کے اندر غیر شعوری طور پر ایک مدت قائم ہوئی ہے وہ مدت جب گردن کی ہے تو دماغ سونے والے کی آنکھیں کھول دیتا ہے اور اس طرح مجھ جیسا سونے والا

مقررہ وقت پر بیدار ہو جاتا ہے۔ میں بیدار ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک لیٹر پر چاروں شانے چوت پر ڈال دیا اور دھڑکھڑکی سے باہر دیکھا۔ ابھی شام کا آخری آجیالا تھا۔ سو کر اٹھنے سے ممکن دور ہو گئی تھی۔ ذہن پھر سے چوٹنے کے لیے تازہ دم ہو گیا تھا۔ ایسے ہی وقت میرے دماغ میں

میں نے سوچا کہ اگر کوئی لوہی قاتل ہے تو جزیرے والوں کا دھیان اس لوہی کی طرف سے ہٹانا ہو گا۔ یہ ثابت کرنا ہو گا کہ قاتل کوئی لوہی نہیں بلکہ مرہ ہے جس نے آج میں قتل کیے ہیں اور آئندہ بھی اس کی طرف سے حملے کا خطرہ ہے۔

میں نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک سگریٹ سلگا کر پھراس کے کش لگاتے ہوئے سوچنے لگا۔ کوئی ایسی تدبیر جس کے ذریعے میں کسی نامعلوم لوہی کو بے قتل کا الزام اٹھا سکوں اور کسی مرہ پر یہی الزام عائد نہیں کر سکوں۔ وہ چار کش لگانے کے بعد دماغ میں یہ بات آئی کہ گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھے بیٹھے میں کسی پر یہ الزام عائد نہیں کر سکوں گا۔ مجھے کسی سے رابطہ قائم کرنا ہو گا اور کوئی ایسا آدمی تلاش کرنا ہو گا جس کو میں اپنی ٹیلی فونی کا نشانہ بنا سکوں۔

دماغ میں یہ بات بھی آئی کہ کسی شخص کو بے قصور نہیں چھوڑنا چاہیے۔ یہ خلاف انسانیت بات تھی لیکن میں نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ یہاں جتنے لوگ ہیں سب مجرم ہیں۔ یہ معصوم لوہیوں کو تجارت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں کسی کو یہاں آنے والی نوجوان اور حسین لوہیوں سے ہمدردی نہیں ہے۔ یہ سب دولت کے غلام ہیں اور دولت کی خاطر

ہاں اس جزیرے میں مجرمانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ میں کسی شخص کو بھی شریک گردوں گا۔ وہ واقعی اس سزا کا مستحق ہو گا کہ اس پر قتل کا الزام عائد کرے اپنے انجام کو پہنچا دیا جائے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے ناصر پاشا کے دماغ میں

جھانک کر دیکھا تو اس کی سوچ نے بتایا کہ جزیرے میں اندر خصوصاً لوہیوں کے ہوش میں تلاشی کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ اس لیے کہ قریب بہ دستور نافذ ہے کوئی اپنی رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلے گا۔

میں اٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ وہاں بھی مصروفیت کے دوران حساب کرتا رہا کہ میں جزیرے میں کتنے لوگوں سے مل چکا ہوں اور ان میں سے کتنے ایسے ہیں جن کے دماغوں تک گھر بیٹھے پہنچ سکتا ہوں۔ ان لوگوں میں ناصر پاشا کے علاوہ جزیرے میں اور لانج کا ایکسپیر مارک گرڈی شہمت بیگ اور ایسے ہی دو چار مسلح جوان تھے۔ ان کے علاوہ بورڈ کے دو ممبران تھے جو اپنے اپنے ملک کے ٹھیکیدار تھے ان میں سے بھی کئی ایسے تھے جن کے دماغوں تک میں پہنچ سکتا تھا۔

میں نے سوچا کہ لانج کے ایکسپیر مارک گرڈی کو اپنا آلہ کار بنایا جائے۔ اس جزیرے میں وہ میرا مخالف بھی

یہ بات آئی کہ کوئی لوہی قاتل ہے تو جزیرے والوں کا دھیان اس لوہی کی طرف سے ہٹانا ہو گا۔ یہ ثابت کرنا ہو گا کہ قاتل کوئی لوہی نہیں بلکہ مرہ ہے جس نے آج میں قتل کیے ہیں اور آئندہ بھی اس کی طرف سے حملے کا خطرہ ہے۔

میں نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک سگریٹ سلگا کر پھراس کے کش لگاتے ہوئے سوچنے لگا۔ کوئی ایسی تدبیر جس کے ذریعے میں کسی نامعلوم لوہی کو بے قتل کا الزام اٹھا سکوں اور کسی مرہ پر یہی الزام عائد نہیں کر سکوں۔ وہ چار کش لگانے کے بعد دماغ میں یہ بات آئی کہ گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھے بیٹھے میں کسی پر یہ الزام عائد نہیں کر سکوں گا۔ مجھے کسی سے

رابطہ قائم کرنا ہو گا اور کوئی ایسا آدمی تلاش کرنا ہو گا جس کو میں اپنی ٹیلی فونی کا نشانہ بنا سکوں۔

دماغ میں یہ بات بھی آئی کہ کسی شخص کو بے قصور نہیں چھوڑنا چاہیے۔ یہ خلاف انسانیت بات تھی لیکن میں نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ یہاں جتنے لوگ ہیں سب مجرم ہیں۔ یہ معصوم لوہیوں کو تجارت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں کسی کو یہاں آنے والی نوجوان اور حسین لوہیوں سے ہمدردی نہیں ہے۔ یہ سب دولت کے غلام ہیں اور دولت کی خاطر

ہاں اس جزیرے میں مجرمانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ میں کسی شخص کو بھی شریک گردوں گا۔ وہ واقعی اس سزا کا مستحق ہو گا کہ اس پر قتل کا الزام عائد کرے اپنے انجام کو پہنچا دیا جائے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے ناصر پاشا کے دماغ میں

جھانک کر دیکھا تو اس کی سوچ نے بتایا کہ جزیرے میں اندر خصوصاً لوہیوں کے ہوش میں تلاشی کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ اس لیے کہ قریب بہ دستور نافذ ہے کوئی اپنی رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلے گا۔

میں اٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ وہاں بھی مصروفیت کے دوران حساب کرتا رہا کہ میں جزیرے میں کتنے لوگوں سے مل چکا ہوں اور ان میں سے کتنے ایسے ہیں جن کے دماغوں تک گھر بیٹھے پہنچ سکتا ہوں۔ ان لوگوں میں ناصر پاشا کے علاوہ جزیرے میں اور لانج کا ایکسپیر مارک گرڈی شہمت بیگ اور ایسے ہی دو چار مسلح جوان تھے۔ ان کے علاوہ بورڈ کے دو ممبران تھے جو اپنے اپنے ملک کے ٹھیکیدار تھے ان میں سے بھی کئی ایسے تھے جن کے دماغوں تک میں پہنچ سکتا تھا۔

میں نے سوچا کہ لانج کے ایکسپیر مارک گرڈی کو اپنا آلہ کار بنایا جائے۔ اس جزیرے میں وہ میرا مخالف بھی

یہ بات آئی کہ کوئی لوہی قاتل ہے تو جزیرے والوں کا دھیان اس لوہی کی طرف سے ہٹانا ہو گا۔ یہ ثابت کرنا ہو گا کہ قاتل کوئی لوہی نہیں بلکہ مرہ ہے جس نے آج میں قتل کیے ہیں اور آئندہ بھی اس کی طرف سے حملے کا خطرہ ہے۔

میں نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک سگریٹ سلگا کر پھراس کے کش لگاتے ہوئے سوچنے لگا۔ کوئی ایسی تدبیر جس کے ذریعے میں کسی نامعلوم لوہی کو بے قتل کا الزام اٹھا سکوں اور کسی مرہ پر یہی الزام عائد نہیں کر سکوں۔ وہ چار کش لگانے کے بعد دماغ میں یہ بات آئی کہ گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھے بیٹھے میں کسی پر یہ الزام عائد نہیں کر سکوں گا۔ مجھے کسی سے

رابطہ قائم کرنا ہو گا اور کوئی ایسا آدمی تلاش کرنا ہو گا جس کو میں اپنی ٹیلی فونی کا نشانہ بنا سکوں۔

دماغ میں یہ بات بھی آئی کہ کسی شخص کو بے قصور نہیں چھوڑنا چاہیے۔ یہ خلاف انسانیت بات تھی لیکن میں نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ یہاں جتنے لوگ ہیں سب مجرم ہیں۔ یہ معصوم لوہیوں کو تجارت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں کسی کو یہاں آنے والی نوجوان اور حسین لوہیوں سے ہمدردی نہیں ہے۔ یہ سب دولت کے غلام ہیں اور دولت کی خاطر

ہاں اس جزیرے میں مجرمانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ میں کسی شخص کو بھی شریک گردوں گا۔ وہ واقعی اس سزا کا مستحق ہو گا کہ اس پر قتل کا الزام عائد کرے اپنے انجام کو پہنچا دیا جائے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے ناصر پاشا کے دماغ میں

جھانک کر دیکھا تو اس کی سوچ نے بتایا کہ جزیرے میں اندر خصوصاً لوہیوں کے ہوش میں تلاشی کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ اس لیے کہ قریب بہ دستور نافذ ہے کوئی اپنی رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلے گا۔

میں اٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ وہاں بھی مصروفیت کے دوران حساب کرتا رہا کہ میں جزیرے میں کتنے لوگوں سے مل چکا ہوں اور ان میں سے کتنے ایسے ہیں جن کے دماغوں تک گھر بیٹھے پہنچ سکتا ہوں۔ ان لوگوں میں ناصر پاشا کے علاوہ جزیرے میں اور لانج کا ایکسپیر مارک گرڈی شہمت بیگ اور ایسے ہی دو چار مسلح جوان تھے۔ ان کے علاوہ بورڈ کے دو ممبران تھے جو اپنے اپنے ملک کے ٹھیکیدار تھے ان میں سے بھی کئی ایسے تھے جن کے دماغوں تک میں پہنچ سکتا تھا۔

میں نے سوچا کہ لانج کے ایکسپیر مارک گرڈی کو اپنا آلہ کار بنایا جائے۔ اس جزیرے میں وہ میرا مخالف بھی

حقا لیکن ایک قیامت تھی اور وہ یہ کہ مارک گریڈی پر بہت سے عمارت کے ٹھیکیدار بھروسہ کرتے تھے۔ اسے قابل اعتماد سمجھتے تھے اور وہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ اس جزیرے میں صرف چار ہی لائسنس کیپر تھے۔ ہالڈ گریڈی کو کوئی شبہ کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس پر پوری طرح بھروسہ کرنے کے بعد اسے جزیرے میں رکھا گیا تھا۔

پھر بھی میں نے مارک گریڈی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے ملک کے ایک ٹھیکیدار کی رہائش گاہ میں اس کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا اور باتیں کر رہا تھا۔ ان کی باتیں ابھی تین قتل کے متعلق تھیں اور وہ اس موضوع پر بات کر رہے تھے کہ اب حفاظتی اقدامات کس طرح کیے گئے ہیں اور کتنا سخت پتہ لگا یا گیا ہے۔

رہائش گاہوں کے پیچھے جہاں لوگوں کا ہوش ہے وہاں مسلح گارڈز ڈیوٹی پر لگائے گئے ہیں۔ اب انھیں ہوش کھٹکے سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اگر کوئی لوگ دشمن ہوگی بھی تو وہ اُسے کسی کو قتل کرنے کیلئے نہیں آئے گی۔ وہ مطمئن تھے۔

ٹھیکیدار نے ایک پیگ نم کرنے کے بعد اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: میں ذرا کالج کے پیچھے دیکھ کر آتا ہوں کہ مسلح گارڈز صبح طور پر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں یا نہیں۔ انھیں وقتاً فوقتاً چیک کرنے رہنا چاہیے۔ ان کی ذرا سی غفلت ہماری زندگی کے لیے خطرات پیدا کر سکتی ہے۔

وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔ میں بھی اس کے دماغ میں بیچ کر اس کے ساتھ کالج کے پیچھے چلنے لگا۔ پیچھے ایک باغیچہ تھا۔ باغیچے کے پیچھے ایک اونچی دیوار تھی۔ دیوار کی دوسری طرف لوگوں کے ہوش بنے ہوئے تھے اور دیوار کے پاس دو مسلح گارڈز کھڑے پڑے تھے۔ ٹھیکیدار کو دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھ کر ٹھیکیدار سے نہیں دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا۔ پھر ان میں سے ایک سے سوال کیا: کیا دیوار کے اس طرف لوگوں اپنے ہوش بنے باہر نظر آ رہی ہیں؟

ایک گارڈ نے جواب دیا: کبھی کبھی کوئی لوگ ہوش سے باہر نکلتے ہیں لیکن پھر اندر چل جاتی ہے۔ انھیں زیادہ دُور جانے کی اجازت نہیں ہے اور یہ چاروں طرف چار دیواری ہے۔ اس چار دیواری کے باہر تو وہ جا ہی نہیں سکتیں۔ اندر بڑا سخت پتہ ہے۔

ٹھیکیدار مطمئن ہو کر پھر اپنے کالج میں واپس چلا گیا۔ اس

گارد کے دماغ میں بیچ کر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میں ان کی باتیں سن رہا اور ان دونوں کے دماغ میں بادی بادی پنچا رہا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ایک گارڈ کی زبان سے کہا: مجھے پیاس لگ رہی ہے تم میرا ڈیوٹی پر جتنا رہو میں اندر سے پانی پی کر بھی آتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھی کو تنہا چھوڑ کر کالج کے اندر آیا۔ پھر اس کمرے میں پنچا جہاں ٹھیکیدار اور مارک گریڈی بیٹھے تھے۔ سے شغل کر رہے تھے۔ دونوں نے ترانہ کر کے دیکھا اور ٹھیکیدار نے اس کا نام لے کر پوچھا: کیوں دلیفر کا نام دیتے ہیں؟ اس گارڈ کا نام دلیفر اور اس کے ساتھی کا نام دلیفر تھا۔ دونوں گارڈز کمرے دوست بھی تھے۔ دلیفر نے ٹھیکیدار سے کہا: بات یہ ہے جب تک کہ ہر انسان کی موت کا ایک وقت ہوتا ہے اور آج کا دن آپ کی موت کے لیے مقرر ہو چکا ہے اس لیے میں یہ دلیفر لے آیا ہوں۔

یہ کہتے ہی اس نے اپنے چوڑے ریلوڈ نکال لیا۔ مارک گریڈی ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دلیفر نے کہا: بڑا مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اپنی غیریت چاہتے ہو تو میں سے جھگڑا کرنا۔ یہ کہہ کر اس نے ریلوڈ کا رخ ٹھیکیدار کی طرف کیا۔ ٹھیکیدار کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا۔ وہ موت کے خوف سے تھر تھرا کر پانے لگا۔ اس نے کہا: یہ کیا حرکت ہے کیا کیا نے ہی وہ تینوں قتل کیے ہیں؟

دلیفر کے دماغ میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس لیے وہ بڑا مرضی کے مطابق بول رہا تھا۔ ہاں وہ تینوں قتل میں نے کیا ہیں اور جو تھا بھی میں ہی کر رہا ہوں۔

اس کی بات پوری ہوئے ہی مارک گریڈی نے اس کا ہچلا کر لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی گولی چل پڑی اور مارک گریڈی بیچ مار کر مرنے پر آمادہ ہو گیا۔ گولی اس کی جھانک پر لگی تھی۔ وہ مرنے پر آمادہ ہو کر دوسری طرف آگیا تھا۔ دلیفر نے چھپتول کا رخ ٹھیکیدار کی طرف کیا اور گولی چلا دی۔ بارگولیاں چلنے کی آواز جزیرے کے نشانے میں گونج اُٹھی تھی۔ باہر سے دلیفر کا دوست اور ساتھی گارڈ دلیفر بھاگتا ہوا آگیا تھا۔ اندر آئے ہی وہ ٹھیکیدار کو دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ ٹھیکیدار کی کلاش ایک طرف پڑی ہوئی تھی اور مارک گریڈی ایک پاؤں سے لنگھتا ہوا کمرے سے باہر بھاگ رہا تھا۔ دلیفر نے ریلوڈ نکالنے ہوئے دلیفر کو غائب کیا۔ یہ کیا حرکت ہے۔ یہ تم نے کیا کیا ہے؟

میں دلیفر کے دماغ کو چھوڑ کر دلیفر کے دماغ میں پسینہ لگایا۔ دلیفر جو تک کر اپنے اس پاس دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے سامنے پڑی ٹھیکیدار کی کلاش کو دیکھا تو اپنے دوست دلیفر سے پوچھا: یہ کیا ہو گیا ہے؟ کیا میں نے ہی اسے قتل کیا ہے؟

دلیفر نے کہا: ہاں تم نے ہی قتل کیا ہے۔ اب تم حراست میں لے لیے جاؤ گے۔ بہتر ہے کہ۔۔۔ یہاں سے جھاگ چلو۔

دلیفر نے کہا: دوست تم جھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ جزیرے میں میں نہیں گرفتار ہو کر ہی چلے جاؤ گے۔ میں دلیفر کے دماغ میں تھا اس لیے دلیفر نے اپنے دوست سے یہ سوال نہیں کیا کہ اس نے ٹھیکیدار کو کہاں قتل کر دیا اور مارک گریڈی کو زخمی کر کے کیوں بھاگ دیا۔ دلیفر نے کہا: ایک صورت ہے کہ ہم اس قتل کا الزام کسی دوسرے پر عائد کریں۔

دلیفر نے میری مرضی کے مطابق کہا: ہاں ہوتے ہوئے ایک تو تم نے قتل کر دیا دوسرے معنی شاہ مارک گریڈی کو کیاں سے بھاگ دیا۔ اب وہ باہر جا کر پلڈٹ سے دبا ہو گا کہ تم نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اب تم اس کا الزام کسی دوسرے پر عائد نہیں کر سکتے۔ بہتر ہے کہ پہلے مارک گریڈی کو کھانے لگایا جائے۔ آؤ، ہم اس کا تعاقب کر کے پہلے اس سے نمٹ لیں۔

وہ دونوں تعاقب کرنے کے لیے کمرے سے نکلے ہی چاہتے تھے کہ باہر ایک گاڑی کے اشارت ہو کر گے بڑھنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گئے کہ مارک گریڈی کا میں بیچ کر گزار ہو گیا ہے۔ ادب ان کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ پھر بھی وہ دونوں دوڑتے ہوئے کالج کے باہر برآمدے کی طرف آئے۔ گاڑی دوڑ کر گئی تھی۔ انھوں نے اس خیال سے کہ مارک گریڈی شریع کوئی کرنا یا کوئی گولی کا کار کے پتے کو برست کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن ان کا نشانہ غلط گیا۔

گولیوں کی آواز دُور دُور تک گونجی چلی گئی تھی۔ مٹ مارش گاہوں سے لگے باہر نکل آئے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ یہ آواز کیسی ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ اتنے میں دلیفر اور دلیفر دوڑتے ہوئے دوسرے ٹھیکیدار کے کالج میں پہنچ گئے۔ وہاں دوسرے مسلح گارڈ کھڑے ہوئے تھے۔ دلیفر کو پہلے ہی قاتل بن چکا تھا اور لوگھلا پڑا تھا۔ اس نے اپنے سامنے سجھے وہاں کھڑے ہوئے محافظوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ میں نے دلیفر کے دماغ میں بیچ کر اسے مجبور کیا کہ

وہ بھی فائرنگ کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ٹھیکیدار کے کالج میں بہرہ دینے والے دونوں محافظ ہلاک کر دیے گئے۔ اس کالج کے ٹھیکیدار نے یہ منظر دیکھا تو وہ اندر کی طرف بھاگنے لگا لیکن دلیفر نے اسے بھی گولی مار دی۔

اس وقت شام کا اندھیرا چھیل چکا تھا۔ دُور دُور تک بجلی کے جلب روشن تھے۔ اس روشنی میں دوسرے کالج کے لوگوں نے یہ تماشا دیکھا اور سمجھ لیا کہ محافظ دلیفر اور دلیفر کو گولہ ہلاک کرنے چھڑے ہیں۔ وہ پاؤں کی طرح گولیاں چلا رہے ہیں۔ ان پر جنون سوار ہے۔ یہ دیکھتے ہی سب اپنے اپنے کالج میں بند ہو گئے اور ان کی حفاظت کرنے والے گارڈز کالج کے سامنے محافظ بن کر دونوں کا مقابلہ کرنے کے لیے فٹ گئے۔

ذرا سی دیر میں فائرنگ شروع ہو گئی۔ میں چونک کر دلیفر کے دماغ میں تھا اس لیے یہ معلوم کر سکا کہ صرف محافظانے والے ہی فائرنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ دوسرے مسلح گارڈز بھی اندھیرے کا سہارا لے کر دُور دُور تک پھیلے ہوئے ان دونوں کو گھیرے میں لے رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب دلیفر کو گولی لگی تب یہ بات سمجھ میں آئی۔ وہ زمین پر گر کر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر دلیفر کے دماغ تک پہنچا جاتا تھا لیکن اسی وقت دلیفر کو بھی کہیں سے ایک گولی آکر گئی اور وہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ میں دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔

دو دنوں پر دُور تک ہو رہی تھی اور ناصر پاشا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: خالق کیا تم کو کسے میں موجود ہوا محفوظ ہو؟

میں نے جواب دیا: ہاں میں یہاں محفوظ ہوں اور باہر نکلنے کی طاقت نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں بھی یہی مشورہ ہے کہ باہر نہ نکلو۔ بلکہ فون کے ذریعے معلومات حاصل کرو کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

وہ میرے مرنے پر عمل کرنے کے لیے وہاں سے چلا گیا۔ دلیفر اور دلیفر کی جڑی ختم ہو چکی تھی۔ ان سے مجھے جو کام لینا تھا وہ لے چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جزیرے کے تمام لوگ یہ رائے قائم کرنے والے تھے کہ آج جو قتل ہوئے ہیں۔ ان سب کے قاتل ہی دلیفر اور دلیفر تھے۔ اور جو لوگ ہوش کی لوگوں پر شبہ کر رہے تھے۔ وہ غلطی پر تھے۔ قاتل گرفتار نہ ہو سکے لیکن ہلاک کر دیے گئے تھے۔

میں نے مارک گریڈی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو

وہ پولیس اسٹیشن پہنچ گیا تھا۔ وہاں اس کی زخمی ہانگ کی مرہم چٹی ہو چکی تھی اور اب وہ ٹیلیفون پر چیئر مین سے کہہ رہا تھا کہ ریفار اور ویفر کو کسی طرح زندہ حراست میں لیا جائے اور ان سے معلوم کیا جائے کہ وہ اس جزیرے میں دوسروں کو کیوں قتل کرتے پھر رہے ہیں مائن کا مقصد کیا ہے؟

چیئر مین نے جواب دیا: وہ دونوں ہلاک کر دیے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھیں واقعی زندہ گرفتار کرنا چاہیے تھا تاکہ ان کے مقاصد کا پتہ چلنا لیکن وہ دونوں اس قدر خون خرابہ پر آمرا آئے تھے کہ اگر انھیں ہلاک نہ کیا جاتا تو وہ باقاعدہ مقابلہ کرتے ہوئے پتہ نہیں اور کتنے ٹھیکیداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ اب تک دو ٹھیکیدار اور کئی مسلح گارڈز مارے جا چکے ہیں۔ تیسرا ٹھیکیدار جنرل سیکرٹری تھا جو دن کے وقت مارا گیا تھا۔ اس طرح ہمارے بارہ ٹھیکیداروں میں سے کم از کم ہر گئے اور اب صرف نو رہ گئے ہیں۔

واقعی ایک ہی دن میں کئی آدمی مارے گئے تھے۔ کوئی ایسی صورت حال کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کسی کی سازش بھی خلاف توقع تھی اور ان کا دھیان کبھی اس طرف نہیں گیا تھا کہ ان کے مسلح محافظوں میں سے ریفار اور ویفر قاتل ثابت ہوں گے۔ میں نے نامر بلاشکے داغ سے معلوم کیا کہ کتنے افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور اس جزیرے میں اب کتنے مرد باقی رہ گئے ہیں۔

نامر بلاشکے سوچ نے حساب لگا کر بتایا کہ بارہ ٹھیکیدار تھے اور بارہ ان ٹھیکیداروں کے نائب تھے۔ اس کے علاوہ دو سو مسلح محافظ تھے۔ جن میں پولیس وغیرہ جزیرے میں تھے انھیں اس کے بعد جو کچھ میں اور ہونے والا ہو گا وہ جزیرے میں تھے انھیں سنبھالنے والے اور جو کچھ اور ٹھیکیدار مل رہی تھیں انھیں چلانے والے اور کالج وغیرہ تعمیر کرنے والے ان سب کی تعداد کل ایک سو تھی۔ لہذا حساب لگا گیا کہ اس جزیرے میں ساڑھے تین سو مرد ہیں۔ باقی یا تو عورتیں ہوتی ہیں یا وہ مجبور لوگ ہیں جو ہرٹل میں رہتی ہیں جن کی تعداد دو چار سو سے لے کر دو سو تک ہوتی ہے۔ ان مردوں میں سے آج میں ٹھیکیدار مارے گئے تھے اور تقریباً سو مسلح محافظ ہلاک ہو گئے تھے جن میں ریفار اور ویفر بھی شامل تھے۔

تھوڑی دیر بعد نامر بلاشکے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے کہا: چیئر مین کے کالج میں بورڈ کے ممبران کا ایک تعزیتی اجلاس ہو رہا ہے۔ جس میں مردے والوں کو خراج تحسین ادا کیا جائے گا۔ کیا تم میرے ساتھ

چلا پلندہ کرو گے؟

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: میرا دل جانا ضروری نہیں ہے اور تعزیتی جلسے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم واپس آکر مجھے بتا دینا کہ وہاں کیا باتیں ہوتی تھیں۔ میں ذرا آرام کرنا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا: بے شک میں تمھارے آسام میں مل نہیں ڈالوں گا۔ میں صرف اس لیے تمھیں ساتھ چلنے کے لیے کہہ رہا ہوں کہ میرے دل میں ڈر بیٹھ گیا ہے کہیں اور کوئی قاتل چھپا ہوا نہ ہو۔ تم مجھے حوصلہ دے گا۔ حالانکہ دونوں قاتل ہلاک کر دیے گئے ہیں۔

میں نے کہا: سب وہ دونوں ہلاک کر دیے گئے ہیں تو پھر ڈر کس بات کا ہے۔ تم جائز میں یقین سے کہتا ہوں کہ اب یہاں کسی قسم کا غلط نہیں رہا ہے اور چیئر مین کا کالج انھیں سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ تم کو تو میں تعجب آؤں گا کہ وہاں ایک ہلاک ہوا ہے۔

اس نے کہا: نہیں اب میں ایسا ہی ڈر لو کہ نہیں ہوں کہ تعجب اس کی وجہ سے ہے کہ آفرم کے خلاف کیوں ہو گئے تھے؟

میں نے کہا: شاید وہ یہاں ہونے والے کاروبار کے برعکس ہیں۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ جاؤں گا۔

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اس کے خلاف ہو گئے تھے اور اس اچھڑاؤ سے کہہ کر ہنسنا آہستہ آہستہ بعد ایک سگریٹ لٹکا کر دھام سے اس کے کش لگاتے ہوئے میاں کے لوگوں کو غم کر دینا چاہتے تھے۔

ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں چیئر مین کے نائب ہم جا پہنچا۔ اس کے کالج میں دو سو ممبران یعنی دو چار جزیرے میں لائے اور انھیں دفتر دار یا سونپتے ہیں۔ ان ہلاک کے ٹھیکیدار آ رہے تھے اور مردے والوں کے متعلق دونوں مسلح محافظوں کو بھی بہت اچھی طرح جاننے اور پرکھنے افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ نامر بلاشکے جلد ہی وہاں کے بعد اس ڈیوٹی پر لگایا گیا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ اچانک پہنچ گیا۔

پھر میننگ میں یہ بحث شروع ہو گئی کہ قاتل وہی تھے یا کسی تیسرے کی توقع تھی کی جاسکتی ہے؟ اس بحث میں نے ہکا بکا دیا جو اور وہ یہاں رہنے والوں کے دشمن۔ ان کے دوران اس بات پر بھی اعتراض کیا گیا کہ قانون کو ہلاک کیوں کیا گیا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ مجبوری تھی۔ اگر انھیں زندہ رہا تو وہ اندھا دھند فائرنگ کرتے پھرتے نہ جانے کتنے لوگ انھیں کس نے ہکا بکا دیا تھا۔ یہاں سب ہمارے جوڑے کے کو ہلاک کر دیتے۔ چیئر مین نے کہا: آپ لوگوں کی سزا آؤں میں جو کسی پر شہر بھی نہیں کر سکتے۔

کے لیے ان دونوں کو مجبوراً ہلاک کرنا پڑا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ جو قاتل تھے وہ انجام کو پہنچ گئے ہیں۔ اب یہ کچھ بے گناہوں کو ہلاک کرنے والا ہیں جو خود ہی مخالف ہو کر ایسی حرکت کر بیٹھے اور اپنے عبرت ناک نقصان پہنچائے گا۔

اس میننگ میں ایک گھنٹہ تک بحث ہوتی رہی۔ آخر میں سب اس نتیجے پر پہنچے کہ اب کوئی قاتل باقی نہیں رہا۔

اور کوئی خدشہ ہے لہذا اب کر فیو ہٹا دیا جائے اور پہلے کی طرح جزیرے میں اور رفت شروع ہو جائے۔ اس فیصلے کے مطابق فوراً ہی چیئر مین نے ٹیلیفون کے ذریعے پولیس آفیسر کو اطلاع دی کہ کر فیو ہٹا دیا جائے اور لوگوں کو اطلاع پہنچا دی جائے کہ غلطی ہو گئی ہے اور اب وہ آزادی سے گھوم چھوڑے ہیں۔ لوگوں کے ہرٹل سے بھی پروا اٹھا دیا جائے۔ ساڑھے آٹھ بجے نامر بلاشکے میرے پاس آکر کہا: آؤ باہر چلیں مجھے جھوک لگ رہی ہے۔ اب کر فیو ہٹا دیا گیا ہے۔ لوگوں کے ہرٹل سے بھی پروا اٹھا لیا گیا ہے۔ اب لوگوں کی اپنی مدد میں آزاد ہیں۔

میں تیار ہی بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ فوراً باہر آ گیا۔ تو پھر ڈر کس بات کا ہے۔ ہم جائز میں یقین سے کہتا ہوں کہ اب یہاں کسی قسم کا غلط نہیں رہا ہے اور چیئر مین کا کالج انھیں سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ تم کو تو میں تعجب آؤں گا کہ وہاں ایک ہلاک ہوا ہے۔

اس نے کہا: نہیں اب میں ایسا ہی ڈر لو کہ نہیں ہوں کہ تعجب اس کی وجہ سے ہے کہ آفرم کے خلاف کیوں ہو گئے تھے؟

میں نے کہا: شاید وہ یہاں ہونے والے کاروبار کے برعکس ہیں۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ جاؤں گا۔

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اس کے خلاف ہو گئے تھے اور اس اچھڑاؤ سے کہہ کر ہنسنا آہستہ آہستہ بعد ایک سگریٹ لٹکا کر دھام سے اس کے کش لگاتے ہوئے میاں کے لوگوں کو غم کر دینا چاہتے تھے۔

ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں چیئر مین کے نائب ہم جا پہنچا۔ اس کے کالج میں دو سو ممبران یعنی دو چار جزیرے میں لائے اور انھیں دفتر دار یا سونپتے ہیں۔ ان ہلاک کے ٹھیکیدار آ رہے تھے اور مردے والوں کے متعلق دونوں مسلح محافظوں کو بھی بہت اچھی طرح جاننے اور پرکھنے افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ نامر بلاشکے جلد ہی وہاں کے بعد اس ڈیوٹی پر لگایا گیا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ اچانک پہنچ گیا۔

پھر میننگ میں یہ بحث شروع ہو گئی کہ قاتل وہی تھے یا کسی تیسرے کی توقع تھی کی جاسکتی ہے؟ اس بحث میں نے ہکا بکا دیا جو اور وہ یہاں رہنے والوں کے دشمن۔ ان کے دوران اس بات پر بھی اعتراض کیا گیا کہ قانون کو ہلاک کیوں کیا گیا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ مجبوری تھی۔ اگر انھیں زندہ رہا تو وہ اندھا دھند فائرنگ کرتے پھرتے نہ جانے کتنے لوگ انھیں کس نے ہکا بکا دیا تھا۔ یہاں سب ہمارے جوڑے کے کو ہلاک کر دیتے۔ چیئر مین نے کہا: آپ لوگوں کی سزا آؤں میں جو کسی پر شہر بھی نہیں کر سکتے۔

کے لیے ان دونوں کو مجبوراً ہلاک کرنا پڑا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ جو قاتل تھے وہ انجام کو پہنچ گئے ہیں۔ اب یہ کچھ بے گناہوں کو ہلاک کرنے والا ہیں جو خود ہی مخالف ہو کر ایسی حرکت کر بیٹھے اور اپنے عبرت ناک نقصان پہنچائے گا۔

اس میننگ میں ایک گھنٹہ تک بحث ہوتی رہی۔ آخر میں سب اس نتیجے پر پہنچے کہ اب کوئی قاتل باقی نہیں رہا۔

ناصر پاشا نے کہا: لیکن آپ کو خاص حالات ہیں خصوصاً

وقت ہمک میں کسی کے ساتھ اپنا وقت

ایسے تھے جن کے دماغوں تک میں آسانی سے پہنچ سکتا تھا۔

طرف ہٹل کی دیواروں پر چھڑک دو۔“

ہوٹل والے پر دہشت طاری ہو گئی۔ وہ کچھ کھانا چاہتا تھا لیکن گارڈ نے سختی سے کہا: میں کوئی جواس نہیں سنوں گا۔ اگر تم نے دیر کی تو میں گولی چلا دوں گا۔ میں تین تک گن رہا ہوں۔ ایک... دو... دو...۔

میں نے سنے سے پہلے ہی ہوٹل والا تیز تیز قدم اٹھانا ہوا کچن کی طرف چلنے لگا۔ گارڈ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ہوٹل والے نے اس کے حکم پر مچی کے تیل کا کٹنر اٹھایا اور کٹری کی دیواروں پر تیل چھڑکنے لگا۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ وہاں زیادہ تر مکانات ہوٹل اور دکانیں کٹری کے بنے ہوئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں تیل چاروں طرف چھڑک دیا گیا۔ ہوٹل والے نے ہلٹے ڈبے پوچھا: تم... تم یہاں کے محافظ ہو پھر ایسی حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟ گارڈ نے کہا: میں یہاں آگ لگانا چاہتا ہوں اور سارے جزیرے کو یہ دیکھا دینا چاہتا ہوں کہ منگوائے کیسے جہم لیتے ہیں اور یہاں کے جاسوس کچھ جیسے شخص تک پہنچنے میں کس طرح ناکام رہتے ہیں، جلد! اب ماہوس کی نیلی جلا کر ان دیواروں کی طرف بھیجیو۔

وہ خوف سے لرز کر دلا: فن... نہیں اس طرح تو تم بھی اس ہوٹل کے اندر ہی چل کر رہا نہیں گے۔

نہیں جیسے ہی آگ لگے گی میں تمہیں اجازت دے دوں گا کہ تم دروازہ کھول کر باہر بھاگ جاؤ۔ جلد سے حکم کی تعمیل کرو۔ ویر کر دیتے۔

اس نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور باہر کی تیلی جلا کر دیا۔

کی طرف اچھا دی تیلی گرنے ہی فوراً آگ بجھ گئی اور وہ آگ تمام بجھ چلی گئی۔ ہوٹل والا جھاک کر دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا اسی وقت گارڈ نے اسے گولی مار دی۔ وہ بھاگتے بھاگتے لوٹ کر گرا۔ چھڑ زین سے آٹھ دسکا۔ اس کے بعد اب وہ گارڈ ہی رہ گیا تھا۔ میں اسے بھی اس ہوٹل سے باہر جانے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اس کے ہاتھ سے ریلاؤ کی نال کو اس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔ دوسرے ہی لمبے گولی چلی اور میں اس کے دماغ سے نکل کر واپس اپنی خراب گاہ میں حاضر ہو گیا۔

وہ دھماکا منٹ کے بعد ہی باہر شور مچا دیا آگ لگ گئی ہے اور ایک ہوٹل سے شعلے بلند ہو رہے ہیں پھر چند منٹ کے بعد یہ خبر عام ہوئی کہ ہوٹل میں دو بار گولیاں چلنے کی آواز بھی مانی دی گئی۔ اب فائر بریگیڈ کا عمل آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ پورے جزیرے میں شلیفون

کھڑکھڑائے جا رہے تھے۔ یہاں سے وہاں تک اطلاع دینا پتہ پانی جا رہی تھیں۔ رپورٹیں دی جا رہی تھیں۔ ہر ٹھیکیدار ایک دوسرے سے فون پر مصورت حال کے ہر گفتگو کر رہے تھے اور بھی جیلان و پریشان تھے کہ آج اس جزیرے میں بیکار ہو رہے ہیں۔

میں نے پھر خیال غرائی کی پر ملاز شروع کی۔ اس میں ایک ٹھیکیدار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ شلیفون، باتیں کرنے کے بعد ریپورڈ رکھ رہا تھا۔ میں نے اس سوچ میں کہا یہ مسلح گارڈ ہماری حفاظت کئے ہیں؟ ہو رہے ہیں۔ لہذا میں خود اپنے پاس ریلاؤ وغیرہ رکھا چاہیے تاکہ خطے کے وقت دشمن سے مقابلہ کیا جا سکے میری اس سوچ کے ذریعے وہ قاتل ہو گیا اور ہمارے الماری کے قریب جا کر تسک کھولا اور اس کی دروازے سے ایک ریلاؤ نکال لیا۔

اچانک میں نے سوچا کہ اس ٹھیکیدار کو اپنا ریلاؤ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ قتل کا کیس بنانے کے لیے دوسری تدبیر عمل کرنا چاہیے۔ لہذا میں جھراس کے در پر قابض ہو گیا۔ اس نے ریلاؤ واپس دروازے میں رکھ کر کو بند کیا اور واپس آ گیا۔ اب وہ میری مرضی کے مطابق کے پچھلے حصے کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں دوسرے گارڈ فے رہے تھے۔ ان سب کو اب تک پتہ نہیں تھا کہ ہوٹل کی طرف سے خطرہ تھا اس لیے مسلح گارڈ پچھلے کی طرف ہی زیادہ پردہ دیکھنے تھے۔ کبھی بھی کاغذ سامنے چلے آتے تھے۔

وہ کاغذ کے پیچھے برآمدے میں پہنچ گیا۔ پھر ایک مسلح گارڈ کو ٹوک کر کہا: ذرا تم اپنا ریلاؤ مجھے دکھاؤ گاؤں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور ہوسٹس ریلاؤ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ ٹھیکیدار نے دیا ہاتھ میں لینے کے بعد اس سے کہا: اب تم جاؤ اور ملہ ساتھی کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔

اس نے تعجب سے ٹھیکیدار کی طرف دیکھی لیکن کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ تمام ٹھیکیدار وہاں تک کھلائے تھے اور ہر ایک کو ان کے حکم کی تعمیل کرنا پڑا۔ گارڈ اپنا ریلاؤ دھینے کے بعد اپنے ساتھی کے پاس جا ہو گیا۔ تب ٹھیکیدار نے کہا: اب ہم ایک کھیل کھیل رہے ہیں اس لیے یہ ثابت ہو کر یہاں کوئی قاتل آ رہا تھا اس نے پہلے ایک گارڈ کو ہلاک کیا اس کا گارڈ کوس

میرے ہاتھ میں ہے۔ پھر میں اس ریلاؤ سے اس گارڈ کو شہید کر دیا۔ اس کے پاس اپنا ریلاؤ موجود ہے لیکن اس طرح کھٹک اسی وقت وہ گارڈ بھی اپنے ریلاؤ سے میرا نشانہ بن گیا اور مجھے ہلاک کرنے کا اس طرح دو گارڈ کے ہاتھوں سے جہنم آدی میں نے اسے اور اس طرح میں گے کہ ہماری موت پکسی قاتل کا شہر ہو گا۔

یہ کہہ کر ٹھیکیدار نے اس گارڈ پر گولی چلا دی جس کا ریلاؤ اس نے لیا تھا۔ نسا گارڈ گولی لگا کر گر پڑا۔ دوسرے مسلح گارڈ نے فوراً ہی اپنا ریلاؤ نکال کر دھمکی دیتے ہوئے کہا: یہاں تک کہ تم حرکت نہ کرو گے؟ آپ نے میرے ساتھی کو قتل کیا ہے؟

ٹھیکیدار نے کہا: میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہم موت کا کھیل کھیل گئے۔ اب اگر تم اپنی زندگی چاہتے تو فوراً مجھے گولی مار دو ورنہ میں تمہیں تنگ کر رہا ہوں۔

چند لمحوں کے لیے وہ ہچکچاہا۔ پھر اس نے کہا: دیکھیے آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں جسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔ آپ ایک ہوش مند انسان ہیں اور ہم آپ کے حکم پر عمل کرنے والے ہندے ہیں۔ خواہ مخواہ آپ ایسی حرکت نہ کریں اور ریلاؤ اور چٹیک دیں۔

ٹھیکیدار نے کہا: میں تین تک گنتا ہوں۔ پتھم... مجھے گولی مارا جائے ورنہ میں تمہیں شہید کر دوں گا۔ ایک... دو... اس کے تین گنتے سے پہلے ہی گارڈ نے اپنے محفوظ اور سلامتی کے لیے گولی چلا دی گولی ٹھیکیدار کو لگی۔ اسی وقت ٹھیکیدار کے ریلاؤ سے بھی فائر ہوا اور گارڈ بھی لوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ میں ٹھیکیدار کے دماغ سے واپس آ گیا۔ کیونکہ جہاں کچھ دیر پہلے میں تھا وہاں اب تین لاشیں تھیں کسی کا دماغ اس قاتل نہیں تھا کہ میں وہاں اپنے لیے جگہ بنا سکتا۔

جو کچھ ٹھیکیداروں کے کاغذ ایک دوسرے سے زیادہ دور نہیں تھے اس لیے تین بار گولیاں چلنے کی آواز تمام ٹھیکیداروں تک پہنچی اور ایک بار پھر پھیل چکی گئی۔ ابھی ہوٹل سے نکلنے والے شعلے بجھنے لگے تھے کہ دوسرا فائرنگ کی آواز سننے جاؤ کہ نا بنگار اور نیا نکل کر دھڑکتے ہوئے۔

اب کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ کوئی اپنے کاغذ سے نکل کر کسی کی خیریت دریافت کرنا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مسلح گارڈ نے آکر دوسرے کاغذ کے ٹھیکیدار کو اطلاع دی کہ تین ٹھیکیداروں کی موت کے بعد اب جو تھے ٹھیکیدار کی لاشیں بھی اس کے کاغذ کے پچھلے حصے میں پڑی ہوئی ہے اور اس

کے دونوں مسلح گارڈ بھی مردہ پائے گئے ہیں۔ یہ خبر ملنے ہی شلیفون کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ سب کو اطلاع دی جانے لگی کہ ایک بار پھر قاتل حرکت میں آ گیا ہے اور ٹھیکیدار فائر جا رہی مارا گیا ہے۔ چونکہ خطرہ بڑھتا جا رہا ہے اس لیے تمام ٹھیکیداروں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے کاغذ کی کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے اچھی طرح بند کر لیں اور صبح تک باہر نہ نکلیں خواہ کوئی بھی ان کے دروازے پر دستک دینے آئے۔

ناشر پاشا نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ وہ بہت پریشان اور گھبراہٹا ہوا سا نظر آ رہا تھا۔ اس نے میری خراب گاہ میں داخل ہوئے ہوئے کہا: طارق پتہ نہیں اس جزیرے میں آج کیا ہو رہا ہے ابھی ابھی جو تھا ٹھیکیدار بھی مارا گیا ہے اور تعجب کی بات ہے کہ قاتل کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔

میں نے کہا: قاتل کا پتہ چلنا بہت مشکل ہے۔ وہ بہت چالاک معلم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے سنا تھا کہ کسی ہوٹل میں آگ لگ گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل نے پہلے اس ہوٹل میں آگ لگائی۔ لوگوں کی توجہ اُدھر کی ادھر کر چوتھے ٹھیکیدار کو قتل کر دیا اور تم لوگوں کے وہ جاسوس بیوقوف بن کر رہ گئے۔

تم درست کہتے ہو قاتل بڑی چالاک ہے چاہے میں چل رہا ہے اور ایک ایک کچن چن کر قتل کر رہا ہے۔ سبھ میں نہیں آتا کہ آفرود چاہتا کیا ہے۔ اتنا تو پتہ چل گیا کہ وہ ٹھیکیداروں کا دشمن ہے اور ہمیں قتل کرنے کے لیے اسے مجبوراً مسلح گارڈ وغیرہ کو بھی قتل کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر راستہ صاف ہو تو وہ صرف ہمیں مارنے پر تیار تھا کہ اس کا اور اپنا نام معلوم مقصد پورا کرے گا۔

میں نے زریب مسکرا کر پوچھا: کیا تم ابھی شراب سے دل ہل رہے تھے؟

وہ مزید پریشان ہو کر دلائے صنعت ہے شراب پر۔ میرا نشہ برن ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی ہی فکر ہے۔ جب وہ قاتل تمام ٹھیکیداروں کا دشمن ہے تو پھر میرا بھی دشمن ہو گا۔ وہ مجھے بھی نشانہ بنائے گا۔ پتہ نہیں وہ کب اور اس وقت یہاں آجائے۔

میں نے اسے تسلی دی: گھبراؤ نہیں۔ کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند کر لو۔ کوئی آئے گا تو پہلے میں اس سے بات کروں گا۔ تم آگے نہ بڑھنا میں خود ہی اس سے نمٹ

تھی کہ کسی طرح اس قاتل سے شناسائی پیدا ہو جائے لیکن میں ناصر پاشا کے کالج سے دور نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ میں یہاں جا بیٹھا تھا اور جب یہاں کے قابل اعتماد لوگ شک و شبہ سے محفوظ نہیں رہتے تھے تو پھر پر شبہ کیا جانا کوئی غیر معمولی بات نہ ہوتی اور ایک مخالف بیان ایسے بہت ہلکے تھے جو پھر ہر ایک انگلے سے باز نہ آتے۔ یہی سوچ کر میں نے صبر کر لیا۔

گیارہ بجے تک ایک پر قابو پایا گیا۔ لوگوں کے جوہر بوسٹل تھے وہ کالج کی صورت میں ایک ایک تھے ہر کالج میں پانچ چکرے ہو کر گئے تھے۔ ہر کمرے میں ایک نوکری رہتی تھی۔ پتہ چلا کہ سات کاجوں میں آگ لگی تھی جو بجھا دی گئی۔ لب ان لوگوں کی رہائش کا مسئلہ تھا جو ان سات کاجوں میں رہتی تھیں۔ ان کے لیے تربیت کاہنوں میں رات گزارنے کا بندوبست کیا گیا۔ ان لوگوں کو سمجھانے بھانے اور قابو میں رکھنے کی کوشش میں آدھی رات گزر گئی۔

میں نے دروازے پر دھک بٹے کہ ناصر پاشا کو آواز دی تھوڑی دیر بعد اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے اندھا کرد دروازہ بند کر دیا۔ ناصر پاشا نے بتایا کہ وہ ابھی ٹیلیفون پر چیرہ میں سے بات کر رہا تھا۔ بڑی پریشان کن خبر ہے۔ جسے ہوش میں آگ لگی ہے اس وقت سے اب تک اس جنگل کے دوران دو قتل اور ہونچے ہیں۔

میں نے تعجب سے پوچھا "دو قتل؟"

تعبیب اس بات کا تھا کہ میں صرف ایک پولیس آفیسر کے قتل کے متعلق معلوم کر سکا تھا اور وہ بھی ٹیلی فونی کے ذریعے بچے پتہ چلا تھا۔ ورنہ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے ہلاک کرتے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اسے اس کا ذکر ناصر پاشا کے سامنے نہیں کیا کہ میں کسی ایک قتل کے متعلق جانتا ہوں۔ اس نے کہا۔ "ہاں پتلا قتل ایک پولیس آفیسر کا ہوا ہے اور وہ قتل ایک ٹھیکیدار کا ہوا ہے۔ مجھ میں نہیں آتا کہ قاتل کتنا جالاک کتنا چھپنچھا ہے کہ درازے ہنگاموں کا باندھ کر کے اپنا کام کر گزرتا ہے اور ہم اسے اس ہنگام پکڑنے میں ناکام رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ تو معلوم ہوا ہو گا کہ دونوں قتل کیسے ہوئے؟"

اس نے اشارت میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں میں ٹیلیفون پر یہ بھی معلومات حاصل کر رہا تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ پولیس آفیسر کو زہر پل سوئی سے ہلاک کیا گیا ہے۔ وہاں بہت سی لوگوں کی بھیڑ تھی۔ جہاں وہ پولیس آفیسر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان کر رہا تھا اور لوگوں کو سمجھا رہا تھا کہ انھیں خوف زدہ نہیں ہونا

چاہیے۔ ان کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ اس بھیڑ میں کبھی نہ زہر پل سوئی اس کی طرف بچھوٹی تھی جو نشانے پر بھیجی۔ کیا کسی نے سوئی چھونچنے والے کو نہیں دیکھا؟"

"رات کا وقت ہے۔ کبیں آجیالا ہے۔ کبیں اندھا ہے۔ جہاں جہاں شعلوں کی روشنی پہنچتی ہے وہاں کچھ نظر آتا ہے ورنہ قاتل نے تاریکی سے فائدہ اٹھا لیا ہے۔"

میں نے پھر پوچھا۔ "تم نے کہا ہے کہ پولیس آفیسر اس پاس لوگوں کی بھیڑ تھی اور وہ لاؤڈ اسپیکر پر بول رہا تھا۔ کیا وہاں صرف لوگ تھے۔ مرد نہیں تھے؟"

"یقیناً مرد بھی ہوں گے اور خصوصاً مسلح ہاڈی گارڈ تو ہوں۔ مزید موجود ہوں گے۔ اس لیے یہ یقین سے نہیں کہا سکتا کہ لوگوں کی طرف سے سوئی چھوٹی تھی یا مردوں کی طرف سے؟"

"کوئی لوگ اتنی تیز اور طرار نہیں ہو سکتی کہ وہ سوئی چھوٹ کا طریقہ بھی جانتی ہو اور اس بھیڑ میں بڑی جالاک اور بھڑا سے اپنا کام کر جاتی ہو۔ یہ کسی مرد کا ہی کام معلوم ہوتا ہے۔ ناصر پاشا نے تاہم میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں کوئی لوگ ہونے کے سات کاجوں میں ایک وقت آگ نہیں لگا سکتی؟"

"یہ کہ لوگوں پر سماعت پر وہ خدا۔ ان کی کوئی بخوانی کی جا رہی تھی۔ ہرگز میں آگ لگانے سے پہلے جو قتل ہوئے ان میں سے کسی کوئی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک یا ایک سے زیادہ ہیں جو چھپ چھپ کر قتل کر رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ وہاں قتل کیسے ہوا؟ وہ ٹھیکیدار کیسے مارا گیا۔ جبکہ ساتھ ٹھیکیدار اپنے اپنے کاجوں میں اندر سے بند ہو کر بیٹھے ہوئے تھے؟"

"لے شک سب نے اپنے اپنے کالج کے دروازوں کو اندر سے بند کر لیا تھا لیکن میں ٹھیکیدار لیے ہیں جنھوں نے اندر کی آوازیں سن کر ان کو اندر سے پھیلنے یا ان کے کام کرنے کے لیے ان کی درخواست پر دروازے کھول دیے تھے۔ وہ ٹھیکیدار ہلاک ہوا ہے اس کے لیے بھی یہی سوچا جا سکتا ہے کہ اس نے کسی کے لیے دروازہ کھولا ہو گا تو لوگ کے بجائے قاتل سامنا ہو گیا ہو گا۔"

"اس کا قتل کیسے ہوا؟"

"اس ٹھیکیدار کے سینے میں دل کی جگہ ایک تختی چبڑ ہے۔ یہ تختی لوگوں کے ہوش میں پانی جا سکتی ہے کیونکہ لوگ اسے پھونکے یا کام بھی کرتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ قاتل ہوش میں آگ لگانے کے دوران

وہاں سے وہ تختی اٹھا لایا ہو گا۔ اس کا پہلے سے یا راہ ہو گا کہ کسی سے رو بہ رخا ہو تو وہ چاقو کی جگہ تختی کو استعمال کرے اور اس نے اسے استعمال کر لیا۔"

ناصر پاشا نے کہا۔ "ہاں ہم اس پہلو سے بھی سوچ رہے تھے کہ قاتل نے اس ٹھیکیدار کو زہر پل سوئی سے ہلاک کیوں نہیں کیا۔ چیرہ بات سمجھ میں آگئی کہ زہر پل سوئی کو اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب دو سے زیادہ لوگ موجود ہوں۔ وہ رو بہ رخا کرنا ہو تو چاقو یا اسی قسم کے دور سے ہتھیار کام آتے ہیں۔ ہم باہر میں کرنے ہوئے ڈانگ دم میں آئے جہاں ٹیلیفون لگا ہوا تھا اور جہاں ناصر پاشا بیٹھا ہوا تھا۔ اب یہی وقت بھی اس نے اپنے لیے ایک پیگ بنایا۔ پھر اسے اٹھا کر منہ کے قریب لے جاتے ہوئے بولا۔ انھوں نے کہا ہے کہ ہمارے ہاتھ ٹھیکیدار ایک ہی دن میں ہاتھ لگے اور قاتل اب تک آزادی سے گھوم رہا ہے۔"

"تھانک یو وری مچ۔ گارڈ کیا کر رہے ہیں؟"

"وہ لوگ آج دن سے ہی فلسے پریشان ہیں اور کافی دیر بعد میں گئے ہوئے ہیں کہ کسی طرح قاتل پکڑا جائے۔ چارہاں جاسوس بھی چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ قاتل زیادہ دیر تک آزاد نہیں رہے گا۔ انشاء اللہ کل صبح تک گرفتار ہو جائے گا۔"

"میں نے دل ہی دل میں کہا۔ انشاء اللہ کبھی گرفتار نہیں ہو گا۔"

اس نے چند گھنٹہ چپنے کے بعد کہا۔ "پرسوں اس خبر پر میں فرانس کا ایک بہت بڑا لاڈ آئے والا ہے۔ وہ اب پتی مرلہ وار ہے۔ اسے اپنی سس بہت زیادہ پسند ہے۔ اس لیے پرسوں وہ یہاں آکر اپنی لوگوں کا انتخاب کرے گا اور ان کا مددگار معاوضہ سے کر انھیں یہاں سے لے جائے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا دنیا کے بڑے بڑے مرلہ دار اس خبر پر بھی خوش ہوئے ہیں؟"

"اس نے اکادمی میں مڑلاتے ہوئے کہا۔ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی میں آؤر دیہا جا تا ہے۔ ہم بڑے بڑے طلب گار مرلہ داروں کے پاس حسین لوگوں کی تصویریں بھیجتے ہیں۔ جب وہ پسند کر لیا جاتی ہیں تو ہم ان کے مزاج کے مطابق لوگوں کو تربیت دیتے ہیں۔ اس میں دس دن یا دو ماہ کا وقت لگ جاتا ہے کہ ان لوگوں کو سب کچھ سکھا پڑھا دیا جائے۔ اس کے بعد انھیں ہم ان مرلہ داروں کے پاس بھیجا جیتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ عیاش لوگ تفریح کی خاطر

اس پرزیر سے آتے ہیں۔ بلو فلوں کی شوگرنگ بھی دیکھتے ہیں اور یہاں سے لوگیاں پسند کر کے بھی لے جاتے ہیں۔ اس کی تامل کا ایک مرلہ دار نے والا ہے۔ اگر یہی ہو گا کہ فریڈی دیہا تو پتہ نہیں پرسوں ہم اس کے ساتھ کیسے ہونے بازی کر سکیں گے؟"

میں نے جاہی لیتے ہوئے کہا۔ "پرسوں بہت دور ہے۔ ابھی تو بچے پسند آ رہی ہے۔ تم شراب سے شغل کرنے رہو میں جا کر سودا ہوں۔"

"اس نے کہا۔ میں تمہیں نہیں رو کرں گا۔ کیونکہ صبح جلدی اٹھنا ہے۔ کل صبح پھر آئے تھے۔ پورڈ کی ٹینگ ہے۔ ہم یہاں سے ساڑھے سات بجے روانہ ہو جائیں گے۔"

میں اپنی خواب گاہ میں آکر دروازے کا دھڑ سے بند کرنے کے بعد بستر پر آرام سے لیٹ گیا۔ اب مجھے ذاتی طور پر اس نتیجے پر پہنچنا تھا کہ قاتل کون ہے اور وہ کیوں قتل کر رہا ہے؟ میں تنہا یہ بات جانتا تھا کہ اصل قاتل بہت کم کاڑلے انچھلے رہا ہے۔ زیادہ تر قتل میں نے کیے تھے اور مرگائے بھی میں نے ہی بڑپا کیے تھے۔ صرف ہوش میں آگ لگانے والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ سات کاجوں میں ایک وقت آگ کیسے لگ گئی۔ لیکن قاتل نے اسی وقت اپنا کام دکھا یا جب لوگیاں اپنے بوسٹل سے باہر نکلی تھیں اور انھیں کوئی کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ سب ادھر ادھر ہو جاتی تھیں پھر وہی قتل۔ ایسے ہی وقت کسی کو قتل کرنے کا موقع مل جاتا تھا اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ قاتل کوئی لوگ ہے اور اس نے ہوش میں اسی لیے آگ لگا دی تھی کہ تمام لوگیاں جاگتی ہوئی ہوش کے احاطے سے باہر نکلیں گی تو اسے بھی اس بھیڑ میں اپنا کام دکھانے کا موقع مل جائے گا۔

اس پرزیر سے آتے ہیں۔ بلو فلوں کی شوگرنگ بھی دیکھتے ہیں اور یہاں سے لوگیاں پسند کر کے بھی لے جاتے ہیں۔ اس کی تامل کا ایک مرلہ دار نے والا ہے۔ اگر یہی ہو گا کہ فریڈی دیہا تو پتہ نہیں پرسوں ہم اس کے ساتھ کیسے ہونے بازی کر سکیں گے؟"

میں نے جاہی لیتے ہوئے کہا۔ "پرسوں بہت دور ہے۔ ابھی تو بچے پسند آ رہی ہے۔ تم شراب سے شغل کرنے رہو میں جا کر سودا ہوں۔"

"اس نے کہا۔ میں تمہیں نہیں رو کرں گا۔ کیونکہ صبح جلدی اٹھنا ہے۔ کل صبح پھر آئے تھے۔ پورڈ کی ٹینگ ہے۔ ہم یہاں سے ساڑھے سات بجے روانہ ہو جائیں گے۔"

میں اپنی خواب گاہ میں آکر دروازے کا دھڑ سے بند کرنے کے بعد بستر پر آرام سے لیٹ گیا۔ اب مجھے ذاتی طور پر اس نتیجے پر پہنچنا تھا کہ قاتل کون ہے اور وہ کیوں قتل کر رہا ہے؟ میں تنہا یہ بات جانتا تھا کہ اصل قاتل بہت کم کاڑلے انچھلے رہا ہے۔ زیادہ تر قتل میں نے کیے تھے اور مرگائے بھی میں نے ہی بڑپا کیے تھے۔ صرف ہوش میں آگ لگانے والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ سات کاجوں میں ایک وقت آگ کیسے لگ گئی۔ لیکن قاتل نے اسی وقت اپنا کام دکھا یا جب لوگیاں اپنے بوسٹل سے باہر نکلی تھیں اور انھیں کوئی کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ سب ادھر ادھر ہو جاتی تھیں پھر وہی قتل۔ ایسے ہی وقت کسی کو قتل کرنے کا موقع مل جاتا تھا اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ قاتل کوئی لوگ ہے اور اس نے ہوش میں اسی لیے آگ لگا دی تھی کہ تمام لوگیاں جاگتی ہوئی ہوش کے احاطے سے باہر نکلیں گی تو اسے بھی اس بھیڑ میں اپنا کام دکھانے کا موقع مل جائے گا۔

اگر وہ کوئی لوگ تھی تو میں اس لوگ کیسے کسی دوسری لوگ کے ذریعے پہنچ سکتا تھا۔ مجھے وہ پاکستانی لوگ یاد آتی ہیں جن نے مجھے بے عزت کیا تھا۔ میں اس کے لب و لہجے کو یاد کرنے لگا۔ لوگوں کی بھیڑ میں رہنے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ میں ایک کے داغ سے دوسرے کے داغ تک پہنچتا رہوں اور اس اہم لوگ کو کمناش کرتا رہوں جس کی مجھے تلاش تھی۔

میں اس لوگ کے داغ میں پہنچ گیا اس کا نام نردیہ تھا۔ بڑی پرانا نام تھا۔ میرا بھی نام تھا۔ ہر حال مجھے اس کے نام سے کچھ نہیں ایسا تھا۔ اس سے اپنا کام نہ لانا تھا۔ میں اس کے داغ سے پہلے تو یہ معلوم کرتے لگا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

میں اس لوگ کے داغ میں پہنچ گیا اس کا نام نردیہ تھا۔ بڑی پرانا نام تھا۔ میرا بھی نام تھا۔ ہر حال مجھے اس کے نام سے کچھ نہیں ایسا تھا۔ اس سے اپنا کام نہ لانا تھا۔ میں اس کے داغ سے پہلے تو یہ معلوم کرتے لگا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

مرحبانہ ایک لڑکی کا ہم تھا اور وہ اُن لڑکیوں کی
بھیٹ میں رہتی تھی۔ وہ بھی پاکستان سے آئی تھی لیکن
نور جہاں کے خیال کے مطابق اور مشاہدے کے مطابق بہت

میں جلد از جلد مر جانے تک پہنچا چا ہوتا تھا۔ اس کے لیے میں نور جہاں کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے شرم و حیا سب کچھ مری مٹھی

وہیے میں ابھی کسی نیاں پر قائم تھا کہ فانی نے لڑکی ہے اور نور جہاں کی سوچ بچھنے کے بعد یہ خیال ہی مستحکم ہو گیا تھا کہ وہ قاتل مرعوبہ ہی ہو سکتی ہے۔ مگر نہ کہ مردانہ خصوصیات نور جہاں کی سوچ کے ذریعے ظاہر ہو رہی تھیں ان سے پتہ چلتا تھا کہ قاتل بہت سے آسے عورت بنایا ہے لیکن نور جہاں کے الفاظ سے راکم، مردانہ، صبر و استقامت کا پتہ ملتا تھا۔

برہاندار کی یہ خوب بکس ہوئی ہے کہ اس کی جان ہمیشہ سلامت رہے۔ انسان بھی اپنی جان کی سلامتی چاہتا ہے اور اس دنیا میں مہینے سے لمبی عمر گزارنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ وہ تمام ہیکسکیدا بھی ایک طویل زندگی عمر گزارنے کی مثال ہے اور موت کے خوف کو دل میں بٹھائے رات بوجھا منا ہے۔ جسے کئی آنکھوں سے دیکھا تو کوئی مٹی اور آنے والا برہاندار نہیں ایسا لگتا تھا جیسے آپرے آنے والے لمحات کے ساتھ قائل بھی ان کی شہہ رگ کے قریب چلا رہے۔ یہی وہ دفعی ہے کہ اس رات کسی کو فہم نہیں آتی مٹی ادا سب رنگ جاگ رہے تھے اور جاگتے جاگتے انھوں نے ہم

کردی تھی۔

میں سزا نہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے میں نے چھ روزہاں کو آکر کاربانا چاہا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ بیماری رات بھر کی تھی، بوقت سہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اسے فوراً ہی اٹھا کر مناسبت نہیں سمجھی۔ صبح ہو چکی تھی، اچھی آجھا اچھلنے والا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ بیدار ہو جاتی۔ پھر میں اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتا۔ یہ سوچ کر میں نے اسے سوتا ہوا چھوڑ دیا۔

میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹا رہا۔ پھر میں نے سوچا کہ ابھی اس جزیرے میں کوئی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلے گا اور تمام تحکیماؤں کی نینگ آٹھ بجے ہے یعنی ابھی تین گھنٹے باقی تھے۔ ابھی اتنا وقت تھا کہ میں سونیا کی نیند پر مطلع کر سکتا تھا۔ اس لیے میں بستر پر لیٹے بیٹھے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

اس وقت پیرس میں رات کا ایک بجنا تھا۔ سونیا ایک کارڈ راز کوئی بھوتی ایک کچرا گھر کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا ایک لونا اسے راستہ بتاتا ہوا کچرا گھر تک اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ میں نے سونیا کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ اس کا گھروہ سینڈل اُسے ملنے والا ہے۔ ایک ہونے نے اطلاع دی ہے کہ ایک بہت بڑے کچرا گھر میں بہت سے بچے پرانے سینڈل پرٹے ہوئے ہیں اور وہاں ہونے اور تعداد دشمن بھی ایک ایک سینڈل کو اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے ہیں اور اس کی کیلیں نکال کر ان پرانے سینڈلوں کو اوپر اوپر سے توڑ توڑ کر اور کسی طرح کھول کر اس کی اڑیوں میں اس وصیت نامے کو تلاش کر رہے ہیں۔

میں نے ایک بار نقشے میں سونیا سے کھتا تھا کہ اب کبھی اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ اس وقت میں یہ بات بھول گیا۔ اس لیے بے اختیار میں نے اسے مخاطب کیا: جان من کہاں جا رہی ہو؟

وہ چونک گئی۔ اسٹریٹ پر اس کا ہاتھ ڈرا سا ہکا۔ پھر اس نے جلدی سے اسٹریٹنگ کو نبھال لیا۔ اس کے بعد بولی: "ہائیں تم نے تو کہا تھا کہ مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرو گے۔ پھر کیسے چلے آئے؟ تم اتنے بے شرم کیوں ہو؟"

"جہاں وہ دریاں مشرق والی بات تو کوئی دہی نہیں۔ ہم پہلے کی بار بے شرم بن چکے ہیں۔ اس لیے مجھے اسے منہ سے بے شرمی کا طعنہ اچھا نہیں لگتا۔"

"تم مجھے چھر پریشان کرنے آگے ہو؟"

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

"ایسے معصوم بن کر نہ پوچھو۔ میں ابھی طرح بھکتی ہوں۔ چنتہ تم نے میرے دماغ میں سوپ چاپ کر سادی؟ معلوم نہ ہو کہ میں اسے اب مجھ سے جان بوجھ کر سوال کر رہی ہوں۔"

"کہ میں کہاں جا رہی ہوں؟"

"متم تو ہمیشہ مرچیں چاتی رہتی ہو کبھی تو پیار بھری باتیں کر لیا کرو؟"

"تم سے اور پیار بھری باتیں؟ خدا تم سے بچائے کہ میں اس وقت تم موجود ہو وہاں کوئی تمہیں نہیں مل رہی ہے جو مجھے یاد کیا جا رہا ہے۔"

"تم یقین کر دین اس وقت ایک ایسے جزیرے میں ہوں جہاں دنیا بھر کا منہ بے سس موجود ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک حسین دیکھنے میں آئے ہیں۔ لیکن میں نے یہی کسی سے دوستی کی ہے اور نہ آئندہ... کسی سے دوستی کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر ایسا ارادہ ہو تو اس شخص یا زکر کرتا۔"

"فرہاد تم اپنی مجھے دار باتوں سے مجھے جو قوت نہیں بن سکو گے۔ میں کوئی نادان لڑکی نہیں ہوں۔ تمہاری رگ رگ کر بھکتی ہوں۔ اب میری منزل قریب آنے والی ہے اس لیے میرا بیچا چھوڑو اور میرے دماغ سے نکل جاؤ۔"

دماغی اس کی منزل قریب آگئی تھی۔ ہوتا ہوا تھا کہ وہ سلسلے کچرا گھر کے پاس گاڑی رک دی جانے سونیا نے اس کی رہنمائی میں اس کچرا گھر کے پاس گاڑی کو لے جا کر روک دیا۔ وہاں اس کچرا گھر کے اندر اس کی روشنیوں نظر آ رہی تھیں اور کچھ لوگوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

سونیا نے گاڑی سے اتر کر کچرا گھر کے سامنے پہنچ کر دیکھی۔ اندر کچھ ہونے اور کچھ تدارکشن نظر آئے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں مارچ نظر آ رہی تھی اور ان کے علاوہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک ایک سینڈل کی کیلیں نکال نکال کر چھنے پرانے سینڈلوں کے تلوں اور اڑیوں میں وصیت نامے کا نصف حصہ تلاش کر رہے تھے۔ سونیا جراتی سے دیکھ رہی تھی کہ اس کے سوا ایک بچے پر شرمندہ نگاہ کچرا گھر میں بیٹھ کر بیٹھے پرانے سینڈلوں کی چیرھاڑ میں مصروف تھے اور انھیں کچرا گھر سے اٹھنے والی بدبو کا بھی احساس نہیں تھا۔

اب تک کسی کے کہنے کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کچرا گھر کے اندر جا کر دیکھا تو ایک گشتے میں دو آدمی کھڑے ہوئے تھے ان کے درمیان ایک بوڑھا تھا۔ وہ دونوں اس بوڑھے کو مارنے جا رہے تھے اور پوچھتے جا رہے تھے: "بتاؤ وہ سینڈل

لاں ہے جسے تم نے پچھلے دن برسیں روکے گا تھا تھا؟"

"وہ بوڑھا ادا رکھانے ہوئے کیلئے ہے کہ وہ رہا تھا اور ان سے کہہ رہا تھا کہ اسے کچھ یاد نہیں ہے کہ اس نے کل صبح رات سے کون سا سینڈل اٹھا یا تھا کیونکہ وہ صبح سے شام تک کچرا تھا۔"

"بلکہ اپنی ہڈ کے کوسے کو اپنی جھولی میں رکھتا ہوا لوی کھتا ہوا وہ اپنے اپنے کوسے کو اپنی جھولی میں رکھتا ہوا لوی کھتا ہوا چاہے اس لیے اسے یاد نہیں رہتا کہ اس نے کون سی چیز پس منکر سے اٹھائی تھی۔"

"وہ بوڑھا اپنی صفائی میں بہت کچھ کہہ رہا تھا لیکن وہ میں اس کی کسی بات کا یقین نہیں کر رہے تھے۔ سونیا نے اسے یاد کیا کہ اسے اسے یاد ہے کہ وہ اسے یاد کرتے ہوئے یقین مشرق آتی جا رہی ہے۔"

"تم نے اسے یاد دلانے کے گھر کا سونیا کی طرف دیکھا پھر ان سے ایک نے کہا: معلوم تو ہے یہی سینڈل والی ہے۔ اسی میں سے ایک نے کہا: معلوم تو ہے یہی سینڈل والی ہے۔ اسی میں سے ایک نے کہا: معلوم تو ہے یہی سینڈل والی ہے۔ اسی میں سے ایک نے کہا: معلوم تو ہے یہی سینڈل والی ہے۔"

"سینیا نے کہا: اچھی بات ہے۔ چلو یہاں سے سینڈل اٹھا کر گھر کے سامنے لاؤ۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ ان میں میرا سینڈل کون سا ہے۔"

"اس شخص نے پہلے تو بے یقینی سے سونیا کو دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے اس کچرے میں سے چار سینڈل اٹھائے اور چار سونیا کے ہاتھ قریب جا کر پوچھا: کیا ان میں کوئی تمہارا سینڈل ہے؟"

جواب میں سونیا نے ایک اٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لوگوں کو دیکھ کر گھبرا گیا تو اس کی تھوڑی سی ایک گھونڈ بڑھ کر اس کی ناک پر کھڑے ہو گیا کہ ایک ہاتھ بڑا۔ وہ چوڑا کچھ گھبراہٹ کا دورہ سا مٹی سونیا پر حملہ کرنے کے لیے دوڑتے ہوئے آئے لگا لگائے اسے میں ہی ایک ہونے نے چھلانگ لگا کر اس کے منہ پر ٹانگ لگا کر داری اور دوسری طرف کچرے پر گر پڑا۔ ٹانگ لگا کر کھلنے والا بچہ دوسری طرف آگٹ گیا تھا۔ جب وہ پیچھے گرا تو اس پر دو بونے چڑھ بیٹھے اور اس کی پٹائی کرنے لگے۔

طوائف بھی خاصی مار پیٹ شروع ہو گئی۔ اس کچرا گھر میں چار تعداد دشمن تھے۔ چھوڑے تھے اور ایک سونیا بھی۔ ان کے درمیان مار پیٹ کے دوران کبھی کوئی مارچ بچھا جا کر تھی اور کبھی کسی کی مارچ روشن ہو جا یا کرتی تھی کبھی اس کچرا گھر میں

اندھیرا چھا جاتا تھا اور کبھی روشنی ہو جاتی تھی۔ ایسے وقت میں اس بوڑھے کے دماغ میں پہنچ گیا جو بزم پاگل تھا اور کپا ہٹنا پھرتا تھا۔

"کیونکہ اس بوڑھے کے دماغ میں سبک ہوا تھا۔ اس لیے وہ میری مرضی کے مطابق دیوار سے لگا ہوا ایک طرف کھینچے ہوئے اس کچرا گھر کے باہر ملنے لگا۔ سب وہاں روشنی ہوئی تو وہ رک جاتا۔ اندھیرا ہوتا تو پھر وہ دیوار سے لگ کر آگے بڑھنے لگتا تھا کہ وہ کچرا گھر سے باہر نکل گیا۔ سونیا اور دوسرے لوگ ایک دوسرے سے لڑنے میں مصروف تھے۔ مجھے سونیا کی نکتہیں تھیں اس لیے کہ میں اس کے لڑنے کے انداز کو جاننا تھا۔ پھر یہ کہہ رہے تھے اس کا ساتھ لے لے تھے۔ میں اس بوڑھے شخص کو کچرا گھر سے باہر لے آیا۔"

باہر آئے ہی وہ بوڑھا دوڑتا ہوا پہلے سونیا کی کار کی طرف گیا۔ لیکن اس کار کا دروازہ قفل تھا۔ پھر وہ دونوں کی کار کی طرف گیا۔ وہ کار بھی ابھی کبھی کبھی میں بیٹھ کر وہ فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ یعنی وہ بھی قفل تھی۔ پھر وہ دشمنوں کی کار کی طرف گیا۔ اس کار کی اسٹریٹنگ سیٹ کے پاس ایک آدمی بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ بوڑھے کو آنا دیکھ کر وہ باہر نکل آیا۔ پھر اس نے پوچھا: تم کون ہو؟"

جواب میں بوڑھے نے ایک گھونڈ لے کر دیکھا۔ بوڑھے میں اتنا دشمن نہیں تھا لیکن اس کے اندر میں بیٹھ کر لڑ رہا تھا۔ بوڑھے نے اسے پے پیٹے کئی گھونڈ لے۔ پھر دشمنوں میں اسے لکھا۔ آخر اسے ادھر مارا کہ ایک طرف زمین پر لٹکا دیا۔ اس کے بعد کار کی اسٹریٹنگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے دروازے کو نبھایا۔ کار کو اسٹار کیا۔ اس کی رفتار بڑھا کر وہاں سے دوڑتا چلا گیا۔

بوڑھے کو وہاں سے بھگانے کا مقصد یہ تھا کہ سونیا کا سینڈل اس کچرا گھر میں تلاش کرنے کے باوجود میں مل رہا تھا۔ اور بوڑھے کا بیان تھا کہ اسے یاد نہیں ہے کہ اس نے ایک مخصوص سینڈل کب اٹھا تھا اور اسے کہاں رکھ کر چھوڑ گیا ہے۔ میں جانتا تھا کہ انی الحال وہ دشمنوں کی گرفت سے نکل جائے۔ بعد میں وہ سکن سے سوچے گا یا کبھی اسے یاد آئے گا تو میں اس کے دماغ کے ذریعے اس سینڈل تک سونیا کو پہنچا دوں گا۔

بہت دور تک گاڑی کو ڈرائیو کرنے کے بعد میں نے اس گاڑی کو روک دیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا لیکن اسے کنٹرول نہیں کر رہا تھا۔ وہ کار میں بیٹھا ہوا اسٹریٹنگ دھیں کے پاس جراتی سے دیکھا ہوا سوچ رہا تھا کہ ابھی وہ کہاں تھا اور کہاں پہنچ گیا ہے اس کار میں

کیسے بیٹھا ہوا ہے اور اتنی دوسری کہیں آگیا ہے ؟
 چھوٹا ہوا دلہا کراہتا ہوا ہر ایک میں چھڑاں کے دماغ پر
 قابض ہو گیا۔ اس کا دل تھیرا نامناسب نہیں تھا جس نے وہاں
 سے دور لے لگا رات کا وقت تھا جس وقت تھا اور وہاں
 تھی۔ وہ وقت پانچ پر ڈھانچا ہوا ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ وہاں سے
 وہ دوسری میسرے گلی سے گزرنے لگا کچھ بھی وہ ڈوڑھا تھا کچھ تیزی
 سے چلنے لگا تھا۔ آخر وہ ایک ہی روڈ پر پہنچ گیا۔
 اس میں روڈ پر آئے ایک ٹیکسی ل گئی۔ اس نے ٹیکسی
 ڈرائیور سے کہا مجھے ریلوے اسٹیشن تک لے چلو ٹیکسی ڈرائیور
 نے اس بوڑھے کو سڑ سے پاؤں تک دیکھا پھر اس سے کہا۔
 ”پورا دل میں تمھاری حالت تو یہ بتاتی ہے کہ تمھاری جیب میں
 ایک سترہ پیسے ہو گا تم ٹیکسی کو گرا لیا اور آؤ گے ؟“
 ٹیکسی ڈرائیور کی بات سنتے ہی میں اب اس ٹیکسی
 ڈرائیور کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ دوسری نے ٹیکسی ڈرائیور
 کا یہ بدل گیا۔ اس نے بوڑھے کو ہمدردی سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”اچھی بات ہے اولاد میں۔ چلو ٹیکسی کی بھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔“
 اب وہ بوڑھا حیرانی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا ڈرائیور
 گاڑی سے باہر آکر اس بوڑھے کو بازو سے پکڑتے ہوئے بولا۔
 ”میاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ آؤ پھلی سیٹ پر بیٹھو۔“
 اس نے پھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور زبردستی بوڑھے
 کو وہاں بٹھا کر دروازے کو بند کر دیا۔ پھر اس کی سیٹ پر آکر
 اس نے گاڑی اشارت کی اس کے بعد وہاں سے گاڑی کی
 رفتار بڑھا کر آگے بڑھنے لگا۔
 چونکہ میں ڈرائیور کے دماغ پر قابض تھا۔ اس لیے وہ اپنے
 دماغ سے راستے معلوم نہیں کر سکتا تھا اور میں وہاں کے راستے
 نہیں جانتا تھا۔ لہذا میں ادھر سے ادھر گاڑی کو دوڑا رہا تھا
 سے زیادہ دور لے جاتا رہا اور پھر ایک جگہ پہنچ کر میں نے گاڑی
 روک دی۔ ڈرائیور نے پھلی سیٹ پر گھوم کر بوڑھے سے کہا تیرا اولاد
 میں بیٹھے گا جو چلو گاڑی سے آؤ گا۔
 بوڑھا پھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر وہاں سے باہر چلا
 گیا اور دروازے کو بند کر دیا ٹیکسی ڈرائیور نے وہاں سے گاڑی
 پھر اشارت کی اور اسے آگے بڑھا کر لے گیا۔ وہ بوڑھا اب
 راستے میں کھڑا سوچ رہا ہو گا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے ایک
 تودہ پتلے ہی نیم پاگل تھا اب کچھ اور پاگل ہو رہا ہو گا۔ دوسری
 طرف میں نے اس ٹیکسی ڈرائیور کو پوسٹی دور تک دوڑایا۔ پھر
 کافی دیر بعد ایک جگہ گاڑی روک کر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ
 دیا اور وہاں سے چلا آیا۔ اب وہ ٹیکسی ڈرائیور بھی اپنے حالات

پر غور کرتا ہو گا۔
 میں سوچتا ہوں کہ اس وقت قد آور دشمنوں کی
 طرح بنائی ہو چکی تھی۔ اب وہ سب مار پیٹ بھول کر اس
 بوڑھے کو تھکائیں کر رہے تھے۔ باہر نکل کر پتہ چلا کہ وہ دشمنوں
 کا رے کو فرار ہو گیا ہے۔ تب سوچا کہ ایک بونے کو اپنے
 لے کر اپنی کار میں آکر بیٹھ جی۔ دوسرے بونے اپنی جیب
 کی طرف چلے گئے۔ وہاں سے وہ لوگ اس بوڑھے کی تھکائیں
 جانے لگے۔ میں نے سوچا کہ غلط کیا ہے۔ بیٹھو جان کن راز
 بہت زیادہ ہو چکی ہے اب اس جگہ دوڑ کو چھوڑو اور
 رہائش گاہ میں پہنچ کر آرام سے سو جاؤ۔
 اس نے مجھے سے پوچھا ”تم پھر آگے ؟“
 ”ہاں میں گیا کب تھا کہ واپس نہ آتا۔ اس بوڑھے کو
 نے غائب کر دیا ہے۔“
 ”کیا ؟“ سوچتا ہوں بھلا کیا ہو چکا ہے تم نے آئے کیوں
 کیا ہے تم کیوں مجھے پریشان کرنا چاہتے ہو؟
 ”میں تمھاری پریشانی تم کو کرنا چاہتا ہوں اس بوڑھے کو
 یاد نہیں آ رہا ہے کہ اس نے تمھارا سینڈل کہاں رکھا ہے۔
 میں اس کے دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ آؤ
 اس سینڈل کا پتہ معلوم کرنا کہیں ابھی تمھیں وہاں پہنچاؤ
 دشمن اس بوڑھے کے پیچھے بڑھ گئے تھے اس لیے میں نے
 اسے بھگا دیا ہے۔ اب وہ جہاں ہو گا۔ میں جس وقت بھی
 چاہوں گا اس کے پاس پہنچ جاؤں گا اور تمھیں اس کی خبر
 دوں گا۔ فی الحال اپنی رات کی نیند خواب نہ کرو اور جگ
 سو جاؤ۔“
 وہ بولی ”مجھے بتاؤ کہ تم اس بوڑھے کو کہاں لے گئے ہو؟“
 ”پیرس میں۔“
 اور راستوں کو بچانا نہیں ہوں۔ چہ وہ بوڑھا اتنی رات کو
 جہاں کہیں جی ہو گا۔ تمھارے کام نہیں آئے گا۔ اس کا دماغ
 ابھی کام نہیں کر رہا ہے۔ میری بات مان لو۔“
 وہ بڑی ہمتی تھی۔ کہنے لگی ”تم میرے معاملے میں غلط
 کیوں کرتے ہو۔ تمھیں کس نے کہا تھا کہ بوڑھے کو وہاں سے
 بھگا دو میں اس سے ملنا چاہتی ہوں سچے وہاں تک پہنچنا
 میں نے کہا تھا۔ ایک بار کچھ بھول کر اس وقت جا
 تمھیں سوچنا چاہیے۔ میری بات مان لو اور میاں سے مل جاؤ۔
 اگر نہیں ملو گی۔۔۔ تو میں تمھیں اس بوڑھے تک نہیں پہنچاؤں گی
 اور اب میں جا رہا ہوں تم کو پہنچاؤں گی۔“
 یہ کہہ کر میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ اب جزیرے

میں دن کی روشنی بھیل گئی تھی۔ میں بستے آؤ کر کھنکھانے
 میں گیا۔ پھر وہاں شیو کرنے اور غسل کرنے کے دوران نورجہاں
 کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی نیند سے بیدار ہو گئی تھی
 لیکن ایک کمرے میں دو لڑکیوں کے ساتھ تھیں۔ تھیں ایسے
 کمرے کی پانڈی عائد کی تھی کہ کوئی اجازت کے بغیر اپنے اپنے
 کمرے میں نکل سکتا اور اگر کسی کو کسی ضرورت کے تحت جانا
 ہوتا تو اس کے لیے خصوصی طور پر اجازت حاصل کرنا ہوتی۔
 میں نے نورجہاں کے دماغ میں یہ شہ پر خواہش پیدا کی
 کہ وہ مرزا سے ملاقات کرے اور چھپ کر کوہاں سے ملاقات کرے
 اس سے باتیں کرے۔ وہ اپنے ملک کی لڑکی ہے۔ اس کے کام
 آتی ہے کہ اگر ایسے وقت جب ایک انجانا قاتل لوگوں کو قتل کرنا
 چاہتا ہے تو وہ مرزا سے اس قاتل سے بھی اس کی حفاظت کرے
 گی۔ میں نے نورجہاں کے دل میں طرح طرح کی خواہشات پیدا
 کیں کہ کسی طرح وہ مرزا سے ایک بار ملے۔
 تب وہ قاتل ہو کر باہر شہ کا روٹے آفسر کے پاس گئی
 اور اس سے بولی ”میں اپنے ملک کی ایک لڑکی مرزا سے
 ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔“
 آفسر نے کہا ”ابھی تھوڑی دیر بعد ناشتے کے وقت تمام
 لڑکیاں ایک کمرے سے مل میں آئیں گی۔ وہاں تم اپنے ملک کی
 اس لڑکی سے ملاقات کر لیتا۔ فی الحال تمھیں اجازت نہیں
 مل سکتی۔“
 نورجہاں وہاں سے واپس ہو کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ میں
 نے بھی تھوڑی دیر کے لیے صبر کر لیا کہ اب سے چند منٹ کے
 بعد ناشتے کے لیے جب وہ لڑکیاں ہال میں ایک جگہ جمع ہوں
 گی تو نورجہاں کے ذریعے میں مرزا تک پہنچ جاؤں گا۔
 میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کمرے میں آ گیا تب نورجہاں
 کے دماغ نے بتایا کہ وہ دوسری لڑکیوں کے ساتھ ایک کمرے سے
 ہال میں جا رہی ہے۔ جہاں سب کے لیے ناشتے کا انتظام کیا گیا
 ہے۔ میں سنبھل کر کمرے پر پہنچ گیا اور اس بات کا انتظار کرنے
 لگا کہ وہاں میں پہنچے۔ بہر حال وہ ہال میں بھی پہنچی۔ دوسرے
 کمرے سے بھی لڑکیاں آتی جا رہی تھیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد پتہ
 چلا کہ تمام لڑکیاں پہنچ گئی ہیں لیکن وہاں نورجہاں کو مرزا نظر
 نہیں آ رہی تھی اس نے ایک آفسر سے پوچھا ”میرے ملک کی
 ایک لڑکی مرزا کہاں ہے ؟“
 آفسر نے کہا ”اگر یہاں نہیں ہے تو وہ دوسرے کمرے میں
 ہو گی۔ پھر لڑکیاں بہت زیادہ تھیں اس لیے دوسرا کمرہ
 بیلا سے کچھ دور دوسری تربیت گاہ کے کچن میں بھیجا گیا ہے۔“

ہو سکتا ہے کہ تم تھکائیں کر رہی ہو وہ وہاں ہو۔ اگر کوئی
 پیغام پہنچاؤ مجھے سے کہو۔ میں کسی کے ذریعے وہاں تک پہنچاؤں گا۔
 نورجہاں نے کہا ”پیغام صرف اتنا ہی ہے کہ میں اس سے
 ملنا چاہتی ہوں۔“
 آفسر نے کہا ”اتنی جلدی ملاقات ممکن نہیں ہے۔ جب تک
 حالات سازگار نہیں ہوں گے اور وہ قاتل پکڑا نہیں جائے گا۔
 اس وقت تک یہ پابندی سب پر رہیں گی۔“
 نورجہاں ایسے پورے ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئی۔ میں نے
 اس آفسر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اور اس کی سوچ کے ذریعے
 آسے مجھ کو کیا کہ وہ مرزا تک پہنچ کر نورجہاں کا پیغام پہنچا دے
 لیکن اس آفسر کی سوچ نے کہا کہ وہ مجبور ہے۔ اپنی جگہ چھوڑ
 کہ دوسری جگہ نہیں جاسکتا کیونکہ اگر اس کی ڈیوٹی کی جگہ کوئی
 واردات ہوگی یا کسی لڑکی کو کوئی نقصان پہنچے گا تو اسے تمام
 ٹھکانے ٹھیکیداروں کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا اس لیے وہ
 اپنی ڈیوٹی کی جگہ چھوڑ نہیں جاسکتا تھا۔
 مرزا جتنی دور ہوتی جا رہی تھی اتنی ہی میری دلچسپی
 بڑھتی جا رہی تھی۔ میں جانتا تھا اس آفسر کو خیال خونی کے
 ذریعے شرب کر کے مرزا تک پہنچا سکتا تھا لیکن اس طرح وہ
 آفسر سے سوچنے پر مجبور ہو جانا کہ کوئی ناوید قوت کس شکار کر
 رہی ہے۔ پھر یہ بات جزیرے میں عام ہونے لگی کہ ناوید
 قوت کچھ تماشے دکھا رہی ہے۔ مگر پھیل رات ہوئی میں آگ
 گئی تھی باکچہ لوگ ماسے گئے تھے تو ہو سکتا ہے وہ کسی ناوید قوت
 کا ہی کام ہو رہا ہو۔ یہ تاثر نورجہاں میں چاہتا تھا بلکہ اسی بات کو
 متحکم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ایک یا ایک سے زیادہ قاتل اس جزیرے
 میں ہیں اور وہ ٹھیکیداروں کو ایک ایک کر کے قتل کرنا چاہتے
 ہیں۔ میں یہ دہشت طاری رکھنا چاہتا تھا۔
 اتنے میں دروازے پر دھک ہوئی۔ نامہ پاشا آواز سے
 رہا تھا۔ میں نے کمرے سے اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ اس نے
 مجھے سڑ سے پاؤں تک دیکھ کر کہا ”تم تو بالکل تیار بیٹھے ہو معلوم
 ہوتا ہے رات کو اطمینان سے سوتے نہ ہو۔“
 میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”اور
 تمھاری طرح اتھکھیں تیار رہی ہیں کہ تم رات جھولتے رہے ہو۔“
 کیا یہ سچ ہے ؟“
 اس نے سر ہلا کر کہا ”ہاں دوست یہ سچ ہے۔ ہمارے
 دلوں پر دہشت طاری ہو گئی ہے۔ وہ قاتل گرفتار نہیں ہو سکا
 ہے۔ ابھی تک وہ کہیں چھپا ہوا ہے۔ پتہ نہیں کہ کس وقت ہم
 میں سے کس پر حملہ کر بیٹھے۔ اسی نگر میں کوئی بھی ٹھیکیدار

پچھلی رات کو سو نہیں سکا ہے۔ اب ایک گھنٹے بعد جاری
مینگ ہے۔ آؤ چلو، کچھ ناشتہ کر لیں۔
جہڑا سنگ روہم میں آکر ناشتہ کرنے کے لیے ایک میز
کے اطراف بیٹھ گئے۔ وہاں ناصر شاہ جیسے تیلنے لگا کسا طرح
رات کو زہریلوں سوئیں کو ایک ڈبے اور ایک بلونگ پائپ
ایک جگہ پائے گئے ہیں۔ میں یہ معلومات پہلے ہی حاصل کر چکا
تھا۔ چپ چاپ اس کی باتیں سننا رہا اور ناشتہ کرتا رہا۔ ناشتہ
کرنے کے بعد ہم نے گرگرم کافی پی۔ پھر میں نے کہا: چلو اب
ہم مینگ میں شریک ہونے چلیں۔
اس نے کہا: میرا داغ تو خراب نہیں ہوا۔ چہ کر میں صبح
عافوں کے بغیر اس رات گاہے باہر قدم نکالوں۔ یہاں ہمیں
سلحہ عافوں کی گاڑی لینے آئے گی۔ اس کے بعد وہاں چلیں گے۔
اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹیلیفون کی گھنٹی سنائی دی۔
ناصر شاہ وہاں سے اٹھ کر ٹیلیفون آئینہ کرنے کے لیے دوسرے
کمرے میں چلا گیا۔ میں کافی پیتے ہوئے اس کے داغ میں
بھاگتا رہا۔ اس نے دوسرے کمرے میں پہنچ کر ٹیلیفون کا ریڈ
تھا کر کہا: میبلہ میں ناصر شاہ بول رہا ہوں۔
دوسری طرف سے جیڑہن کی آواز سنائی دی۔ مسٹر شاہ
تھا۔ ملے ملک کی ایک لڑکی پچھلی رات سے مسلحہ عافوں کو
بست پریشان کر رہی ہے۔ اس نے کل رات پچنگ کے دوران
ایک گاڑ پر ہاتھ اٹھا پھانسا۔ کہنے میں کہ اس کی پٹائی کی ہے
اور آئے زخمی کر دیا ہے۔ اس لیے لڑکی کو احتیاطی ایک کمرے
میں بند کر دیا گیا ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ آپ اسے
بھاگیں۔ ہم پہلے ہی پریشان ہیں۔ ایک لڑکی کی شکایت سننے
موقع نہیں ہے۔
- وہ لڑکی اس وقت کہاں ہے؟ -
- آئے تربت گاہ میں کالج نرہو کے ایک کمرے میں
دیکھا گیا ہے۔ باہر روزے پر ایک مسلحہ عافہ ہے۔ آپ اپنے
ففلوں کو ساتھ لے کر وہاں جائیں اور آئے تبصرہ کریں۔
ان کی باتیں سن کر میں خوش ہو گیا مجھے پورا یقین تھا
وہ مار پیٹ کرنے والی لڑکی یقیناً جان بوجھ اب میں پاشا
ساتھ جا کر اسے رو بہ رو دیکھ سکتا تھا۔
اتنے میں پاشا واپس آگیا اور مجھے بتانے لگا کہ ایک
کس طرح انھیں پریشان کر رہی ہے۔ میں نے کہا: اگر تم
سب سمجھو تو میں بھی تمھارے ساتھ چلوں۔ اس لیے کہ کل
میں نے بیان اس کالج میں قید ہو کر دیکھا ہوں اور بڑی
ت ہو رہی ہے۔

تم لوڈو ڈیکر سناٹھ چلو گے اور ہر جگہ میرے
رہ گئے۔ مجھے اب اس جزیرے میں کیلے کیس جاتے ہیں
خوف محسوس ہوتا ہے۔
تھوڑی دیر بعد وہاں سے راز ہو گئے۔ کوار کی
پڑ میں ناصر پاشا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پھلی میٹ پر
حافظ تھے۔ ناصر پاشا کا ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے لڑکی
یونٹنگ کیا تو اس وقت آتھ بنے والے ہیں۔
اگے نے جواب دیا۔ یونٹنگ ڈرائیو سے ہوگی۔
دوسرے ٹھیکیداروں کے ساتھ شیلفیون ریفکٹ کر رہا
کونو کچھ ایسے ٹھیکیدار ہیں جو بہت زیادہ دہشت زدہ
ہیں اور اپنے ملک واپس جانا چاہتے ہیں۔
"فائل کا مقصد یہی ہو گا کہ وہ سبھی کو دہشت زدہ
باری باری اس جزیرے سے بھگا دے۔
"ناصر پاشا نے پوچھا کہ وہ ہم سب کو یہاں سے
حاصل کرے گا؟"
"ہو سکتا ہے وہ یہاں کی تمام لوگوں پر پانچھڑا
ہو یا جو کارڈازم لوگ لیٹڈ فزم کی حیثیت سے بارہ ملک
ٹھیکیدار کرے۔ ہر وہ تنہا یہ کارڈازم کرنا چاہتا ہو
"وہ تنہا یہ کام بھی نہیں کر سکے گا۔ بڑی بڑی طاقتیں
سارا دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جزیرے میں ہمارا قیام
ہم نے کے باوجود قانونی ہے اور کوئی ملک ہم سے
نہیں کرتا ہے کہ ہم یہاں کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ یہاں
لائی جاتی ہیں۔ جب تک بڑی طاقتوں کی پشت پناہی
ک وقت تک اتنا زبردست اور منظر کا دربار نہیں ہوتا
واقعی ان لوگوں کو بڑی طاقتوں کی پشت پناہی
میں ہوگی۔ میں ان ٹھیکیداروں کو یہاں کا حکمران سمجھ رہا تھا۔
حقیقت اصل حکمران یہاں سے بہت دور بیٹھے ہوئے تھے۔
لوگوں کو حکومت کرنے کے لیے اس جزیرے میں بھیج دیا
کہ کاڈازم کو ترک کرنے ہرے کفے لگا۔ ہم نے اپنے بڑوں کو
ت ہی اطلاع دے دی ہے کہ یہاں پچھلے دن سے نقل و
حرکت ہو رہی ہے۔ ہمارے اہم آدمی مارے گئے ہیں اور کچھ
آگ لگائی جا رہی ہے۔ یہ دہشت پسندوں کا گروپ ہے
کاڈازم ہے اور ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔ لیڈ جہاز
ہے۔ یقیناً وہاں سے بڑے بڑے جاسوس اور مسلح سپاہی
یا ایچے خاصے متجربہ آفیسر گئے جن سے ہم اپنا تحفظ کر سکیں
ہم تربیت کمال کے حدود ہیں، منیجنگ کے ناصر پاشا نے
بینٹ کاہنبرو کے ایک کالج کے سامنے گاڑی روک دی۔

ایک داؤا ڈالتے ہوئے اسے اٹھا کر دوسری طرف اچھال دیا تھا۔
نامہ پاشا انھیں اچھلتا ہوا ایک دیوار سے جا ٹکرایا تھا اور
نثرش پر لپٹ گیا تھا۔

یہ سب کچھ جیسے پاک جھپٹے میں ہو گیا تھا۔ مرزا اب
کر کے وسط میں کھڑی ہوئی کہ یہی تھی تم دلاؤ! میں تم دونوں کو
موت کے گھٹ آوازوں کی تم دونوں کو پاک ستانی تھے چونکہ
مجھے شرم آتی ہے ہم نے ہم دونوں کو بھیڑ بھری کھ لیا ہے کہ
جہاں جاؤاں وہ وقت کر دیا۔ میں تمھیں ایسا سبق سکھائی گی کہ
پورے جویر کے ٹھیکہ دار ہو کر رہیں گے۔

میں اپنے چمکے کر مسلا رہا تھا اور اس کے لڑنے کے
انذار کو سمجھ رہا تھا۔ صاف سمجھ میں آ رہا تھا کہ مرزا نے برسوں
لڑنے کی ٹریننگ حاصل کی ہے اور خصوصاً جوڑو کرکے میں مہارت
مائل کی ہے اور قدرتی طور پر اس کے ہاتھ پاؤں میں ایسی سختی
ہے جو کہ اعلیٰ درجے کے فائٹرز میں ہوتی چاہیے۔

اس وقت وہ بیل باٹم اور عثرٹ پہنے ہوئے تھی لیکن
اس کے عودت دہن میں جتنا سخن تھا۔ اتنا ہی مرزا مزاج میں
سستی تھی اور اسے دیکھ کر وہی فرانس کی نمائش نہیں کر سکتا
تھا۔ بلکہ اپنی غیر ممانا رہتا۔

اس وقت اس نے مجھ پر اور نامہ پاشا پر ہاتھ اٹھا کر
اچھا نہیں کیا تھا۔ میں تو برداشت کر لیتا مگر نامہ پاشا اس کا
دشمن بن جاتا۔ بلکہ دشمن بن چکا تھا۔ اگر یہی لڑکی کل سے قتل
کرتی آ رہی تھی تو اسے میرے کام لینا چاہیے تھا۔ پتہ نہیں اس
لے کیوں ہم پر حملہ کیا اور یہ کیا جانتی تھی۔ اس وقت فوری طور
پر میں اس کا داغ نہیں چھو سکتا تھا۔ کیونکہ اس سے جوشیار
رہنے کی ضرورت تھی۔ ورنہ پھر وہ اپنے حملے میں کامیاب
ہو جاتی۔

میں نے آگے بڑھتے ہوئے اس سے نرمی سے پوچھا کہ کیا
بات ہے۔ مرزا۔ تم نے مجھ پر ہاتھ کیوں اٹھا یا تمھیں کس بات
پر غصہ آ رہا ہے؟

میں نے بتاؤں گا کہ مجھے کس بات پر غصہ آ رہا ہے لیکن
تم دلاؤ! کہ مجھ بھی میری بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لیے کہ
تم لوگوں کی شرم و حیا مچ گئی ہے۔

کیسے جی اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس کے ہاتھوں
کو روک لیا۔ اس نے گھوم کر مجھے لات ماری۔ میں نے اپنا بچاؤ
کیا اس بار اس نے جتنے بھی طے کئے وہ ناکام رہے۔ اس کے
بعد میں نے ایک جوابی حملہ کرنے ہوئے اس کے منہ پر ایک آٹ
ہاتھ رسید کیا۔ وہ لڑکھٹا کر پیچھے گری۔

میں اس کی قدر کرنا تھا۔ گناہ کے اس جزیرے میں لئے
مجدد اور بدلے میں جانے کے لیے میں اسے مارا نہیں جانتا
تھا۔ یہ دیکھنا جانتا تھا کہ وہ جوانی حلیس مذہب برداشت
کرتی ہے۔

پیر ایک ہاتھ کھا کر اس نے گری ٹولٹی ہوئی نظروں سے
مجھے دیکھا۔ میں نے اس کے حلقوں سے خود کو بچا یا بھی تھا۔ اس
لے اس نے سمجھ لیا کہ میں لوٹنے کا فن جانتا ہوں اور اسے
سنہل کر حلق کرنا چاہیے۔ پھر واقعی اس نے سنہل کر حلق لیا اس
بار میں اس کے ایک حلقے کو روکا مگر دوسری بار دیکھا گیا۔
غضب کی پھرتیلی پھی۔ بجلی کی طرح لپکتی تھی۔ میں اس نتیجے پر
پہنچا کہ مجھے اس کے ساتھ زیادہ دیر لوٹنا نہیں چاہیے۔ ورنہ ہم
دونوں کو ہی نقصان پہنچے گا۔

ناصر پاشا کو سنہلنے میں دوپہر کی جب وہ سنہل کر اٹھا تو
مسلحہ خائفوں کو بلانے کے لیے باہر جانے لگا لیکن اس سے
پہلے ہی سر جانے ایک جھلکا لگا کر کھڑے ہوئے۔ میں حائل ہو گئی۔
اس کے سامنے پہنچ کر اس نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر کسیدہ
کیا۔ ناصر پاشا اس کے حلقے کو روکنے روکنے بھی مارا گیا اور پیچھے
کی طرف لوٹ کر اٹھی کیر میں سر جانے پلٹ کر دروازے کو اندر
سے بند کر دیا۔ پھر چینیچ کے انداز میں دونوں ہاتھ کر رکھ کر
یوں کھڑی ہو گئی جیسے کہہ رہی ہو۔ میں تم دونوں سے اکیلی
منٹ لوں گی۔

اتنا موقع ملنے ہی میں سر جانے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر
اس کی سوچ میں کتنے لگاتے میں یہ کیا کر رہی ہوں کیا میں ان دونوں
کو نقصان پہنچا کر کوئی فائدہ حاصل کر سکتی ہوں۔ ہرگز نہیں۔
میں اس جزیرے سے باہر نہیں جاسکتی اور اکیلی بیان اسے سزا
لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی مجھے پہنچنے کے لیے لایا گیا ہے اور
مجھے فروخت ہو کر ایک دن یہاں سے جانا ہے تو انہیں نہیں پہنچے
غصے کا اظہار زبان سے کروں اور انہیں بتاؤں کہ مجھے کیوں قتل
آ رہا ہے۔

اس کی سوچ میں یہ کہنے کے بعد پھر میں نے اسے بلانے
بلانے کیا۔ دیکھو جانا۔ جب انہیں اس جزیرے میں لایا گیا تب
ہی انہیں یہ معلوم تھا کہ انہیں ایک دن فروخت کیا جائے گا
تبیں بیان کا بار بار معلوم تھا۔ انہیں اسی وقت قتل ہوا۔
تھا لیکن ہم اس وقت چپ چاپ بیان ملی آئی تھیں۔ آج
غصہ دکھانے کا مطلب کیا ہے۔

اس نے گھور کر غراتے ہوئے مجھے دیکھا۔ چورلی۔ تو پھر
تو کچھ بھی گزرتے میں اسے برداشت کر سکتی ہوں لیکن معصوم

لوگوں پر اگر کوئی زیادتی ہو تو میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔
کل رات میں سکر ملک کی ایک لڑکی کی تلاش میں جا رہا تھا۔
میں نے گارڈز کے آفسیسے کہا کہ ہم لڑکیوں کی تلاش میں جا رہا
عورت کی خدشات لی جائیں۔ عورت ہی اگر ہماری تلاش میں
لیکن وہ مرد ہو کر ہمارے جسم کو ٹوٹنا چاہتا تھا۔ اس نے یہی
اسے بڑھایا کہ اس پر ہاتھ بھی اٹھایا۔ ایک سسٹریکٹ دہلی فریڈے آ رہا ہے۔ کرشن
دیمان میں آ گیا۔ وہ بیچ بھاؤ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ اس جزیرے سے ملے
بھی پٹائی کی میرے غصے کی وجہ سے کرم لوگ۔
ہلے شرم ہو گیا ہماری تلاش میں لینے کے لیے کسی عورت کی تہ نہیں کیا جائے گا۔
نہیں کر سکتے تھے۔

میں نے ناصر پاشا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا کہ میں جاسکوگی جب تک وہ قاتل گرفتار نہ ہو جائے۔
پاشا نے کہا۔ یہاں اوپر عسکری عورتیں ایکے طور پر کیم میں وقت تک ہم تمام لوگوں پر اس قسم کی پابندیاں عائد کر رہے
نہیں یہ عورتیں ان لوگوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں اور میں اور مجھے امید ہے کہ تمام ان پابندیوں پر عمل کرے گی اور ظاہر
عورتوں سے ہی خاموشی کا کام لیتا جا رہے تھے۔ اگر کارڈ ہم چلیں
خود ہی خاموشی کے لیے ان کے قریب آئے گی کرشن شل
تو یہ اس کی زیادتی ہے۔ میں اس آفیسر کا عاصیہ کہیں گا کہ قریب گئے ہوتے تھے مسکرا کر دیکھا۔ اس نے نفرت سے
اسے اس کی سزا ملے گی۔

ناصر پاشا کی باتوں کے دوران میں سر جانے کی سوچ کر رہا تھا۔
رہا۔ وہ سوچتی رہی تو اس میں ان دونوں کو بھی بیان کرنا پڑا۔ اسے دیکھ کر دوسری لڑکیاں بھی
سکتی ہو گئیں وقت انہیں ہلاک کروں گی تو پھر ہی حائل
مارا مجھ کو مل جائے گا کہ میں ہی اس سے ٹھیکیداروں کو
کاٹو تو قتل کرتی آ رہی ہوں اور میں نے ہی ہوش میں
چند روز دار لوگوں کے ذمے آگ لگانا تھی بلکہ ہوش میں
میں نے آگ نہیں لگائی ہے اور جو قتل میں نے نہیں کیا
ان کے الزامات بھی میرے سر آ رہے تھے۔

میں نے اس کی سوچ میں اسے سمجھایا۔ مجھے بتایا
سہولت سے ایک ایک ٹھیکیدار کو قتل کرنے لگا جائے۔
سے۔ اور غصہ دکھانے سے کام نہ لیا جائے۔
کی گرفت میں آگئی تو مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔
ان لوگوں سے انتقام نہیں لے سکوں گی اور نہ ہی اس
سے باہر نکل سکوں گی۔ اس وقت مجھے اس وعدہ کا
دینا چاہیے۔

میں نے سمجھا کہ اس پر غماض اثر ہو جائے اس نے
دیکھتے ہوئے کہا۔ اچھی بات ہے مگر ناصر پاشا اگر ہم
آفیسر کا عاصیہ کر دے تو پھر مجھے تم لوگوں سے کوئی نہ کا
ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ کوئی مجھ کا ہمارے حلقے کے مطابق ہو
اصل یہ ہے کہ ہم لوگوں کا تعلق کسی عورت سے ہونا چاہا۔

ناصر پاشا نے مجھ کو دوسرا فریڈے مل گیا اور مسلح گارڈز کے
افسر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد سوال کیا کہ سب لوگوں کو
ایئرپورٹ کیوں طلب کیا گیا ہے؟

اسے جواب ملا کہ باہر سے اطلاع پہنچ رہی ہے اور سمیت
سے جاسوس وغیرہ آنے والے ہیں۔ لہذا ان کا استقبال کرنے کے لیے
بورڈ کے تمام عملہ کا دہلی پہنچنا ضروری ہے تاکہ انہیں فوراً
ہی یہاں کے کھالوں سے آگاہ کر دیا جائے۔

ناصر پاشا ریسپورڈ کر رکھ کر بوجھ سے باہر آ کر باہر
اگر بیٹھ گیا پھر مجھے بتانے لگا کہ باہر سے کچھ لوگ آنے والے
ہیں اس لیے اب ہم ایئرپورٹ جا رہے ہیں۔

یہ کہہ کر اس نے کارڈ اشارت کی پھر ہم ایئرپورٹ کی طرف
بروازہ ہو گئے۔ وہ زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ ہم بندرہ منٹ میں
دہلی پہنچ گئے۔ دہلی پہلے ہی بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں
پتہ چلا کہ بورڈ کے تمام عملہ انہیں ٹھیکیداروں پہنچ گئے تھے۔
دہلی ٹھوڑی دیر بعد ایک جہاز اترنے والا تھا تمام ٹھیکیداروں
کے اس پاس دوڑ کر سب کچھ کارڈ پھیلے ہوئے تھے اور دوسروں کو
ایلی گری نظروں سے دیکھتے تھے جیسے کسی آجائے قاتل کو تلاش
کر رہے ہوں۔

ہم بھی ٹھیکیداروں کے دوسراں آ گئے۔ چینیچ میں نے ناصر پاشا
کو تسلی دی۔ اب گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ دنیا کے انٹرجاسوس
بیان پہنچ رہے ہیں اور ہمارے لیے ایسے حفاظتی اقدامات کیے جائیں
گے کہ قاتل ہمارے قریب پہنچ نہیں سکے گا۔ اگر پہنچا چلا ہے گا تو
گرفتار ہو جائے گا۔

میں نے چینیچ میں سے پوچھا۔ کیا آپ کلے جادو کو مانتے
ہیں؟
اس نے اشارت میں سر ہلا کر کہا۔ ہاں میں کلے جادو کو مانتا
ہوں۔

میں نے کہا۔ اگر یہاں کوئی دھج فاکٹر جادو کے ذریعے قتل
کر رہا ہو تو جاسوس اسے کس طرح گرفتار کریں گے؟
چینیچ میں واقعی سوچ میں پڑ گیا۔ کیونکہ نوشتہ روز وہ چار
قتل ایسے ہوئے تھے جن کی کوئی وجہ یا قاتل کا طریقہ کار کچھ نہیں
نہیں آتا تھا کہ یہ حادثات کیسے ہو گئیں۔ ہوتل میں آگ لگنے کا معاملہ
بھی کچھ ایسا تھا جو ان کی سمجھ سے باہر تھا۔ ایسے چینیچ میں دھج فاکٹر
کے تعلق نہیں ہے۔ سوچنے لگا۔

اتنے میں حجاز نظر آیا۔ وہ فرما کر کہ تھا اور کٹرول ٹاور
سے اسے اترنے کا سگنل دیا جا رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ کے
بعد وہ جہاز نیچے آئے ہوئے دن سے پرواز کرتے ہوئے ایک

بیچر گیا۔ تمام ٹھیکیدار اس جہاز کی طرف بے چینی سے دیکھ رہے تھے جیسے اس جہاز میں اُن کے لیے نئی زندگی کا سامان آیا ہو۔ اچانک نامہ پڑا نشانے اپنے جہیزوں کو کھلتے ہوئے کہا۔
 ”طافق میں بہت دیر سے برداشت کر رہا ہوں مگر کیا میں کسے جبرئیل دیکھنے پان اور تھوڑی اور سینہ میں بھی درد ہو رہا ہے۔“
 میں نے نصیب سے پوچھا: ”ایسا ایک سبک کہیں ہو رہا ہے؟“
 ”یہ ایک سبک نہیں ہے، جہاں جہاز روانہ کا ہفتہ پڑا ہے وہاں وہاں تکلیف ہو رہی ہے۔ میں اسی رقت سے تکلیف برداشت کر رہا ہوں عجیب زبردست مردِ اقسام کی لڑکی ہے وہ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا ہفتہ تاؤ زنی اور اتنا زبردست ہو گا۔ بالکل ناممکن کے انداز میں وہ لڑہکی تھی مجھے تو ہاتھ اٹھانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ تم نے پھر بھی تھوڑی دیر تھاکر کیا تھا“

ملک سے باہر تین سالے گی اس کی ایک بہت عزیز بہن
وہ آئے بھی ساتھ لے جائے گی۔ ہم نے کہا تھا کہ وہ لوگ
جو کہ تو اسے بھی ہم ساتھ لے جائیں گے۔ تب اس نے دیکھ کر ہم
وہ نہ دیکھنے سے اترتا ہوا نیچے آ جا پلے اس نے چڑھیں
ملاقات کرنی۔ مر جاتے، جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔ واقعی
ہیں، راضی ہو گیا اور زہرینہ کے ساتھ مر جاتے کو بھی یہاں
آب ہی مر جاتے ہم لوگوں کو دل لکھ رہی تھی
کبرہ ہی تھی اور گالیاں دے رہی تھی کہ تم ان کا
ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کے اندر
آگ جھٹک رہی ہے اور یہ ہم سے نفرت کرتی ہے اور
نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔

حالاتِ مافرو پر گفتگو کرنے کے لیے اسی مختصر عمارت کے ہال کا انتخاب کیا گیا، جہاں پہلا قافلہ جنرل سیکرٹری ہلال مین کا جواہر سب لوگ اور لیڈر ٹکے کے باہر پارکنگ ایریا میں آئے اور ایک ایک کار میں جا کر بیٹھ گئے۔ چیرمین کے ساتھ ڈائمنسوار وہ دونوں لوگوں کو لیتا اور مینا ایک کار میں بیٹھ گئے ہیں، ناصر پاشا کے ساتھ تھا اور آئے فاول میں سے دو آدمی اپنی آئین گارڈ کاروں کی پیٹی کے ساتھ ہماری کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔ اس طرح سب آئے والے غلف کاروں میں بیٹھ کر اس بخت عمارت کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں چیرمین کے دماغ میں جھانکنے لگا اور یہ معلوم کرنے لگا کہ وہ ڈائمنسوار کیا باتیں کر رہے ہیں اور ہمارے وقت چیرمین سے پوچھ رہا تھا۔ جب اس قافلے نے کوئی منافع حاصل نہیں کیا کوئی چیز چوری نہیں کی تو پھر دیکھنا چاہیے کہ وہ قتل کیوں کر رہا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تم سب سے نفرت کرتا ہے اور یہاں نفرت کرنے والوں میں صرف ... لوگیاں ہی ہیں۔ یہاں جتنے بھی مرد ہیں سب تم لوگوں کے ماتحت ہیں۔ نمک خوار ہیں۔ وہ بھلا اس وجہ سے نفرت کریں گے نفرت کی کوئی وجہ بھی ہونی چاہیے

بھروسہ نہیں کرتے۔ اس نائب کا نام کیا ہے؟
"اُس کا نام طاقن محمود ہے اور وہ پاکستان سے نامر
پاشکے ساتھ آیا ہے۔"

"اُس کے متعلق سوچ جانتے ہو۔ مجھے بتاؤ۔"
اُسی وقت ناصر پاشا نے مجھے مخاطب کیا تو میری خیال
خانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے ناصر پاشا سے پوچھا کیا کیا
تم نے؟

اس نے پوچھا: کہاں کھوے ہو۔ کیا سوچ رہے ہو؟
"کل سے بیان کا ہر شخص قاتل کے متعلق ہی سوچ رہا ہے
میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

ناصر پاشا نے کہا: میرا خیال ہے کہ میں مرزا پر ننگوئی
سنت کر اودھ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ لڑکی کیا کرتی رہتی
ہے۔ میں کسی عورت کو جاسوسہ کی کیفیت سے اُس کے قریب
ہی کہیں کھوں گا تاکہ وہ اُس کی ننگوئی کرتی رہے۔ سمجھا کر کیا
خیال ہے؟

میں اُس کا ہم خیال نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے کہا: تم
خواہ عوام مرزا پر شبہ کر رہے ہو۔ اگر وہ لڑنے کا تھوڑا سا فن
جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی دلیر بھانجے
کو تنہا اتنے بڑے جزیے میں ہنگامے پر لڑا کرتی پھرے۔
پھر بھی اگر خاص طور سے مرزا کی ننگوئی کوئی جائے تو
کیا برج ہے؟

میں نے اُسے ٹالنے کے لیے کہہ دیا: جیسے تمہاری مرضی۔
وہ خاموش ہو گیا۔ میں فوراً ہی پھر جزیہ بین کے داغ
میں جھانک لگا۔ اس وقت وڈنر سرکہ رہا تھا۔ اگر طاقن محمود
نے تیرہ لڑکیوں کا نقصان پہنچا یا ہے اور پہلے وہ دشمن تھا اور
اب ایک ناب دوست بن گیا ہے تو اس کے پیچھے ضرور کوئی خاص
بات ہو سکتی ہے۔ ہمیں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے پھر
یہ کہ ناصر پاشا نے شخص اُس کی عادتوں کے بارے میں بتایا ہے
کہ وہ محرم سادہ رہتا ہے۔ خراب نہیں پتہ اور کل سے کسی عورت
کے قریب بھی نہیں دیکھا گیا۔ ایسا بارسا آدمی اس گناہ کے جزیہ
میں کیا کر رہا ہے۔ ایسے کاروبار میں کیوں شریک ہوا ہے؟
بائیں سوچنے کی ہیں؟

"کیا طاقن محمود پر شبہ کر رہے ہو؟"
"میں تم پر بھی شبہ کر سکتا ہوں۔ اپنے منہ پر بھی شبہ
کر سکتا ہوں۔ یہ تو ہمارا کام ہی ہے۔ ہر حال میں خاص طور پر
طاقن محمود کی ننگوئی کو اودھ سے اُس کے لیے میں مینا مریم کو
مقرر کرتا ہوں۔ کیوں مینا تم سن رہی ہو نا؟"

کار کی پچھلی سیٹ سے مینا مریم کی آواز سنائی دی
ہاں میں سن رہی ہوں مجھے بتایا جائے کہ طاقن محمود کو
میں اسے شریک کر دوں گی؟

ہم سب اس پختہ عمارت کے سامنے بیٹھ گئے
اپنی اپنی کار سے اتر کر عمارت کے اندر چلے گئے۔
نے جزیہ بین سے ہنگامے سے کہا: ابھی جو شینگ ہونے والا
اس میں ہمارے اور ٹھیکیداروں کے سوا کسی اور کو شریک نہ
چاہیے۔ آپ لوگوں کے بیٹے نائب ہیں انہیں آپ اس
کے دل سے باہر ہی رکھیں اس طرح مینا مریم ملے گی۔
محمود سے دوستی کر لے گی۔

میں چلتے چلتے رگ گیا۔ ناصر پاشا نے پوچھا: کیا
میں نے اپنے پیٹ کو سلاتے ہوئے کہا: پتہ نہیں
ہی پیٹ میں سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ میں بیان نہیں
سکتا۔ مجھے اپنے کاغذ میں جانے کی اجازت دو اور اپنی کار
چابیاں مجھے دے دو۔ میں کاغذ میں جا کر آدھ کر دوں گا۔
اُس نے کہا: یا مرفودی میننگ ہے تم میرے ساتھ
تو بہتر ہوتا۔

"میں مجبور ہوں میرے پیٹ میں سخت تکلیف ہو رہی
اور اب تو کسی ڈر کی بات نہیں ہے۔ اتنے سارے محافظ
ہیں۔ تمہیں اب کسی قاتل کی طرف سے خوف نہیں ہونا چاہیے۔
"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں قاتل سے اب
ہوا نہیں ہوں۔ دن کا وقت ہے اور اس وقت ڈر نہیں ملتا
ہوتا۔ ہر حال یہ لوچانی اور دم جاؤ۔"

میں نے اُس سے چابی لی پھر وہیں سے لوٹ کر عمارت
سے باہر آیا اور ناصر پاشا کی کار میں بیٹھ کر اپنے کاغذ کی طرف
درا نہ ہو گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ مینا مریم سے اس وقت دور رہوں
اور خیال خانی کے ذہنیہ وڈنر سرکہ کے ارادوں کو معلوم کرنا۔
اور وقت ملے تو مرزا کے داغ کو بھی تھوڑا سا پڑھ لوں۔
ناصر پاشا کے کاغذ کے سامنے پہنچ کر میں نے گاڑی کی
دی گاڑی سے اترنے کے بعد میں نے اسے متعلق کیا پھر کار
میں جانے کے بجائے دوسری طرف پھیل چلے گیا۔ میں سمجھا
کہ وہاں اس پختہ عمارت میں مینا مریم کے متعلق معلومات
حاصل کرے گی اور ناصر پاشا سے جب پوچھا جائے گا تو وہ بتا
کہیں کاغذ میں آدمی کہنے گیا ہوں پھر مینا مریم اسی کاغذ کی
طرف آئے گی۔ لہذا میں وہاں سے دور جا رہا تھا۔

چلنے کے دوران میں وڈنر سرکہ جزیہ بین کے داغ میں
باری باری جھانک لگا۔ اس وقت تک میننگ شروع ہو گئی
حق اور وڈنر سرکہ رہا تھا۔ قاتل کا مقصد کچھ نہیں رہا ہے
اس لیے بہتر یہ ہو گا کہ پورے جزیہ میں... مینا قاتل کو
غائب کر کے یہ اعلان کر دیا جائے کہ قاتل جو کوئی بھی ہے کسی
درجہ اپنے مقاصد تکلے اور مطالبات پیش کرے۔ اس
اعلان کے بعد ہوسکتا ہے کہ قاتل کسی طرح بھی یا خود کے ذہنیہ
یا شخصوں کے ذہنیہ یا کسی شخص کے ذہنیہ اپنا مقصد ضرور
بیان کرے گا۔
میں نے کہا: کیا وہ قاتل اس طرح اپنے آپ کو ظاہر کرنے
کرنے کی طاقت کرے گا؟
وڈنر سرکہ کہا: میں یہ نہیں کہتا کہ وہ خود کو ظاہر کرے گا
لیکن اس کا کوئی مقصد ہے کوئی مطالبہ ہے تو وہ ضرور کسی نہ کسی
طرح اسے ظاہر کرے گا اور اسے اس کا موقع دینا چاہیے۔ دوسری
بات یہ کہ یہاں تمام لوگوں پر سے پابندی ہٹا دی جائیں اور خصوصاً
وڈنر سرکہ کو بھی گھومنے پھرنے کی آزادی دی جائے۔ یہاں جو
تھوڑی پورہ کام ہوتے ہیں۔ انہیں جاری رکھا جائے تاکہ لوگ
اس میں ملنے دیں اور اپنے گھروں تک محدود نہ رہیں۔ اس طرح
وہ قاتل بھی چھپا ہوا نہیں رہے گا۔ بلکہ لوگوں میں گھٹنے ملنے کی
کوشش کرے گا۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ وہ باہر نکلا ہے اور کہیں
ذہنیہ گرفت میں آجائے۔
وڈنر سرکہ جزیہ بین کو کہنے ہی سمجھا دیا تھا کہ ناصر پاشا کے
نائب طاقن محمود پر کسی قسم کا شبہ ظاہر نہ کیا جائے اور نہ ہی اس
کا ذکر پھیل جائے۔ لہذا اس میننگ میں میرے متعلق کوئی بات
نہیں ہوئی۔ وہ لوگ پہلے ہی میرے خلاف جاسوسی کی ابتدا کر
چکے تھے۔ مینا مریم معلومات حاصل کرتی پھر ہی بختی۔ اُس نے میرے
خیال کے مطابق ناصر پاشا سے میرے متعلق پوچھا تھا کہ اُس کا
نائب لڑکیوں میں آ رہا۔ ناصر پاشا نے جواب دیا تھا کہ طاقن محمود
آدمی کرنے کے لیے اس کے کاغذ میں گیا ہے۔ اب میں مینا
مریم کے داغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ وہ کاغذ کی طرف مجھ
سے ملنے کے لیے آ رہی تھی جبکہ میں وہاں موجود نہیں تھا۔
پھر پھر مینا مریم مجھے فوراً ہی تلاش میں کر سکتی تھی اس
لیے میں اُس کے داغ سے نکل آیا۔ میں پھر وڈنر سرکہ جزیہ بین کے
ہاں پہنچ گیا۔ اب وڈنر سرکہ رہا تھا۔ ہمیں مرفودی اور عورتوں کے
علقوں سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کون تیز اور تند مزاج کا ہے کون
باغیانہ خیالات رکھتا ہے ہم ایسے ہی لوگوں کے ذہنیہ اس قاتل
تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ قاتل کو کسی سہلے کی ضرورت ہے۔ وہ
سہلے کے لیے ایسے ہی لوگوں کو تلاش کرے گا۔ لہذا مجھے بتایا
جائے کہ مرفودی میں اور عورتوں میں کون ایسا ہے جو میرا ٹیٹھے

کے مطابق باغیانہ خیالات رکھتا ہے؟
تمام لوگ باری باری کہنے لگے کہ انہیں کسی پر شبہ نہیں
ہے۔ ایسے ہی وقت ناصر پاشا بول اٹھا کہ اسے ایک لڑکی مرزا
پر شبہ ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ناصر پاشا میں اب ایک بول اٹھے
گا تو میں اُس کے داغ کو کنٹرول کر لیتا لیکن میں وڈنر سرکہ کے داغ
میں جھانک رہا تھا اس لیے ناصر پاشا پر میں نے توجہ نہیں
دی تھی۔ جب وہ اب ایک بول اٹھا تو میں اُس کے داغ میں
پہنچ گیا۔ اُسے گڑبڑانے کی کوشش کی۔ اُس کی زبان سے کھلا
کہ مرزا پر صرف شبہ ہے لیکن وہ باقی نہیں ہو سکتی پس ذرا
سی فحشی مزاج کی لڑکی ہے۔

وڈنر سرکہ کہا: خواہ فحشی مزاج کی ہو یا جیسی بھی ہو ہم
یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس کے داغ میں گہری زیادہ ہے۔ جو
لوگ باغیانہ خیالات نہیں رکھتے اور گرم داغ کے ہوتے ہیں
انہیں وڈنر سرکہ لوگ کہنا کہ باغی بنا دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ
مرزا کو بھی کرنی باغی بنائے۔ اس لیے سرکار ناصر پاشا آپ کے
بیان کے مطابق ہم مرزا کو ضرور چیک کریں گے۔

میں ناصر پاشا کے داغ سے واپس آ گیا۔ بڑی گڑبڑ ہو گئی تھی
میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کا دھیان مرزا کی طرف جائے
لیکن وڈنر سرکہ مرزا کے بارے میں سوچنے اور فیصلہ کرنے
لگا تھا۔ وہ لڑکیاں کہہ رہا تھا کہ وہ مرزا کو چیک کرے گی
اور مرزا تک پہنچنے کے لیے ناصر پاشا کو مار لیا کہ وہ وہاں
تک لڑتا کہ پہنچا ہے۔

میں چلتے چلتے ایک باغ میں پہنچ گیا۔ وڈنر سرکہ
لوگ برنگے چھوٹے کھلے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی جھاڑیوں کو
تمکش کر کہیں نما چھوٹے چھوٹے کھول کی صورت میں جگہ
بنائی گئی تھی یہاں ایک مرد اور ایک عورت آدمی سے بیٹھ کر
پرائیویٹ باتیں کر سکتے تھے۔ میں ایسی ہی جھاڑیوں کے
ایک گنچ میں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ وہاں آدمی اور عورت اطمینان تھا میں
بڑے اطمینان سے مرزا کے داغ میں پہنچ گیا۔

اُس کے داغ میں جھانکتے ہی میں اپنی کھڑکی سے ملانے
لگا کیونکہ وہاں کے ساتھ بھی راز دنیاز کی باتیں کر رہی
تھی۔ میں پچھلی رات سے نورجہاں کو بھڑکا رہا تھا کہ وہ
مرزا سے ملاقات کرے۔ اس لیے بچاوری مرزا سے ملنے گئی
تھی۔ یوں تو پہلے ہی سے وہ مرزا کے نام سے کترات تھی۔ اب
اُس کے پاس پہنچی تو مرزا نے اس کا ہاتھ تمام کراپے بلایا
لیا تھا۔

میں نے نورجہاں کے داغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ

کرم مار ڈالتا ہے

اس وقت میں ایک نادان بچی تھی۔ اس کی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ میری بہن سے اُسے سیکڑوں روپے کی آمدنی کیسے ہو جاتی ہے۔ ہر سال ایک دن وہ بڑا کھیل رہتا تھا اور سب عادت کبھی مجھے سگڑٹ لانے کے لیے لےتا۔ کبھی بان لانے کے لیے لےتا کبھی پانی منگواتا۔ اس طرح مجھے بڑا کھیلنے کے دوران دوڑنا رہتا تھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیلنے میں مت رہتا تھا۔ اس رات برسی زبردست بازی چل رہی تھی۔ کچھ لوگوں کے درمیان نوٹوں کے ٹھہرے لگے تھے۔ اس وقت کہ وہ دن ہار رہتا تھا۔ آخر میں یہ ہوا کہ بازی لگاتے لگاتے اُس کے پیسے ختم ہو گئے۔ اگلی صبح چلنے کے لیے اُسے پانچ سو روپے کی ضرورت تھی اور اب اُس کی جیب میں ایک روپیہ بھی نہیں تھا۔ اُس نے اپنے مقابل کھیلنے والے سے اُچھا کرنے کے لیے کہا مگر اُس کے مقابل مجھے ہرے مخصوص نے اُچھا سے اُچھا کر دیا کہنے لگا۔

- یا تو بچے جیب سے کہ بازی ہار جاؤ یا پانچ سو روپے لاشکر کرو تو میں اپنے چہرے دکھاؤں گا۔

اُس کے سامنے لوگوں کا ڈھیر تھا۔ پتہ نہیں کتنے ہزار روپے
 ہوں گے۔ وہ ان روپوں کو کھوٹا نہیں چاہتا تھا۔ اپنے پتے دکھا
 کر وہ ساری رقم جیت لینا چاہتا تھا۔ اچانک اُس کی مجھ پر ہڑی۔
 اُس نے اپنے مقابل کھیلنے والے سے کہا ”میں اس بچی کو کھانا
 پاس کر دیتی رکھنا چاہتا ہوں۔ کیا باقی سو روپے میں اسے گروی
 رکھوں؟“

مقابل کھیلنے والا شیدے پہلوان کھاتا تھا۔ اگرچہ وہ دوسری قسم کا پہلوان نہیں تھا۔ بلکہ اپنے کھانے کا بہت بڑا غنڈہ تھا۔ اس لیے لوگ اسے غنڈہ کہنے کے بجائے شیدے پہلوان کہتے تھے۔ شیدے پہلوان نے میری طرف دیکھا۔ اس کی نظر بڑی خوشنور ہو کر آتی تھیں۔ وہ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا تھا۔ لیکن جب اس نے مجھے دیکھا تو اس کی ہچکچاہٹ میں ایک ہلکی سی نرمی آگئی۔ اس نے سر اٹھا کر کہا: "ہاں بڑی خوب صورت بچی ہے لیکن میں ایک شرط پر مان سکتا ہوں اور وہ یہ کہ پانچ سو روپے کے عوض ہمیشہ کے لیے اس بچی کو میرے حوالے کر دو۔ میں گروی نہیں رکھوں گا۔ منظور ہے تو روبرو دروازے چھینک دو" کمرہ دن نے جھجکاتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ وہ ہمیشہ کے لیے مجھے کسی کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اسے اپنے تئیں... شاید اعتماد تھا کہ وہ جیت جائے گا۔ اس نے پھر ایک بار اپنے پتے اٹھا کر دیکھے۔ اسے جیت کا یقین ہو گیا۔ اس نے شیدے پہلوان سے کہا: "ٹھیک ہے۔ اگر تو جیت جاؤ تو

اس لوہی کو اپنے ساتھ لے جانا۔ میں اتر ارض میں رہا کرتا تھا۔
 اتنے لوگوں کے سامنے اس لوہی کو دواؤں پر لنگار رہا۔
 اپنے بچے شوکو کو

[illegible]

اس نے لوگوں کو ایک جیسے میں بھرے کے لیے شیعہ پهلوان نے آگے بڑھ کر چوڑے سر کے بالوں کو ہٹائی تھا۔ اس کا کیا ہے؟“

جیسی میں جھوٹا بات میں نے اُس کی گردن چھوڑ دی۔ پهلوان میں نے کہا: ”مرجانہ“

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر لڑایا کیا میرے گھر جلد گئے اسے دوپہر بھر مارے کے بعد کہا: ابے بھولے ہے کہ
 ہوگی دلوں تجھیں ایک ماں بھی گئے گی۔ کسی نے میرے بلے میں بتایا نہیں تھا۔ اب میں تجھے
 مجھے وہ بہت اچھا لگا رہا تھا۔ کیونکہ چل کر کسی کے حوالے کیا کہوں میرا پنا پیشہ بھی یہی ہے۔ چل جا،
 سے میں نے بیٹی کا لفظ سنا تھا۔ میں نے کہا: ہاں سچ ہے، لیکن میں نے یہ بھی سمجھ لیا کہ اس کا کام
 جو۔ میں نکلتے ساتھ چلوں گی۔ یہ آدمی تو مجھے بہت اچھا لگا رہا تھا۔ یہ بھی سمجھ لیا کہ اس کا کام
 وہ مجھے دلوں سے اپنے گھر لے آیا۔ اس کے خاتمے میں اگر جس سے بھی شیدے پہلوان کے بارے میں
 نوجوان خوب صدمہ ہی عورت تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کا مجھے میرے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ چل اب جگا جا
 یہ کہن ہے۔ شیدے پہلوان نے کہا: اری نیک بخت تھی سے۔

گئی۔ کڑواگوار منافی رہی۔ دیکھ اللہ میاں نے اس کے: جہاد وہاں سے جاگ گیا۔ اب شہ سے پہلوان مجھے حیرانی دوسری خوب صورت تجنی بھیج رہے ہیں۔ تو مجھے بڑا دکھ ہوا تھا میری منہ بولی ناں بھی حیران تھی اس نے کہا۔ منع کرتی تھی۔ آج میں اسے جوئے میں جبت کر لیا ہوا تھم نے اس جو کڑواگوار منافی کے ذریعے گرفت پکس یہ پاس ہے۔ کڑے پینی بنالے: دکھا تھا کہ تم پہلوان معلوم ہو رہی ہو۔

اس عورت نے مجھے اپنے پاس بلکا کر بٹھا دیا۔ شیشے کی دیوار نے آسمان سے بڑھ کر میرے دونوں پردوں کو ہم لوچا لیا۔ مجھ سے ابھی ابھی باتیں کیں۔ مجھے کئی بار طرح طرح کی باتیں کرنا پڑیں۔ مجھ سے ابھی ابھی باتیں کیں۔ اس گھر میں اُن کی بیٹی بن کر رہنے کی۔ زندگی میں پہلے بار مجھے دیکھ کر شکر کی ہے۔ بھانسنے پاؤں اتنے سخت کے دن گزرتے ہیں۔ وہاں بڑے عیش و آرام میں رہتے ہیں؟

پہلوان چوہی و فیکٹی کی واردات کیا کرتا تھا ضرورت کے لمحے یاد آ کر میں تھوڑے بائیں چار برسوں سے کبھی اس سخن خراپے سے بھی باز نہیں آتا تھا۔ بچنے و بچنے کے لیے کبھی اس کا ہانگ پر گھسٹوں کھڑی رہتی آئی جس پر میری توجہ سے لے کر آتا تھا، خوب دولت جمع کرتا تھا اور مجھے اس کا ایک کتہہ پر ملاشت بہت زیادہ ہے۔ میں نے جواب دیا۔
بولی ماں کو خوب کھانا دے دینا تھا۔
ہائے مجھے وہ دانش نہیں کی۔ میں نہیں جانتی کہ ان مانگوں
ایک رات قسمت کا مارا ایک چور چور اس کے آگے قوت کیسے آگئی ہے۔ ہاں وہ جو کرم دن ہے وہ مجھے

ہمیشہ ایک ناگم پر کھڑا رکھا کرتا تھا اور میں گھنٹوں بڑا سنت کرتی رہتی تھی۔ شاید اس وجہ سے میری ناگمیں مضبوط ہو گئی ہیں۔
 ہاں نے کہا: بیٹی! آج تو تو نے کمال کر دیا۔“

شیدے پہلوان نے ہماری ہچکچاہٹ پر ایک دھچپ رسید کرتے ہوئے کہا: بس آج سے تو بیٹی نہیں مٹا ہے۔ میں تجھے اپنے ساتھ باہر لے جایا کروں گا اور تجھے اچھے اچھے استادوں کے پاس چھوڑ کر لوٹنے کے طریقے سکھائوں گا۔ تجھے پہلوان بنانا ہو گا۔ سن نے مزاحمت کی، ان کل سے یہ لوگوں کو لباس نہیں پہننے لگی۔ میں اس کے لیے لوگوں کا ریڈی میڈ لباس صبح ہی خرید کر لاؤں گا۔

ہیری اس نے اعتراض کیا۔ اسے ایک بیٹی کی چاہت تھی۔
مجھے بیٹی کے روپ میں دیکھنا چاہی تھی لیکن شیدے نے
دو گنہ گاروں کے ہال کٹھالیے۔ بالکل لوگوں کی طرح بال لکھے
اور مجھے تیلوں اور نمیں بنا دی۔ پھر شام کے وقت وہ مجھے
ایک ایسے اسپورٹنگ کلب میں لے گیا جہاں لوگ دزڈر شس
کھیل کر رہے تھے اور فری اسٹاک کی کشتی لڑنے کے دائرے بھی
دیکھتے تھے۔

میں نے کسی بات پر اعتراض نہیں کیا حالات مجھے جس رنگ میں رنگ رہے تھے میں سختی جارہی تھی۔ بچوں سے مجھ پر اتنے ظلم ہوئے تھے کہ میں نے اپنے متعلق یہ سوچنا چھوڑ دیا تھا کہ میں لڑکی ہوں یا لڑکا کہم کہم نے میرے احساسات اور میرے لڑنے کے لڑکی پن کو کھل کر دکھ دیا تھا۔ جب میں شیعہ کے پاس آئی تو اس کی منمنہ نے مجھے احساس دلایا کہ میں بدبخت ہوں لیکن چند ہی دنوں کے بعد شیعہ نے مجھے لڑکا بنایا تو یہ جی بھرا اچھا لگا۔ پتہ نہیں کہ میں میری فطرت میں سنی، بہرہ رخصت اور بدامتن سب کچھ شامل تھا اور یہ سب مردانہ خصوصیات تھیں جو حالات نے مجھ میں پیدا کر دی تھیں۔

شید نے دہلے بھے لڑکا خاہر کیا۔ میرا نام مہنا کے بدلے
ایرجان لکھا یا اور مجھے اس کلب کا قاتل و مہم بنادیا۔ اس
کلب کے ایک نری اشائل بیرون نے مجھے دیکھ کر اور میرے
چہرے کو اپنی متغییل میں سختی سے جو کہ کر کہا: یہ تو بہت ہی
خوب صورت ہے۔ اس کا چہرہ لڑکیوں کی طرح حسین ہے مگر
لڑکوں کی طرح سخت ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ یہاں کشتی کا فن
جلد ہی سیکھ لے گا؟

شید کے مجھے سمجھا دیا تھا کہ میں باہر لوگوں سے لوگوں کے انداز میں باتیں کیا کروں۔ اس لیے میں نے کہا: ہاں اگر آپ جیسے استاد مجھ پر مہربان رہے تو میں جلد ہی سکھ لوں گا۔

استاد نے میری پیٹ پر تھپی دی۔ پھر بچے ورنش کرنے والوں کی اس ٹولی میں بھیج دیا جہاں سات برس کے لکڑ پندہ برس تک کے لڑکے ورنش کرتے تھے اور نور آ زمانی بھی کرتے تھے۔ میں ان کی ٹولی میں شامل ہو گئی۔ ابتدا میں کچھ دنوں تک شدید سے میرے ساتھ ہر شام اس کلب میں آتا رہا۔ پھر وہ مہلن ہو گیا کہ میں اچھے انداز میں ورنش کر رہی ہوں اور زور آ زمانی کی طرح وہ بھی ہوں۔ پھر اس نے میرے لیے ایک رکشہ مقرر کر دیا۔ وہ رکشے والا ہر شام مجھے اس کلب تک پہنچاتا تھا اور رات کے آٹھ بجے تک وہاں سے واپس لے آتا تھا۔ میری ماں کو یہ خبر کبھی کہ میں لڑکی ہی رہوں اور کبھی لکھنا پڑھنا بھی کچھ جانتی ہوں اس لیے وہ دن کے وقت اسی کو خوش رہتی تھی کہ میں سارا دن پڑھنے لکھنے میں اور دوڑنے کھڑے کام کیجھتی ہوں گزاروں۔ اس نے اپنے طوط پر فائدہ کر کے میرے لیے ایک بچہ رکھا جو مجھے آزاد اور انگریزی پڑھانے لگا۔ اس طرح میری زندگی ان بچوں کی طرح گزرنے لگی جو علم حاصل کرنے اور ہنر کیجھنے میں اپنے دن اور رات گزارتے رہتے ہیں۔ پہلے میرا کوئی مقصد نہیں تھا کہ میں اپنا مستقبل بسا بنا جا رہی ہوں۔ ماں نے پڑھنے کے لیے کہا تو میں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ شید سے مجھے لڑکا اور فائز بنا جانا تو میں وہ بھی جانتی تھی کہ پھر رفتہ رفتہ ورنش کرنے اور فائز بنی کیجھنے اور دن میری دلچسپی بڑھنے لگی مقابلہ ہونے لگا تو میرے اندر جذبہ پیدا ہوا کہ میں دوسروں سے سبقت لے جاؤں۔ جب وہاں میری تعریفیں ہوتی تھیں تو میرا حوصلہ بڑھنے لگا تھا۔

وہاں کیجھنے سکھانے کا طریقہ کلا یہ تھا کہ استاد کی محواری میں بڑی عمر کے لڑکے چھوٹی عمر کے لڑکوں کو داؤ پیچ کیجھتے تھے۔ ان پر داؤ آتا مٹے تھے اور انھیں بچھلتے تھے کہ حملے سے کس طرح بچ کر جوائی حلا کیا جاتا ہے۔ میں عمر کے لحاظ سے چھوٹی تھی لیکن دس برس کی عمر میں میرا قد تقریباً ساڑھے چار فٹ تھا۔ میں نو جوان لڑکوں کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ داؤ پیچ میرے دماغ میں نقش ہو جاتے تھے۔ میں چشم زدن میں فیصلہ کر لیتی تھی کہ کس موقع پر کون سا داؤ استعمال کرنا چاہیے۔ میرا پھر تیلان سب کے لیے جوائی کا باعث تھا۔ استاد میری بڑی تعریفیں کرتا تھا۔ ایک سال کی مسلسل محنت کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ میں پہلے سے زیادہ صحت مند ہو گئی میرے بدن میں پہلے سے زیادہ مضمت پیدا ہو گئی لیکن اس محنتی کے باوجود ورنش کا

نتیجہ یہ ہوا کہ میرے بدن میں فائزوں میں بھیج کر موت گئی۔ پھر تیلان بھی آ گیا تھا اور میں پہلے سے قدر گنتی تھی۔

تیس تیس برس کے نو جوان لڑکے نے سکھاتے وقت بڑے محتاط رہتے تھے کہ جو کچھ تھی اور ان کے سکھانے کے مطابق تب میں جوائی سے کہتا تھا وہ بڑی مشکلوں سے حملوں سے بچ پاتے یا کڑا کر کس کئی بار میرے ہاتھوں سے پٹ ہانسنے کے بعد وہ بڑی محسوس کرنے لگے تھے۔

اسات نے جب یہ دیکھا تو ان نو جوانوں سے کہا کہ دو کی تعداد میں بچھار کیلے سے مقابلہ کیا کریں تاکہ آپہ بڑا ایسا ہی ہونے لگا۔ پھر پربک وقت دو نو جوان لڑکے میں ایک طرف سے بجاؤ گئی تھی، دوسری طرف سے تھی۔ اس طرح پہلے تو میں بہت زیادہ دکھائی دیتی تھی۔ پھر میں پھرتی آ گئی اور یہ سمجھ آ گئی کہ کس وقت کس طرف بجاؤ کرنے ہوتے دوسری طرف حلا کرنا چاہیے۔ پھر میں پہلے نہیں تھا جواب میں سے محسوس کیا تھا۔ ایک رات میں کلب سے واپس آئی تو میں رات کے لڑکے سے کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔ اس وقت تھا اور وہ الزام صح ثابت ہو رہا تھا۔ دوڑنے میں میں اس سے ملنے گئے۔ اس کا کس عدالت تک پہنچا دل پر آمد ہو چکا تھا۔ شید کے ایک ماتحت کی حالت جرمہاں پر ثابت ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اسے انہما مشقت کی مرزا سنی گئی۔

شید نے جیل کی آہنی سلاخوں کے نیچے سے کہ تم بیٹی نہیں بننا ہو میں تین سال بعد آؤں گا میری بیٹی میں تم اپنی ماں کا خیال رکھنا اور ایک بیٹا بن کر اس حفاظت کرنا یہ

میری ماں بہت ردو ہی تھی۔ میں اسے سبھی لے آئی اور اسے دلاسا دیتی رہی کہ تین سال کیجھنے گور جائیں گے۔ اس دن سے میں نے اپنے آپ کو بڑی محسوس کیا۔ اس مقدمے کے دوران میں نے کتنے ہی مرتبے یہ طے بھی کئے کہ میرا باپ چور اور بدعاش ہے۔ میں ایک ڈاکو کی بیٹی یا بیٹا ہوں۔

ایسے طے کتنے کے بعد پیل ہارمیکس دماغ کھیلنے لگے کہ آخر میں کس کی اولاد ہوں میرے باپ کون ہیں۔ میں کہاں پیدا ہوئی۔ کوئی میرا اپنا حلا کرنا

دیا میں ہے! نہیں۔ اگر ایک دلچسپ لہو کے رشتے دار جو وہ ہیں زورہ کہاں ہیں؟ مجھے کسی نے بوجھا کیوں نہیں کسی نے مجھے مرکوبن نہیں لیا۔ آخر وہ لوگ کہاں ہیں۔ میں ان سے ملنے کیلئے انھیں جاننے کے لیے۔ انھیں ایک نظر کیجھنے کے لیے اندر ہی اندر لے آئے۔

شید مجھے جوئے میں حیرت کر لیا تھا۔ اس نے کبھی یہ معلوم کرنا ضروری نہیں تھا کہ میں کس کی بیٹی ہوں۔ جینے والا یہ نہیں دیکھا کہ وہ مال کہاں سے آیا تھا۔ قسمت سے چہل جا رہا ہے اسے قبول کر لیا جاتا ہے۔ یہ جواریوں کی عادت ہوتی ہے۔ اسی لیے شید نے مجھے میرے متعلق جھان بین نہیں کی تھی۔ اب اتنی مدت کے بعد مجھے کم دین کا خیال آ رہا تھا وہی جانتا ہو گا کہ میں کس کی بیٹی ہوں کیونکہ میرا بچپن اسی کے پاس گزرا تھا۔

میں کم دین کو تلاش کرنے لگی۔ روزانہ میں کسی نہ کسی جوئے خانے کی طرف حاقی تھی متوسط طبقے کے یا نیچے طبقے کے گھروں میں جا کر دیکھتی تھی کہ شاید کم دین کس نظر آجائے لیکن وہ چہ نہیں کہاں غائب ہو گیا تھا۔ میں اب تک لڑکوں کا لباس پہنتی تھی میرے بال کٹے ہوئے تھے اور میرے جسم میں ایسی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی جس سے کہ لوگ مجھے لڑکی سمجھتے ہیں بالکل لڑکا ہی نظر آتی تھی اور دوسرے دیکھنے والے مجھے تقریباً اٹھارہ بیس برس کا جوان لڑکا کیجھتے تھے۔ یہ وقت کی دین ہے کہ میں اس عمر میں ایسی قدر اور اصمحت مند ہو گئی تھی۔

ایک روز میں کم دین کو تلاش کرتے ہوئے ایک کشادہ گلی سے گزر رہی تھی کہ چار جوانوں نے میرا راستہ روک لیا یہ وہی جوان تھے جو کلب میں میرے ساتھ زور آ مانی کرتے تھے۔ ان میں سے دو نو جوان کئی بار میرے ہاتھ سے پٹ چکے تھے انھوں نے مجھے گھیرتے ہوئے کہا کلب میں زورہ ساناہ مقابلہ ہوتا ہے لیکن دو تانہ مقابلے میں تم نے کئی بار ہماری پیچ پٹائی کی۔ ہم استاد کے خیال سے خاموش رہے لیکن آج اکل اور کھانا کا مقابلہ ہو گا۔

میں نے ان سے کہا کہ یہ مقابلہ اس گلی میں کیوں کرنا چاہتے ہو جو کچھ ہوتا ہے وہ استاد کے سامنے ہو گا۔ ایک جوان نے کہا کہ نہیں استاد نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سال کا مقابلہ ہر تم سے کریں گے اور تم ہم سے بہت جونیئر ہو۔ اگر کمیت حافے گے تو ہماری بے مزنی ہوگی۔ اگر مارا جاؤ گے تمہاری جلا نام نہیں ہوگا۔ لوگ یہی کہیں گے کہ تمہارے اپنے

سے بہت ہی جونیئر فائز کو ہرا رہا ہے۔ دونوں صورتوں میں ہماری بے مزنی ہے بہتر ہے کہ کلب میں آنا چھوڑ دو یا پھر آج ہم تمہارے ہاتھ پاؤں کوڑا کر لیں گھر میں بیٹھا رہیں۔

یہ کہتے ہی ان سب نے بیک وقت پھر پھر حملے کیے میرے دماغ میں اپنے واقعت کے لیے بڑی تیزی سے واچین آنے لگے۔ میں جتنے کی کرکشن کرنے لگی لیکن ہر تانہ کی ایک طرف سے بجاؤ گئی تھی تو دوسری طرف سے مار پڑھاتی تھی۔ وہ محنت واقعی دشمنوں کی طرح حملے کر رہے تھے اور وہاں کوئی دو تانہ مقابلے کی بات نہیں تھی۔ ایک منٹ کے مقابلے میں میں نے صرف دو جوائیوں کو بڑی طرح مارا۔ باقی دو جوان مجھے بری طرح مارتے رہے۔

اس گلی کی کھڑکیاں اور دروازے کھلنے لگے۔ مرد عورتیں اور بچے باہر آ رہے تھے۔ گلی کے سامنے سے ایک بڑی شاہراہ گزرتی تھی۔ وہاں سے ایک کارڈر گلی میں رگ گئی اور کچھ لوگ ہماری طرف آنے لگے۔ کتنے ہی لوگوں نے دور ہی دور سے ہم لوگوں کو دھمکی دی کہ مار پیٹ بند کرو میں لیکن انہم نے لٹکا کر کہا کہ تجار کوئی ہمارے قریب نہ آئے۔

ان نو جوانوں میں سے ایک کا نام اعظم تھا بعد میں بہت جلا کر وہ اس علاقے کا ابھرتا ہوا بد معاش سمجھا جاتا ہے۔ سب اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے من نہیں گتے۔ اسی لیے اس کے ڈنٹنے پر سب لوگ دور ہٹ گئے تھے اور ہماری لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

میں بچپن میں کم دین سے مارا جا کر تھی تو میری ناک اور ہاتھوں سے خون نہسے لگتا تھا پھر رفتہ رفتہ میں مادی ہو گئی۔ بالکل بے حس ہوتی چلی گئی۔ اس کے بعد مارا تو کھا لیت تھی اور برداشت کر لیتی تھی لیکن اب میرے جسم کے کسی حصے سے اہم نہایت ہو گیا ہے یا میں پھر کی رہ گئی ہوں۔ اس وقت بھی مقابلے کے دوران یہی ہوا۔ مجھ پر ان کے حملے ہوتے تھے لیکن ایسے ہی جیسے پتھر کو مارا جا رہا ہو میرے جوائی حملے سے دو جوان اس طرح زخمی ہوئے تھے کہ ان کی ناکوں سے اور باپھوں سے لہو ریز رہتا تھا اور وہ مجھ سے باہل ہوئے جاسے تھے اور باقی دو کی پٹائی اب میں نے شروع کی تھی جو دو نو جوان مار کھا چکے تھے وہ ذرا کستست پڑ کر اور محتاط ہو کر مجھ پر حملے کر رہے تھے اس لیے مجھے دوسروں پر حلا کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

مجبب انھوں نے دیکھا کہ ان کی تعداد زیادہ ہونے کے باوجود مقابلہ برابر ہو رہا ہے زورہ جیت رہے ہیں۔ نہ میں

شکست کھا رہی ہوں تو ان میں کچھ اور جھجلاہٹ اٹھتی ہیں۔ میں سے دو فوجان اچانک ہی جھگڑنے ہوئے کھس گئے۔ باقی وہ مقابلہ کرتے رہے۔ تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا وہ لالچی لے دوڑتے چلے آئے تھے۔ انھوں نے پیسے خرچ کرکے ہم اس بے فیضیو مارکر بیاں کھلی ہیں چھبک دیں گے اور اس کے کپڑے انارکریجے جائیں گے تاکہ یہ بیان نکلا پڑا ہے اور ساری دنیا اس پر تھوکتی ہے۔

پس کون کیسے ہوش آؤ گئے۔ ایک تو وہ لالچیوں سے حاکم کرنے والے تھے۔ دوسرے یہ کہ انھیں مار پیٹ کر یا بھوکش کر کے زخموں سے بھر کر رہنے کے بعد وہ میرے کپڑے انا دیتے تو سارا جھیکھل جاتا۔

اس صورت حال کو دیکھ کر مجھے دماغ نے سمجھا یا دیوں سے نکل بھاگنا چاہیے۔ وہ نہ یہ لوگ مجھے آج بے عزت کر کے ہی چھوڑیں گے اور میرے ہاتھ پاؤں بھی توڑ کر رکھ دیاں گے۔ میں نے فرار ہونے کے لیے بڑھ بڑھ کر چلے کیے لیکن اب تو مجھ پر لالچیاں بھی پڑنے لگی تھیں۔ میں دونوں ہاتھوں سے لالچی کے حملوں کو روک رہی تھی۔ بڑے سخت چلے تھے۔ بڑی سخت چوڑیں آ رہی تھیں لیکن میں اپنا سر بچا رہی تھی۔ ایسا کب تک ہو سکتا تھا چاناک ایک لالچی میرے سر کے پچھلے حصے پر لگی تو دن میں نالے نظر آنے لگے۔ میں نے سنبھلنے کی بڑی کوشش کی۔ دونوں پاؤں جھپٹا کر اوپر سے اٹھ کر دو گنا کی رہی۔ گرنے کے بجائے کھڑے رہنے کی کوشش کرتی رہی۔ چہرے میں دھندلائی ہوئی آ نکھوں سے دیکھا کہ ایک نوجوان سامنے سے لالچی کا حاکم کرنا چاہتا ہے۔ میں بھوکے شیر کی طرح ایک دم سے دوڑتی ہوئی اس سے لپٹ گئی اور اسے گھونسوں پر اور کڑوں پر بکھلایا۔ اس کے ہاتھ لالچی جھوٹے دالے تھے کہ میں نے اسے جھپٹ لیا۔ وہ لالچی میرے ہاتھ میں لپکا آئی کہ مجھ میں ایک نی جان آ گئی۔ میں نے اپنی جوتوں کو جھٹکا اور دوسری تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے حوصلے اور برداشت سے کہا کیا۔ میں نے لالچی چیلانی شروع کی تو وہ اوجھڑا دھر جھگڑنے لگے۔ دوسرا لالچی والا میرے آگے نہ بٹھ سکا۔ وہ بھی مقابلہ کرنے کے دوران اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اعظم اور اس کے ساتھی بھی میرے حوصلے سے جھنجھنے کے لیے ڈر جھانک رہے تھے۔

تھوڑی دیر میں میدان صاف ہو گیا۔ میں پیچ گلی میں لالچی تک کر اس کے سہارے کھڑی رہی۔ میری آنکھوں کے سامنے منظر دھندلا رہے تھے۔ دور دور تک مرد، عورتیں اور بچے نظر آتے تھے۔ جو قسم قسم کے کھڑے تھے۔ دیکھ لے تھے۔ دور ایک کلا

کھڑی ہوئی تھی اور وہاں کوئی شخص کھڑا ہوا سگرا رہی رہا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میری طرف آ رہا تھا۔ پھر کچھ لوگ کھس گئے۔ کچھ اسپتال پہنچا چاہیے یا قریب ہی کسی ڈاکٹر کے پاس جا کر میری مرہم چھنی کرانی چاہیے۔ اس کار والے نے دونوں ہاتھ اٹھا کر نرم لوگوں سے غلط ہو کر کہا۔ تھوڑی دیر کو اس لوگ کی طرف نہ بڑھے۔ میں اس کا علاج کر ڈوں گا۔

یہ کہہ کر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے بائیں سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے گہری اور خوش بوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر جاری بھر کم لیے میں ہر لات لڑکے لڑنے کا فن سیکھنے کے لیے مار کھانے کی مشق بھی کرتی پڑتی ہے تاکہ قوت برداشت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت تم نے راجا ہے اور خوب مار بھی کھائی ہے۔ میں بہت دیر سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ ایک اچھی تم میں ایک کمزوری ہے۔ تمہیں دلیر بننا چاہیے اور دلیر بننے کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت اس حالت میں اس لالچی کے سہارے نہیں کھڑے نہیں ہونا چاہیے۔

یہ کہتے ہی اس نے میری لالچی کو ایک لات ماری۔ وہ لالچی میرے قہقہے سے نکل گئی۔ میں ڈرا ڈھمکا کر بچو دونوں پاؤں پر جم کر کھڑی ہو گئی۔ وہ ہر لات شاہنشاہ اب اسی طرح اپنے قدموں سے چلتے ہوئے میری کار تک پہنچو۔ جو لوگ اپنی جرات اور اپنے حوصلے کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں۔ میں ان کی قدر کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ میں دو گنا تے ہوئے قدموں سے آگے بڑھنے لگی۔ اس وقت میرے سر سے لمبو بہہ رہا تھا۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ میرا چہرہ میری گون اور میرے گردن پر ان کے اندر تک بدن کا حقد لہو سے جھپٹتا جا رہا ہے۔ میرا سر بڑی طرح جھلکا رہا تھا۔ میری آنکھیں دھندلا رہی تھیں لیکن میں ایک ایک قدم اٹھاتی ہوئی اس کا کہ قریب پہنچتی جا رہی تھی۔ قدم پر یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے اب میں گرنے والی ہوں۔ اس جھپٹ سے کہتے ہی لوگوں نے چیخ کر کہا کہ یہ لڑکا بھر پڑے گا۔ اسے سہارے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اسے اپنی امداد ملے ملے یہ مری جانے اسے اٹھا کر کار میں ڈالنا چاہیے۔ مگر میرے ساتھ چلنے والا شخص دونوں ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو سمجھا رہا تھا۔ اطمینان رکھو۔ یہ لڑکا بہت سہاویں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے۔ یہ اپنے قدموں سے چلتا ہوا میری کار میں جا کر بیٹھے گا۔ تم لوگ دیکھتے رہو۔

پھر لوگوں نے دیکھا کہ میں اپنے قدموں سے چلتی ہوئی اس کی کار کے دروازے تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے کار کا دروازہ کھلا تو میں اگلی سیٹ پر بڑھال جو کر گر پڑی۔ اس شخص نے جھک کر کہا۔ کیوں نہیں حوصلے سے بھجھو۔ بوسے میرے پیچھے جھک کر میرے ہاتھ پر تازہ دم ہوا۔ ان زخموں کو برداشت کرنے کی کوشش کرو۔ بڑھال ہونے والے تھے اچھے نہیں گئے۔ میں اگلی سیٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی۔ پتہ نہیں وہ شخص میرے ساتھ کیوں ایسا سلوک کر رہا تھا لیکن اس کے اس انداز نے میرے اندر حوصلہ پیدا کیا تھا اور میں اپنے آپ کو سہارا اور سخت جان ثابت کرنے کے لیے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ دوسری طرف سے گھم کر اسٹیجنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کار اشارت ہوئی اداں بھیش کر چہرہ کی ہوئی وہاں سے دور جانے لگی۔ میں اپنی سیٹ پر سیدھی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بھی کبھی مجھے کن آنکھوں سے دیکھ لیتا تھا۔ پھر اس نے پوچھا تھا۔ تم کیا ہے؟

مجھ میں اب بولنے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی۔ میں نے اپنی بھڑکی ہوئی توتوں کو سمیٹ کر بڑی مشکل سے کہا۔

”میرے جان!“ وہ سر ہلا کر لڑا۔ تم واقعی بہت بہادر لڑکے ہو۔ میری ایک نصیحت کو اچھی طرح یاد رکھو۔ جب کبھی ایسی مصیبت کی گھڑیاں آئیں تو اپنی قوت برداشت کو زیادہ سے زیادہ آزمایا کرو اور اس کے آزمائے کا طریقہ یہی ہے کہ اگر کھڑے رہو تو اپنے پیروں پر جم کر کسی سہارے کے بغیر۔ اگر بیٹھے رہو تو پشت کی جانب کسی کا سہارا نہ لو اور سامنے دیکھتے رہو اور جو کچھ نظر آتا ہے اسے سمجھتے رہو اور اس طرح اپنے ہوش و حواس کو بھرا رکھتے رہو۔ تب ہی اتنے دالی دوسری مصیبتیں تمہارے سامنے چھپی پڑتی جائیں گی اور تم ان پر ہمیشہ بڑی آسانی سے غالب آتے جاؤ گے۔

اس کی باتوں سے اس کی نگاہ لی کا پتہ چل رہا تھا۔ میں جیٹ چاپ سسکتی رہی اور دعا مانگتی رہی کہ وہ مجھ سے کوئی جواب طلب نہ کرے کیونکہ بات کرنے کی ذرا بھی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ اس نے پھر ایک بار مجھے کن آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں وہاں بہت دیر سے کھڑا ہوا تھا کہ لڑنے کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ تم نے اتنے خوب صورت انداز میں ان کا مقابلہ کیا ہے کہ میری طبیعت خوش ہو گئی۔ جب تک کہ بہت زیادہ مار کھائی ہے لیکن وہ جانتے اس لحاظ سے

وہ بھی بہت زیادہ مار کھا کر گئے ہیں۔ جب لالچیاں آئیں تو میں نے حساب کیا کہ تمہیں کتنی چوڑیں ملیں گی۔ وہ لالچیاں تمہارے سر پر پڑی تھیں۔ تب ہی میں نے مجھ کو لالچیاں کاب تم پر پڑ گئے۔ لیکن تمہاری ہمت کی داد دینا پڑتی ہے کہ تم ہم کھڑے رہے۔ کئی لالچیاں تمہارے بدن پر بھی پڑیں اور تم ان میں سے ایک لالچی چھیننے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ میں کھڑا ہوا اس انتظار میں تھا کہ تم باطل ہی بے بس ہو کر بڑھال ہو کر گر پڑو گے اور مقابلے کے قابل نہیں رہو گے تب میں تمہاری مدد کو بیٹھوں گا اور ان لوگوں کو لڑاؤ لو سے دھمکا کر دیکھا دوں گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ میں پھر ایک بار کتاہوں کہ تم میری طبیعت خوش کر دی ہے۔ میں اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ مجھے کہاں لے جا رہا ہے۔ جلد ہی کسی اسپتال تک کیوں نہیں پہنچا دیتا ہے۔ فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت تھی۔ میں چاہتی تھی کہ امداد ملنے وقت میں ہسپتال پر آؤں۔ لیٹ جاؤں اور آنکھیں بند کر لوں تو کچھ آرام آئے گا لیکن وہ مسل گاڑی ڈرائیو کرنا جا رہا تھا۔ بہت دیر بعد وہ گاڑی ایک کونجی کے سامنے رکی۔ دربان نے کونجی کے احاطے کا بڑا سا آہنی دروازہ کھولا تو کار اندر بیٹھنے لگی۔ میں نے دوا سکرین کے پار دیکھا۔ بہت بڑے چلا پت بہت عالی شان کونجی تھی۔ ہوئی تھی۔ وہ گاڑی پورج میں پہنچ کر رک گئی۔ اس نے گاڑی سے اترنے کے بعد میری طرف کا دروازہ کھل کر کہا۔ اب میں تمہارا زیادہ امتحان نہیں لوں گا۔ میری کونجی کے اندر تک چلنے کے لیے تم میرے ہاتھ کا سہارا لے سکتے ہو۔

میری جان میں جان آئی کہ اب مجھے آزمائش سے گزرنا نہیں ہو گا۔ میں نے ایک ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر اس گاڑی سے اتر کر آہستہ آہستہ دوڑنے چڑھ کر برآمدے پر پہنچی۔ وہاں سے ہم کونجی کے اندر داخل ہوئے۔ کونجی کے اندر بیٹھتے ہی اس نے اچانک میرا ہاتھ چھو ڈالیا۔ میں لوکھڑا ہو کر پھر سنبھل کر کھڑی رہی۔ وہ سہارا ہوا۔ شاہنشاہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم نے صرف مجھ پر ہی بھروسہ کیلئے یا اپنے اعتماد پر بھی مل رہے ہو۔ ہم نے سنبھل کر ثبات کر دیا کہ واقعی ایسی حالت میں بھی زیر شعوری طور پر اپنے آپ پر بھروسہ کرتے ہو اور کسی دوسرے کا سہارا ہلے ہم لیتے ہو۔ شاہنشاہ۔

وہ عجیب آدمی تھا۔ قدم قدم پر مجھے آزمایا رہا تھا اور میری جان پر بھری ہوئی تھی۔ خدا خدا کہ ہم ایک ڈراٹنگ ٹیم میں پہنچے۔ وہاں مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا موقع ملا۔ اس نے کسی

کو دادی تو ایک ملازم اور ایک بخش پیش کیا تو جو خان
اس ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اس کے تدارکس کی محنت
کر دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ وہ کوئی پھلان ہے میرے اصنی مہلان
نے اس نو جوان سے کہا اس لڑکے کو فوراً طبی امداد پہنچاؤ
وہ نو جوان اس ملازم کے ساتھ ڈرائنگ روم سے فوراً
ہی باہر چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد وہی دو دولہا طبی امداد
پہنچانے کے تمام سامان کے ساتھ واپس آگئے۔ پھر میرے
زخموں کی صفائی اور مریم بچی ہونے لگی۔ میں کہنا چاہتی تھی
مگر تکلیف برداشت کر رہی تھی۔ میرا اصنی مہلان ہی چاہتا تھا
وہ میری قوت برداشت کو آزمائے کے لیے ایک طرف کھڑا
مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔ مریم بچی کے بعد مجھے آرام ملا تو
میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں نے اپنے اصنی مہلان کی
آواز سنی۔ وہ نو جوان سے کہہ رہا تھا اسے اٹھا کر میرا
میں لے جاؤ۔
چھین میں سے صبر کیا کہ اس نو جوان نے اپنے مضبوط
بازوؤں میں مجھے اٹھا لیا ہے اور مجھ کیسے لے جا رہا ہے۔
اس کے بعد مجھے برکس نہیں رہا میں گری بند ہو گئی۔
پتہ نہیں کتنی دیر بعد مجھے زبردستی اٹھا لیا گیا۔ میں نے
ذرا سی آنکھ کھول کر دیکھی تو وہی بھانگا نو جوان مجھے اپنے سہارے
آٹھ کر لیا۔ پھر مجھے بتایا اور ایک گلاس سے منہ سے لگایا
ہوا تھا۔ وہ چھلک کر جوس تھا۔ میں بھاگ کر اسے پی گئی گلاس
خالی کرنے کے بعد پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے
مجھے پھر لیٹر پر سلا دیا۔ دوسری بار جب میری آنکھ کھلی تو شام
ہو چکی تھی۔ سلسلے... دیوار گھڑی پر پانچ بج رہے تھے میں نے
اپنے آپ کو بائیں ہلکا چھلکا سا تڑنا زہر محسوس کیا۔ ذرا سی
انگڑائی تو نومبر میں درو کی میس میں اٹھیں۔ مجھے یاد آ گیا کہ میرے
سر میں سخت چڑیں آئی ہیں۔ میں آنکھ کو میچو گئی۔
بہت دور کہیں سے کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔
میں سمجھ نہیں سکی کہ وہ کسی آواز ہیں میں لیٹر سے اتر کر
اس کمرے سے باہر آئی۔ چکرئی کارڈ پڑا تو دل سے گزر کر
کوئی کے پچھلے حصے میں پہنچی۔ پچھلے حصے میں پائیں باغ کی
طرف ایک بہت بڑا مال سا بنا ہوا تھا۔ وہاں سے وہ آوازیں
آ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ لوگ ایک دورے
کے مہلوں کو دیکھ رہے ہیں اور حلقہ کر رہے ہیں۔ ایسے وقت
بے اختیار منہ سے جیسی آوازیں نکلتی ہیں ایسی ہی آوازیں
اس ہال سے باہر آ رہی تھیں۔
میں پائیں باغ سے گزرتی ہوئی اس مال کے دروازے

بیک پہنچ گئی۔ اندر نظر دیتے ہی فوراً میری سمجھ میں آ گیا کہ
وہاں مارشل آرٹ سیکھنے والے موجود ہیں۔ انھوں نے چاہا ہے
اور بغیر کارڈی میس میں پہنچی ہوئی تھیں اور کمر میں سیاہ کپڑے
کا ملبہ باندھا ہوا تھا۔ ہال کے ایک کونے میں میرا وہ لڑکا
مہلان ایک اونچی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی گریز
سے اتر کر میری طرف آئے لگا۔ باقی نو جوان آپس میں لڑتے
تھے۔ زور آزمائی کر رہے تھے اور بڑے اچھے انداز میں مارشل
آرٹ کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ان میں بڑی مختصر تھی۔ یہ سب
سے وہ لڑتے جانتے تھے۔ اگر کسی کو کچھ اعتراض ہوتا تو اس کا جواب
مقابل سر جھکا کر معذرت چاہ لیتا تھا۔
ایک چابی شخص اس ہال میں اور سے اٹھ کر آئے۔ وہ دروازے سے زیادہ کھینچے
آہستہ نکل رہا تھا اور لڑنے والوں کو گریزوں سے دیکھتا ہی نہیں لگتا۔ اس کے پاس ایک ماسک تھا۔ اللہ تعالیٰ کے
رہا تھا۔ اگر کسی سے نیچے ابلنے میں یا حلقہ کرنے میں یا چاہتا تھا تو اس سے میرے پاس بے پناہ دولت ہے میرے بڑے بچے
کرنے میں کوئی غلطی ہوتی تو وہ اسے سمجھاتا تھا میرے پاس میں ہی لے چاہے فائل لوگوں کو دیکھ کر کیا بلاتا ہوں اور
مہلان نے اسے مخاطب کیا۔ مسٹر واشورڈ کی بیان تشریف میں مارشل آرٹ سکھاتا ہوں اس کے لیے میں نے واشورڈ کی
لاہیں۔ اس لڑکے سے ملیں۔
مسٹر واشورڈ کی گھوم کر ہماری جانب دیکھی پھر آہستہ سے ہال میں دھنکے۔
آہستہ چلتا ہوا ہماری طرف آئے لگا۔ اس کے چہرے پر
ورشتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مسکرائی نہ جاتا تھا۔ وہاں تک کہ اس نے کہا کہ میں نے
اوداس کا پورا بدن فولاد کی طرح سخت نظر آتا تھا۔ میں نے اسے پوچھا بغیر فیصلہ کر لیا کہ کل سے تم بیان آکر مارشل
ترب آکر میرے سامنے سرکھڑا سا بیٹھا۔ وہ وہاں مارشل آرٹ سکھانے کے لیے آیا تھا۔ اس کے لیے ابھی مجھے اسے ساتھ لے جانا تھا۔
میں ہماری تعظیم کر رہا تھا۔ میرا سر بھی بے اختیار جھک گیا۔
اصنی مہلان نے کہا۔ اس کا نام امیر مہلان ہے اس کا ذکر
دوپہر کو کر چکا ہوں اور تم بھی اس سے ملنے کیلئے آئے ہو۔
یہ بات میرا اصنی مہلان اس سے انگریزی میں کہتا تھا۔
تھا اور میں انگریزی میں جانتی تھی۔ بعد میں یہ باتیں
معلوم ہوئیں مسٹر واشورڈ نے میری طرف دیکھ کر پوچھا کہ
پہلے کسی اسکول میں اس طرح لڑنے کی تربیت حاصل کر چکی ہو
میں اس کا منہ نہ کھلے گی میرے اصنی مہلان نے کہا کہ میں
سے پوچھا کیا تم انگریزی نہیں سمجھتے ہو؟
میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا کہ نہیں میں تھوڑی سی
اور تھوڑی انگریزی پڑھ لیتا ہوں مگر انگریزی نہ تو بول سکتی
ہوں نہ سمجھ سکتا ہوں۔
میرے اصنی مہلان نے سر ہلا کر کہا کہ کوئی بات نہیں
تم رفتہ رفتہ سب کچھ سیکھ لو گے۔ پھر اس نے مسٹر واشورڈ
"یہ لڑکا کل سے یہاں بیٹھنے آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ
اس کو خصوصی توجہ دیں۔ یہ بہت جلد ہی مارشل آرٹ

ایک اولاد کی ضرورت تھی انھوں نے مجھے اپنے بچے کی طرح
پالا ہے اور شیکے مجھے ایک اسپورٹنگ کلب کا ممبر بنایا ہے
جہاں میں نے فٹ بال کی تربیت حاصل کی ہے۔
اس ملک میں مسٹر واشورڈ کے مقابلے کا کوئی فائز
نہیں ہے۔ وہ تھیں فولادی فائز بنائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ
تم کل سے یہاں آکر سیکھ کر وہاں اس شید سے پھلان سے اچھی
اس سلسلے میں بائیں کر دوں گا۔
میں نے کہا۔ وہ آج کل جیل میں ہے۔
میں نے اسے بتایا کہ شید سے پھلان کس فٹ بال سے
اور کسی کیسی دار واپس کرنا رہتا ہے۔ ساری باتیں سننے کے
بعد حیرت انگیز لگتا تھا کہ مجھے تھیں ایسے ماحول میں نہیں رہتا
چاہیے۔ تم چھوٹے سے بھی کسی شریف خاندان کے لڑکے معلوم
ہوتے ہو پھر یہ کہ تم نے اپنی فٹ بال کی صلاحیتوں سے مجھے
متاثر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ پڑھنا سکھنا بھی سیکھ جاؤ۔
کچھ بیرونی زبانیں بھی سیکھ لو۔ میں تھیں بہت ہی قابل انسان
بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم شید سے پھلان
کے ماحول سے نکلو اور میرے پاس آ جاؤ۔
میں نے کہا۔ یہ فی الحال ممکن نہیں ہے کہ کوئی انھوں نے
مجھے اپنی اولاد کی طرح رکھا ہے۔ مجھ پر ہمارا بیان کی بہت زندگی
میں پہلی بار ایک عورت نے مجھے مان کہا کہ وہاں ہے اور شید
پھلان خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔ اس نے مجھے ایک اچھا فائز بنانے
کی کوشش کی ہے۔ اب جبکہ وہ جیل میں اپنے دن گزار رہا ہے
تو میں اپنی ماں کو بھوکے ڈک نہیں آؤں گا۔
اس نے مجھے تعجبی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ شہاں
اخلاق اور مروت بہت ضروری ہے۔ تم واقعی کسی شریف
خاندان کے بچہ و چرخ معلوم ہوتے ہو۔ اب میں تم سے اس
بات کی ضد نہیں کر دوں گا لیکن وعدہ کر دو کہ تم صبح سے آیا
کر دو گے اور رات کے آنکھ نہ لو گے واپس جایا کرو گے میں دوران
تھا ہی انگریزی آؤ کی تعلیم جاری ہے گی اور مسٹر واشورڈ
تھیں چاہا ہی زبان بھی سکھائے گا۔ اس کے علاوہ شام کو تم مارشل
آرٹ سیکھ کر دو گے۔
اس روز ہمارے درمیان ساری باتیں طے ہو گئیں پھر میں
اس سے نصیحت ہو کر اپنے گھر آ گئی۔ دو سے دن سے میں ہال
جائے گی۔ واقعی ہال میری تعلیم کا انتظام ہو گا تھا۔ میرے لیے
میرے گھر کے گئے تھے اور میرے لیے کتابیں بھی آگئی تھیں۔ اس
کے علاوہ شام کو میرے لیے ایک لباس سلا لیا گیا تھا جسے میں
کو مارشل آرٹ کی مشق کرتی تھی۔ میں نے اپنی اصلیت ظاہر

معاوضہ کرنے والے بے حیرانی سے دیکھتے تھے پھر یہ کہ راستہ ملنے وقت کسی سے بخوبی جانی تو کھانے والا ایک ہاتھ پیچھے جھلا ماتا تھا کہ اگر کوئی بھاری بھر کم آدمی ہوتا تو وہ مجھ سے ٹکرا کر میری سے دیکھتا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ ایک انسان سے ٹکرایا ہے یا فلاں کے کچھ ہے۔

دائیسروہ کی بے چینی و رزشیں شروع کرائیں۔ اُن و رزشوں کے ذریعے رفتہ رفتہ میرے فلاں جیسے بدن میں لڑچ اور لچک پیدا ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ دائیسروہ کی کے دواؤں کے کس میں ایسی مالش کا تیل بھی موجود تھا جس سے بدن پر مالش کرنے سے بدن کی جلد قدرتی طور پر ملائم نظر آ سکتی تھی۔ اُس نے کہا کہ و رزشیں کرنے کے بعد اس مالش کے تیل سے میرے روپے بدن پر مالش کی جائے گی کہ میں پھر ایک بار گھلیراؤں کیونکہ اب میں جوان ہو چکی تھی اور اب میں کسی سے اپنے بدن کی مالش نہیں کروا سکتی تھی۔

اگرچہ مجھ میں عورت بن نہیں تھا اور نہ ہی میں کنواری لڑکیوں کی طرح شرارتی تھی۔ میں اپنے اندر ایک مردانہ پن سا محسوس کرتی تھی۔ پھر بھی میں مالش اس لیے کروانا نہیں چاہتی تھی کہ خود کو مردانہ ثابت کرواؤں یا خود کو بھید میں کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ جیم الدین نے کہا: "میرا نام تم مجھ لڑکے ہونو ٹھوٹ اور جانچ کر دیکھتے ہو اور نہ ہی کپڑے آکر مالش کروانا چاہتے ہو تو فرم لو کہیں کی طرح شلنے کیوں ہو؟"

وہاں کرے میں دائیسروہ کی بھی بیٹھا ہوا تھا وہ بھی مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اپنے موڑ پر پہنچ گئی تھی چلا اپنے اس جھید کو چھپا نہیں سکتی تھی کیونکہ میں اپنے فلاوی بدن میں لڑچ اور لچک پیدا کرنا چاہتی تھی اور اپنے بدن کی جلد میں ملائمت بھی لانا چاہتی تھی۔ میں نے مجبور ہو کر ایک گرمی سانس لینے کے بعد جیم الدین سے کہا: "اچھا، میں آج تیرا پچھ سال سے ایک راز چھپا رہے ہوئے ہوں اور آج وہ راز آپ لوگوں پر آشکارا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

جیم الدین نے کہا: "اگر ایسا کوئی راز ہے جسے چھپائے رکھنا نہایت ضروری ہے تو مجھے ملے راز دار رہیں گے۔ ہمیں بتاؤ۔"

میں نے بڑبڑا کر ہی چھوڑے ہوئے انداز میں آہستگی سے کہا: "میں لوہا کا نہیں لڑکی ہوں۔"

ایک مردانہ ثابت کیا تھا۔ روکی نے میری طرف سے دیکھا کہ کیا تم مجھ لوگوں سے مذاق کر رہے ہو؟"

جیم الدین نے بھی انکار میں سر ہلا کر کہا: "جیم الدین نے کہا: "میں لڑکی ہوں اور اب میں لوگوں سے مذاق کر رہے ہوں۔"

میں نے کہا: "آپ لوگ یقین کریں یا نہ کریں۔ میں لڑکی ہوں اور اب میں لوگوں سے مذاق کر رہے ہوں۔"

میں نے کہا: "آپ لوگ یقین کریں یا نہ کریں۔ میں لڑکی ہوں اور اب میں لوگوں سے مذاق کر رہے ہوں۔"

میں نے کہا: "آپ لوگ یقین کریں یا نہ کریں۔ میں لڑکی ہوں اور اب میں لوگوں سے مذاق کر رہے ہوں۔"

میں نے کہا: "آپ لوگ یقین کریں یا نہ کریں۔ میں لڑکی ہوں اور اب میں لوگوں سے مذاق کر رہے ہوں۔"

میں نے کہا: "آپ لوگ یقین کریں یا نہ کریں۔ میں لڑکی ہوں اور اب میں لوگوں سے مذاق کر رہے ہوں۔"

میں نے کہا: "آپ لوگ یقین کریں یا نہ کریں۔ میں لڑکی ہوں اور اب میں لوگوں سے مذاق کر رہے ہوں۔"

میں نے کہا: "آپ لوگ یقین کریں یا نہ کریں۔ میں لڑکی ہوں اور اب میں لوگوں سے مذاق کر رہے ہوں۔"

زندہ نہ ہوں تو اس کی بھی خوشحالی مل جائے تاکہ مل کو لبستان سکے۔

میں نے یہ بات جیم الدین اور دائیسروہ کی کو بھی بتائی۔ وہ دونوں بھی یہی چاہتے تھے کہ میں تنہا نہ جاؤں بلکہ جیم الدین کسی کو میرے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "کیا اتنے دنوں کی تعلیم تربیت پر بھی آپ لوگوں کو بھروسہ نہیں ہے۔ کیا میں عمل ایک لڑکی ہوں کہ تنہا جانوں گی تو کوئی مجھے پکا چھو جائے گا؟"

جیم الدین نے کہا: "یہ بات نہیں ہے۔ کراچی بہت بڑا شہر ہے اور کم لاہور سے باہر بھی گئی نہیں ہو۔ یہ سفر بھی مختصر ہے۔ یہاں ہے اور وہ شہر بھی اجنبی ہو گا۔"

لیکن میں بضد رہی کہ مجھے جانا ہے۔ آخر جیم الدین نے ایک کاغذ پر پتہ لکھ کر دیتے ہوئے کہا: "میرے ایک دوست کا پتہ ہے۔ وہ سوسائٹی میں رہتا ہے۔ ہم اس پتے پر پہنچ جانا۔ وہاں تمہاری رہائش کا بندوبست ہو جائے گا اور تمہیں کراچی میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔"

اس سفر کے لیے شید نے مجھے ایک ہزار روپے دیے۔ اور جیم الدین نے پانچ ہزار روپے کمال کر کے سامنے رکھ دیے۔ میں نے کہا: "میں اتنی رقم لے جا کر کیا کروں گی۔ جیم الدین نے کہا: "وہ بہت بڑا شہر ہے۔ تمہیں قدم قدم پر ہسپتالوں کی ضرورت پڑے گی۔ انہیں رکھ لو اور اگر کم نہیں تو میرے پاس دوست سے قرضہ چاہو طلب کر لینا۔ وہ انکار نہیں کرے گا۔ میں تمہارے وہاں پہنچنے سے پہلے اسے ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع دے دوں گا۔"

دوسرے دن کراچی جانے والے ایک طیارے میں میری سہیل تک ہو گئی۔ وہاں ایئر پورٹ میں جیم الدین دائیسروہ کی شید اور میری ماں بھی مجھے رخصت کرنے آئے تھے۔ جیم الدین نے کہا: "میں نے ٹیلیفون پر اپنے دوست سے بات کر لی ہے اور اسے کہا ہے کہ میری من لولی بیٹی ہو۔ وہ ایئر پورٹ پر تمہیں لینے آئے گا۔ اس کی کار کا رنگ متری ہے اور اس کا کار کا نمبر بھی تم لوٹ کرو۔ یہ کہہ کر اس نے اس کار کا نمبر لٹ کر دیا تاکہ مجھے اس کے دوست کو پہچانے میں کوئی دقت نہ ہو۔ وہاں ان لوگوں سے رخصت ہو کر طیارے میں آکر بیٹھ گئی۔ یہ واقعی میری زندگی میں پہلا بڑا سفر تھا اور میں پہلی بار طیارے میں بیٹھ رہی تھی۔ میں نے ٹیکے کھائی رنگ کی شلوار اور فیض پہنی ہوئی تھی۔ سینے پر دوپٹہ تھا۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ پہن لیا تھا اور میرے شلوارے سے ایک بیگ بھول رہا تھا۔ میں بڑی سادگیاں لگ رہی تھی اس بات کا اندازہ لیں ہو کہ کتنے ہی لوگ مجھے بار بار دیکھتے تھے۔

۸۳

مکتا ہے۔

حادیہ مجھے کلا میں بٹھا کر قریب ہی گوند کے ایک خراب ملنے میں لے گیا۔ پھر اس نے کہا تھا کہ خراب خانے کے اندام نامناسب نہیں ہے۔ میں بڑھ کر تاراجوں کو کر دیتا ہوں۔

نام اکوڑی آوی ہے یا نہیں۔
میں کلا میں بھی رہی۔ واقعی یہ مناسب نہیں تھا کہ میں اتنے سالے شرابی لوگوں کے درمیان جاتی۔ وہاں پھیل پاڑہ میں سٹہ اڈوں کی جمہوریت میں جا کر میں نے دیکھ لیا تھا کہ ہمارے ہاں کے لوگ کتنی گرمی پرانی ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ایک عورت کو ذرا سا آزاد گھومتے دیکھ کر اسے آوارہ پرمعاش سمجھتے ہیں اور سب کے سب باجماعت آوارہ پرمعاش بن جاتے ہیں۔ اچھے گریبان بڑھڑ نہیں پڑتی کہ وہ کیا ہیں۔ الزام صرف عورت پر آتا ہے کہ وہ کیوں آزاد گھوم رہی تھی۔

حادیہ نے واپس آ کر بتایا کہ خراب خانے میں کرم دین نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ میں واپس ہو گئی۔ میرا اضطراب بڑھنے لگا۔ مجھے یوں لگا رہا تھا جیسے ہر گز یہ کلا میں باپ بھ سے دور ہوتے چلے ہو۔ میں نے کہا تھا پھر پھیل پاڑہ واپس چلو۔ وہ بہت عادی جوا رہی ہے۔ یقیناً سٹہ کھیلنے کے لیے آ گیا۔
حادیہ نے کہا تھا بار بار وہاں جانا نامناسب نہیں ہے وہاں لوگ طرح طرح کی بڑی غلط باتیں کر رہے تھے۔

میں نے کہا تھا انھیں باتیں کرنے دو۔ مجھے کرم دین کو تلاش کرنا ہے اور میں اسے ہر حال میں آج ڈھونڈ نکالوں گی۔
حادیہ نے مجھ کو بڑھ کر مجھے پھر پھیل پاڑہ تک پہنچا دیا۔ وہاں پہلے میں اس مال کی طرف گئی جہاں نہ لگتا ہے جلتے تھے وہاں میں نے کچھ عورتوں کو دیکھا جو سٹہ کھیلنے آئی تھیں۔ مجھے کرم دین کی نظر نہیں آیا۔ میں جہاں بڑھوں کی طرف واپس آئی۔ مجھے کرم دین کو نہ مل سکا۔ آواز سے کس کو کہہ دیتے ہیں اس کی باتیں میرے من پر تھیں یہی لیکن رنڈ رنڈ وہ بڑی گندی بالوں پر آرتے آتے تھے۔ میں نے وہاں ہاتھ اٹھا کر ڈپا چھینے ہوئے کہا چپ ہر مبادو۔ پہلے میری بات سنو۔ کیا میرے مریاں آنے سے تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں کوئی آوارہ لڑکی ہوں؟

کسی طرف سے ایک نے کہا کہ خراب لوگ ہیں اچھے لوگوں سے نہیں نکلتیں۔ انکو کتنی بھی میں تو لایسی جگہ نہیں آتیں۔
میں نے کہا تھا شرعیہ لڑکیوں کے باپ اور بھائی بھی ایسی جگہ نہیں آتے۔ ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جنھوں نے سٹہ کھیلنے کے لیے اپنی بیویوں کے زیورات جیسے ہیں۔ کوئی ایسا ہے جو

اپنی تنخواہ گھر میں دینے کے بجائے میان سٹہ کھیلے۔ کبھی کے گھر میں بیٹے فاقہ کر رہے ہیں لیکن وہ اسٹار بیج کر بچوں کو روٹی کھلانے کے بجائے میان سٹہ کھیلے۔ تم لوگوں میں کتنی شرافت ہے کہ کچھ اکیلے لڑکی کو طعنے دے۔ آواز سے کس نے ہر اور اپنے ہی منہ پر پھونک دیا۔ میں کوئی غیر نہیں بخاری ہی بہنوں اور بیٹیوں میں سے ایک لے کر تونگے آدمی نے اپنی ہاتھوں پر آواز دی اور میری طرف بڑھتے ہوئے کہا میری نہ تو کوئی بیٹی بیٹی ہے۔ ہاں کوئی داشتہ نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میرا سے اٹھا کر اپنے گھر لے جاؤں اور داشتہ بنا کر کوئی لڑکی میں نے چاروں طرف دیکھے ہوئے کہا۔ میں کوئی کرم دین کی طرف لوگ بھی آئے ہوتے ہیں جواپنی عادت مجبور ہو کر جوا کھیل رہے ہیں لیکن ان میں یہ کھیل بھی نہیں کسی عورت پر ہوتا تھا۔ میں نے کہا کہ اپنے آپ پر اٹھا کر کیسے اٹھا کر لے جا سکتا ہے تو آ جا۔ یا تو مجھے لے جایا جائے ہیں زمین پر لٹا دوں گی۔

میری بات سن کر وہ ہنستا ہوا آیا۔ وہ بڑے آرام سے مجھے کوئی کمزور لڑکی سمجھ کر میرا بازو پکڑتا تھا۔ میں ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر دس دیا۔ وہ ایک دم سے اور پیچھے جا کر ایک کورسی پر بیٹھا اور اس کورسی کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔ ایک بیک بھیڑ بھٹنے کی جواز پریش سے کڑاتے تھے اور عرض ہوا کھیلنے کے عادی تھے۔ دور بیٹنے لگے۔ جو شخص مار لیا کر کا تھا اس کا ایک ہاتھ بڑھ کر غصے سے بلوائی لڑکی تو نے استاد پر ہاتھ اٹھا کر مت کہ عورت دی ہے۔ ہم مجھے بیان سے زندہ نہیں دیں گے۔

یہ کتنے ہی اس نے مجھ پر پھلانگ لگائی۔ میں کہا ہٹ گئی۔ وہ بیڑہ پر آکر گرلا۔ میں نے اس کی گردن پر کھڑا ایک ہاتھ کر دیا۔ پھر اس کے منہ کے بالوں کو کھینچ کر ایک طرف کھینچ کر منہ کے نیچے کھڑا کیا اور پلے پلے گھومے ملنے کے بعد اسے زمین پر گر کر دیا۔ اس دوران میں نے آوی نے پیچھے سے آکر مجھ پر کئی ہاتھ چلے۔ ایک ہاتھ ماری لیکن مجھ پر ایسے حملوں کا اب کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ نے پلٹ کر اس کی خبر لی۔ صرف دو ہاتھ اس کے منہ پر لگا کر پر مائے تودہ فرسٹ ہو کر گر کر تپنے لگا۔ کوئی جراتی سے نہ دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آفریقہ میں ایسی کیا بات ہے کہ مار کھانے کے بعد آدمی زندہ رہتا ہے۔

کیونکہ ان کا استاد جو گر کا تھا۔ وہ اب آہستہ آہستہ اٹھ رہا تھا لیکن اس میں حملہ کرنے کی جرات نہیں تھی۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کی ایک سے اور دوسرے سے خون بہہ رہا تھا۔ شاید دانت بھی بل گیا ہوگا۔

وہ اس علاقے کا پرمعاش تھا۔ ایک لڑکی کے ہاتھ سے مار کھانے کے بعد اسے اپنی توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ کر چلا گیا۔ غالب اسکا بچہ کچھ کچھ کھینچ کر ایک ہاتھ نے ہی لے لیا۔ بھابھا اٹھا کر مجھ سے محو اسے منسکا دیا۔ یہ سوچ کر اس نے فوراً ہی اپنی جیب سے چاقو نکال لیا۔ اس جگہ میں ذرا سی جھگڑا ہو گئی۔ کہیں دوسرے کسی نے کہا۔

”غصہ ہے ایک لڑکی کے سامنے چاقو نکال رہا ہے۔“
اچانک ہی اس نے چاقو سے حملہ کیا۔ میں بالکل ہی تیار کھڑی تھی۔ میں نے فوراً ہی کرسی اٹھا کر اس کے گلے کو روکا۔ وہ اس بات کو مٹا سان بھٹتا تھا کہ ایک ہاتھ سے کرسی ہٹا کر میری طرف بڑھ جانے لگا۔ لیکن میں نے غصے سے اسے کرسی سے اٹھایا تھا۔ جیسے ہی وہ کرسی کی طرف متوجہ ہوا اور اسے بٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے پیچھے سے ایک لالٹ مار دی۔ میری لالٹ اس کے گھٹنے پر پڑی تودہ لڑکھایا۔ میں نے فوراً ہی کرسی ایک طرف چھینک کر دوسری لالٹ اس کی کمر پر مار دی۔ وہ ایک دم سے جھکا تو میں نے اس کے چاقو والی کلائی کو پکڑ لیا۔ پھر اس کے صحن سے چھین نکلتے گئیں۔ یقیناً وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی کلائی آہنی کٹنے میں ہے۔ میں اس کی کلائی کو موڑ رہی تھی۔ پھر موڑتے ہوئے ایک ایسے مقام پر آئی۔ جہاں مجھے اپنا آفری داؤ استعمال کرنا تھا اور جب آفری داؤ میں متعلق کوئی تھی تو بہت زور کی جینگ مارنی تھی۔ میں نے فلک ٹنگاٹ چمک صحن سے نکالی۔ دوسرے ہی لمحے کھٹاک کی آواز کے ساتھ اس کی کلائی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

اب وہ فرسٹ پر پڑا تو پل رہا تھا۔ اس کا چاقو اس کے پاس ہی پڑا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ کبھی پلے نہیں دے گا۔ اسے اس چاقو کو نہیں چھو سکتا تھا۔ سب لوگ بالکل سکستے کے کام میں تھے۔ میں دیکھ رہے تھے جیسے کوئی بڑبڑا رہا ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک تینا لڑکی تین ہاتھوں کو اس طرح ملے گی کہ وہ فرسٹ پر سے اٹھ نہیں سکیں گے۔
میں وہاں سے پلٹ کر جانا چاہتی تھی کہ چار پولیس والے آ گئے۔ اس بات نام لوگوں نے میری حمایت میں کہا کہ مجھے چھوڑا گیا تھا اور جھگڑے کی ابتداء ہاتھوں کی طرف سے ہوئی تھی۔ اس لیے پولیس والوں نے مجھے زیادہ دیر نہیں روکا۔ وہ

بھی کہنے لگے کہ یہ پرمعاش آنے دن بیان دینگے فلا کر رہتے رہتے ہیں۔ آج انھیں اچھا سبق ملا ہے۔ میں پولیس والوں سے نصیحت ہو کر جانا چاہتی تھی کہ اچانک میری نظر ایک بڑے شخص پر پڑی۔



وہ شخص میرے قریب آ رہا تھا۔ پھر اس نے مجھے غور سے دیکھے ہوئے کہا۔ بیٹی! میں نے بیان آ کر اچھی معلوم کیا کہ تم کرم دین نامی کسی ایسے شخص کو تلاش کر رہی ہو جو بلا ہور سے آیا ہے۔ میرا کم کم دین ہے اور میں لاہور سے آیا ہوں۔ کہیں تمہیں مجھ سے کوئی کام نہیں ہے؟

میں نے اسے غور سے دیکھا تو پہچان گئی۔ وہ بہت بدل گیا تھا۔ میں بھی تو بہت بدل گئی تھی۔ جب وہ مجھے ہونے میں ہار کر گیا تھا تو میں بچی تھی۔ اب جوان تھی۔ پھر راسل آرٹ ویو کے ذریعے مجھ پر بڑے بڑے انقلاب آئے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔ ہاں کرم دین مجھے بخاری لکاش تھی۔ ذرا ہار میری کار تک آؤ۔

یہ کہہ کر میں آگے بڑھی۔ وہ میرے ساتھ چلنے لگا۔ جاؤ۔ بھی میرے ساتھ چل رہا تھا۔ اس نے کہا کہ کال سے تم سبکی ان ہاتھوں سے لڑا رہی تھیں اور تم نے انھیں زمین پر بھی گرا دیا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں جا گئے تھے؟
وہ بولا۔ میں فوراً ہی پولیس والوں کو بلانے چلا گیا تھا۔ یہ پولیس والے میری ہی طرف سے آئے ہیں۔

ہم کار کے پاس پہنچ گئے۔ بہت سے لوگ ہمارے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ مجھے اب تک جراتی سے دیکھ رہے تھے اور آپس میں میرے متعلق جھگڑے کر رہے تھے۔ میں وہاں کرم دین سے بات نہیں کر سکتی تھی اس لیے میں نے پھل سیٹ کا دروازہ کھولے ہوئے کہا۔ بیان بیٹھ جاؤ میرے ساتھ میری کھینچ میں چلوں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

وہ بھی جرات تھا اور مجھ سے متاثر تھا۔ چپ چاپ اس کار کی پھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں اگلی سیٹ پر جاؤ کہ اس کے آکر بیٹھ گئی تھوڑی دیر میں کار اشارت ہوئی اور ہم اس بھیڑ سے دور کھٹکے چلے گئے۔

راتے میں کرم دین نے کہا تھا۔ اگر ہمارے ملک میں تمہارے جیسی بیٹیاں پیدا ہونے لگتیں تو ہمارے ہاں کی گلیوں کو چوں سے ہاتھوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تم نے ایسی ویڈیو دکھائی ہے کہ وہاں سب ہی جراتی رہ گئے تھے۔ ویلے تم کوں ہوا رہا ہے

کے اندر مجھے میرے ماں باپ کا پتہ بتانے لگا کہ وہیں نے وعدہ کر لیا لیکن پانچ سو روپے مانگے۔ تم بخت بڑی پچھو لیا تھا اکل نے اسے پانچ سو روپے لئے دیے۔ وہ اسے غرض سے رکھنا چاہتا تھے۔ انھوں نے کہا کہ اگر تم ایک مہینے کے اندر مر جائے کہ والدین کا پتہ بتا دو گے تو میں تمھیں پانچ ہزار روپے دوں گا۔

وہ چلا گیا کس کے جانے کے بعد ہم لوگ کھانے کیلئے ڈانٹنگ پبل پر آ گئے۔ اکل وہاں نے مجھے کہا کہ مر جائے ایک بات یاد رکھو تم لاکھ دلیر سی۔ لیکن اپنے غصے کو کنٹرول میں رکھنا سب سے بڑی بات ہے۔ اگر تم غصے میں آ کر اسے مار دو گے تو وہ تم پر بخت منہ میں آ کر مر جائے گا۔ پھر سوچو کہ تمھیں تمھارے والدین کا کون سا پتہ بتا دے گا۔ ساری زندگی تم ان کو دیکھنے کیلئے ترستی رہو گے اور وہاں تک بھی نہیں پہنچ سکو گی میری نصیحت یاد رکھو۔ آئندہ کرم دین کو کبھی کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ ہزار روپے کے اجودہ پر کوشش کرو کہ اس سے چار عیشت سے یا چار چوڑی کے ذریعے اپنا کام نکال سکو۔

میں سمجھ رہی تھی کہ اکل درست کہہ رہے ہیں لیکن میرے والد والدین سے ملنے کے لیے اتنی بے چینی تھی کہ میں آپ سے باہر ہو گئی تھی۔ اب تو یہ بے چینی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ کرم دین بڑی آسانی سے پتہ بتا دے گا اور وہ ختم ہو جائے گا۔ میں برسوں کی پھڑکی ہوئی اپنے والدین تک پہنچ جاؤں گی۔ لیکن یہ ٹیڑھی کھیر کھلی اور کرم دین لالچے سے رہا تھا۔ پتہ نہیں دیا ایک مہینے کے بعد بھی مجھے صبح پتہ بتانے والا تھا یا نہیں۔ وہ اگر پتہ بتا چھپا رہا تھا تو یقیناً اس کے پیچھے کوئی راز ہوگا۔ اس کی مجبوری نہیں بلکہ وہ اس راز کے ذریعے کوئی منافع حاصل کرتا ہوگا۔ اسی لیے وہ خود کو بظاہر مجبور بنا کر بیسیں کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ دھاندلی کر رہا تھا۔

کھانے کے بعد میں اور ذہینہ خواب گاہ میں آ گئے۔ میرے لیے ذہینہ کی خواب گاہ میں سونے کا اٹھا کر لیا گیا تھا۔ میں گم غم سی ہو کر کرم دین کے متعلق ہی سوچتی جا رہی تھی۔ ذہینہ نے مسک کر کہا کہ اب بس بھی کرو کہ کب تک اس نصیحت بوڑھے کے متعلق سوچتی رہو گی مجھے تو وہ بڑی مہذب اور بے خرم لگ رہا تھا۔ شاید ہی وہ تمھیں تمھارے والدین کا پتہ بتا سکے۔ میں بستر پر تھکے ہوئے انداز میں گر پڑی۔ میں نے کہا۔ ”اچھی بات ہے۔ مجھے ابھی اس کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے۔ مہینا سوچوں گی اتنا ہی اچھی رہوں گی۔ تم کچھ اپنی باتیں کرو۔“

اب تمھارے بدن سے وہ خوشبو نہیں آ رہی ہے جو میں نے اپنی بوڈٹ پر محسوس کی تھی۔ کیا خوشبو کا نسل ایسے ہی ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر بعد خوشبو آ جاتی ہے؟“

ذہینہ نے ہنس کر پاس آ کر لیٹے ہوئے کہا کہ پتہ نہیں خوشبو اتنی جلد ہی کیسے آؤ گی۔ وہ خوشنما رہے اس کے بدن سے تو جو عیس گھٹنے خوشبو آتی رہتی ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ سننا کون ہے؟“

”بہت ہی حسین عورت ہے۔ اسے دیکھ کر ایسا پتہ چلتا ہے کہ خدا نے اسے بڑی فرصت سے بنایا ہے۔ تم بخت عجب حسین ہے اتنی ہی معذور بھی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ کوئی مرد اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ وہ کنواری ہے اور کنواری لے گی۔ لوگ اس کے لیے ترستے رہیں گے۔“

میں نے تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر دیا۔ شننا کی یاد آگئی تھی۔ تصور میں اس کا سر پا سامنے آ گیا تھا۔ واقعی تم بخت ہلا کی حسین تھی اور میری زندگی میں وہ پہلی عورت تھی جسے میں اپنی مرضی سے ہاتھ نہیں لگا سکا تھا اور وہ میرے لیے آسمان کی مٹی تھی جسے میں زمین پر کھڑا ہو کر چھو نہیں سکتا تھا۔

میں ایک سگریٹ سلگانے کے بعد پھر مر جائے کے داغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے سامنے بھی ہوئی تو کی کو داستان سامنے ہوئے کہ یہ ہی تھی میں بہت رات تک ذہینہ سے شننا کے متعلق باتیں کرتی رہی۔ ذہینہ نے میسج اس کی تعریف کی تھی۔ اسے سن کر میری دلچسپی شننا سے بڑھ گئی۔ میں نے سوچا کہ میں اس سے مزید دوستی کروں گی۔ اس رات ذہینہ میرے پاس سوئی رہی۔ میں اور وہ بہت رات تک بات کرتے رہے۔ پھر بہت رات گزرنے کے بعد وہ تنگ ہار کر سو گئی۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد نیند کی غوشش میں پہنچ گئی۔

وہ صبح میں نے کرم دین کا اٹھا کر کہا کہ وہ شاید آئے گا لیکن وہ نہیں آیا۔ میں نے سوچا کہ اگر رات کو بھی نہ آیا تو میں دوسرے دن اس کے پاس جاؤں گی۔ شن کو زہینہ کہیں سے والدین آئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت پریشان ہے اور گھر والوں سے اپنی پریشانی چھپا رہی ہے۔ اس کی اتنی پوچھا بھی کہ وہ اداں کیوں ہے تو ذہینہ یہ کہہ کر مال گئی کہں کی حدیث لکھ چیک نہیں ہے۔

پچھلے کے پچھلے ہی جواب دے دیا۔ بھگوان صاحب... تمھیں میں نے اپنی کیا کرتی تھی۔ بولیں۔ یعنی مر جائے۔ تم دواں سیلیاں میں تھی۔ مر جتم ہی جا کر اس سے پوچھا کہ وہ اتنی اداں کیوں ہے۔ اس کی طبیعت کیوں غراب ہے تم اسے سمجھاؤ کہ تمھارا بھتیجا بہت بیمار ہے۔ ذہینہ رات کو وہ بھوکا سو جانے لگی۔

میں نے ان سے وعدہ کیا اور کھانے کے بعد بیٹھوں میں آئی۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور آواز بھی دی۔ ”ذہینہ دروازہ کھولو۔ میں مرل اور کوئی بھی نہیں ہے گا۔“ میری آواز پر اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھیں شرمج ہو رہی ہیں اور وہ کچھ دیر بیٹھ رہی رہی ہے۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر کے ہونے پوچھا۔ کیا بات ہے ذہینہ؟ کیا مجھے اپنا دکھ نہیں بتاؤ گی؟“

میری بات سننے ہی وہ مجھ سے لپٹ گئی اور بھونٹ چٹھ کر لٹنے لگی اور ساتھ ہی کہنے لگی۔ میں بڑا بھونٹ ہوں میں کسی کرم مند دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ تم نے مجھے پوچھا تھا آخر ایسی کون سی بات ہو گئی۔ تم پریشان کیوں ہو جی بوسہ ملنے سے ساری باتیں مجھے بتاؤ۔ میں.... سمجھا ہاں کہ اسے بستر پر لے آئی۔ پھر وہاں اسے بٹھا کر اس کے آس پاس پوچھنے لگی۔ وہ بولی تیں ڈوب رہی ہیں۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ میں تمھارے ساتھ بستر پر لپٹ کر تمھارے سینے سے لگ کر لیتا جا رہی ہوں۔ اس کے بعد ہی کچھ بتا سکوں گی۔

میں اسے اپنے ساتھ لے کر بستر پر لیٹ گئی۔ پھر اس کے بدن کو مجھ کی پیٹھ پر کر اور کبھی سہلا کر تسکین دینے لگی۔ اس نے کہا کہ وہ جو خوشبو کا غسل کر لیا ہوتا ہے۔ وہ بالکل فراش ہے۔ آج میرے سامنے اس کی حقیقت کھل گئی ہے۔ میں جان خوشبو کا غسل کرنے گئی تھی وہاں ایک آدمیڑ عر کی سیانی عورت ہے۔ وہ بدن پر خوشبو کا غسل کرنے کے بدلے آجتمہ آجتمہ تو ان کیوں کے کپڑے اتار دیتی ہے۔ اس طرح انھیں بالکل عریان کر دیتی ہے۔ وہ کہہ بالکل بند ہوتا ہے اس لیے میں ذرا بھی نہیں شرماتا۔ لیکن تم میرے سامنے ایک حالت تھی اور پھر میرا اس بات کی دیوانگی تھی کہ میں اپنے بدن کو مکنا جیو کلاب بنا دوں گی۔ آج جب میں وہاں گئی تو پتہ چلا کہ میری بہت ساری عریاں تصویریں انار لٹی ہیں۔ میں ان تصویروں کو دیکھ کر شرم سے زمین میں گر پڑی۔ میری نظریاں اٹھ نہیں سکیں۔ مجھے ایسا لگا کہ میں اسی لمحے مر گئی ہوں۔

یہ کہہ کر وہ پھر رٹنے لگی۔ میں نے اسے پیٹھ پیٹھ کر تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔ تم خود ماں کیوں گئی تھیں؟ میں اتنی عقل ہوتی چاہیے کہ بند کر کے میں خواہ عورت، ہی کیوں نہ ہو اس کے سامنے لباس اتارنا مرا سر پر شرمی ہے۔

وہ بولی تیں جاتی ہوں۔ میں نے آج تک اتنی کے سامنے بھی نہیں... لباس تبدیل نہیں کیا۔ لیکن اس وقت میرا ذہن یہ یہ جنون سوار تھا کہ میں شننا کی طرح ایک مسکرتی ہوئی عورت بن جاؤں۔ اتنی حسین اور اتنی عرش بردار کی کو لکھ لیا تے رہیں اور مجھے شننا کی طرح حاصل نہ کر سکیں۔

میں نے پوچھا۔ کیا اس بات کرنے والی عورت نے تمھیں تمھاری تصویریں دکھائی تھیں؟“

وہ انکار دے کر ہار کر لٹی۔ میں اس کو مٹی میں ایک اور شخص ہے۔ اس کا نام ملک نواز ہے اس نے مجھے تصویریں دکھائیں تو میں نظریں اٹھا کر دیکھ بیٹھ نہ سکی۔ وہ میرا دکھ بھونٹ رہا تھا اور میں اپنا دکھ چھڑا رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ تمھیں بہن تمھاری عزت ہے آج نہیں آنے دیں گے۔ پھر تمھارے میسج میں لڑکیوں کو باطل اچھوٹی اور کنواری رکھتے ہیں اور اسی طرح باہر ملک میں بھیج دیتے ہیں تم اس ملک سے باہر جاؤ گی تو کھلا لڑ پڑے گاؤ گی۔

میں نے اس سے کہا۔ مجھے دولت کا لالچ نہیں ہے۔ میں جانا نہیں جا رہی۔

اس نے کہا۔ تمھیں جانا ہی ہوگا۔ اگر جمانے سے انکار کرو گی اور اپنے گھر سے بھاگ کر نہیں آؤ گی تو یہ تصویریں تمھارے والدین کے پاس بھیج دی جائیں گی اور تمھارے پوتے فائدان میں تعمیر کر دی جائیں گی۔ چچاؤں کا ایک رنگین کینڈا لگ چھپے گا جو سارے بازاروں میں اور ساری دنیا کے مالک میں تعمیر کیا جائے گا۔ تم کہیں بھی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔

ذہینہ یہ کہہ کر پھر رٹنے لگی۔ میں نے اسے پیٹھ کر کہا۔ ”اب رتی کیوں ہو۔ رٹنے سے تمھارا یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ انھوں نے تمھیں بڑی طرح جھوٹا لیا ہے۔ اب تمھارے فائدان کی دھانی ہونے والی ہے۔ تم اگر رو دو گی یا ان کی باتوں سے انکار کرو گی تو وہ تم لوگوں کو کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رکھیں گے اس لیے آس پاس لڑ پڑ لو اور حوصلے سے کام لو۔ داغ سے سوچو کہ کس طرح اس مصیبت کو دور کر لیا جاسکتا ہے اور اپنی عزت اور اپنی آبرو بچائی جاسکتی ہے۔“

ذہینہ نے کہا۔ جب تک وہ تصویریں اس کے منہ میں رہیں گی اس وقت تک مجھ پر مصیبتیں نازل ہوتی رہیں گی۔

کہے گی کہ مرعبانہ آخر کس قسم کی لڑکی ہے اود اُس کے اندر
بغاوت کا جذبہ ہے یا نہیں ؟

میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ بالکل غلط ہو گیا کہ مر حبیب
اُس سے مل کر کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے اُس پر ہونے
والا شبہ یقین میں بدل جائے۔ لولیتا کر کے انداز آنے کے بعد
اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھا رہی تھی مرزا نے اُس کے
ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بڑے پیار سے دایا۔ لولیتا
چڑھ کر اس کے ہاتھ کو دیکھنے لگی اُس نے بھی یہی محسوس
کیا جیسے وہ کسی عورت سے نہیں بلکہ کسی مرثیے کے ہاتھ ملا رہی
ہو حالانکہ وہ ہاتھ ایک عورت کا تھا۔ مرزا کا تھا۔

”میرا نام مرزا ہے۔ کیا تمہارے ساتھ اور بھی دوسری لڑکیاں اس جہزیرے میں آئی ہیں؟“

لڑکھانے کا نام میرے ساتھ صرف ایک لڑکی ہے
 اُس کا نام بینا میری ہے۔ ویسے میں تم سے مصافحہ کر کے حیران
 ہوں۔ تمھارا خط غور و فکر کے طرح سخت معلوم ہوتا ہے۔ ہم افکار
 ایسی نہیں نگہیں۔ بالکل نرم و نازک سی لڑکی دکھائی دیتی ہو۔ ہاتھ
 ملانے سے معلوم ہوا کہ اندر سے بڑی سخت ہو گیا تمھیں مارشل
 آرٹس سے شوق رہا ہے ؟

”ہاں میں نے کیلئے کی کوشش کی تھی مگر سیکھ نہ سکی۔ یہ سختی میرے لئے زیادہ آسان ہے۔“
 ”کیا تم اس بزم پر ہے میں اپنی خوشی سے آئی ہو؟“
 ”ہاں جی سبھ لو!“

لو لیتا ہے بہت انفرنگی سے کہا: ”مجھ میں بہت محبوبہ ہو کر آئی ہوں۔ مجھے میرے ملک میں ایک میل تک لگا گیا ہے یہی ایک کروڑی سے فائدہ اٹھا کر مجھے یہاں لے کر محبوبہ کیا گیا ہے۔“ کوشش کریں اُن لوگوں سے انتفاع لیتی اور یہاں سے جہاں تکلیفی۔

لو لیتا اعلیت انکارنے کے لیے بڑی ذہانت سے
 باتیں بنا رہی تھی۔ دوسری طرف مرزا نائیب لڑکیوں کی بد رفتاری
 دوسری بھی تھیں کہتی تھی کہ ایک لڑکا جو فروخت ہونے کیلئے
 اس گریز سے میں آئی ہے وہ جاسوس بن کر اس کا جسد بینے
 کی کوشش کر رہا ہے، ہر گز مرزا نائیب جہاد دمی میں کچھ کہنا ہی
 چاہتی تھی کہ میں اس کے داغ پڑا بیض ہو گیا۔ اب مرحبا

نے اس سے سوال کیا: لولیتا! اس جزیرے میں تمام لوگوں پر
باندی ہے، تم کس طرح آزادانہ گھومتے ہوئے جاسے پاس
آگئی ہو؟“

میں نے مر جانے کے مانع کو ذرا ڈھیل دی " تاکہ وہ اپنی

ہی زبان سے کیے ہوئے اس سوال کی اہمیت کو سمجھ کر واقعی زمین تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ ہاں مجھے ہو جو کہ یہ تو مسلم کرنا ہی چاہیے کہ یہ لڑکی اتنی آزاد ہو کلاچ تک کیسے چلی آتی؟“

لو لہیا لے کما تے میں آج ہی یہاں پہنچی ہوں۔
 ہاں بے کچھ ہاں سوں بھی آئے ہیں۔ انھوں نے مجھے
 مرگ کو قہقہے دلا دیے کہ جب تک وہ اس جزیرے میں
 تب تک کوئی قاتل کسی کا نہیں بن گا۔ سکے علاوہ
 سے اس جزیرے کی سیر کر سکتی ہوں۔

مرحمانہ کی سوچ نے میری ہدایت کے مطابق ہرگز نہ کرکما۔ پھر تو ہم سب لڑکیوں کو آتھتھاتے سے نکلنے لگے۔ اس جہیز پرے کی سیر کرنا چاہیے۔ اب ہم پر سے پابندیاں گئی ہوں گی۔

لولیٹا ڈراما یو کھلا کھٹی۔ کیونکہ آواز می تردی نہیں
تھی اور ہاں بندیاں سب پر برقرا تھیں اس نے جلدی
نہیں یہ بات نہیں ہے یہ خیال ہے کہ تمام لڑکیوں
نہیں دی گئی ہے چونکہ میں آج ہی میاں آئی ہوں
مجھے گھومنے کی اجازت مل گئی ہے۔

یہیں نے مرجانہ کی سوچ میں کیا؟ یہ لڑکی کتنی
 باتیں بدل رہی ہے۔ مجھے تو کچھ شک محسوس ہوتا ہے۔
 یہ کسے متعلق کچھ چھان بین کرنے نہ آتی ہو۔ مجھے لگتا ہے
 مرجانہ نے اپنی ساتھی لڑکی سے کہا کہ وہ کسے

بابر میری جگہ پر کھڑا ہوا۔ وہ بابر چل گئی تو مرغانے نے اپنے

مجھے صحیح معلومات حاصل نہیں ہوں گی۔ میں ولیشاہ کبھی
معاذ اللہ نہیں کروں گی۔
میں مرزا علی سورج کے ذریعہ اسے اچھی طرح سمجھانے
کے بعد اس کے دماغ سے واپس آ کر کچھ دیر دواں بھاڑوں تک
باس بیجاہوں پھر میں نے سوچا کہ اب مینا مریم کی خبر لینا
چاہیے کہ وہ مجھے کہاں تک اس کرتی پھر رہی ہے۔ میں نے
اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ ناصر پاشا کے کالج
میں تھی۔ دواں اس نے میری کار کو ٹھسے ہوئے دیکھا تھا اس
لئے یہ سوچ کر دواں پھر جتنی جتنی کر میں کہیں زیادہ تردد نہیں کیا
ہوگا اور مدد ملی واپس آجاؤں گا۔ ناصر پاشا کے کمرے میں
ماکر اس نے ٹیلیفون کے ذریعہ اپنے باس و مڈسر کو اطلاع
دہی تھی کہ ناصر پاشا کے کالج کے سامنے کار کو کھڑی ہوئی ہے
لیکن لائق محمود نہیں ہے۔ پتہ نہیں کہاں پہلا گیا ہے وہ دواں
کو اس کا انتظار کر رہی ہے۔

میں بھاڑ میں سے کھنچ کر کراچ کے طرف واپس
ہالے لگا۔ وہاں جزیرے میں آنے والا حاسوس و مڈر و اسی
ذہن تھا۔ اس نے آنے ہی سوالات کے ذریعے جن لوگوں پر
شہ کیا تھا ان میں سرورست میں اور مزاح تھے اور اس نے
ہم دونوں کے پیچھے حاسوس لگائے تھے اور وہ صحت مند
آٹھواں تھا۔ لہذا میں بھی محاورہ کراس کے اقدمات کو نوکرنا
تھا میں فادہ شہ میں آن لوگوں کو مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔
اس لیے ناصر پاشا کے کراچ کے طرف واپس مارا تھا۔ وہاں چھینے
جی کراچ اور وہاں میں خفیہ انھیں متعلق نہیں کیا جاتا تھا کسی
کے طرف سے جردی، ذہنی کاتھرو نہیں تھا، اس جزیرے کے
گھنے چنے لوگ ہالے بچانے تھے اس لیے مٹامیر کو ناصر پاشا
کراچ کھلا ہوا تھا۔ اب وہ دو دن ایک میسر پر لے جی جی
ملا لے، اور کھانا کھائے۔

میں کوچ کے قریب پہنچ کر گلگٹنانے لگا تاکہ وہ میری آواز سن کر پہلے سے غناطہ برہا نہ۔ چڑھایا ہی ہوا۔ وہ گلگٹنانے کی آواز سن کر کوچ سے باہر برآمدہ میں آئی۔ اس وقت میں برآمدہ پر پہنچ رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور اس نے دیکھتے ہی خشک کیا۔ جو سننے کی ادکار کی۔ وہ جلدی سے بولی، سو سو رہی۔ میں بیان ڈراؤم کرنے کے لیے رک گئی۔ منہ سے یہاں ملنے لگا کچھ کہتے ہیں اور غصہ مٹا جاتا ہے۔ کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہاں کا زمین یہ کہ رہا تھا کہ میں کیسے بھی جا کر تمام کر سکتی ہوں۔ لہذا میں اسی کوچ میں آگئی ہوں کیا تم یہاں رہتے ہو؟

میں نے مسکاکر کہا، تم نے یہاں رہنے کے لیے اس کوچ کے گھٹ بر

1. *Chlorophyll a* (Chl *a*)

ملکی ہوئی تھی نہیں چڑھی۔ اس تہمت پر ناصر ایسا کا نام لکھا ہوا ہے۔
 میں جس کا نائب رہا اور میرا کام طاق محمود ہے“
 اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: اور
 میرا نام بیٹا میرا ہے“
 میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ میں نے کہا: میں
 میں شخص پر پورے طور پر دیکھ چکا ہوں۔ تم ان کو سزا دینا کہ
 ساتھ ساتھ آتی ہو۔“
 اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ پھر بولی: میں ان کو سزا دینا
 کے ساتھ آتی ہوں۔ میں نے محسوس کر دیا کہ میں نے اس کے ساتھ فرار
 کیا گیا ہے۔“

میں نے پوچھا: کیا فراد؟
 وہ ادھر اُدھر دیکھے ہوئے بنی: میں بیاں مکمل جنگ
 نہیں کہہ سکتی میرا خیال ہے ہم کرے میں حلیں و طلیں میں نہانی
 مگر اسے دل کے بات نہاسکوں گی“

میں اس کے ساتھ کالج کے اندر ڈانگ دوم میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ اسٹینٹل سے بولی۔ دوہل میں ایک ادائے بی جاہل کی عزیمت حاصل کر رہی تھی۔ مجھے او میری ایک سیٹل لولیا کو ماسوم، منکاست شوق، تھرا، اور اولے مر، ہرے کے گاہا

کہ ہمیں وفا وعدہ اس کے لیے لائنس دیا جائے گا۔ پھر کل
 ہمیں بتایا گیا کہ ایک کمپنی کے سلسلے میں ہمیں وائر کے ساتھ
 ایک جزیرے میں جانا ہے۔ آج ہم یہاں آئے تو بہت جگہ کہ
 یہاں وسیع پہلنے کے لوہیوں کا کاروبار ہوتا ہے۔ جب ہی
 ہمارا جیٹا ٹھنکا اور ہمیں اپنے مشغول خطہ محسوس ہوا اینڈیا میں
 بھی جیٹس کر رہاں لایا گیا ہے۔ اب یہ لوگ بھی اور میری سیٹی
 لولیا کو اس جزیرے میں چھوڑ دیں گے اور کسی کے ساتھ جہاز
 سوار کر دے گے۔

جس طرح اولیسا مرچا کی جلد دی حاصل کرنے لگی تھی۔ اسی طرح مینا مرچ بڑی سنگاری سے میری جلد دی حاصل کرنا چاہتی تھی اور مجھے تعاقب کرنا چاہتی تھی۔ میں نے خشک لکچے میں کما تھم بے پائیں مجھ سے کیوں کر ناچا ہستی ہو کیا بخیر خیال ہے کہ میں اس سلسلے میں بخیر لکچے ہو کر کھوں گا؟“ وہ صوفے پر کھسک کر میرے قریب آگئی۔ میں بازو

کوتھم کربولی۔ میں نے تھیں ایئر پورٹ میں دیکھا تھا پھر اس
بجٹ عادت میں دیکھا جہاں اُن لوگوں کی میننگ ہر جی سب
مجھے معلوم ہے کہ پاکستان کے لوگ بڑے غرت مند بننے
ہیں اور وہ کبھی بھی غرت کی عزت و اُبرو بچانے کے معاملے
میں رچیں رچیں رہتے ہیں۔ اسی اعتماد سے میں نکالے پاس

آسانی سے خود کو کاہر نہیں کرتے۔ لہذا مجھے اور مرد جانہ کو لیے نکلا
کرنے کے لیے انھوں نے یہ چال چلی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ
جائے ملک کی ایک لڑکی کو نکلا کر کے اس کی فطرت اتاری
جائیں گی تو ہماری عزت اُسے برداشت نہیں کرے گی اور
ہم اس شوٹنگ کو روکنے کی کوشش کریں گے۔

فیصلہ کی گھڑی آ پہنچی تھی۔ اب اس بار پادرس پاک کوئی
فیصلہ نہ کرنا چاہیے تھا۔ میں بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا
تھا کہ زینہ بیٹی شریف خاندان کی لڑکی کی عزت کو کمرے کے
سلمانے اچھالی جائے اور میں یہ تماشا دیکھتا رہوں۔ جس نے
اسی وقت سوچ لیا کہ اب جو حالات پیش آئیں گے۔ وہ
شتمنوں کے لیے بڑے عبرت ناک ہوں گے۔

نامہ پڑھنے لگا۔ بہت خوب کیا تم دونوں کی تم دیکھنے کے لیے بیان لایا گیا ہے۔ ہمارے کاروبار کی بہت وہ بیان پورا ہوگا اور زرینہ سے پورا ہوگا۔ اگر تم نے تو بخاری بھی بیان نہیں اتاری جائیں گی۔ جبکہ تم نے کے مطابق بخاری داؤل نہیں ہے لیکن جو نام سے کی لیا جائے گا۔

مہاراج نے اس کی طرف دیکھ کر کہا: تم بخاری تو باہر میرے جسم تک نہیں پہنچ سکتا۔

جیڑہین نے کہا: مسٹر پاشا۔ یہ لوکی بہت ہی ہے۔ اسے مزادی جائے۔

نامہ پڑھنے وہاں کھڑے ہوئے دوسرے کچھ ڈور کہا: آگے بڑھو اور اس لڑکی کی کٹانی کو مسیح کا دڑم کے مطابق آگے بڑھے۔

کو ایک طرف ہٹا کر ان کے سامنے بیٹہ لہنے ہوئے "تم دونوں تومیرے سامنے پھر ہو رہے ہو نا کہ کسی کا ہاتھ والے کو میرے سامنے پیش کیا جاتا۔"

یہ کہنے ہی اس نے تڑا تو صلے کیے۔ ایسے ہی کر نہ نہ گئی کہ انھیں نہیں بھڑتی تھیں۔ چشم زلزلہ میں دیکھا کہ دونوں صلے کا دڑم فرسٹ پر پڑے ہوئے کر لہے اور ان کی ناک سے اودان کے منہ سے لہو بہہ رہا تھا۔ وقت میں نے آئرن بین کی لکڑا سنی۔ وہ کہہ رہا تھا: میں سمجھ گیا۔ یہ لڑکی لوٹنے کا انداز جانتی ہے اور مجھ معلوم ہوتی ہے۔ اسے میں ہی سیدھا کر سکتا ہوں۔

آئرن بین سارے راساں وینڈر سر کا دایاں بازو تھا۔ ذہانت سے کام لیا کہ تھا لیکن جب بھائی طور پر ہوا کی ضرورت پیش آئی تو دوا آئرن بین کو پیش کرنا آئرن بین فداؤر تھا اور سامت میں ہاڑ جیا لگا لگا اسے دیکھے، ہتی پرتل تھا جیسے وہ جتان کو تڑا کر گیا ہے۔ وہ مہاراج کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ مہاراج نے اگر میں تم سے یہ مقابلہ جیت لوں تو کیا تم سب کشیدہ ایمان داری سے جیتنے والے کو میری سلامت دیالے کی اجازت دو گے؟

آئرن بین نے ٹھکراؤ لے لے انداز میں منہ ہٹا کر "اگر تم میرے ہاتھوں سے زندہ رہیں تو یقیناً اپنی ان کو اپنے ساتھ بغیر لے جانا۔"

یہ کہتے ہی، آئرن بین نے اسے ایک ہاتھ سیدھا مہاراج نے رک لیا۔ آئرن بین نے دوسرا ہاتھ سیدھا کیا۔

موجودہ بازار پر باغیچہ بار حملہ کرتا چلا گیا۔ -مرحانہ اس کے ہرے
میں سے کھانے کے لیے پیچھے ہٹ گئی۔ باغیچہ حملے کے بعد آئرن مین
کے گھر کو دیکھنے لگا۔ چہرہ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ جیسے
ایک بار جو آؤ باب (نوحہ کردہ) -اچانک ہی مرحانہ نے ایک چیخ
سنی۔ حضاض میں چھلانگ لگائی جیسے نلانگ لنگ مارنا
تھی۔ یہی مارن مین ذرا سا جھک گیا۔ -مرحانہ اس کے اوپر سے
چھلانگ لگائی ہوئی دوسری طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔ -آئرن
میں سے ٹپٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ -مرحانہ نے پھر ایک چیخ
سنی۔ چھلانگ لگائی۔ اس بار بھی وہ اس کے سر کے اوپر سے
ٹپٹ کر چھلانگ لگائی۔ دوسری طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔ -آئرن میں سے ٹپٹ
کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ جیسا نہیں لگا کر ٹپٹ
کرنا چاہتا تھا۔ تیسری بار بھی مرحانہ نے چیخ مار کر
چھلانگ لگائی۔ اس مرتبہ آئرن میں دھوکا کھانے والا ایک لوہا وار
ٹپٹ اس کے منہ پر پڑی اور وہ چیخ مارتا ہوا چیخ مٹ گیا۔
میں سے چلی۔ مقابل کے سنگھینے سے پہلے ہی وہ دیکھنے ہی
نہیں دیکھتا تھا۔ وہ چار سو دست نعم کی لاتیں کسید کر چکی تھی۔ کبھی
ٹپٹ پر بھی پسلی پراد پھر آخری لات اس کے منہ پر پڑی
تو نہ وہ جھک دیا تھا۔ -آخری لات پڑنے ہی وہ صیحا ہوا۔
صیحا ہونے ہی مرحانہ نے کڑے کے ہاتھ پر کرنے شروع
کیے۔ وہ اب بڑی طرح لڑکھڑا رہا تھا۔ گوہام سہیلوں کی
طرح مرحانہ کے ہاتھ پاؤں صرف گرفت پرست کے ہونے
کواس کی ناکامی برداشت ہوتی۔ -لیکن وہ تو اپنے ہاتھ پاؤں
کو چھین سے ٹکڑی بناتے ہوئے آئی تھی اور اس کے کھنوں
کو ہوا دھات کنا کوئی مذاق نہیں تھا۔ یہ تو آئرن مین ہی سمجھ
لوا ہوگا کہ اس پر کیسی تباہی میں لوٹ رہی ہیں۔
دلان عام لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ کوئی
بھی سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ لڑائی ایسی تیز دراز اور زبردست
تھم کی ہوگی کہ اس کے سامنے آئرن مین جیسا فائزر بڑی
طرح دکھا جانے لگا اور اس کے قدم ڈھنگے لگیں گے۔
اندر ڈانے پھرجھری لے کر میسے کان کے قریب کس۔
حفاظت یہ لڑائی تو بہت ہی خطرناک ہے۔ میں اسے بیان لا کر
بھیجا رہا ہوں۔ اس کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے ہمیشہ
کے لیے غم کر دیا جائے ورنہ یہ کدیلے بہت بڑی مصیبت
بن جائے گی۔

بھی اودھ آئرن مین اس کے پیڑ سے ہلنے کے باعث اودھ
 سے اودھ بول رہا تھا۔ پھر اچانک ہی آئرن مین نے حلق کیا۔ اس
 لاکھ نمہ مرغانہ کے منہ پر پڑا۔ وہ لڑکھڑاکو بھیچ گئی۔ پھر آئرن
 مین نے کراٹے کے دو چار پاتھ رسید کیے۔ مرغانہ بولے
 بولے جھپٹے ہوئے کراتے ہوئے بھیچ مٹی۔ پھر ایک دم
 سے پیچھ کر اس نے آئرن مین کے گھٹنے پر دو دو بدست پاتھ
 رسید کیے۔ آئرن مین لڑکھڑا گیا۔ مرغانہ نے اٹھتے ہوئے سرے
 ایک سراسر کے منہ پر ماری۔ وہ پیچھے ہٹا تو مرغانہ نے پھر
 اسے کلاٹوں پر کھدکھایا۔ اس بار سب نے دیکھا۔ آئرن مین
 کے ہونٹ پھٹ گئے تھے۔ ناک سے خون بہہ رہا تھا اور
 کنپٹی پر بھی کہیں چوٹ آئی تھی۔ جہاں سے لوہر رہا تھا۔
 دندسرنے چیخ کر کہا۔ اس مقابلے کو روکو۔ یہ لڑکی اسے
 مار ڈالے گی۔
 چیمبر مین کے حکم دیتے ہی بہت سے مسلح گارڈز نے
 آگے بڑھ کر مرغانہ کو گھیر لیا اور اس سے یوں لیٹ گئے
 جیسے وہ کوئی بلا جو کہ اگر وہ پاتھ سے نکل گئی تو خود اس
 لیٹ جائے گی۔
 مرغانہ اودھ اودھ زور لگا کر ان کی گرفت سے نکلنے
 کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے کسی کو سر سے ٹکرای۔ کسی کو
 کسی رسید کی۔ دو گارڈز تو کراہتے ہوئے اس سے الگ ہو
 گئے۔ باقی تین اسے جھوٹے سہے اور بھی تین گارڈز آکر اس
 سے لیٹ گئے۔ مرغانہ قہر جمد کر رہی تھی لیکن پھر آدمیوں
 نے تیزی طرح اسے جکڑ رکھا تھا۔ تب ایک شخص نے
 اسٹین گن سیدھی کرنے ہوئے کہا۔ مرغانہ اگر تم اپنی تیریت
 چاہتی ہو تو خاموش کھڑی ہو جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں
 قہقہہ کر دوں گا۔
 تمام گارڈز مرغانہ کو چھوڑ کر بہت گئے۔ مرغانہ کو بھی
 اسٹین گن کے سامنے خاموش کھڑے رہنا پڑا۔ وہ بولی۔
 یہ کہاں کی دلیری ہے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے اور اپنی
 مرواچی سے بس میں نہیں کر سکتے۔ اب تنہا وارن کا سامنا ہے
 رہے ہو۔ ابھی اس مقابلہ کرنے والے شخص نے وعدہ کیا تھا
 کہ میں جیت جاؤں گی تو مجھے اور زینہ کو یہاں سے جانے
 کی اجازت مل جائے گی۔
 چیمبر مین نے کہا۔ تمہارے جیسی خطرناک لڑکی کو اب
 کہیں جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ ہم تمہیں اسی جڑیرے
 میں دفن کر دیں گے۔
 چیمبر مین نے پاشا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیوں
 مرٹھ پاشا، کیا میں درست کہہ رہا ہوں۔ کیا تم اس لڑکی کو

زندہ رکھنا چاہتے ہو؟

پاشے لے انکار میں سر ملاتے ہوئے کہا یہ کبھی نہیں۔
میں اسے بیان ملا کر جھینسا ہوں اور اب اس کے متعلق
بہر افعلیہ میں ہے کہ اسے ٹھوٹ کر دیا جائے۔

دبڑھنے لگا۔ ابھی نہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ
کل سے یہی لڑکی جنگ سے کربری تھی۔ پہلے اس سے مملکت
حاصل کی جاوے اسے اذیت دے کر اس سے اٹھایا جائے
کہ کل سے جو ملے ہوئے ہیں اس میں کس حد تک اس کا
ہاتھ ہے؟

وہ شخص اسٹین گن لیے ہوئے مرزا کے سامنے کھڑا تھا۔
میں نے اس کی آواز سنی تھی اور اس کی ہائیں سنی تھیں اس
لیے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب دبڑھنے حکم دیا
کہ مرزا کو سیلوں سے باندھ دیا جائے تو وہ اسٹین گن والا
پچھے ہٹتے ہوئے اسٹوڈیو کے دروازے کی طرف چلا گیا پھر
اس نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد لٹکارتے
ہوئے کہا: خیر دار کوئی مرزا کو ہاتھ نہ لگائے ورنہ میں اسٹین
گن سے جھون کر رکھ دوں گا۔

دبڑھنے نے جڑی حیرانی سے اس اسٹین گن والے کو دیکھتے
ہوئے کہا: جوتھ کیا تھا دار دماغ خراب ہو گیا ہے کیا تم
مرزا کی حمایت میں ہم لوگوں کو لگا رہے ہو؟

جوتھ نے جواب دیا: اس وقت میں جوتھ
نہیں ہوں۔ ایک تین ہوں۔

دبڑھنے نے حیرانی سے پوچھا: جن ہوں اس کا کب
مطلب ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک ایسا جن ہوں جو مرزا
پر عاشق ہو گیا ہے اور اس پر کوئی بھی مصیبت آتی ہے تو
میں اس کی مدد کے لیے پہنچ جاتا ہوں۔ اس وقت بھی میں
جوتھ کے اندر سما ہوا ہوں۔ اس کو کسی نے جوتھ کو ملا کیا
تو میں اس ہلاک کرنے والے کے اندر سماؤں گا۔ یقین نہ ہو تو
آزما کر دیکھ لو۔

دبڑھنے نے کہا: فضول باتیں نہ کرو۔ اسٹین گن پھینک دو۔
ورنہ تم دیکھ لے ہو کہ بیان چار اور اسٹین گن والے کھڑے ہوئے
ہیں۔ یہ یقین بخون کر رکھ دیں گے۔

جوتھ نے کہا: میں صرف ایک بات جانتا ہوں کہ مجھے
مرزا کو اس اسٹوڈیو سے باہر لے جانا ہے اور اس پر سے
تمام پابندیاں اٹھا کر اس کی ساتھی لڑکی کے ساتھ لے جزیرے
سے باہر بھیج دینا میرا فرض ہے۔ میرے عرصے کا اٹھانا یہ ہے

کمری مرزا کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔

مرزا نے حیرانی سے انھیں پھاڑ پھاڑ کر جڑی
تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی جن کی
ہو سکتا ہے اور وہ بھی اس کے ملک سے آئی تھی۔

میں آکر اس کی مدد کر سکتا ہوں۔ وہ بے یقینی سے
دیکھ رہی تھی۔ دوسری طرف چار اسٹین گن والے
کو گھیر لیا تھا۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا: جزیرے
آخری وارنگل ہے۔ یہ ہیں۔ اپنی اسٹین گنیں
ہم یقین زخمی کر کے لٹاؤ۔ جزیرے سے چھوٹنے والے
اس کی بات ختم ہونے ہی جوتھ نے اس کے ساتھ

ایک برسٹ مارا تو تھوڑی آواز کے ساتھ
سے اٹھ چلیں۔ جن سے دو اسٹین گن والے اور دو
اور ایک سطح محافظہ وہیں گر کر فرش پر پڑے۔
جواب میں ایک اسٹین گن والے نے گولیاں چلائی
دیکھ کر جزیرے کو گھیر لیا۔ اب وہ ہلاک ہو گیا۔
نئے اطمینان کا سانس لے کر کہا: بہت اچھا کیا۔
کے بچنے تو کتنوں کی جان لے لی ہے۔ اسٹین گن
پانچ آدمی مارے گئے۔

جزیرے نے غصے سے کہا: اسی مرزا کی
ٹھیکیدار مارے جا رہے ہیں۔ اسے ایک لے کے
چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ
جا کر گولی مار دو۔

میں ایک اسٹین گن والے کے دماغ پر پٹا بٹھایا
نے کہا: مرزا کو نہیں یقین گولی مار دی جائے گی۔
ایک میں زندہ رہوں اس وقت تک کوئی مرزا کو

لگا سکتا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ میں جوتھ
میں کوئی انسان نہیں ہوں۔ میں ایک جن ہوں۔
جوتھ کو ہلاک کیا تو میں اس ہلاک کرنے والے
سماجوں گا اور اب میں اسی کے اندر سما کر لپ رہا ہوں۔

سب لوگوں پر میرے سکتے جاری ہو گیا۔ ان کی
یوں کھلی ہوئی تھیں جیسے وہ جاگتی آنکھوں سے
خواب دیکھ رہے ہوں اور ذرا اطمینان ہو کر اٹھ
یہ خواب فوت جلنے کا اور وہ سب زندہ سلامت
محفوظ رہیں گے۔ جزیرے نے لڑتی ہوئی آواز میں
... یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔
دبڑھنے اس اسٹین گن والے کو غائب کر کے
پوچھا: کیا کل سے جزیرے میں جتنے قتل ہوئے

دبڑھنے نے کہا: یہ بہت ہی کڑی شرط ہے۔ اس

سے ہیں کہ لڑوں ڈال رہا نقصان پہنچے گا۔ ہماری ہوسوں کی
عزت برباد ہو جائے گی۔ اتنے عرصے سے جو ہم کا رہا بار
کر رہے ہیں اس کی سادھ بچا جائے گی۔

مرزا نے کہا: میرا مقصد یہی ہے کہ لٹاؤں کا رہا بار
بالکل ہی ختم ہو جائے۔ اس جزیرے میں اب ان لوگوں کے
اور ہم سب کی لائیں بیان نظر آئیں گی۔ میں ایسی جزیرے کا
مڑائے کہ بیان سے جاذب کی کوئی دوسرا اس قسم کا ذیل
کا رہا بار کرنے کے لیے اس جزیرے میں نہیں آئے گا۔
دیکھو مرزا۔ جب تمام لوگوں کے ساتھ اس جزیرے
سے چلی جاؤ گی تو پھر ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔
آئندہ اس جزیرے میں ہم جو کچھ بھی کریں گے۔ اس سے
یقین کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔

دبڑھنے نے مزید ہوگی۔ میں بیان سے جانے کے بعد
بھی کبھی بھی اس جزیرے میں آؤں گی۔ اگر میں نے بیان ایسا
دھندلا چھوڑتے دیکھ لیا تو اس وقت میں کسی کو زندہ نہیں
چھوڑوں گی۔

دبڑھنے تم پر جاتی ہو کہ ہم ٹھیکیدار بھی ہمیشہ کے لیے
اس جزیرے سے چلے جائیں۔

ہاں میں بھی جا رہی ہوں۔ یہ جزیرہ اب تمام لوگوں سے
آباد نہیں رہے گا۔ یہ دوسری حکومتیں آپ سوچیں گی کہ اس
جزیرے میں کس قسم کی آبادی ہونی چاہیے۔ یہ میری اور

تم لوگوں کی دوسری نہیں ہے۔ میں اس اتنا جا رہی ہوں
کہ یہ کا رہا بار ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے اور لوکیان اپنے
اپنے گھر میں کو پہنچ جائیں۔

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھتے ہوئے جزیرے کے سامنے
آئی اور اپنا ہاتھ بٹھا کر کہا: لاؤ یہ کاؤڈم کی چابیاں
میرے حوالے کر دو۔

جزیرے نے کہا: چابیاں میرے کالج میں رکھی ہوئی
ہیں مگر تم اتنی جلدی نہ کرو۔ ہمیں مجھ سے پہلے کھینچے کا موقع دے۔

وہ آگے سے بولی۔ یقین سوچنے کے لیے کافی
وقت ملے گا۔ بیان سے اپنے ملک میں جانے کے بعد خوب
غور کرتے رہنا۔ ابھی ہو رہی کہ میری جوں اس پر عمل کرتے ہو
مدد منتظر ہو تھیں اسے سامنے ہے ان لاشوں کو دیکھ لو۔

وہ تھوکر نکل کر لڑائی دیکھ کر بڑے جزیرے کو بھی
تافوں کی گرفت میں آنے کے بعد ذرا سے سوچنے لگے۔
اور اپنا مزاج بدلنے کی صلت دی جاتی ہے۔ چنانچہ اپنے
والے جزیرے سے بھی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے تھا راجی

فرمن ہے کہ تم میں تھوڑی سی مہلت دو۔ ہماری تھوڑی سی خواہش کا احترام کرو۔

ایک ایک ہی مرغانہ نے اسے ایک طالعہ دیکھا۔ وہ چوکر فرش پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی تہ تم نے ان لوگوں کو کیسے مل کیا ہے۔ چتر نہیں لگتے برسوں سے کیسے مل کرتے آئے ہو۔ تم لوگوں نے کب ان کی شرم و حیا کا لحاظ کیا ہے کہ میں تنہا لحاظ کوں انھیں مہلت دوں۔ یہی صریح اٹھ کر اپنے کالج کی طرف جاؤ اور وہاں سے چایاں لے کر آؤں۔ میں اس پختہ عمارت میں جہادی ہوں اور ریکارڈ روم کے سامنے مختار انتظار کروں گی۔

دندہ سر نے کہا۔ ٹھیک ہے میں چیریں کو اپنے ساتھ کالج میں لے جاتا ہوں۔ وہاں سے ریکارڈ روم کی چایاں لے آؤں گا تم اب کسی پر تھکا نہ اٹھاؤ۔

مرغانہ نے کہا۔ اور اپنے گارڈ کے آفیسر کو حکم دو کہ تمام لوگوں کو ریکارڈ روم کی طرف بھیج دے ساری لوگیاں اپنے اپنے ریکارڈ روم نکال کر اپنے اپنے ماتھوں سے انھیں خارج کریں گی۔

چتریں نے ایک گارڈ کے ہمارے فرش پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ مرغانہ جو کہتی ہے اس پر فوراً عمل کیا جائے اور تمام لوگوں کو ریکارڈ روم کی طرف بھیج دیا جائے میں کالج کی طرف جا رہی ہوں۔

وہ آئینہ گن والا جس کے خارج میں میں موجود تھا اس نے آگے بڑھ کر اسٹوڈیو کے دروازے کو کھولا دیا سب لوگ باہر نکلے گئے اور اپنی اپنی کادوں کی طرف چلے گئے۔ چتریں دندہ سر اور آئن گن کا زخمی آئینہ میں اور دوست گارڈ ایک کادہ میں بیٹھ گئے اور کالج کی طرف چلے گئے۔

مرغانہ نے گھٹے اور ناصر پاشا کو نفرت سے دیکھ کر کہا۔ میں تم دونوں کو اس بری طرح آؤتیں جسے کر ماروں گی کہ تمنا دیکھنے والے کانپ جائیں گے۔ ذرا بچھڑا ریکارڈ روم والے معاملے سے نفٹ لیتے دو۔ اس وقت تک تم دونوں اپنی غیر متانت نہ دو۔

اس وقت تک دندہ سر اور چتریں اپنی کار میں بیٹھ کر چلے گئے تھے۔ میں نے آئینہ گن والے کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بولکھلا کر اپنے اس پاس دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں یہ باہر کیسے آگیا۔ میں تو اسٹوڈیو کے اندر تھا۔

اس کے ساتھی نے پوچھا کیا وہ جن تھا اسے اندسے نکل چکا ہے؟

وہ حیرانی سے بولا۔ کیسا ہی کیا دہی ہو کر اندر سما یا ہوا تھا؟

ہاں تم بھی خوف مبہی حرکتیں کر رہے تھے۔ تعجب ہے مجھے کچھ پتہ ہی نہ چلا۔ میں نے کوئی جادو کوئی ہے۔ کیوں نہ ہم اسے فوراً ہی مار ڈالیں وہ آدھرا بالوں میں معروف ہے۔

اس کے ایسا سوچتے ہی میں اس کے دماغ پر ہونٹیں مارنے لگا۔ اس نے اپنے ساتھی کو نشانہ بناتے ہوئے نہ میں تھیں ہی گولی مار دوں۔

اس کے ساتھی نے بولکھلا کر اپنی آئینہ گن کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ بھئی جن صاحب مجھے نشانہ میں لڑنا نہیں چاہتا۔ میں نے اپنا اختیار چھین کر تم کسی دوسرے کو گولی مار دو۔

جس کے دماغ پر میں قابض تھا وہ اپنی آئینہ گن لے کر سیدھا چلتا ہوا میرے سامنے آگیا اور بولا۔ اندر کا میں مختار ہے۔ اندر پہنچے گا۔ لہذا تم میری آئینہ گن پر یہ کہہ کر اس نے اپنی آئینہ گن میری طرف ہونٹیں میں نے اسے لیتے ہی اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ میں نے مرغانہ کے سامنے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ میں طاقن محمود نہیں ہوں۔ مرغانہ میں وہی جن ہوں عاشق ہے۔

مرغانہ بولکھلا کر ایک قدیم پیچھے بٹ گئی۔ اپنے نوا نے مجھے حیرانی سے اور بے یقینی سے دیکھا۔ چتریں نے لگی۔ اگر تم واقعی جن ہو تو طاقن محمود کے اندر سے نکل میں نہیں چاہتی کہ یہ طاقن میرا مرغانہ دوست کرنا مددگار بن کر ابھی میرے ساتھ ہے۔ میں اس کا سا بیجا برداشت کرنا نہیں چاہتی۔

میں نے کہا۔ ابھی اپنی نفٹ کو بھول جاؤ۔ طاقن اور ناصر پاشا تم بعد میں نفٹ سکتی ہو۔ فی الحال یہ کالج کی طرف چلو۔

وہ مجھے بے بسی سے دیکھنے لگی۔ پھر آگے بڑھ کر پاشا کی کار میں بیٹھ گئی۔ ناصر پاشا ڈایا ہو گیا۔ اسٹوڈیو کے آئینہ گن سبٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ دندہ سر مرغانہ کے ساتھ ہوئی تھی اور میں آگے سبٹ پر تھا اور مرغانہ کی سوچ رہا تھا۔ وہ حیران بھی تھی اور حیران بھی۔ سوچ رہی کہ چتریں کماں سے آچکا۔ میں تو بھئی یقین نہیں کرتی تھی کہ وہ یہ جرات آئے ہیں لیکن مجھ پر تو کوئی کیا نہیں لیکن عاشق کا دعویٰ کر رہا ہے۔

وہ بے یقینی سے پیلو بدل کر سوچنے لگی۔ لعنت ہے وہ جس سوچ میں بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی مجھ پر عاشق ہو گا۔ میں مثنیٰ و محبت کو تسلیم کر ہی نہیں سکتی۔ کوئی مجھ پر عادی ہونے کے لیے محبت کرے میں وہ وقت آنے نہیں دے دوں گی لیکن اس جن کو میں کیسے روکوں۔ بہر حال اس ریکارڈ روم کے معاملے سے ڈانٹ لوں۔ اس کے بعد چتریں اس روم کا بخلافیہ معلوم کروں گی اور دیکھوں گی کہ یہ کیا چیز ہے اور میں کس طرح اس سے بچھا چھڑا سکتی ہوں۔

جہادی گاڑی اس پختہ عمارت کی طرف جارہی تھی۔ میں مرغانہ کو چھوڑ کر چتریں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کالج کی طرف جا رہے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ سوچنے کی مہلت ملے۔ ان کے دماغ میں وہی بحث چھڑی ہوئی تھی کہ یہ جن کماں سے آگیا۔

وہ ایسی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن آنکھوں کے سامنے یہ تماشا دیکھ چکے تھے کہ ان کے اپنے ہی حافظہ آئینہ گن سے نکال کر انھیں کے دشمن بن گئے تھے اور دعویٰ کر رہے تھے کہ ان کے اندر ایک جن سما چکا ہے۔ وہ ان کے خلاف سرگیاں چلا رہے تھے اور کھٹوں کو ہلاک کر رہے تھے۔ یہ ایسا تماشا ہے دیکھنے کے بعد وہ جن کے وجود پر یقین کرنے کے لیے مجبور ہو گئے تھے۔

دندہ سر کے بلوان کسٹنٹ آئینہ گن نے کہا۔ میں بری طرح زخمی ہو کر یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مرغانہ مجھ سے نہیں لڑ رہی تھی بلکہ اس کے اندر وہ جن موجود تھا۔ ایک لڑکی کے ہاتھ اتنے زور نہیں ہو سکتے ہیں نے مارا تے ہوئے محسوس کیا ہے کہ اس کے ہاتھ اور بالوں بالکل فزادہ کے تھے۔ جب ہی کوئی چوٹ پڑتی تھی تو میری آنکھوں کے سامنے تارے پڑنے لگتے تھے اور میں چکر اڑا رہا تھا۔ یہ کوئی جنت تھی آت ہی ہو سکتی ہے۔

دندہ سر نے کہا۔ میںیں جلد سے جلد یہ تدبیر سوچنا چاہیے کہ اس مصیبت سے کیسے نجات حاصل کی جا سکتی ہے؟

چتریں نے کہا۔ یہ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں چایاں اس کے حوالے کر دوں گا کیونکہ میں قتل ہونا نہیں چاہتا۔ دندہ سر نے کہا۔ ہوں۔ یہ تو میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اتنی جلد ہی کیا تدبیر کی جا سکتی ہے۔ ایسا ایک بات میں سوچ رہا ہوں اور وہ یہ کہ میں تم سے چاہیے کہ تم کہیں کسی طرف نکل جاؤ تم وہاں جا کر مرغانہ سے کتنا کہ دندہ سر کو قتل کر دیا جائے لے کر بھاگ گیا ہے اور میں چھپا ہوا ہے۔ میں انیلو سے زیادہ دیکھ کر چھپ کر ہوں گا اور کوئی اچھی

میں تدبیر سوچتا رہوں گا۔ اگر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو فوراً اس کے آگے چارہ بان کر کوشش کرنے کے بجائے کہیں چھپ کر اس لڑکی کو گولی مار دوں گا۔

چتریں نے کہا۔ کیا کہتے ہو؟ اگر مرغانہ کو ڈرا جائے نقصان پہنچاؤ تو وہ جن میں زندہ نہیں چھوڑے گا کیونکہ یہ کوتاہہ و ہر باد کر کے رکھ دے گا۔ ہماری لاشیں بھی شاید کوئی اٹھا کر یہاں سے ترلے جا سکے۔

دندہ سر نے مجھ سے پوچھا۔ ہوں کیا۔ ہاں یہ تو میں ہی کہتا تھا کہ مرغانہ کو کچھ نقصان پہنچاؤ ہم اس جن کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ کاش کہ اس کا کوئی وجود ہمارے سامنے آتا تو اس سے ہم ٹٹ سکتے۔

چتریں نے کہا۔ مرغانہ کو نقصان پہنچانے کے متعلق سوچنا ہی نہ جائے۔

ہاں ہم صرف ایسی تدبیر سوچنی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ ہمیں وقت مل جائے۔ اس کا بس یہی ایک طریقہ سمجھ میں آتا ہے کہ میں تم سے چایاں لے کر کچھ دیر کے لیے ہم مرغانہ اور اس تدبیر سے ہیں چھپتا چھڑوں اور مرغانہ اور اس کا میں مجھے تماشہ نہ کر سکیں۔ ہر سکتا ہے کہ کوئی اچھی تدبیر میرے دماغ میں آجائے۔

وہ لوگ بائیں کرتے ہوئے کالج کے سامنے پہنچ گئے۔

گاڑی ڈکنے کے بعد وہ لوگ کالج کے اندر گئے تھے۔ چتریں چایاں کال کر دندہ سر کو مینے لگا۔ اتنی دیر میں ہم بھی پختہ عمارت کے پاس پہنچ گئے تھے۔ مرغانہ وہیں عمارت کے باہر کھڑے ہو کر دندہ سر اور چتریں وغیرہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگی تھوڑی دیر بعد لوگیاں وہاں آنے لگیں جتنے بھی ملک کی لڑکیوں کو برسل میں تربیت دینے کے لیے رکھا گیا تھا۔ وہ ساری کی ساری وہاں پہنچ رہی تھیں۔ اچھا خاصہ ٹیم لگا تھا اور مرغانہ اور دندہ سر انھیں بتا رہی تھیں کہ آج ان کی لڑکی کادہ سے آ رہی ہے اور وہ سب اپنے لیکارڈ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انھیں جلا کر خالص کر دیں گی اور تھوڑی دیر میں ریکارڈ روم سے سامنے بلک جیٹنگ کا مورا انہیں حاصل ہو کر آلا ہے۔

لوگیاں خوشی سے چہچہاتے، ہلکتے اور مرغانہ کی حمایت میں نعرے لگاتے گئیں۔ میں ذرا دور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور دندہ سر کے دماغ میں جھانکے لگا۔ وہ چایاں لینے بعد کار میں ایک طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ چتریں پیدل پختہ عمارت کی طرف چلے گا اور مرغانہ کے کے حکم دندہ سر اس کی چایاں اور کار لے کر چلا گیا ہے۔

چیزیں کہیں اس عمارت تک پہنچنے میں دیر لگی۔ دوسری طرف وہ کہیں کار چوڑ کر کسی جگہ جا کر چھپ جاتے گا اور کوئی تدبیر نہ پتا ہے کہ اسباب وہ ایک جگہ کار خود رک کر اس میں سے باہر نکلتا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کدھر جانا چاہیے پھر وہ ایک طرف چلتے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ دوڑنے لگا۔ کبھی بھی وہ تیزی سے چلتا تھا اور کبھی دوڑنے لگتا تھا۔ کئی بار غلو کر کے کھا کر وہ لوہے سے مزہ گڑا۔ اس کے بدن پر کتنی ہی ٹوٹاؤں آئیں۔ اس کی ناک اور منہ پر بھی چوڑیاں لگیں۔ وہ سہلانا ہوا پھر اٹھ جاتا تھا اور چاروں کے گچھے کو مضبوطی سے تھام کر پھر دوڑنے لگتا تھا۔ اب وہ اپنا چاروا تھا اور بڑی مشکل سے دوڑتا جا رہا تھا۔ آخر وہ وقت آ کر وہ دوڑتے دوڑتے لوگوں کی بھیڑ کے پاس پہنچ گیا۔ پھر وہاں سے اس نے بچ کر کھاتا میں آ گیا۔

مرحانہ میں آ گیا ہوں۔ اس کی وجہ سن کر لوگ بیاں اور اُدھر اُدھر مٹنے لگیں۔ وہ دوڑتا ہوا لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا مرحانہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بلا توجہ دیکھو میں بہت دھڑلے سے دوڑتا ہوا تھا جس اور چار بیاں لایا ہوں۔ یہ تو

جیسے ہی مرحانہ نے جان لی۔ ٹپسے ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بھول کر اپنے اس پاس دیکھنے لگا۔ اتنی لمبائی کی جھڑی میں مرحانہ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ چار بیاں لے کر اس کے سامنے آ گیا ہے۔ وہ حیران و پریشان تھا کہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔

مرحانہ نے مجھے غصے سے دیکھتے ہوئے پوچھا کہ تم کس وقت بھی میرے درکار ہو یا محض طاق محمد ہو؟

میں نے بڑی خمیہ کی سے کہا۔ میں طاق محمد نہیں ہوں۔ اس وقت بھی خدا درکار ہوں۔ تم اندر دیکھو کہ میں ہاؤ۔ میں بیان تمہاری حفاظت کے لیے کھڑا ہوں گدھنیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

وہ مطمئن ہو کر گدات کے اندر چلے گئے۔ اس کے پیچھے دوسری لوگیاں بھی جا رہی تھیں۔ دندہ سرے سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں جھلنے لگا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا کہ میں کس طرح فائل ہو گیا؟ مجھے کیس جانا تھا اور میں کیس چلا آیا۔ ایسی بے خودی اور بد پریشی تو خراب کے نشے میں ہی نہیں ہوتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے میرے دماغ کو کسی نے پوری طرح اپنے کنٹرول میں لے لیا تھا اور...

اتنا سوچتے ہی وہ ایک دم سے چمک گیا۔ دماغ کو کنٹرول

میں نے اس کی بات ذہن میں آئی تو ایک دم سے اس کے دماغ میں فراوانی تیز و کار کا ایک وہ بڑے اضطراب سے سرشار لگا۔ کیا اس جزیرے میں فراوانی تیز ہے؟ کیا وہ ہل کے تماشے دکھا رہا ہے؟ ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔ میں نے اس کی باتیں باطل فرادیں۔ میں نے ذہنی طور پر الجھانے کے لیے اس کی تیز رفتاری سے ایک من کا ترشہ جھوڑا ہے۔ تحقیق یہ سراسر نیچر کی کاملاً معلوم ہوتا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ آج کے سانس میں کسی جن کی جادوئی قوت کے متعلق سوچنا اور یقین کرنا سراسر حماقت ہے۔ مجھے بھی ہوتا ہے وہ طوطا ہنر کے ذریعہ سانس صلا میٹوں کے بل پر ہوتا ہے۔ یہ جو مجھے ہر دم ہوتا ہے میں کوئی جنانی کا نام نہ لے سکتا ہوں کہ میں یہ سراسر نیچر کی جادوئی کاملاً معلوم ہوتا ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟

میں نے کہا۔ اس بحث میں بڑے بعد جتنی جادوئی سے ان لوگوں کو ان کے گھروں تک پہنچانے کا بندہ دوسرا کو۔ جلد سے جلد اسے اختطاف کر کے لے جاؤں گا۔ ایک دور کے اندر سب کی سب بیاں سے ملی جائیں گے۔

اتنے میں چہرہ میں دھڑکنے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہنچ گیا۔ وہ دندہ سرے کو بھونک کر بہت حیران ہوا۔ دندہ سرے کے میں خود حیران ہوں کہ چار بیاں لے کر یہاں کیسے پہنچ گیا؟ آپ یہ حیرانی رفتہ رفتہ خود ہوتی جا رہی ہے۔ اب میں نے نیچے پہنچا ہوں کہ بیاں پر مجھے بھی جود ہے۔ وہ نیچر کی جادوئی قوت کا ہے۔ کوئی جادوئی قوت نہیں ہے۔

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کراچی زندگی سے پیار نہیں ہے۔ اسی لیے بیاں اپنا دینے بحث میں ضائع کر رہے ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ بیاں سے جا اور جلد سے جلد ان لوگوں کی واپسی کے اختطاف کرنا۔ دندہ سرے نے ہلکا کر کہا۔ تم جھک رہے ہو۔ ہم دی کر رہے تم چلتے ہو۔ ابھی تم جس کے اختطاف کرتے ہیں کہیں صرف میں لائیں ہیں اور ایک طیارہ ہے جس میں ہم پہنچیں۔ اس لیے ساری لوگیاں ایک ساتھ تین ماسکین کی باری باری ان لوگوں کی ایک جیم بنا کر بھیجنا ہوگا۔ اس کے ایک ایک ملک کی طرف لائیں جائیں گی اور طلبہ کے آئیں بھیجنا یا جانے گا۔

اتنا کہہ کر وہ لوگ میرے حکم کی تعمیل کے لیے چلے

حالت کے اندر لوگوں کے چہنچے چلتے اور کبھی ہتھ لگاتے کی باتیں کر رہی تھیں۔ میں نے مرحانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو چلتا کر جن لوگوں کو ان کے درکار کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ایک جگہ تمام مولود حاصل ہو رہا تھا تو وہ خوشی سے چہنچہ لگتی تھیں۔ انار پاشانے میں سے بوبہ ردا کر پھرا۔

میں طاق محمد نہیں ہوں۔ اس وقت مرحانہ کا محافظ اور درکار ہوں۔ وہ بولا۔ میں تو بڑی طرح پھینس گیا ہوں۔ پتہ نہیں۔ میرا کیا کام ہوگا؟

مرحانہ تو کسی حال میں بھی یقین زندہ نہیں چھوڑے گی۔ وہ تم سے اور طاق محمد سے بہت زیادہ نفرت کرتی ہے۔ طاق۔ اگر یہ جن بھائے اندر سا یا رہا تو مرحانہ یقین معاف کرے گی اور یقین نقصان نہیں پہنچائے گی لیکن میری جان کیسے بچے گی سمجھ نہیں آتا۔

میں نے کہا۔ اپنے جھیکڑاؤں کے پاس جاؤ اور وہ ماسوں کو تمہاری جان چلانے کے لیے آئے ہیں۔ ان کی مدد کرو۔ شاید وہ تمہاری حفاظت کر سکیں۔

وہ مجھ سے واپس ہو کر اُدھر چلا گیا۔ جہاں ان جھیکڑاؤں کی ٹنگی تھی۔ میں دندہ سرے اور چہرہ میں وغیرہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ میں ان لوگوں کی طرف سے غلط دہنا جانتا تھا۔ وقتاً فوقتاً ان لوگوں کے دماغ کو کھینکنا ضروری تھا ان کی طرف سے یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ کہیں فائبرک ٹرینڈ کر دیں اور مجھے یا مرحانہ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اسی لیے میں ان کی طرف سے غلط دہنا اور ان کے دماغوں میں بار بار جھانک کر دیکھ رہا تھا۔

دندہ سرے کی سیلو سے سوچ رہا تھا کہ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ نیچر کی جادوئی قوت کا ہے اور وہ دماغی تیز رفتاری میں کچھ بھیجنا ہوگا۔ سب تماشے کر رہا ہے اور وہ اسی خوشی کا کدھی طرح فراوانی تیز و کار کا پتہ چلا جا جائے کہ اگر وہ جزیرے میں موجود ہے تو کہاں ہے اور اس جزیرے میں موجود نہیں ہے تو کہاں بیٹھ کر یہ سب تماشے کر رہا ہے۔

سوچتے سوچتے اس نے اپنا کمان بھڑکھڑا کر کہا۔ میں اس نیچے پہنچ رہا ہوں کہ طاق محمد کی اعلیت کچھ اور ہے۔ لائیں بھیجنا کہ وہی فراوانی تیز و کار ہے۔

چہنچہ لگنے سے چمک کر کہا۔ یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ اس نے کہا۔ دیکھو بیاں ان کی ٹنگی تھی کے کمالات لکھائے جاتے ہیں تو وہ ٹنگی پہنچی جاتے دلا بیاں ضرور

موجود ہوگا۔ اب یہ سوچنا چاہیے کہ اس جزیرے پر آدمی ہے یا نہیں ہے یا باطل پہلی بار۔

عمود بھی ایسا ہے کہ ٹنگی بیاں بیاں پہنچی ہوگی۔ اس نے شروع ہو گئے۔ اس نے پہلے اس جزیرے میں مگر کتنی کوئی بغاوت کی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

وہ کمر بخت مرفوساں بڑا ہی ذہین تھا۔ صبح سمت کا تعین کر کے باطل صبح آدھی تک پہنچ جاتا تھا۔ اس نے کہا۔ دیکھو مرحانہ کو بیاں آئے ہوئے دو ماہ گزر گئے ہیں۔ اس نے اب تک کوئی ہنگامہ نہیں کیا تھا مگر وہ دو ماہ قبل کرتی تو فوراً ہی پوری مانی لیکن کل حسب طاق محمد بیاں پہنچا تو اس کے ساتھ ہی ہنگامے شروع ہو گئے اور مرحانہ نے چہنچے بھی منہ کیے ہیں۔ جو بھائے کیے ہیں۔ وہ سب ٹنگی پہنچی کا سہارا لے کر کیے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ چپ ہو تو میں نے اس کا سوچ کے ذریعہ کہا۔ ٹنگی پہنچی کا علم جانے والے ایسا بھی کہنے ہیں کہ وہ مہلوں دودھ پیچھے رہتے ہیں اور کسی دوست کے ہوا کی طور پر اپنا معمول بنا کر اس سے کام نکالتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ فراوانی کوئی ٹنگی پہنچی جاتے دلا اپنے ملک میں بیٹھا ہوا ہو۔

بیاں مرحانہ کے دماغ کے ذریعہ یا نامر یا شاکہ ذریعہ جزیرے میں آ گیا ہو یعنی جسمانی طور پر اس کی سوچ نے کہا۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ میں اس پہلو پر غور کر رہا ہوں کہ اگر وہ جسمانی میں موجود ہے تو وہ کون ہو سکتا ہے اور میرا دماغ محمد تک پہنچا ہے۔ مجھے یقین ہے۔

کے کچھ فراوانی تیز و کار کی شخصیت چھپی ہوئی ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ اگر فراوانی چھپی ہوئی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں کہوں فراوانی شخصیت میں وہ پس لے رہا ہوں۔

وہ پھر پھر کہہ رہے تھے۔ اگر واقعی وہ اس وقت تک اب میں بیاں موجود ہے تو ہر موقع اور ہاتھ نہیں آ سکتا میں اسے چپ چاپ کہہ رہے ہیں۔ جب وہ غم ہو جائے گا۔

پہنچی بھی غم ہو جائے گی۔ پھر وہ تنہا کچھ نہیں کر کے کی اسے قابو میں کرنا تو اس ایسے ہی ہے جیسے ایک چھٹی چھٹی کو کس دیا جائے۔

سانپ آف سانپ ہی ہو تو ہے کسی بیکسی ہانے اپنا زہر فروزا لگاتا ہے۔ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ پھر بھی ایسا ہی تھا۔ اس کے پاس اس کا خاص اسٹینڈ آؤٹ

میں بچھا رہا تھا۔ میں آئرن مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرے ہی نے آئرن مین اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک المنا ٹھوڈی کے منہ پر کسب کرتے ہوئے بولا: باگل گئے، تم ابھی کیا سوچ رہے تھے؟ تم کے گولی مارنا چاہتے ہو؟

یہ کہنے ہی اس نے وینڈر سر کے گرد و لول مانتوں سے دلوں لیا اور اسے دہانے لگا۔ اس کے گلے کے پورے دونوں مانتوں کی گرفت سخت سے سخت کرنے لگا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ چیز مین دوسرے ٹھیکیدار جلا رہے تھے۔ اسے منع کر رہے تھے کہ وہ ایسی حرکت نہ کرے۔ پھر سلسلے کارڈز دیا اور کمال کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

مشر آئرن مین۔ اپنے باس کو چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔

لیکن آئرن مین کسی کی باتیں سن رہا تھا۔ اس لیے کہ اس کے دماغ پر پورا قبضہ تھا۔ وہ اپنا کام کے جا رہا تھا۔ دھڑکے دے پھیل رہے تھے اور سانس رک رہی تھی۔ اسی وقت ایک سلسلے کارڈز نے ریلوے کے دستے سے آئرن مین کے سر پر ضرب لگائی۔ اس کے باوجود آئرن مین نے اس کی گردن نہیں چھوڑی۔ اسے دیا ہی چلا گیا۔ دوسرے کارڈز آئرن مین سے لپٹ گئے تھے اور وینڈر سر اس کی گرفت سے جھڑپا چاہتے تھے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ اتنی دیر میں وینڈر سر کی گردن ڈھک گئی تھی۔ وہ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

آئرن مین نے اسے چھوڑ دیا۔ بھرا ایک جھکے سے خود کو دونوں کارڈز کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے کہا۔ ابھی۔ میرا گولی مارنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس لیے میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں ایک ایسا جی ہوں جو مرجان کا عاشق ہے۔ اسے کوئی بھی نقصان پہنچانے کے متعلق سوچے گا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس کی موت سے اسے تم لوگوں کو مزید سبق حاصل کرنا چاہیے۔

یہ کہنے کے بعد دوسری پوچھ گئی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ باری باری چیز مین اور دوسرے ٹھیکیداروں کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ ان کے چہروں پر ہر دنی جیسی تھی۔ دل ڈوب رہے تھے۔ دماغ باگل ماؤں پر ہر کر گئے تھے۔ انہیں ہر طرح کی موت نظر آ رہی تھی۔ وہ کچھ گئے تھے کہ اب اسی طرح ایک ایک کر کے سب ختم ہو جائیں گے۔ مرجان اور اس کا عاشق جن ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں آپ سلسلے کارڈز کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کارڈز نے کہا۔ مشر چیز مین اب میں اس کارڈ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میں

اب بھی تم لوگوں کو معاف کر سکتا ہوں اور تم لوگوں کو کر سکتا ہوں۔ واپس جانے کا موقع ہے سکتا ہوں۔ بڑھاپا۔ ہم لوگوں کو جلد سے جلد ان کے گھروں تک پہنچانے کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ اس کا کافی دولت ہے۔ یہ دوسرے ٹھیکیداروں کے لیے چیلنج ہے۔ انہیں یہاں سے ہٹا دینا۔ لوگ موت کے دہانے پر کھڑے ہوئے۔ ہوا دھڑکنے لگی۔ میں نے کہا کہ ان لوگوں کو جلد سے جلد اس جزیرے سے نکل کر اپنے ملکوں میں اور اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جائیں۔ اس سلسلے کارڈز کے ہاتھ میں ریلوے کارڈ تھا اور دوسرے لوگ اسے دیکھ کر کہتے جا رہے تھے۔ ان پر ہر طرح کی ہتھیاری تھا کہی، دھت بھی سلسلے کارڈ انہیں گولی مار سکتا تھا۔ میں نے انہیں تسلی دی کہ میرے حکم کے خلاف نہ کریں۔ کاتب بھی وہ مرنے لگے۔ ورنہ میں انہیں زندہ چھوڑ دیتا ہوں۔ میں ابھی ٹرانسپیر کے ذریعہ رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ جلد سے یہاں ٹھکانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ یہ کہہ کر چیز مین وہاں سے اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ دوسرے ٹھیکیدار بھی اٹھ کر جانے لگے۔ چہرہ سب دوسرے کر کے کی طرف گئے جہاں سے وہ ٹرانسپیر کے ذریعہ رابطہ کر سکتے تھے۔ میں دائمی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ چیز مین کے سامنے اب لوگوں کی نظر آنے لگی تھیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کا ریکارڈ مل جانا تھا وہ انہیں ضائع کرنے کے لیے انہیں جلا دلنے کے بعد عمارت سے باہر کھینچ رہے تھے اور آڑی سے پھٹے لگا کر ایک دوسرے سے بائیں کرتی تھیں۔ وہ سب بہت غمگین نظر آ رہی تھیں۔ اتنے میں مرجان کے ساتھ چلتی ہوئی عمارت سے باہر آئی۔ اس کی سوتیلی بیوی کا بھی بہت سی لڑکیاں ریکارڈ روم میں موجود ہیں۔ اپنے اپنے ریکارڈ تلاش کر رہی ہیں۔

وہ میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئی اور سولہ لفظوں میں مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ میں وہی مختار عاشق ہوں اور طاق محمود کے اندر سمایا ہوا ہوں۔

مرجان نے ناگوار سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ تم نے اپنے نیکیاں کر رہے ہو۔ میری اس طرح مدد کر رہے ہو کہ مجھے خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔ یہ مختار عاشق ہے لیکن تم دنیا والوں کے سامنے اپنے آپ میرا عاشق کر کے مجھے کیوں ہدنام کرنا چاہتے ہو؟

عشق کرنے والے دنیا سے نہیں ڈرتے۔ وہ کھل کر پیار کا اظہار کرتے ہیں۔

مگر کیسا عاشق ہے جو یکطرفہ ہے۔ تم نے میری

ہاتھ سے متعلق معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا اور عشق کرنے کے لیے تو سراسر زیادتی ہے۔ ہم بہترین دوست بن سکتے ہیں مگر عاشق اور معشوق نہیں بن سکتے۔

میں نے مسکرا کر کہا۔ اس کی دکر نہ کرو۔ آہستہ آہستہ میں تمہیں اپنا معشوق بنا لوں گا۔

وہ ذرا سخت لمبے میں بولی۔ مجھے اس قسم کی گفتگو ذرا بھی پسند نہیں ہے۔ کوئی دوسری باتیں کرو اور مجھے بتاؤ کہ چیز مین اور وہ سرفروشاں وغیرہ کیا کر رہے ہیں؟

ابھی وہ لوگ تمام لڑکیوں کو ان کے گھروں تک پہنچانے کے انتظامات میں مصروف ہیں۔ جب ان کے انتظامات مکمل ہوں گے تو میں تمہیں بتا دوں گا۔ آؤ ہم تھوڑی دیر کے لیے کچن تنہائی میں چلیں اور ضروری باتیں کریں۔

مرجان نے زہینہ کا ہاتھ تھام کر کہا۔ یہ میری بہت باری سہیلی ہے۔ میں اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ ہم تینوں ہی تھیں مل کر بائیں کریں گے۔

ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں باگل تنہائی چاہتا ہوں۔ تم اسے زبردستی لے جاؤ گی تو میں اس کا دماغ خراب کر دوں گا۔ پھر یہ لڑکی باگل ہو جائے گی۔

زہینہ سمجھ کر مرجان کے پیچھے چل گئی اور کہنے لگی۔

نہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں۔۔۔ میں آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ مرجان میں وہاں ہوتی ہیں مختار انتظار کروں گی۔

تم وہیں آ جاؤ۔

مرجان نے کہا۔ تم میری سہیلی کو بہت زبردستی کر رہے ہو اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔

زہینہ نے کہا۔ نہیں مرجان یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ کم از کم دونوں کے درمیان یہاں کے مسائل کے مطابق ضروری باتیں ہونی چاہئیں۔ اس لیے تم بائیں کرو۔ میں جا رہی ہوں۔ پھر ملدی مجھ سے آخر تم مل سکتی ہو۔

یہ کہہ کر وہ وہاں سے جاتے لگی۔ مرجان نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر ملٹ کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ یہ میری بہت باری سہیلی ہے۔ میں اسے ابھی تنہائی چھوڑنا چاہتی تھی، لیکن تم نے مجھ کو دیا اور ایک بات یاد رکھو کہ یہاں لوگوں میں سے ہوں جو مجبور ہونا نہیں چاہتیں۔ چونکہ تم نے بہت ہی بڑے وقت میں میری مدد کی ہے اس لیے میں تمہاری بات دیکھنے کے لیے تمہارے ساتھ کچن تنہائی میں چل رہی ہوں۔

وہ آگے بڑھنے لگی۔ میں نے اس کے ساتھ چلتے چلتے کہا۔ بہت کم کسی کے دل میں جھانک کر نہ دیکھو۔ اس وقت

اس کی اچھائی اور برائی کا پتہ نہیں ملتا۔ اس وقت میں طاق محمود کے اندر سمایا ہوا ہوں تو مجھے پتہ چل رہا ہے کہ یہ بہت اچھا آدمی ہے اور اس نے مجھ کوئی بے نیازی نہیں کی۔ مرجان نے چلتے چلتے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر بولی۔ میں طاق محمود کو کل سے دیکھ رہی ہوں۔ وہ دلالوں کے ساتھ آیا ہے اور یہاں دلال کی حیثیت سے رہ رہا تھا۔

میں نے کہا۔ اس کے لیے دلال کا لفظ استعمال مت کرو۔ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔ جب میں کسی کے اندر سمایا ہوں کسی کے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں تو کیا تم میری بات پر ہر دوسرے نہیں کرو گی کہ میری رپورٹ باطل درست ہو گی اور میں کسی کے متعلق کبھی کوئی غلط رپورٹ دے ہی نہیں سکتا۔ وہ خبیثی کے سوچنے لگے۔ اس کی سوچ کبہر ہی تھی۔

جب یہ جن طاق محمود کے اندر سمایا ہوا ہے تو فیضان اس کی اصلیت کو سمجھتا ہو گا۔

یہ سوچ کر اس نے مجھ سے پوچھا۔ اگر یہ بات ہے تو مجھے بتاؤ کہ یہ طاق محمود کون ہے اور یہاں ناصر شاہ کے ساتھ کیوں آیا ہے؟

میں اسے بتانے لگا کہ طاق محمود شناز کا شوہر ہے اور شناز کے ساتھ ایک بار وہ بڑا لگا گیا تھا شناز نے اسے زندگی اور موت کے درمیان چھوڑ دیا تھا اور ایک جاہلانہ ٹاکٹر کے ہرے سے بچ کر لے آئی تھی۔ بعد میں طاق محمود موت کے منہ سے واپس آ گیا پھر وہ واپس کراچی شناز کے پاس آیا اور اس کے دل چاہنے کے باوجود اس کے ساتھ لیٹے لگا۔ اسی دوران اسے پتہ چلا کہ شناز بھولی بھالی لڑکیوں کو خوش ہو کا عمل کرانے کے بجائے ملک نواز کے پارلر میں بیٹھتی ہے اور وہاں سے لڑکیوں کا کوئی بہت بڑا کاروبار ہوتا ہے۔ اس وقت سے طاق محمود ان کے پیچھے پڑ گیا اور پھر معلومات حاصل کرنے کے لیے ناصر شاہ تک پہنچ گیا۔ وہ پاکستان میں رہنے والے تمام دلالوں کو نمینست فالو کر دیا تھا جاتا تھا لیکن اس نے سوچا کہ ان کی فضا دیکھ کر ہی جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بڑے سے بڑے میں جائے۔ اسی لیے وہ ناصر شاہ سے دوستی کر کے ایک دوست کے روپ میں یہاں آ گیا۔

مرجان نے کہا۔ یہاں آکر تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ کل سے میٹھ کر رہا ہے۔ آفراس کا یہاں آنے کا فائدہ ہی کیا ہوا؟

میں نے جواب دیا۔ کل سے اس نے بڑے کا زمانے

انجام دیے ہیں۔ جوئل میں اسی نے آگ لگا دی تھی اور ٹھیکیدار کو اور ان کے مسلح محافظوں کو کسی نے ہلاک کیا تھا۔ وہ ان لوگوں کو چپ چاپ ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور معلومات حاصل کر رہا تھا کہ یہ کاروائی دو تین ہفتے پہلے ہوا ہے لیکن آج جب تم اسٹوڈیو میں بڑی طرح جھینس گئیں اور وہ لوگ تمہیں مار ڈالنا چاہتے تھے تب میں اپنے آپ کو ناپاک کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ میں یہاں چپ چاپ تم سے عشق کرتا رہتا۔ پھر جب تم یہاں اور بھی کسی بڑے مکے میں اچھے جائیں یا مصیبت میں گرفتار ہو جائیں تب میں تم پر اپنے آپ کو ظاہر کرتا۔ بہر حال اب ظاہر کرنے کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ طلاق محو کی اصلیت معلوم ہو گئی۔ بظاہر وہ جزا نظر آتا ہے لیکن بہت ہی دلیر اور دیانت دار اور شریف آدمی ہے۔

وہ بولی: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میرے ہاتھوں سے بچ جائے گا؟
 ”ہاں۔ جب اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ یہ بے غیرت نہیں ہے تو پھر تم اس کو تھام بھی کیوں لگا دو گی۔ ویسے اب یہ ہمیشہ تمہارے ساتھ ساتھ لے جائے گا۔
 وہ ٹھوکر بولی: تیس کے ساتھ کیوں لے گا۔ میں بھی کسی مرد کا ساتھ برداشت نہیں کر سکتی۔
 ”ٹھیک ہے لیکن میں تو تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور میں طلاق محو کے اندر سما یا ہوں گا اور اس کے ذریعہ تم سے عشق کرتا رہوں گا۔“

وہ اندر ہی اندر غصے سے بھڑکنے لگی۔ اسے کسی کی مجبور بنانا پسند نہیں تھا لیکن وہ کسی جن سے کھل کر مخالفت بھی مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ بڑی شکل تھی۔ اپنے غصے کو برداشت کرتے ہوئے بولی: آخر تم کو جو؟ کیوں مجھ پر عاشق ہوئے ہو؟
 ”اس لیے کہ تمہارے اندر بہت ساری خوبیاں ہیں تم ایک اچھی فائزر ہو تم فلاو بھی ہو اور پھول کی طرح ملائم بھی پھر حسین بھی ہو۔ میں تمہارا بہت ساری خوبیاں سے متاثر ہو گیا ہوں۔“

وہ بولی: میری جیسی دوسری لڑکیاں مل جائیں گی۔
 تمہیں حسن و شباب کی تمنا ہے تو یہاں ایک سے ایک حسین لڑکیاں ہیں کسی بھی عاشق جو جاؤ اور عشق کے محلے میں میرا پیچھا چھوڑ دو۔
 ”میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ اسی لیے تمہاری خاطر جنت کی قوم کو چھوڑ کر تمہارے پاس آ گیا ہوں۔“

”یہ سب کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نہیں کر سکتی تھی کہ جن حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ غور و فکر عاشق ہو جاتے ہیں لیکن تم تو جی جی مجھ پر عاشق ہو کر لے آئے ہو۔ اور تمہاری تحقیق کیا ہے۔ خالصتہً مجھے صاف صاف بتا دو میرے ذہن کو نہ الجھاؤ۔“
 ”میری محبت رفتہ رفتہ تمہیں یقین دلائے گی کہ میں ہوں اور تم سے محبت کر رہا ہوں اور غائب رہ کر تمہاری کرتا رہتا ہوں۔ تمجب ہے کہ اتنی امداد کے باوجود تمہیں وجود پر اور میری محبت پر یقین نہیں آیا ہے۔“
 وہ انکار پر سر ملاتے ہوئے بولی: اس وقتیاں ہمارے واقعات بھی پیش آنے ہیں جنہیں آنکھوں سے دیکھ کر بعد بھی یقین نہیں آتا یہی حال میرا ہے۔ میں اتنی دیر اس غیبی امداد کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں اور پھر کوئی بھی لیکن میرا دماغ تسلیم نہیں کر رہا ہے کہ کوئی میری میری مدد کو اس جزیرے میں آ پہنچا ہے۔“

”ہاں میری مجبوری یہ ہے کہ میں خود کو اپنے وجود کے ساتھ ظاہر نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کیلئے کسی دوسرے انسان کا سامنا لینا پڑتا ہے۔ جیسا کہ میں اس وقت طارق محو کا سامنا کر رہا ہوں۔ میرا تم میری محبت کو قبول کر لو پھر رفتہ رفتہ تمہیں مجھ پر پیارا آجائے گا۔ ہم چلتے چلتے بہت دور نکل آئے تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر کے پختہ بیچ بنے ہوئے تھے۔ میرا وہاں بیٹھ کر بولی: یہ سب کا سوا ہے محبت لیے نہیں ہوتی۔ دونوں طرف سے ہونا لازمی ہے اور میرے دل میں تمہارے لیے یا کسی اور کے لیے محبت نہیں پیدا ہو سکتی۔“

میں نے پوچھا: کیا تمہارے سینے میں دل نہیں ہے؟
 ”تم لڑکی نہیں ہو۔ کیا تم مجھی کسی سے محبت نہیں کر سکتی؟“
 ”تمہارے سامنے سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اس لڑکی کو نہیں ہوں۔ تمہارے دل سے مجھے جتنا طور پر اگر لڑکی بنا ہے تو اس کے لیے میں مجبور ہوں۔ ورنہ میں اپنے آپ کو اس سے باہر نکال کر مرد محسوس کرتی ہوں۔ دوسری بات یہ کہ جب میں لڑکی نہیں ہوں تو کس سے محبت کروں گی؟ میں کسی اپنا محبوب بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ جو محبوب بننا چاہے گا وہ اپنی قسمت بگاڑنے کے لیے میرے پاس آئے پھر تم نے پوچھا ہے میرے سینے میں دل ہے یا نہیں؟ اور میرے سینے میں فلاو کا دل ہے اور میں فلاو کی دماغ سوچتی ہوں اور محبت کے متعلق سنا ہے کہ وہ پھول کی دماغ

ہم جوتی ہے۔
 ”اس کا مطلب ہے کہ تم میری محبت کے انکار کرتی ہو؟
 ”میں تم سے دوستی کر سکتی ہوں۔ میرے دماغ کے کسی بھی خانے سے محبت کا گونر نہیں جوتا۔“
 ”ایک بات یہ کہہ دو کہ تم میری محبت کو ٹھکرا رہی ہو۔ میری مشق تو یہ ہے کہ میں تمہارا ساتھ چھوڑ کر پہلا جاؤں۔ پھر یہاں جو بھی مجھ جوتا ہے اس سے خود ہی منٹ لینا۔ میں کہہ چکی ہوں کہ عشق و محبت بہت مزاج کے خلاف ہے۔ محبت اپنے دوست بن کر رہیں گے۔ میں تمہیں نادان نہیں کرنا چاہتی۔ میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔“
 ”میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ تم بہت ہندی ہوا رہو۔ مجھ سے محبت کرنے میں اپنی تو بہن محسوس کر رہی ہو۔ لیکن اس کا انکار زبان سے نہیں کر رہی ہو۔ میری محسوس کر رہا ہوں کہ بہت مشق کے انہماک سے تم بڑا دھرم چاہتی ہو۔ اچھی بات ہے۔ اچھی میں جا رہا ہوں میری دلچسپی کا اچھی طرح غور کر لینا۔“
 ”یہ کہہ کر چند لمحوں کے بعد میں کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ لگا لیا۔ میرا نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے تشبیہ برلی کا انہماک کرتے ہوئے پوچھا: یہ کیا میں بیان کیے آ گیا۔ میں تو علم اسٹوڈیو کے دروازے پر تھا۔“

میرا نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا: تمہارے اندر وہی سما ہوا تھا۔ کیا تم اسے محسوس نہیں کر رہے تھے؟
 ”میں نے انکار پر سر ملاتے ہوئے کہا: مجھے کچھ تپہ نہیں کہیں اتنی دیر سے کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا؟ مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ میری زندگی کے کچھ لمحات چرالے گئے ہیں یا ایسے گزر گئے ہیں جن کا مجھے علم نہیں ہے۔“
 ”ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جن بیباں سے ہاں کا ہے۔“

”میں نہیں جانتا کہ وہ جا چکا ہے یا یہاں موجود ہے مگر میں یہاں ہوں کہ یہ کیا تاثر ہے۔“
 ”کچھ بات تو یہ ہے کہ میں بھی حیران ہو رہی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس جن کے وجود پر کیسے یقین کر لوں اور کیسے اس کے عشق سے پیچھا چھڑاؤں۔ میں اس سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتی۔“

”میرا تم اپنے مسئلے میں الجھی ہوئی ہو لیکن میں یہاں اپنے متعلق ایک بات بتانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ میں سائبر میں نہیں ہوں۔ میں وہاں ان لوگوں سے انتقام لینے والا ہوں لوگوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اس جزیرے میں انارکلا کا دوست بن کر آیا ہوں۔“

میرا نے ہاتھ اٹھا کر کہا: اچھا میں کو۔ اپنی داستان نہ سناؤ۔ میں تمہارے بارے میں کچھ سب کچھ بتا چکا ہے میں اور سنا نہیں چاہتی۔
 ”میں نے خوش ہو کر کہا: اچھا تو اس نے میری اصلیت بتا دی ہے پھر تو تم مجھ سے لاف نہیں ہو رہے۔ آج سے دوست بن کر رہیں گے۔“
 ”وہ گھوڑ کر بولی: میں کسی سے دوستی نہیں کرتی۔ تم کیوں جا کر کسی اور کو اپنا دوست بناؤ؟“

”میرا نے، یہاں حالات بڑے سنگین ہیں۔ تم قدم پر تمہارے لیے خطرہ ہے۔ اسی سڑک پر میں سمجھ رہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچا دے۔ وہ بولی: تم کو تو وہی جالیں مل رہے ہوں۔ اُدھر دوست بننے کے ہوا اندر ہی اندر ان کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہوں۔ اس لیے میں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ لوگ تمہیں اپنا دوست ہی سمجھتے رہیں گے۔ مصیبت صرف اس لیے مجھ پر آئے گی کہ میری دشمنی ظاہر ہو گئی ہے۔ اس لیے میری فکری دکھ۔ میں تمہارے منٹ لوں گی۔ تم اب یہاں سے جاؤ۔“
 ”تم مجھ لڑکی ہو۔ ان حالات میں تمہیں زیادہ سے زیادہ دوست بنانے چاہئیں اور تم میرے مخلص کہلیے وقت ٹھکرا رہی ہو۔“

سنگین بحث میں پہنچنے والی سلسلہ وار کہانی

سونگھاٹ کچاری

قسط: ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹،

وہ پریشان ہو کر بیچ پر بیچ گئی۔ پھر اپنا سر تھکا کر بولی۔
 "میں ذہنی طور پر بہت اچھ گئی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ اس جن نے مجھے بہت زیادہ اچھا کر رکھا دیا ہے۔ اسی لیے میں ابھی تعدادی دوستی کو ٹھکرا رہی تھی ہاں میں اپنی اس غلطی کو عموماً کرتی ہوں۔ اس وقت مجھے دائمی طور پر پرسکون رہنا چاہیے عمر میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں کس طرح اپنے آپ کو پرسکون رکھ کر مجرورہ حالات کو سمجھتی رہوں اور ان سے منٹ سکوں؟"

مجھے اس کی حالت پر افسوس ہوا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ دائمی طور پر اس قدر اچھ جائے گی۔ یہ حقیقت میں درست بات تھی کہ وہ کسی بھی مرد کی زبان سے اپنے لیے عشق و محبت کا لفظ برداشت نہیں کر سکتی تھی اب چونکہ ایک جن نے انہماک محبت کیا تھا اس لیے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس جن کو کس طرح منہ نہ تو جواب ملے اور حالات بھی مجبور کر رہے تھے۔ وہ اس سے کھل کر نفرت کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے کہا: میں تجھے مزاج کو سمجھتا ہوں تم باطل ہی مختلف لڑکی ہو اور عشق و محبت کو باطل ہی خا طر میں نہیں لائیں۔ بلکہ انہماک عشق کرنے والوں سے نفرت کرتی ہو۔ بڑاں حالات کا تقاضا یہ ہے کہ اگر جن تم سے عشق کا اظہار کر رہا ہے تو اسے ہنس بول کر برداشت کرو اور مصیبت سے کام لو۔ اس جن کے ذریعہ تجھے بہت سے کام نکل سکتے ہیں ورنہ اس کی دشمنی منگی پڑے گی۔"

وہ جھلا کر بولی: "میں مرنا پسند کرتی ہوں مگر ڈرنا کبھی پسند نہیں کرتی۔ خواہ وہ جن ہی جنوں نہ ہو۔ مجھے کوئی متاثر نہیں کر سکتا کہ کوئی مرعوب نہیں کر سکتا اور کوئی مجھے اپنا محبوب نہیں بنا سکتا۔"

میں نے پوچھا: ایسی بات ہے تو پھر پریشان نہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اس جن نے تجھیں ہاتھ لگا دیے؟
 اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں۔ ابھی تو وہ دور ہی سے انہماک عشق کر رہا ہے۔"

"دیکھو مرخانہ، اس کا کوئی اپنا وجود نہیں ہے، وہ تجھیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ تو پھر اس جن پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ اگر وہ فیکٹورلڈ ساکار بائیس دو سے کے اندر کار انہماک عشق کرتا ہے تو اسے کرتے ہوئے دو۔ جب وہ تجھیں ہاتھ لگائے یا تجھے مزاج کے خلاف کوئی حرکت کرے۔ تب نام پریشان ہو کر سو جانا۔ فی الحال اپنے دماغ کو پرسکون رکھو۔"

وہ مجھے تجویز کی سے اور شکریہ کے انداز سے دیکھ کر بولی۔

تم نے یہ بہت اچھی بات کہی ہے۔ واقعی جب وہ میرا مزاج کے خلاف کوئی حرکت کرے مجھے بے پریشان رہنا چاہیے۔ ابھی تو وہ دوسری کی زبان سے انہماک عشق کر رہا ہے۔ میں اپنے آپ کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ "آؤ ہم ان ٹھیکیداروں کے پاس چلیں اور یہ عہدہ کر وہ لڑکیوں کو ان کے مالک تک پہنچانے کے لیے کیا کرنا کر رہے ہیں؟"

وہ میرے ساتھ اس پختہ عمارت کی طرف ماننے لگا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ بڑی تجویز سے اسی جن کے متعلق سوچ رہی تھی کہ اسے کس طرح اپنے قابو میں لے کر اپنا کام کھانا چاہیے۔ اچانک وہ بولی: "طارق۔ یہ جن پیرہنت کا کام آ سکتا ہے؟"

میں نے پوچھا: "وہ کیسے؟"
 وہ بولی: "میں پچھنی سے اپنے والدین سے پچھنی ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ میرے والدین کون ہیں اور کہاں ہیں۔ میں میں اس جن کے ذریعہ وہاں تک پہنچ سکتی ہوں۔ میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: ہاں۔ یہ کام تو بڑا آسانی سے کر لیتے ہیں۔ یہ جن تجھیں تجھ سے والدین تک پہنچانے کا۔"

"ابھی وہ مجھ سے ناراض ہو کر ہو گیا ہے۔"

"کہاں جا سکتا ہے۔ اگر اس کا عشق سچا ہوگا تو وہ پچھنی پاس نہ گا۔"

وہ گھو کر بولی: "جو اس صحت کو۔ اس کے سچے عشق ابھی کی تیسری۔ مجھے یہ باتیں باطل پسند نہیں ہیں۔" پچھنی میں اپنے عشق کی نہیں اس جن کے عشق کی بات کر رہی ہوں۔ جس کے لیے ابھی مجبوری یہ ہے کہ اس عشق کو قبول کرتے رہنا ہوگا نہ مارا جن جو تو رہو گی تو تمہاری بات پر ریشا بی باقی ہے گی پرسکون رہنے کا طریقہ یہی ہے کہ حالات سے بچھڑ کر آداب وہ جن آئے تو اس سے اچھی طرح انکار دے قابل ہو کر بولی: "ہاں اب ذرا ذہانت اور چالاک سے کام لیتا ہوگا۔"

اس پختہ عمارت کے قریب پہنچے ہوئے میں نے کہا: "اب میں ٹھیکیداروں کے پاس جا کر نامہ پاشا کے دوست کی حیثیت سے دہن کا نام براہ ناما۔ میں ان کا دوست بن کر ہی ان کے اندو کی معاملات کو سمجھ سکتا ہوں کہ میں وہ کوئی سائیکس تو نہیں کر رہے ہیں۔ کیونکہ انہماک ہر تھکارت ڈالنے سے سچا ہی اور شکست کھانے والے پہلوان کوئی نہ کوئی مکارانہ طور پر

بھلا کر دے ہیں۔ جس کا علم میں بعد میں ہوتا ہے۔ اس لیے مجھے نامہ پاشا کا دوست بن کر رہنا چاہیے۔"

وہ بولی: "وہ جن ایسا ہے جو ان کی ذہنی چھپی سازشوں کو سمجھ سکتا ہے۔ کال کر دو پھر آ جاتا۔"

اس کے ایسا کہتے ہی میں ایک ڈارسا اور لکھنیا پھر ایک مہ سے منھل کر لہلا۔ "میری جان میں واپس آ گیا ہوں۔"

مرخانہ ایک مہ سے چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے سکا رکھا: "میں میں ٹھکانا عاشق ہوں۔ اب طارق خود اپنے آپ میں نہیں ہے۔ اس میں میں سما گیا ہوں۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا: "کیا تم اب تک میرے پاس موجود تھے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا: ہاں میں دل کے ہاتھوں پر ہوں۔ تم سے دور نہیں جا سکتا تھا اس لیے ساتھ ساتھ رہا تھا۔ اسی زبان سے یہ جن کر بہت افسوس ہوا کہ تم ذہانت اور چالاک سے میرے ساتھ دوستی قائم رکھو گی لیکن میری محبت کا جواب محبت سے نہیں دو گی۔"

پتلے تو وہ جھینپ گئی پھر کہنے لگی: "دیکھو میرے مزاج کو سمجھو۔ میں ابھی ہلکی ہلکی مزاج کی لڑکی ہوں۔ میں جی شین و بہت سے پچھنی میں پرسکتی۔ اگر تم میرے ساتھ برابر رہو گے تو میں روز روز تم سے ملنے کے لیے مجھے جی شین و مائل کر اؤں گا۔ بعد ازاں تم یہ سمجھو کہ تم مجھے جی شین و مائل کر سکتے ہو یا میرے دل کو چھلکا سکتے ہو تو تم ایسا کرنا مجھے اتراں نہیں ہوگا۔ جب دل دماغ تعدادی طرف جھکے گا تو بے شک نامہ پاشا طرف جھک جائے گا میں کی لیکن ابھی تو ہمارا درمیان صرف دوستی ہوگی۔ کہیں جھیک نہ آئے۔"

میں نے اس کے مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا: "میرے جھیک میں نے بہت جلد تجھ سے دل کر بہت لینے کی کوشش کروں گا۔ آؤ اب ہم ان ٹھیکیداروں کی طرف چلیں۔"

یہ کہہ کر ہم اس عمارت میں داخل ہوئے اور اس کمرے میں پہنچے جہاں چیمبر جن دو سے ٹھیکیداروں کے ساتھ پریشان حال بیٹھا ہوا تھا۔ یہیں دیکھتے ہی وہ سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

انہماک پاشا بھی موجود تھا۔ میں نے کہا: "میں اس وقت حاضر ہوا ہوں۔" بلکہ مرخانہ کا درد کار جن ہوں اور تم لوگوں سے ملاقات کرنا ہوں کہ لڑکیوں کو واپس بھیجے کے کیا انتظامات کر چکے ہیں؟"

چیمبر جن نے کہا: "ہم نے ٹرانسپورٹ کے ذریعہ رابطہ قائم کیا ہے۔"

میں نے کہا: "میں یقین دلا گیا ہے کہ"

سچا ہی طریقے یہاں منگوائے ہیں۔ میں یقین دلا گیا ہے کہ"

۱۰۹

نامہ تک بکے بعد دیکھ چار طریقے یہاں آئیں گے اور لڑکیوں کو لے جائیں گے۔ ہم یہاں بچھ کر ان لڑکیوں کی خدمت تیار کر رہے ہیں۔ جنہیں پہلی چار لڑکیاں میں یہاں سے جاتا ہوں۔ نامہ پاشا نے کہا: "آج شام سے لے کر کل شام تک تمام لڑکیاں اپنے اپنے ملک میں پہنچ جائیں گی۔ ہم مرخانہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ آج ہی لاچ کے ذریعہ پاکستان کی تمام لڑکیوں کو لے کر یہاں سے نصرت ہو جائے۔ ہر وہ لڑکی لے کر اس کے جانے بعد بھی لڑکیاں یہاں سے ملتی رہیں گی۔"

مرخانہ نے کہا: "میں صرف لڑکیوں کو یہاں سے نہیں لے جاؤں گی بلکہ تجھیں اور طارق خود کو بھی ساتھ لے جاؤں گی۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تمہارا بیچا چھوڑ دیا ہے۔ تم تو میرے ملک کے عزت والوں ہو۔ میں تجھیں بھی معاف نہیں کروں گی۔" نامہ پاشا نے گڑبڑا کر کہا: "خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ آئندہ کے لیے میں کبھی پاکستان کا رُخ نہیں کروں گا۔ اس جزیرے کے کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا۔"

وہ مجھ سے بولی: "جو اس صحت کو۔ میری بات اچھی طرح یاد رکھو۔ ایک لڑکی سب آخر میں یہاں سے جاؤں گی جب تمام لڑکیاں یہاں سے جا چکی ہوں گی۔ دوسری بات یہ کہ میں تجھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور تمہارا وہ شہر کروں گی کہ تم مرتے مرتے زندگی کی جھیک مانگتے رہو گے اور تجھیں یہ جھیک نہیں ملے گی۔"

نامہ پاشا نے پری طرف بڑھتے ہوئے کہا: "طارق تم ذہنی طرح مرخانہ کو سمجھاؤ۔"

میں نے ایک اٹا ہاتھ اس کے منہ پر دبا کر کہنے ہوئے کہا: "ذلیل کہنے۔ اس وقت میں طارق نہیں ہوں۔ مرخانہ کا عاشق جن ہوں۔"

وہ اپنے جڑے کو سہلانے ہوئے چپے بہت کر بولا۔

"مرخانہ میرے پاس بہت دولت ہے۔ یہاں جزیرے کے بینک میں تقریباً چوبیس لاکھ ڈالر ہیں۔ پاکستان اور پیرس وغیرہ کے بینکوں میں بھی بہت رقمیں ہیں۔ میں تجھیں اپنی ادنیٰ دولت سے دوں گا۔ میں ایک ایسا ہے کہ مجھے معاف کر دو۔ مجھے زندہ چھوڑ دو۔"

وہ چونک کر بولی: "ہاں یہ تو میں بھول ہی گئی تھی کہ تم لوگوں نے اس جزیرے میں کافی دولت چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ آخر اس دولت کا کیا ہوگا۔ میں تم لوگوں کو اس کی اعازت نہیں دوں گی کہ وہ سب کچھ تم اپنے ساتھ لے جاؤ یا یاں بینک میں

۱۰۸

جبھی نہیں ہیں وہ سادی کی سادی میں اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔

چیز میں نے ذرا آگے بڑھ کر عاجزی سے کہا: مرجانہ ہمیں دولت نہیں زندگی چاہیے تم جو چاہو یہاں سے لے جاؤ مگر ہمیں زندہ چھوڑ دو۔ میں نے انہیں ایک دانشمند منظر دینا چاہتا ہوں اگر تم قبول کرو۔

میں نے چیز میں سے کہا: تم جو مشورہ دینا چاہتے ہو بے جھجک کہہ سکتے ہو۔ اس نے کہا: ہم نے ٹرانسٹرک کے ذریعے یہاں چار عدد طلب کیے ہیں جو لوگوں کو یہاں سے لے جائیں گے لیکن ہم یہ سوچ کر ڈرتے ہیں کہ اگر ان طلبوں میں نقصان ادا ہو جائے تو۔ اور اس امداد سے مرجانہ کو کوئی نقصان پہنچا تو ہم میں زندہ نہیں چھوڑ دے گا۔ حالانکہ ہم نے صرف طلبوں کا مطالعہ کیا ہے۔ باہر کوئی مدد طلب نہیں کی ہے۔ پھر بھی ہم ڈرتے ہیں کہ ہم غلط فہمی میں ملے نہ جائیں۔

میں نے سر ہلا کر کہا: ہاں ایسا ممکن ہے۔ ہم لوگوں نے طلب کیے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ غصہ طور سے امداد بھی پہنچ جائے اور وہ لوگ جو مرجانہ کی قوت کا اندازہ نہیں کر سکتے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ مرجانہ کے پیچھے ایک اور بھی ٹرانسٹرک قوت ہے۔ وہ لوگ نیفینا مرجانہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اور ایسی صورت میں میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ دیکھئے مرچیز میں تم مشورہ کیا دینا چاہتے ہو۔

چیز میں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ مرجانہ یہاں سے فوراً ہی لائچ کے ذریعے اپنے ملک کی لوگوں کو لے کر چلے جائے۔ تاکہ نہ یہ یہاں سے اور نہ کوئی اسے چھپ کر نقصان پہنچائے۔ ہم اپنی سلامتی کی خاطر یہ نیک مشورہ دے رہے ہیں۔

مرجانہ نے پوچھا: تم باتیں بنا کر کہتے ہو یا یہاں سے بھاگ دینا چاہتے ہو؟ وہ بولا: نہیں۔ میں ایک معقول بات کہہ رہا ہوں۔

جاننا یا نہ جاننا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ان چار طلبوں کے آنے سے پہلے میرے مشن کے پرموڈ کو روک دو۔

میں مل جانے گا۔

میں مرجانہ کی سوچ کے ذریعے اسے سمجھانے لگا کہ چیز میں کے مشن پر مجید میں سے خور کرے اور اس مشن کو سمجھ کر جو کسی وقت بھی پیش آسکتا ہے۔ میں تمہاری دیکھ سوچ کے ذریعے اسے سمجھا تا رہا اور وہ مجید کی اس دہی چیز میں اور دو سے ٹھیکیدار اسے خور سے دیکھتے رہے آخر مرجانہ نے کہا: ٹھیک ہے میں ابھی خود کر ہی ہوں اگر وقت ملے گا۔ سب یہاں کے بینک کی سادی رقم اور دولت اس لائچ میں پہنچا دو جس میں میں اپنے ملک کی لوگوں کو لے کر جاتا ہوں۔ میں تمہاری دیکھتا رہا تا فیصلہ منافی نہ کر لے کس وقت یہاں سے روانہ ہونا ہے۔

انہی میں فون کی گھنٹی بجی۔ چیز میں نے دیکھ کر دھڑکا۔ دوسری طرف کی باتیں نہیں۔ پھر میں غصہ کر کے کہا: یہاں سو رہے ہو جیسا کہ مرافعات کو لے کر آیا تھا۔ اب وہی طیارہ یہاں سے پہنچا لیس لوگوں کو لے کر مشرقی بعد کی طرف جا رہا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد وہ پرواز کرے گا۔ مرجانہ اگر تم چاہو تو انٹرپورٹ سے ہمارے لائچ میں لوگوں کو لے کر آج بھی چلے والی ہیں۔ میں ہمارے بینک کی سادی دولت لائچ میں لے کر آ رہا ہوں۔ آؤ مشن پاشا۔

یہ کہہ کر وہ ناصر پاشا کے ساتھ بینک کی طرف چلے گا۔ میں مرجانہ کے ساتھ اس عمارت سے باہر آ گیا۔ چیز میں نے کہا: ڈیم کار میں بیٹھ کر انٹرپورٹ کی طرف جائیں اور ان لوگوں کو دیکھ لیں جو رخصت ہو رہی ہیں۔

ہم ایک کار میں آکر بیٹھ گئے۔ پھر انٹرپورٹ کی طرف جانے ہوئے میں نے مرجانہ کو سمجھا یا نہ مناسب یہی ہے کہ ہم یہاں سے نکل ملیں۔ وہ چیز میں نے باطل درست کہہ کر غصہ کیا۔ اسے اپنی جان کی فکر پڑی ہے وہ نہیں جانتا کہ تم غلط فہمی کا شکار ہو کر اسے مار ڈالو یا اس سے ہلاک کرو۔ ہرجال وہ اپنی جان بچانے کے لیے یہیں بہت ہی اچھا مشورہ دے رہا ہے۔

مرجانہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا: ہاں اب میں بھی سمجھتی ہوں کہ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ پھر چو غائب رہنے والی مستی ہو اس لیے اس چیز میں سے رہا ان کی نگاہ کی سکتے ہو کہ یہی طرح لوگوں کو یہاں سے روانہ کریں گے یا نہیں؟ اگر انھوں نے بے ایمانی کی تو تم ان لوگوں کو تباہ و برباد کر سکتے ہو۔ کیا خیال ہے؟

اچھا خیال ہے۔ تم طاقان محمود کو بھی اپنے ساتھ لے

لے جاؤ۔ میں کسی دوسرے کے جسم میں سما کر یہاں کے حالات دیکھتا رہوں گا اور اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے یہاں کی زندگی لوگوں کو ان کے گھر وں تک پہنچا کر ہی تمہارے پاس واپس آؤں گا۔

ہم اس فیصلے پر متفق ہو گئے۔ ہم نے انٹرپورٹ پہنچ کر ان پینتالیس لوگوں کو اپنے سامنے رخصت کیا۔ پھر ہم وہاں سے بینک کی طرف گئے۔ وہاں پتہ چلا کہ ڈالر کی شکل میں نقدی بہت کم ہے لیکن سونے کی اینٹیں اور دیگر چیزیں لاتعداد مقدار میں ہیں۔ ان سب چیزوں کو وہ لوگ مختلف دکانوں میں چیک کر رہے تھے اور انھیں لائچ کی طرف لے جاتے تھے۔ میں نے معلوم کیا کہ لائچ کو کون ڈالنے کو تیار ہوا ہیں پاکستان کے ساحل تک پہنچانے کا امداد اس جہاز میں اور کتنے مرد ہیں جو لائچ کے اسٹیوڈ کو ڈی مڈ کے لیے موجود ہیں۔ میں بہت غصا ہو کر ہمارے بینک کے دماغ میں جھانک رہا تھا اور معلومات حاصل کر رہا تھا۔ مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ کوئی اس لائچ میں ناظم بہ وغیرہ نہ رکھ دے۔ تاکہ میں بھی سین میں تباہ کر دیا جائے۔ میں اس ناشوں کو سمجھتا تھا اس لیے غصا ہو کر ہمارے بینک کو چھوڑ کر آیا تھا۔

مرجانہ بہت خوش تھی۔ اس نے سونے کی اینٹیں اور اتنے سالے میرے جوارات زندگی میں پہلے بار دیکھے تھے۔ میں نے اپنا خوشی جی اور میرے ہمارے سے رخصت ہو کر اپنے ملک کی لوگوں کو لائچ تک پہنچانے کے لیے چلی گئی تھی۔ اس وقت تمام کے سامنے بڑھتے جا رہے تھے۔ سات بجے اندر اچھلنے تک تمام لوگ لائچ میں پہنچ گئے۔ چیز میں نے اسٹیوڈ کو ہدایت دی کہ لائچ کو ٹیبل راسٹ سے لے جایا جائے تاکہ یہ لائچ پاکستان کے ساحل پر آجی رات کو پہنچے اور لوگوں کو رخصت کر دے گا۔ والا نہ ہو۔

جب وہ لائچ جزیرے کے ساحل پر چھوڑنے لگا تو زساری لائیاں عرشے پر آکر کھڑی ہو گئی تھیں اور خوشی کا انداز کر رہی تھیں۔ میں بھی مرجانہ کے ساتھ عرشے پر کھڑا ہوا تھا جیسے ہی جہاز رخصت ہونے لگا۔ میں نے مرجانہ سے کہا: اچھا مرجانہ! اب تمہارا عاشق تم سے رخصت ہو کر جزیرے میں واپس چلا رہا ہے۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد یہ بندہ پھر تیرے پاس حاضر ہو جائے گا۔ آؤ اچھا۔ میں نے پہلے ایک بار مجھ سے ہاتھ ملا کر کہا کہ میں نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے غصہ کر دیا۔ میں نے اپنا ہاتھ پیسے ہاتھ میں لے دیا۔ میں نے ہاتھ چھو کر چوم لیا۔ وہ ایک لمحے سے تڑپ کر۔۔۔۔۔

انگ ہو گئی۔ اپنے ہاتھ کو ایک جھٹلے سے چھڑا لیا۔ پھر غصے سے لہجے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: اس وقت غصہ مناسب نہیں ہے۔ یہ رخصت ہو رہا ہے اسے خوشدلی سے رخصت کرو۔

وہ جزیرہ مسکرانے لگی۔ بلی۔ اچھا اب جاؤ اور جزیرے میں رہ کر تمام لوگوں کو ان کے گھر وں تک پہنچا دو۔ خدا حافظ۔ میں نے خدا حافظ کہا۔ اس کے دوسرے ہی لمحے میں نے ایک جھٹکا سا کیا۔ جیسے کہ میرے اندر سے وہ جن چاچکا مڑ پھڑپھڑ میں سے چراتی سے انھیں بھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا اور مرجانہ سے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ وہ جن میرے اندر سے نکل کر جا چکا ہے۔ میں اب آزاد ہوں۔

مرجانہ نے اطمینان کی سانس لی اور ساحل کی طرف دیکھنے لگی۔ اسے اس بات کا اطمینان تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے چند فکٹوں کے لیے سہی ہوگا اس جن سے نجات مل گئی تھی۔ میں چیز میں کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اب وہ لوگ بھی ادھر مطمئن تھے کہ مرجانہ رخصت ہو گئی ہے اور اب انھیں اس کی طرف سے کوئی خطہ نہیں ہے۔ ناصر پاشا نے اطمینان کا سانس لے کر کہا: خدا کا شکر ہے کہ وہ بدل گئی۔ اس نے اس ایک مسخ کا ڈر کوڑا ہوا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا ڈر نے کہا: ابھی تمہاری خیریت کہاں ہے۔ میں اس کا عاشق ہوں میں یہاں موجود ہوں۔

یہ سنتے ہی وہ ایک دم سے اچھل کر دوڑ پڑا گیا۔ چیز میں نے وہی مسخ کو مسخ کا ڈر کو دیکھنے لگے۔ چیز میں نے کہا: ہاں ہاں میں یقین ہے کہ مرجانہ کے جانے کے بعد بھی تم اس وقت تک یہاں موجود رہو گے جب تک کہ تمام لوگ یہاں سے روانہ نہیں ہو جائیں گی۔ ہم یقین یقین دلاتے ہیں کہ اپنا فرض پوری طرح ادا کر دیں گے۔

مسخ کا ڈر نے کہا: ابھی بات یہاں میں اس کا ڈر کے اندر سے نکل رہا ہوں لیکن تم لوگوں کے اس پاس بیٹھ رہو گے۔ اس بات کو مت بھولنا۔

یہ کہہ کر میں اس کا ڈر کے دماغ سے نکل آیا کہ ڈر نے اپنے سر کو جھٹکا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ دوسرے تمام لوگ بھی اسے سہانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ناصر پاشا نے جھگڑے پوچھا: کیا تم مجھے محسوس کر رہے ہو؟

مسخ کا ڈر نے کہا: ہاں میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ میں ہم پر کیا تھا اور اب جھوٹا مافی طور پر حاضر ہو گیا ہوں۔

جیمز نے کہا: کوئی بات نہیں مر جانے کا عاشق جن
مختلف انداز کا تھا ماب وہ چاہے اس پاس موجود ہے۔
آؤ ہم اپنا فرض ادا کرنے چلیں۔
وہ سب لوگ ساحل کی طرف سے روانہ ہو کر اس پختہ عمارت
کی طرف چلنے لگے جس کی ان لوگوں کے پاس سے واپس لاج
میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

مرجانہ میسٹر پاس سے جا چکی تھی بے اعتماد دولت
مائل کرنے کے بعد وہ کوئی سے چھوٹی نہیں سار ہی تھی اس
نے نامہ پڑھا کہ جس اس جزیرے میں زندہ چھوڑ دیا تھا جس
کی وہ جان کی دشمن بنی ہوئی تھی۔ اب وہ ایک کیمپ میں مارکر
زوریتہ کو چھوڑ دی تھی اور شرارتیں کر رہی تھی۔ میں اس کے
دماغ سے نکل کر میٹروڈ کے کیمپ میں گیا۔ چھوڑ دی وہ ایک
اُس سے بائیں کرتا رہا پھر ان دنوں میں جا کر وہاں کے خلائی
سے بائیں کرنے لگا۔ ان لوگوں سے بائیں کرنے کے بعد مجھے
ایڈیان ہو گیا کہ کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔

اب مجھے تمنائی کی ضرورت تھی تاکہ میں مٹی اور سونیا
و غیرہ کی کچھ خبر لے سکوں۔ بہت دیر سے تقریباً پچھلی رات
سے میں ان لوگوں سے رابطہ قائم نہیں کر سکا تھا۔ میں وہاں
سے چلتا ہوا درو کیمپوں کی طرف گیا تو وہاں لوگ ان بیچ میں
گپ شپ میں مصروف تھے۔ مجھے کیمپ تمنائی میں بیٹھنے
کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ چھوٹے لالچ کے عرصے پر آگیا اور
دور ایک طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور کئی نہیں تھا۔ میں
ایڈیان سے پہلے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

سونیا کا ایک سینڈل کچھ لوگوں کے لیے زندگی اور
موت کا مسئلہ بن گیا تھا اور وہ سینڈل ابھی تک کئی کئی
نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ میں نے اس
نیم پاگل بوڑھے کو ان لوگوں سے دودھ کر دیا تھا۔ اس بوڑھے
کو اب وہیں آ رہا تھا کہ جس سینڈل کی سب کو تلاش ہے
اسے وہ کہاں رکھ کر بھول گیا ہے۔

سونیا پچھلی رات سے اب تک میرا انتظار کر رہی تھی کہ
میں اسے اس نیم پاگل بوڑھے کا پتہ بتاؤں گا تو وہ وہاں
جا کر اس کی یادداشت کو گریبے کی اور معلوم کرنے کی
کوشش کرے گی کہ وہ سینڈل کہاں رکھا ہوا ہے لیکن
کل سے مجھے ایک ذرا فرصت نہیں مل تھی کہ میں سونیا کے
پاس پہنچ سکتا۔ اب فرصت مل رہی تھی کہ سونیا سے انتظار
سے نمک کھٹی تھی اور مجھے برا بھلا کہہ کر خود ہی اقدامات
کے لیے تیار ہو رہی تھی جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ وہ ذہانت

اور مکاری میں اپنا جواب نہیں رکھتی ہے اس نے کہا
یہ کہ ایک پولی سینڈل اسی جگہ لے جا کر پھینک دی
جہاں سے وہ نیم پاگل بوڑھا اس کی پہلی سینڈل لے کر
گیا تھا اور دوسری ایک بونے کو کھانی کے لیے بچھا دیا
اس سے کہہ پا کہ جب بھی وہ بوڑھا وہ سینڈل اٹھا کر لے
تو اس کا تعاقب کیا جائے اور سونیا کو اطلاع دی جائے
اطلاع مل گئی تھی سونیا اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں
تو وہ بوڑھا آہستہ آہستہ آگے بڑھتا جا رہا تھا اور بوڑھا
فاصلے پر اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ سونیا نے ایک جگہ کا
دی۔ چرائی کے ذرا دور جانے کا انتظار کرتی رہی۔ جب
دور نکل گئے تو چھراٹے نے کار اشارت کی اور آگے بڑھی
ان کے قریب پہنچنے سے پہلے روک دی تاکہ وہ بوڑھا اور
نظر میں رہیں۔ میں نے اسے مخاطب کیا: میڈل سونیا
آگیا ہوں۔

وہ ایک دم سچ رہی۔ مجھے میں بھر گئی۔ میں نے پوچھا
"کیا مجھے نہیں بولو گی؟"

اس نے کہا: جب میں اس بوڑھے کا تعاقب کرتا
ہوں تم پہنچ جاتے ہو اس سے پہلے کہاں مر گئے تھے۔
انتظار کرتے کرتے چشمان ہو گئی۔ اب خود ہی میں نے
ترکیب کی ہے۔ اب وہ مجھے دوبارہ مل گیا ہے۔ دیکھو
اگر اس بار تم اسے مجھے سے جھین کر لے گے تو اچھا نہیں
تم آخر میکے پہنچے کیوں پڑتے ہو۔ میں اپنے کون سے کام
استعمال کروں جس طرح بخاری منت کروں کہ میرا بچہ چھوڑ
"میں تمہارا بچہ نہیں چھوڑ سکتا۔" وہاں تم بڑی ذہین
اور چالاک بنتی ہو تم کی جگہ سے بیچھا چھڑانے کی کوئی ترکیب
سوچ لو۔

اس نے سہلا کر کہا: "میں نہیں نے ایک تہہ پر سونیا
ہوئی ہے اور تم دیکھو گے کہ تم بہت جلد مجھے سے دور ہو جاؤ
"وہاں میں تو سنوں کہ تمہارے دماغ میں کیا ہے؟"

وہ بولی میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں بہت جلد اشارت
کروں گی۔ جب میں کسی کی جو جان کی تو اس وقت تھا کہ
جھڑا مشق ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔

واقعی اس نے بہت اچھی تدبیر سوچی تھی۔ میں نے
"نہیں سونیا ہم سب کچھ کر سکتی ہو مگر مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے
سے شادی نہیں کر سکتیں۔"

"فرط دم دیکھو رہو۔ بہت جلدی میں بخاری یہ خوش
فہمی قسم کروں گی۔"

جاری تھی گفتگو کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کیونکہ لوہا دوڑتا
ہو سونیا کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے کہا: مادام وہ دیکھو۔
اس پاگل بوڑھے کو کوئی اپنی گاڑی میں بٹھا کر لے جا رہا
ہے۔ آپ فوراً اس کا تعاقب کریں۔
سینٹیلے ڈنڈا اسکرین کے پار دیکھا۔ دودھ وہ نیم پاگل بوڑھا
ایک کار میں بیٹھ چکا تھا۔ سونیا نے فوراً ہی کار اشارت
کی۔ اس نے وہ لوہا اس کی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ پھر
وہ گاڑی سے دوڑتی ہوئی آگے جانے والی گاڑی کا
تعاقب کرنے لگی۔

دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی جا رہی تھیں سونیا
کا خیال تھا کہ میرا بے دشمن اس وصیت نامے کا آدھا حصہ
مائل کرنے کے لیے اس بوڑھے کو اپنے ساتھ کار میں بٹھا
کر لے جائے۔ میں تاکہ اس سے اس سینڈل کا پتہ معلوم
کر سکوں۔ سونیا کا یہ خیال درست معلوم ہو رہا تھا کہ میرا بے
نیم پاگل بوڑھے سے اودھ کی کوہ پی نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ سنٹ کی ڈرائیونگ کے بعد آگے والی گاڑی
ایک نیلے کے اعلیٰ میں جا کر رک گئی۔ سونیا اس نیلے کے
دوڑی کار روک کر باہر آئی اور انھیں دیکھنے لگی۔ نیلے کے
پاس کار سے ایک شخص آکر کر لوڑھے کو پچھلی سیٹ سے اتار
رہا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ چوک کر نیلے کے اندر لے جا رہا تھا۔
سونیا ایک طرف بڑھتے ہوئے کوئی کے دائیں جانب آئی۔
پھر چھوٹی سی حد بندی کو بھلا کر اس نیلے کی طرف بڑھنے
لگی اس کا خیال تھا کہ وہاں کوئی کتا بالالگا ہو گا یا ملازم وغیرہ
اسے دیکھ لیں گے لیکن جیسے جیسے وہ قریب پہنچتی گئی۔
وہ اپنے لیے پتہ چلا کہ وہاں ویرانی ہے۔ کوئی ملازم نظر نہیں آ
رہا تھا اور کوئی جانور بھی نہیں تھا۔ وہ نیلے کے دروازے پر
پہنچ گئی جس کے اندر وہ دونوں جا چکے تھے۔ وہ بھی دروازے
سے نیلے میں داخل ہو گئی۔

انڈینچ کر اس نے دیکھا۔ اس نیلے کا مرکزہ بڑی
غیر بدعتی سے سجایا ہوا تھا۔ درخشش کا اور نمائش کا تمام
تعمیق سامان وہاں موجود تھا۔ پتہ چلتا تھا کہ وہاں کوئی امیر
کیرٹھن رہتا ہے۔ وہ مختلف کڑوں سے اور کورڈوں سے
گوندے ہوئے ایک ایسے کمرے میں پہنچی جہاں کران تمام
کلاں کی غریبہ دہنی کے برعکس بدعتی تھی۔ یعنی بہت سے
پرکے کا ڈھیر وہاں پڑا ہوا تھا اور وہ شخص اس بوڑھے سے
بائیں کر رہا تھا اور وہ سینڈل ہے وہ بوڑھا سڑک کے کنارے
سے اٹھا کر لایا تھا اس کی کیوں کو اکھاڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اللہ میں معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی اس سینڈل میں تم کوئی
اہم چیز لے کر آئے ہو۔ میں ابھی دیکھ لیتا ہوں۔"
اس کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ بوڑھا جو کچھ لایا
کر لایا ہے وہ دوسرے شخص اس کپڑے کی تلاش میں تھا ہے
اور اسے اندیشہ محول کر دیکھتا ہے کہ شاید کوئی قیمتی چیز
اسے حاصل ہو جائے اس نے چپ کی کیوں کو اکھاڑ دیا تھا اور
کھول کر دیکھنے کے بعد مایوس ہو کر کہہ رہا تھا اس میں کوئی
بھی نہیں ہے۔ آج تم پتہ نہیں کس کی سینڈل اٹھا کر لے
آئے ہو۔ ٹھیک ہے اب اسے لے جا کر کچھ گھر میں پھینک دینا۔
اسی وقت سونیا اس کپڑے والے کمرے میں داخل
ہوئی۔ اس کی آہٹ سنتے ہی اس شخص نے چوہک کر اسے
دیکھا۔ سونیا نے گری بھید کی سے کہا: اچھا تو یہ بوڑھا جو کچھ
اٹھا کر لایا ہے ہم اس کی تلاش میں تھے۔ یہ آج سے دو تین
دن پہلے میری ایک سینڈل اٹھا کر لے آیا تھا اب یہ ایک
وصیت نامے کا آدھا حصہ چھپا ہوا تھا۔ میں نے اسے اس شخصوں
سے چھپا کر رکھا تھا۔ وہ سینڈل اٹھا تھا اسے ہاتھ لگا گیا ہے
اسی لیے آج بھی اس سینڈل کی کلیں اکھاڑ کر تم کچھ اور
تلاش کر رہے تھے۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔ اس شخص نے کہا: اب پہلے
خواب سہ کیجئے۔"

لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم خواب کوں کیجئے؟
سچے خواب کیا ہوتے ہیں؟ خوابوں کی تشبیحات کیسے کی جا
سکتی ہیں؟ ان کی تعبیر کیا ہیں؟ خواب آدمی کی زندگی میں
کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ ان کی رہنمائی سے مستقبل کی تعبیر کیا
ملی جاسکتی ہے؟ کیا وہ ہماری انجمن کے نکاس ہوتے ہیں؟
یاد وہ ہماری انجمن کو کامل ہی پیش کرتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں سچے ماہرین کے کیا رائے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں مذہب عالم کیا کہتے ہیں؟ یہ اور ایسے
لا تعداد سوالوں کے مکمل جواب کے لئے — پڑھیے:

خوابوں کے اسرار

فیت ۱۵
۱۰ روپے

لے ایس صدیقی کے قلم سے

۱۰ روپے پل بار — ایک ہر پور اور مفرد کتاب

مکتبہ نسیات پوسٹ بکس ۱۲۵۷ کراچی

مجھے ایک سینڈل میں ایک وصیت نامہ ملا ہے۔ اس میں میرا کام لکھا ہوا ہے۔ کیا تمہارا نام میرا ہے؟“

سونیا نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ”نہیں میرا نام سونیا ہے“

میرا ایک اسپتال میں زیر علاج ہے۔ میں اس کے لیے اس کے وصیت نامے کو تلاش کرتی پھر رہی ہوں۔ لاؤ وہ مجھے دے دو“

اس نے کہا۔ ”اؤ ہم ڈرائنگ روم میں چل کر باتیں کتنے ہیں۔ یہ میرا کارڈ ہے۔ اگر وہ چیز تمہاری ہے اور تم اسے لینا چاہتی ہو تو اس انکار نہیں کروں گا لیکن اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی“

وہ دونوں ڈرائنگ روم کی طرف چلے گئے تھے سونیا نے پوچھا۔ ”تم اس کی قیمت کیوں لوگے؟ جبکہ وہ پینڈ میری ہے یا میرا کی ہے اور میرا اس کی حق وار ہے؟“

”میں اپنی محنت کی قیمت وصول کرنا ہوں۔ میرا یہی وعدہ ہے۔ یہ جو اتنا شاندار بینکر اور ملیر ٹھانٹا ہاٹ دیکھ رہی ہو۔ یہ سب کچھ میں نے اسی بجے سے حاصل کیا ہے میں اس بوڑھے کو اپنا آلہ کار بنا کر رکھتا ہوں۔ یہ جو چیزیں ادھر ادھر سے اٹھا کر لاتا ہے۔ پہلے میں اسے دیکھتا ہوں۔ اس کی تلاش لیتا ہوں۔ اگر اس پر کسی میں سے مجھے کچھ حاصل ہو جاتا ہے تو میں اسے رکھ لیتا ہوں۔ ورنہ اس بوڑھے کو واپس کر دیتا ہوں۔ وہ بوڑھا اسے لے جا کر کسی کچا گھر میں ڈال بیٹھتا“

سونیا نے جرات سے اپنے اس پاس دیکھتے ہوئے کہا۔

”اتنا شاندار بینکر اتنا قیمتی سامان تعجب ہے کہ یہ سب کچھ تم سے کیسے حاصل کیا؟“

وہ مسکاکر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ”پندرہ برس پہلے میں بہت غریب تھا۔ میں سوچتا تھا کہ کیسے دولت مل جائوں۔ پھر سوچتے سوچتے میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ انسان مٹی اور ریت سے بن کر بھی دولت مند بن جاتا ہے تو میں کچھ کر گھر سے پچاس سیٹ کروڑ کیوں نہیں حاصل کر سکتا۔ پھر میں نے کچھ گھر میں بیٹھ کر انھیں کڑبڑ شروع کیا۔ چیزوں کو ٹوٹا شروع کیا۔ پہلے میں پالنے لگے اوتھیں مچ کے کہہ بیٹھا تھا۔ انھی دنوں اس بوڑھے سے ملاقات ہوئی۔ اس بچاؤ کی مٹی کو بڑے تھیں کسی نے نقل کر دیا ہے یا کوئی انکار کر کے لے گیا ہے۔ یہ اس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا اور پائل ہو گیا تھا۔ یہ ادھر ادھر سے چیزیں اٹھا کر لاتا تھا اور کچا گھر میں چسک دیتا تھا۔ ایک دن یہ ایک پرس آئی کہ لایا ادا کچا گھر میں بیٹھنے لگا میں نے اس کے ہاتھ

سے لے کر دیکھا تو اس میں میوں سے جڑا ہوا سونے کا کارڈ تھا جو بہت قیمتی تھا۔“

اس نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ ”پھر ایک بار کچا گھر میں مجھے ایک نوٹامیدہ بچہ ملا۔ میں نے اس کے والدین کی تلاش شروع کی۔ پتہ چلا کہ وہ ایک بہت بڑا خاندان کا چشمہ درخشاں ہے جو خوش دی سے پہلے وہ بچہ ہو گیا تھا اس لیے بنانی کے دن سے وہ بچہ کچا گھر میں رہا تھا۔ میں نے اس بچے کے ذریعے انھیں بیک میں اور ان سے لاکھوں ڈالر حاصل کیے۔“

سونیا نے پوچھا۔ ”تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو؟“

اس نے جواب دیا۔ ”جو میرا کام کرو وہ وصیت نامہ کروڑوں ڈالر کی مالیت سے تعلق رکھتا ہے اس لیے میں ہزار ہا ڈالر کا مطالبہ کرتا ہوں۔“

”یہ بہت ہے۔ وہ غریب اور بیمار لڑکی اتنی بڑی رقم ادا نہیں کر سکے گی۔“

”کوئی بات نہیں۔ وہ مجھے پروفوٹ لکھ کر دے گا۔“

اس نے مجھ سے پچاس ہزار ڈالر قرض لیے ہیں اور میرے اسے ہاندا ملے لی وہ میری رقم ادا کرے گی۔ میں اس پر پروفوٹ پر وہ وصیت نامہ دے دوں گا۔“

سونیا نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر اسپتال کے نوٹس کے لیے اور اس بوڑھے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا جو میرا پڑا عاشق تھا اور اس سے شادی کرنے والا تھا۔ بوڑھے ڈاکٹر نے تمام باتیں سننے کے بعد کہ پروفوٹ کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے کسی بونے کے ہاتھ پچاس ہزار ڈالر نقد بھیج رہا ہے وہ وصیت نامہ فوراً ہی اپنے قبضے میں لے لینا چاہیے۔

سونیا نے ریسیور رکھ کر اس شخص سے کہا۔ ”تمہارے پچاس ہزار ڈالر نقد آ رہے ہیں تم وہ وصیت نامہ نکال کر لے آؤ۔“

وہ وہاں سے اٹھ کر دھڑکے کی طرف جانے لگا۔

میں اس شخص کے دماغ کو کڑبڑ کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ پتہ چلا کہ وہ بہت ہی کاروباری قسم کا آدمی ہے۔ اس نے سونیا اور بہت سی باتیں نہیں بتائیں کہ اس نے کچا گھر سے اور کیا کچھ حاصل کیا ہے۔ کچھ وہ راز کی باتیں تھیں۔ اس کی دولت مندی کا ایک راز یہ بھی تھا کہ ایک باپ اس نے اس پائل بوڑھے کے پاس کی تلاش کی تو اس میں سے ایک ایسا کارڈ نکلا تھا جس میں خفیہ پیغام درج تھا۔ اس سے پتہ چلا کہ کسی ملک کا جاسوس اپنے کسی دوست جاسوس کو کوئی بہت

اہم پیغام دے رہا ہے۔ وہ کاغذ ہاتھ لگے ہی اسے قبضے میں رکھ کر اٹھا کر کیا کہ جن لوگوں نے پیغام بھیجا ہے اور اس کاغذ کو کچا گھر میں رکھا ہے۔ وہ ضرور وہاں اسے تلاش کرنے آئیں گے۔ پھر وہی دیر بعد وہ کچا گھر میں پہنچا تو کسی شخص کو کچا پشیمان سا پایا۔ پھر اس نے پوچھا کہ وہ کیوں پشیمان ہے اور کیا تلاش کر رہا ہے۔ اس شخص نے اپنی اصل بات نہیں بتائی کہ اسے کس چیز کی تلاش ہے۔ تب اس کچا گھر کے کاروبار کے اسے بتایا کہ اس کے پاس ایک ایسا خفیہ پیغام ہے جو کسی دوست جاسوس کے لیے ہے۔ یہ سنتے ہی وہ ہلکا سا اٹھا اس سے اس کاغذ کا مطالبہ کرنے لگا۔ اس دن کے بعد اس کچا گھر کے کاروباری کو تعلق جاسوسوں سے بھی ہو گیا اور وہ ان کے درمیان ایک اہم کڑی بن کر بیٹھا کہ کچا گھر دھڑکے پیغام لے گا۔ جس کا اسے بہت زیادہ معاوضہ ملتا تھا۔

کچا گھر میں جگہ ہے کہ جس کی طرف لوگ دیکھنا بھی نہیں کرتے اور نفرت سے ناک پر ہاتھ رکھ کر گزرتے ہیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اسے ہی کچا گھر کے سے کتنے زبردستی تم کے کاروبار ہوئے ہیں کیسی ساری چیزیں ہوتی ہیں اور کیسے راز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے جاتے ہیں۔ یہ کچا گھر کا کاروباری دوست کہے ہیں اگر کسی بونے کے ہاتھ پچاس ہزار ڈالر نقد بھیج رہا ہے وہ وصیت نامہ فوراً ہی اپنے قبضے میں لے لینا چاہیے۔

ایک اہم کاغذ کا مسودہ ایک عورت سے لے کر رہا ہوں۔ اس کاغذ کو آئی ایچ پچاس ہزار ڈالر کے بیان آنے والا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی دھاندلی نہ ہو۔ اگر کوئی راز ہوا اور مجھ سے وہ کاغذ بد دوستی چھین کر لے جائے گی تو گھس لی گئی تو کم لوگ انھیں روکنا اور ان سے وہ کاغذ چھین لینا۔ فوراً میرے ہنگامے کے پاس پہنچاؤ۔۔۔ اس عورت کو بھی دیکھ لو جو ابھی میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔

میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ”کچھ وہ شخص اپنے آدمیوں کو کچا رے بخوانے کے لیے بلاتا رہا ہے۔ تم کوئی فراڈ کوئی تو۔ لوگ تمہیں بیان سے بھٹکتے ہیں وہیں گے۔“

سونیا کی سوچ نے کہا۔ ”مجھے ہو کرنا ہے کہ گورڈن کی پچاس ہزار ڈالر کوئی معمولی رقم نہیں ہے کہ میں اسے بے کمری جانوں میں اس کے وصیت نامہ لینے کے بعد وہ پچاس ہزار ڈالر بھی پالا اسے واپس لے جاؤں گی۔“

میں نے کہا۔ ”انجی بات ہے تو میں اس کچا گھر کے کاروباری آدمی کو مافی طور پر ذیہب کرتا ہوں۔ وہ تمہیں کوئی نقصان

نہیں پہنچا سکے گا۔“

سونیا نے کہا۔ ”تمہارا شکریہ۔ لیکن میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ تم خود غواہ میں سے معاملات میں ہانگنا ڈاؤ۔ اگر تم دیکھنا چاہتے ہو تو خاموشی سے دیکھ کر ہو کہ میں یہاں سے کس طرف اس رقم کے ساتھ وہ وصیت نامہ بھی لے کر جاؤں گی۔ میرا نام سونیا ہے اور میں کسی کی مدد نہیں دیتی۔“

”تمہاری بھی براہ اور مغرور بھی۔ اگر یہ تم پر منت بھی کر دیا گیا تو پھر بھی ہٹ کر نہیں دیکھوں گا۔“

”وہ دن میرے لیے بڑا مبارک ہو گا جس دن تم مجھ پر لعنت بھیج کر چلے جاؤ گے۔“

”انجی بات ہے تو میں آج ہی ہاتھ لے جا رہا ہوں اور تمہیں مبارک دن کی خوشیاں مناؤ۔“

یہ کہہ کر میں چپ ہو گیا۔ اس کے پاس سے واپس آجاتا چاہیے تھا لیکن اس واقعے سے میری دلچسپی ختم کر دہ وصیت نامہ۔ میرا ایک پتہ تھا ہے اور سونیا کیا کرنا چاہتی ہے۔ یہی پہلے میں چپ چاپ اس کے دماغ میں چھانکار رہا۔ وہ سوچتی رہی کہ میں واقعی چلا گیا ہوں یا مسرور ہوں۔ پھر اس نے اس سوچ کو ذہن سے جھٹک دیا۔ یہ سوچ کہ تمہاری اس کی سوچ پر وہ رہا ہوں گا اور یہ مجھوں کا کہ وہ میرے متعلق بے اختیار سوچنے پر مجبور ہو گئی ہے اور وہ ایسی کوئی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ کچھ گھر کا کاروباری دوست کر کے میں بیٹھا اپنے آدمیوں کی آمد کا انتظار کرتا رہا۔ پھر وہی دیر بعد وہ بولنا پچاس ہزار ڈالر ایک بریف کیس میں رکھ کر لے آیا تھا۔ اس کے ختوڑی دیر بعد ہی وہ لوگ بھی پہنچ گئے تھے جو سونیا کو گھیرنا چاہتے تھے۔ تاکہ وصیت نامہ بغیر ادائیگی کے نہ لے جائے۔ جب وہ لوگ اس بینک کے ڈرائنگ روم میں پہنچے تو سونیا کو دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔ وہ کچھ گھر کا کاروباری اس کیسے میں آیا تو ایک شخص نے کہا۔ ”مشریو ماڈم سونیا ہیں۔ اگر یہ وصیت نامہ مفت لے جانا چاہیں گی تب بھی ہم انھیں نہیں روکیں گے۔ یہ ہمارے ماسٹر کا حکم ہے کہ ہم ماڈم کے راستے میں بھی رکاوٹ نہ بنیں۔“

وہ کچھ گھر کا کاروباری حیلان و پریشان ہو کر سونیا کو دیکھنے لگا۔ اسے والے لوگوں میں سے ایک شخص نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”ماڈم اگر آپ وہ وصیت نامہ لے جانا چاہتی ہیں تو ہمارے ماسٹر سے فون پر باتیں کر لیں۔ پھر وہ

جیسا حکم ہمیں دیں گے ہم دیا اس پر عمل کریں گے۔
 سونیا نے ٹیلیفون کا ریسورس ہوا تھا کہ اسٹریٹس ٹریفک کے
 فہرڈ اس کے موسم ٹریفک پر سیرس کا ماسٹر تھا اور پراسٹریٹس
 تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ سونیا نے اس سے رابطہ قائم کرنے
 کے بعد وہاں کے حالات بتائے۔ اس نے کہا کہ ماما ہم آپ کے
 خادم ہیں۔ آپ بغیر کچھ ادا کیے ہوئے وہ وصیت نامہ وہاں
 سے لے جائیں۔ ویلے ایک گراسٹس ہے کہ آپ نے اب تک
 اپنا فیصلہ نہیں سنا یا کہ آپ ہمارے لیے کام کریں یا نہیں؟
 سونیا ڈراؤ پر خاموش رہی۔ سوچتی رہی۔ پھر اس
 نے کہا کہ میں ایک شرط پر کام کروں گی۔ پہلے مجھے یہ معلوم
 ہونا چاہیے کہ میری اپنی ایک الگ اہمیت ہے یا مجھے فراڈ
 علی تیر کی وجہ سے پورا جا رہا ہے؟
 ماسٹروس ٹریفک نے کہا کہ نہیں ماما آپ کی بھی ایک
 اہمیت ہے۔ آپ بہت ہی قابل اور باصلاحیت خاتون ہیں
 ہم آپ کی قدر کرتے ہیں۔
 سونیا نے کہا کہ اگر مجھے فراڈ علی تیر کی نسبت سے نہ
 بھی جائے اور اس کے ہمارے بھی منسوب نہ کیا جائے اور مجھے
 ایک الگ اہمیت دی جائے تو میں اس تنظیم کے لیے کام کرتی
 رہوں گی۔ میں نے فراڈ علی تیر سے ہمیشہ کے لیے علیحدگی اختیار
 کر لی ہے۔ یہ بات تم اپنے سپر ماسٹر تک پہنچا دو۔ اگر اسے
 منظور ہوگا تو میں اس کے لیے کام کروں گی ورنہ اپنی الگ راہ
 اختیار کروں گی۔
 سونیا اچھی طرح جانتی تھی کہ میں ریل پاور اور سپر ماسٹر
 کی تنظیموں کے خلاف رہتا ہوں اور مجھے ان کے لیے میں نے
 کام کرنے کی دھمندی ظاہر نہیں کی۔ ہمیشہ ان کا خلاف رہا۔
 لیکن سونیا میری مخالفت میں میری مذہب میں اس تنظیم کی کن
 بننے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ میں یہ سوچ کر اس کے دماغ
 سے نکل آیا کہ اب وہ جو چاہے سو کرے۔ میں اس کے معاملے
 میں آئندہ کچھ نہیں بولوں گا۔
 باری لاج سمندر کی سطح پر تیزی سے دوڑتی جا رہی
 تھی۔ میں عرصے پر کھڑا ہوا تھا۔ یہی میں بونی دیکھ رہا تھا۔ اندیشہ
 کو دیکھنے رہنے سے جس کا بھی تصور قائم کیا جائے اس کی تصویر
 نگاہوں کے سامنے بہت صاف اور واضح ہوجاتی ہے۔ اب
 تک میں اس اندیشہ میں سونیا کی تصویر دیکھ رہا تھا اور
 اب میں نے اسے اپنے تصور سے متاثر دیکھا تھا۔ جب بھی زندگی
 کے کسی ٹوڑ پھیر اس سے سامنا ہوگا تو میں دیکھوں گا کہ زندگیہ
 بھی اس سے دوپہی لے سکتا ہوں یا نہیں۔ بہر حال بار بار کے

بگھانے مٹانے کے باوجود وہ بہت ہی بہت دھرم اور
 نکلی۔ اس نے مجھے بار بار کھڑا کیا اور اب میری اناجیت
 مسئلہ تھا۔ میری عود داری تھی کہ میں اس کی طرف اب
 مائل نہ ہوتا اور نہ ہی اب اس کے دماغ میں بھانک کر
 میں نے آئندہ کے لیے توبہ کر لی۔
 فی الحال میں نے اپنی داستان حیات سے سونیا کے
 باب کو بند کر دیا اور اندیشہ میں کسی کی تصویر دیکھنے
 وہ اسپتال میں رسد تھی کہ پاس میں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں
 میری ذکر چھڑا ہوا تھا۔ وہ رسد تھی کہ کبھی کسی خیر
 فرماؤ ان سے رابطہ قائم کرے گا تو وہ فرما دے کہ میں اس کی
 رسد تھی سے بھی باتیں کرے۔ رسد تھی یہ سن کر خوش ہو رہی
 تھی۔ اس کی اب یہ خواہش تھی کہ مجھ سے رابطہ قائم ہو۔
 پہلے میں نے اس کی کوئی ہب کیا۔ یہیلو تھی میں کیا ہو
 رسد تھی کی طبیعت کیسی ہے؟
 میں نے کہا کہ بہت دیر لگا دی۔ اتنے دیر سے کمار
 غائب تھے؟
 میں نے کہا کہ میں اپنی مہم میں مصروف تھا اور اب
 یہ سن کر خوش ہوئی کہ میں کامیاب واپس جا رہا ہوں۔
 ملک میں دو گھنٹے بعد پہنچنے والا ہوں۔
 رسد تھی نے پوچھا کہ تھی۔ آپ باتیں کرتے کرتے لپٹا
 چپ کیوں ہو گئی ہیں کیا سوچ رہی ہیں؟
 میں نے رسد تھی کے دماغ میں بھانک کر اسے فراڈ
 کیا۔ یہیلو رسد تھی میں فراڈ بول رہا ہوں۔
 میری آواز سننے ہی اس کا دل دھوک گیا۔ وہ اندر
 باہر بے چین ہو گئی۔ آٹھ کر بیچہ جان چاہتی تھی لیکن بڑی
 کمزور تھی۔ اچھی وہ بری طرح بیمار تھی اور اس قابل نہیں تھی
 کہ خوشی کے اظہار میں آٹھ کر بیچہ کے لیے میں نے کہا کہ رسد تھی
 لیٹی رہو۔ آٹھ کر کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال میں بھی
 رہو گی میں تمہارے پاس ہی رہوں گا۔
 رسد تھی کا چہرہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ تھی نے اسے
 دیکھتے ہوئے پوچھا کہ کیوں یہی کیا فرماؤ تم سے مخالفت؟
 رسد تھی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر سوچنے
 ذریعہ مجھ سے بولی۔ فراڈ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔
 میں کیا تھی۔ کیا ہو گئی ہوں؟
 میں نے تسلی دینے کے لیے کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ زندگی میں
 ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور تمہارے ساتھ تو ایسی
 زیادتی ہوئی ہے۔ دو بار ایسا ہوا کہ تمہیں دماغی طور پر بہت

نقصان پہنچا گیا۔ پہلی بار میں نے تمہارے دماغ کو جھٹکا تھا
 تھی۔ دوسری بار دشمنوں نے اپنے نہیں کسی قسم کی دوائیاں اور
 جانچ تمہیں پہلے میں کمزور دماغی طور پر کمزور ہو گئی ہو لیکن
 ہو کر۔ رفتہ رفتہ صحت یاب ہو جاؤ گی۔ اب میں نے
 دیکھا کہ لوگوں کو دھکی دی ہے کہ اگر تمہاری طرف سے
 دماغی غفلت برتی گئی اور علاج معقول نہ ہوا تو انہیں میں
 زندہ نہیں چھوڑوں گا۔
 وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر سوچ کے ذریعہ بولی۔
 دماغ میں ٹپ ٹپ ٹپ کا علم نہ جانتی تو میرا یہ مشق نہ رہتا۔
 میں عام خواتین کی طرح کہیں پر سکون زندگی گزار رہی ہوتی۔
 رسد تھی نے کہا کہ چاہتا ہوں کہ زندگی میں آرام
 اور سکون ہے گا۔ میری پوری کوشش یہ ہو گی کہ تمہیں کوئی
 جی ڈیلا بھی پیش نہ کرے۔
 اس نے کہا کہ ہاں یاد آیا۔ تھی سے کسی نے کہا تھا کہ
 فراڈ صاحب کے رابطہ قائم ہو کر اس سے ملایا جائے شاید وہ
 پورا دیکھ لے گا۔ کوئی دومی ہے اور یہ یقین کرنا چاہتا ہے کہ
 اب تھی میں ہمارے پاس موجود رہتے ہو۔
 اچھا ایک منٹ۔ میں اس سلسلے میں تھی سے باتیں
 کرنا ہوں۔
 یہ کہہ کر میں نے تھی کو غائب کیا کہ وہ اس شخص کو یہ اطلاع
 دے دیں کہ میں بیان موجود ہوں اور اگر وہ مجھ سے باتیں
 کرنا چاہے تو میں دماغ کے ذریعہ اس سے رابطہ قائم
 کر لوں گا۔
 انھوں نے پوچھا کہ تم کیسے اس کے دماغ میں پہنچو گے؟
 میں نے کہا کہ اگر اس کا کوئی ٹیلیفون نمبر ہے تو آپ
 اس سے فون پر باتیں کریں یا پھر اسے بلا لیں۔ جب آپ
 اس سے باتیں کریں گی تو یقیناً میں اس کی آواز اس کا لہجہ
 سن کر اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔
 تھی اچھا کہہ کر وہاں سے آٹھ گئیں اور کچھ ٹیلیفون نمبر
 ہل گئیں۔ میں نے رسد تھی سے پوچھا کہ کیا تمہیں ماضی کی ساری
 باتیں یاد آتی ہیں؟
 وہ بولی کہ نہیں بہت دماغ پر زور ہے کہ رسد تھی ہوں
 تو پتا چلی اور رسد تھی یاد آتے ہیں۔ ان کی کچھ باتیں اور دھندلا
 ہو کر دماغ ہے۔ اس کے علاوہ میں سمجھتی ہوں کہ میں بہت
 کم باتیں بھولتی ہوں جو مجھے یاد نہیں آ رہی ہیں ان میں
 ایک ٹپ ٹپ کا علم بھی ہے۔
 میں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ساری یادداشت

واپس آجائے گی اور اللہ نے چاہا تو میں بھی کا علم بھی تمہیں
 واپس مل جائے گا۔
 وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی کہ نہیں۔ نہیں میں
 اس علم سے توبہ کرتی ہوں۔ مجھے نہیں چاہیے۔ میں کان
 پکڑتی ہوں اور اس علم سے باز رہنا چاہتی ہوں۔ میری
 خواہش ہے کہ میں کسی دور ویرانے میں ایک چھوٹی سی کھیت
 بنا کر رہوں اور وہاں تم بھی۔
 یہ کہتے ہوئے وہ سر ہل گئی۔ میں نے اس سے کہا۔
 ”اچھا تم بھڑکی دیر انتظار کرو۔ میں تھی کے پاس جا رہا
 ہوں کہ تم کو اس سبب یاد کے آدمی سے رابطہ قائم کرنا ہے۔“
 یہ کہہ کر میں تھی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ڈاکٹر کے
 کمرے میں جا کر ٹیلیفون کا ریسورس ہوا۔ اس نے کہا کہ فراڈ علی کر
 چکی تھیں۔ دوسری طرف تھی نے پوچھا کہ کون ہے اور اس سے
 باتیں کرنا چاہتا ہے۔ تھی نے اپنا تعلق کارایا اور اس سے
 کہا کہ وہ مشرک مارکر سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔
 چند سیکنڈ کے بعد تھرا کر کی آواز سنی دی۔ یہیلو ماما
 کیا مسٹر فراڈ سے رابطہ قائم ہو گیا؟
 ”ہاں رابطہ قائم ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اس وقت
 میرا ماما میرے دماغ کے ذریعہ تمہاری باتیں سن رہا ہے
 اور اب کسی بھی لمحے تمہارے دماغ میں بھی پہنچے والا ہے۔“
 میں نے تھرا کر کے دماغ میں پہنچ کر کہا کہ مشرک مارکر
 میں تمہارے پاس پہنچ گیا ہوں اور تھی سے کہہ دو کہ وہ ریسورس
 رکھ دیں۔
 تھرا کر سوچنے لگا کہ دماغ میں یہ اس کی اپنی سوچ
 ہے یا فراڈ بول رہا ہے۔ میں نے کہا کہ میں ابھی اس کا ثبوت
 دیتا ہوں۔ تم یہ ارادہ کر لو کہ ریسورس رکھو لیکن میں یہ
 ریسورس رکھ دوں گا۔
 اس نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ ریسورس رکھ لے گا۔ باقی
 وقت میں نے پوری طرح اس کے ذہن پر قابض ہو کر اس
 کی زبان سے کہا کہ تھی میں فراڈ بول رہا ہوں۔ اب تھرا کر
 کے وجود میں آ گیا ہوں۔ اب ریسورس رکھ دیں۔ بھڑکی دیر
 کے بعد میں آپ کے پاس آؤں گا۔
 اتنا کہنے کے بعد تھرا کر نے ریسورس رکھ دیا۔ اس کے
 ساتھ ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اب
 وہ ایک دم سے بولنے لگا کہ ریسورس کو آزاد اپنے خالی ہاتھ کو دیکھ
 رہا تھا۔ پھر اس نے بلند آواز سے کہا کہ ہاں مجھے یقین آ گیا۔
 فراڈ صاحب آپ موجود ہیں۔ مجھے یقین آ گیا۔

میں نے کہا: اب مجھے بتاؤ کہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟
 میں صرف اس لیے ملنا چاہتا تھا کہ ہمارا ماسک بین یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ برابر بیاں موجو دیتے ہیں یا نہیں۔ ہم لوگوں سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے یا نہیں؟
 میں ہمیشہ اپنی مٹی اور رسوائی کے پاس موجو نہیں رہتا ہوں۔ اس آسان نامہ جاتوں میں دیکھتا ہوں کہ اس کا علاج کس طرح ہو رہا ہے۔ ویسے میں موجودہ علاج سے مطمئن نہیں ہوں۔ اپنے ماسک بین سے کہو کہ اسے جلد سے جلد صحت یاب بنانے کے لیے پوری کوششیں صرف کرنے اور ذریعے بہترین ڈاکٹروں کو اس کے علاج کے لیے مقرر کرے۔
 ”آپ اطمینان رکھیں ایسا یہی ہو گا اور بہت جلد ہو گا۔“

میں رسوائی کے پاس برابر آتا جا رہا تھا ہوں۔ اگر میں نے دیکھا کہ اس کا علاج ویسے ہی ہو رہا ہے اور فحش بڑی جارہی ہے تو پھر مجھ سے بڑا کوئی نہیں ہو گا۔ میں پھر پھلتا ہوں اس آؤں گا۔ اس وقت جا رہا ہوں اور کچھ کہنا ہے؟

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: جی نہیں میں صرف آپ سے رابطہ قائم کر کے ماسک بین کو اطلاع دینا چاہتا تھا اور وہاں تک اطلاع پہنچا دوں گا۔ آپ کی آمد کا بہت بہت شکریہ۔ آئندہ بھی میں آپ کی آمد کا انتظار کروں گا۔ اس کی بات ختم ہو رہی ہے میں رسوائی کے پاس پہنچ گیا۔ مٹی اس کے پاس آکر بیٹھ گئی تھیں۔ میں نے رسوائی سے کہا: جان میں اس آدمی سے ملاقات کر چکا ہوں اور میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ تمہارے علاج پر اور زیادہ توجہ دی جائے۔ انشا اللہ تم جلد ہی صحت یاب ہو جاؤ گی۔

”فدا اگر تم ہوئے تو میرا کیا ہوتا۔ میں اس دنیا سے کب کی کوچ کر چکی ہوں۔ میری بہن اور چاہی اچھی سازشوں کا شکار ہو کر اس دنیا سے چلے گئے۔ ایک ہم کو تم کہہ نہ اب تک مجھے سنبھالا ہوا ہے۔ اصل بات جب میں سوچتی ہوں کہ میں کیا ہوں اور میری زندگی کیا ہے تو سمجھ میں آتا ہے کہ اب جو جی میری زندگی ہے وہ تمہاری دی ہوئی ہے۔ اور تمہارے لیے ہی ہے اور اب میں کبھی تم سے جھگڑنا نہیں کروں گی اور اس زندگی کو خوشی سے تمہارے سوائے وہاں کی۔ میں ہمیشہ سے تمہیں اپنا بنانے کی کوششیں کرتا رہا۔ کئی بار تم میری اپنی ہو کر پانی ہو جاتی تھیں۔ بر حال تم میری

ہو اور میری ہی رہو گی۔ اس معاملے پر زیادہ سوچنا چاہیے۔ کھلے پینے کی طرف زیادہ توجہ دو اور ہمیشہ خوش رہو۔ میں اب مٹی سے باتیں کر رہا ہوں۔ پھر تمہارے پاس یہ کہہ کر میں مٹی کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے اسے پوچھا: مٹی۔ آج کل میرے رستے کا کیا حال ہے؟
 آپ نے اسٹیڈی کی مٹی؟
 انھوں نے سر ہلا کر کہا: ہاں بس برابر تمہاری طرف رہتی ہوں۔ تم سے مجھے رابطہ قائم نہیں ہوتا ہے تو میں راز کچھ لے کر بیٹھ جاتی ہوں اور تمہارے مسائل کی جانچ کرتی ہوں۔ اب تمہارے قریب ایک ایسا تارہ آرہا ہے۔ قریب آتے ہوئے بھی تم سے کتنا چاہتا ہے۔ آئندہ وہ تمہارے قریب ہے گا یا دور ہو جائے گا یہ میں کہہ نہیں سکتی۔
 والے دن بتائیں گے۔“

میں نے پوچھا: وہ قریب آنے والا تارہ کیسا ہے؟ کیا اس کے متعلق کچھ معلوم کیا ہے؟
 انھوں نے کہا: ہاں میرے علم کے حساب سے وہ تارہ محافظ تارہ ہے۔ آئندہ تمہارے لیے بہت اچھا ثابت ہوگا۔ بشرطیکہ وہ تمہارے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔

مجھے اچانک مرزا کا خیال آیا۔ آج صبح سے مرزا وہی میرے قریب آرہی تھی اور مجھ سے کتنا زبردستی جی رہا تھا۔ مٹی سے کہا: میں ایک لڑکی کا نام بتا رہا ہوں۔ آپ اس کے متعلق مجھے بتائیں کہ وہ کیسی ہے اور اس کا راز کیا ہے اور اس کے حالات زندگی کے بارے میں جو کچھ آپ بتا سکتی ہیں مجھے بتائیں۔ اس وقت وہ میرے ساتھ ایک لالچ میں سفر کر رہی ہے اور دوسری لڑکیوں کے ساتھ میرے رنگ واپس جا رہی ہے۔

یہ کہہ کر میں نے مرزا کا نام بتا دیا۔ مٹی نے اس نام کو دہرائے ہوئے کہا: مرزا... ہاں۔ اس نام میں میں اسے آتے ہیں تین تین اے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لڑکی بہت مٹا۔ خود مرزا اور فولادی ارادوں کی ہانگ ہو گی۔ بر حال میں تمام حروف کا تجربہ کرنے کے بعد تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔

مٹی کا اتنا کہنا ہی کافی تھا۔ کہہ کر انھوں نے مرزا کی پوری ہسٹری چند لفظوں میں پیش کر دی تھی۔ میں آنے پہنچنے تک کبھی رسوائی سے اور کبھی مٹی سے باتیں کرتا رہا۔ ان سے رخصت ہو کر مدافعی طور پر لالچ میں حاضر ہو گیا۔ وقت مرزا نے میری طرف آرہی تھی۔ اس نے قریب آکر کہا: ”ہم سب رات کا کھانا کھا لیا ہے کیا تم نہیں کھاؤ گے؟“

”اگر کھانا مل جائے گا تو کھالوں گا۔“
 یہاں کوئی تمہاری غلام نہیں مٹی ہوئی ہے کہ کھائے۔
 میں نے پوچھا: کیا تم ایسی جیسے میں دوسروں سے جی باتیں کرتی ہو؟

”نہیں۔ میں نے جب تک تمہیں ناصر ہاشاکے ساتھ دیکھا ہے تب تک یہ باتیں نہیں کرتی۔ تم سے بھی نفرت ہو گئی ہے حالانکہ میں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ تم ناصر ہاشاکے جیسے نہیں ہو سکتے۔ تم میری طرح وہاں تھل کیے ہیں اور ہنگامے بڑھائے ہیں۔“

”پھر تمہیں مجھ سے سدھ منہ باتیں نہیں کرتی ہو؟“
 ہاں جب میں غلطی کر لیتی ہوں تو بعد میں سوچتی ہوں کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ بر حال مجھے افسوس ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ تم سے دوستانہ انداز میں باتیں کر سکوں۔
 ماڈا بچن میں جا کر کھالو۔“

”میرا خیال ہے کہ یہاں کچھ سردی زیادہ ہے۔ کیوں نہ ہو ساتھ میں جی ملو۔ تم کچھ باتیں کریں گے۔“
 اس نے پتلے سخت نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر نرم پڑ گئی۔ بولی: ہاں چلو۔ میں تم سے کچھ فردوسی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ ہم دونوں وہاں سے عطفے سے آکر کچھ کچھ کچن میں بیٹھے۔ وہاں اس نے آہستگی سے کہا: دیکھو طارق یہاں سے میں جتنی دولت لے جا رہی ہوں یہ سب کی سب میری ہو گی۔ میں اس میں... کسی کو حصہ دار نہیں بناؤں گی۔ تمہیں اپنی دوسری بڑا ڈالر سے دوں گی ماس سے زیادہ کی امید د رکھتا ہوں۔“

میں نے مسک کر کہا: مجھے پانچ دس ہزار بھی نہیں چاہئیں۔ تم نے یہاں اس جزیرے میں آنے کی جرأت کی تھی اور بہت نیک ناکارہ لے کر آتی تھیں اور اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا تھا اس لیے یہ تمہیں انعام کے طور پر ملنا چاہیے۔ میں اس میں سے حصہ نہیں لوں گا۔“

اس نے مجھے تعجب سے دیکھ کر پوچھا: کیا تمہیں دولت کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا تم چلنے ہی بہت زیادہ دو تھوڑے؟
 میں نے کہا: میں ایسا آدمی ہوں کہ جس نے کبھی بیک میں کوئی لالچ نہیں کھولا۔ مجھے اپنی جیب میں زیادہ رقم نہیں رکھی۔ جب مجھے ضرورت ہوتی ہے تو میں کہیں نہ کہیں سے حاصل کر لیتا ہوں۔
 میں اپنے لیے ایک بیٹھ میں کھانا نکال کر کھانے

لگا۔ وہ بولی: تم دولت کیسے حاصل کر لیتے ہو؟
 ”اس دنیا میں کمانے کے ہزاروں لاکھوں چمکتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی جانتا ہوں۔“
 ”کچھ مجھے بھی بتاؤ؟“

”ہمارا خیال تھا کہ ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے اس لیے میں تمہیں بتا کر کیا کروں گا۔ اگر وہ کہہ کہ ہم ہمیشہ دوست کی حیثیت سے رہیں گے اور تمہارا سنا ساتھ ہی رہا کریں گے تو میں اپنی کمائی کا راز بتا دوں گا۔“

وہ گھور کر بولی: تمہارے کیا مفروضے ہیں کہ میں تم سے دوستی کروں۔ میں کسی مرد کو نہ نہیں لگاتی۔ یہاں سے پاکستان پہنچنے کے بعد جملے راتے ایک ہو جائیں گے۔
 میں نے اسے دیکھ کر ایک مرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے ہم پھر اجنبی بن جائیں گے۔“

وہ تنک کر بولی: اسے مجھے ایسی نظروں سے دیکھ کر ٹھنڈی آجی نہ چھو۔ ورنہ ایک ماٹھ پڑے گا تو ساری شوخی بھول جاؤ گے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کھانے میں مصروف رہا۔ وہ بولی: میں نے سنا ہے کہ تمہاری بیوی شہناز بہت جی زیادہ قسبیں ہے۔“

”ہاں اس کا کس بے مثال ہے لیکن وہ جس باقی کے دانت ہیں۔ دکھانے کے لیے ہیں۔ کھانے کا نہیں جاسکتا۔ یعنی وہ مجھے کبھی اپنے قریب نہیں آنے دیتی۔“
 ”تعجب ہے تم کیسے مرد ہو کہ بوی کے قریب نہیں جا سکتے اس کا کس کے خلاف بن کر رہتے ہو؟“

”یہ بات نہیں ہے۔ اس کے بدن سے کچھ ایسی خوشبو چھوٹتی ہے کہ سنانے والے کو باطل ہی مدہوش اور تامل فزاں بنا دیتی ہے۔ میں نے کئی بار سوچا کہ جبراً اسے تالچ کروں لیکن وہ خوشبو مجھے حوزہ کر دیتی ہے۔“

”تمہاری باتیں سن کر میری دلچسپی شہناز سے بڑھ گئی ہے۔ وہ نہ دینہ جی بھی کہتی تھی۔ میں دیکھوں گی کہ وہ کیسے حوزہ کر دیتی ہے۔ اگر تم بولنا کو تو کہو تمہاری بوی کیوں حاصل کروں گی؟“

میں نے انجان بن کر کہنے ہوئے کہا: تم جی ایک لکھی ہو۔ اگر میری بوی کی گری سیلین بن جاؤ گی تو میرا کیا بڑا مال ہوگا۔ بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ مٹی تم کس خیال میں ہو۔ وہ میری دیوانی بن گئی تو تمہیں پلٹ کر دیکھنا چاہیے گا ورنہ نہیں کرے گی۔
 میں نے کہا: تمہیں چاہیے آپ پر بڑا ناز ہے۔ ایک خوش نصیب اپنی طاقت کا اور صلاحیتوں کا فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسرے

یک کہنے آپ کو یہ وہن بھتی ہو کہ جس کسی سے جاہر دوستی کر لو۔

وہ بولی، ابھی بات ہے۔ ذرا مجھے کراچی شہر پہنچو۔ وہاں میں ان لوگوں کو ان کے گھروں تک پہنچانے کے بعد ایک بار پھر اپنی بری سے ضرور ملاقات کرنے آؤں گی اور میں دیکھوں گی کہ وہ کیا چیز ہے؟

”چلو اچھا ہے۔ اس سے ملاقات کرنے آؤ گی تو مجھ سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔“

”اس نے مجھے کئی ٹیٹو بنوائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا تم کچھ اور خیال نہ کرنا۔ میں اس لیے تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں یا دوستی کرنا چاہتا ہوں کہ تم بہت زیادہ دلیر ہو تم اپنی دلیر اور ایسی ضدی اور سرکش لڑکی ہو کہ تم سے کوئی جن بھی عشق کر سکتا ہے۔ جاتے جیسے انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔“

بجری بات سن کر وہ سوچ میں گم ہو گئی۔ میں اس کے داغ میں جھانکنے لگا۔ وہ جن کے متعلق سوچ رہی تھی اور پریشان ہو رہی تھی۔ یہ کیا بلایا میرے پیچھے پڑ گئی ہے اور مجھے اس سے کیسے نجات حاصل کرنا چاہیے۔ اس کے متعلق کوئی نہ کوئی تدبیر سوچتے رہنا چاہیے۔ ورنہ یہ جن مجھے خاصا پریشان کرے گا وہ میرے مزاج کے خلاف باتیں کرے گا۔

میں نے کھانا ختم کرتے ہوئے پوچھا۔ معلوم ہوتا ہے تم چراس جن کے متعلق سوچ کر پریشان ہو رہی ہو۔ تمہارے چہرے پر پریشانی ظاہر ہو رہی ہے۔

”اس نے تمہارا کمر کما۔ ہاں میں بہت پریشان ہوں سوچتی ہوں اپنے کب میں جانے کے بعد کسی عامل سے ملوں گی۔ سنا ہے کہ وہ لوگ اپنے علم سے حیات و غیر کو نابود کر لیتے ہیں اور ان سے کچھ چھڑا دیتے ہیں۔“

میں نے ہنسنے سے کما۔ یہ عامل وغیرہ سب ہیرا کرنے کے ہنڈے کرتے ہیں ورنہ حیات کے متعلق تو یہی سنا ہے کہ اگر کسی لڑکی پر کوئی جن عاشق ہو جائے تو وہ مرتے دم تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ تم مجھے خنجر دہ کر رہے ہو انسان اگر کو شمشیر کرے تو کیا نہیں ہو سکتا۔

”ہاں کبھی انسان کی ذاتی کوششوں سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اور کبھی مصیبتوں کو ٹلنے کے لیے کسی دوسرے انسان کا سہارا لینا پڑتا ہے لیکن تمہارا مزاج ایسا نہیں ہے۔“

کہ تم کسی کو دوست بناؤ اس کا سہارا تلاش کر سکو۔ اس نے مجھے خود سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ تم کما کیا جانتے ہو۔ کیا تم میرے دوست بن کر اس جن سے نجات دلا سکتے ہو؟

میں نے کہا۔ ہاں اگر انسان کو شمشیر کرے تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ بھلے ہی الفاظ ہیں۔ میں مختاری دوستی حاصل کرنے کے لیے اس جن سے بھین کسی نہ کسی طرح نجات دلانے کی کوئی تدبیر سوچ لوں گا۔ ویسے ابھی مجھے یاد آ رہا ہے کہ اس دنیا میں ایک ہی شخص ایسا ہے جو تمہارے اس جن کا مقابلہ کر سکتا ہے اور اسے تمہارے پس سے جھکا سکتا ہے۔

اس نے ہنسی سے پوچھا۔ کون ہے وہ شخص مجھے اس کا نام بتاؤ میں اس سے ملوں گی۔

”اس کا نام فریڈو ملٹی فور ہے۔ وہ ٹیٹو پیچی کا باہر ہے۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ ہاں میں نے اس کا ذکر سنا ہے۔ میرا استاد دانشور کی کئی بار اس کا ذکر کر چکا ہے اور وہ کتا تھا کہ فریڈو دوسروں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کی سوچیں پڑھ لیتا ہے اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے تمہارے جیسے جانتے ہو؟“

”میں نے نہیں جانا۔ میں نے بھی اس کا نام سنا ہے۔ اس کی تعریف سن رہی ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ اب اسے تلاش کرنا ہمارا تھا اور کام ہو۔ وہ مل گیا تو سمجھو تمہارا بیڑا پار ہو گیا۔“

”میں نے اپنی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ ہاں اس کی تصویر دیکھی ہے اور سنا ہے کہ وہ بہت ہی مضامین شخصیت رکھنے والا آدمی ہے۔ لوکیاں اسے دیکھتے ہی ہلکے جان سے عاشق ہو جاتی ہیں اور اس کی دوستی کی تلاش کرتی ہیں۔“

”ادھر بہت مزاجانہ نے ناگاری سے کہا۔ یہ سب بکواس ہے اور مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ اگر پرکشش ہو گا تو دوسری لڑکیوں کے لیے ہو گا میں اپنے منے کا مل تلاش کرنا چاہتی ہوں اس سے زیادہ مجھے

فریڈو ملٹی فور سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ایسوں کو کبھی منہ نہیں لگاتی۔ یہ کہہ کر وہ لڑکیوں کے ایک کیمپن کی طرف چلی گئی۔ کیمپن کے کیمپن میں اپنی تواس نے بنا یا کہ ڈیڑھ گھنٹے بعد کیمپن کے اسی ساحل پر پہنچ جائیں گے جہاں ان کا اپنا اپنی لالچ لے جایا کرتا تھا۔

میں کیمپن کے پاس سے آکر و سری جگہ عیشے پر کھڑا ہو گیا۔ مجھے ساحل پر پہنچنے کے بعد ان لڑکیوں کو شہر تک پہنچانے کے انتظامات کرنے تھے اس لیے میں نے مراد دلا کے داغ میں جھانکنا شروع کیا۔

وہ پیچہ اس دوران میں میرے لیے خاصا پریشان رہا تھا اور برات ساحل کی اس پختہ عمارت کی طرف آکر مجھے تلاش کرنا تھا اور پھر نام ہو کر واپس چلا جاتا تھا اس وقت بھی وہ سوچ رہا تھا کہ آج رات بھی وہاں ساحل پر جانا مناسب ہو گا یا نہیں۔ طاقی ٹو کی واپس کا کوئی خدشہ نہیں ہے کہ وہ کب آئے گا یقیناً وہ بہت زبردست دشمنوں میں جا کر گھر کیلے اور وہاں کی توقع بہت ہی کم ہے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ نہیں وہ دلیر اور نہیں ہے یقیناً دشمنوں پر غالب آجائے گا اور میرا دل کتا ہے کہ آج وہ اس ساحل پر ضرور آئے گا۔ مجھے

میں نے سوچنے کو مل جانا چاہیے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ خدشہ ہے میں آج ایک رات اور جا کر دیکھتا ہوں۔ ورنہ پھر اس کی طرف سے ایسی ہونا پڑے گا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ آج مجھے کم از کم دو تین ٹیکسیاں لے کر جانا چاہیے کیونکہ وہ ہنجرے میں گیا ہے تو تمہارا پس نہیں آئے گا۔ اپنے ساتھ ظلم لوکیوں کو فزولے کر آئے گا۔ لہذا مجھے دو تین ٹیکسیاں ضرور لے ہانی چاہئیں۔

اس کی سوچ نے کہا۔ نہیں۔ دو تین ٹیکسیاں لے کر گیا ہو گا۔ خواہ مخواہ پیسے بھی ضائع ہوں گے اور ان ٹیکسی والوں کی باتیں بھی سننی پڑیں گی۔

لیکن میں نے بار بار اس کی سوچ میں مجبور کیا کہ وہ کم از کم تین ٹیکسیاں لے کر ساحل پر پہنچے اور آج آدھی رات تک انتظار کرتا رہے۔ یقیناً طاقی محمود واپس آئے گا کیونکہ وہ میری بہن اس کے داغ میں گونجتا رہا میں نے

اس وقت تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک اس نے تین ٹیکسی ڈرائیوروں کو ساحل کی طرف چلنے کے لیے آمادہ نہیں کر لیا۔ جب وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے اور ساحل کی طرف جانے لگے تو میں مراد واد کے داغ سے نکل آیا۔

پھر میں نے جزیرے والوں کی خبر لی۔ پتہ چلا کہ وہاں صرف دو طیلے آئے تھے اور دونوں میں کم از کم لڑکیوں کے لیے گھاس نکل آئی تھی اور وہ ساری ہی ساری اپنے اپنے ملکوں کی طرف واپس چلی گئی تھیں اور اب جزیرے ہیں۔ چیمبر میں اور دوسرے ٹھیکیدار اعلان کے ملازمین ہی باقی رہ گئے تھے۔

چیمبر میں نے صبح مشورہ دیا تھا کہ مراد کو پیلہ ہی لالچ کے ذریعہ جزیرے سے چلے جانا چاہیے کیونکہ یہاں میں انجانے دشمن بھی آسکتے ہیں اس کی یہ بات کسی حد تک درست نکلی کیونکہ جو طیلے لڑکیوں کو لینے آئے تھے ان میں کچھ اور جاسوس اور کچھ خطرناک قسم کے لوگ آئے تھے جو سائزٹوں کے ذریعہ مراد اور اس کے جن تک پہنچنا چاہتے تھے۔ وہ آئے والے چیمبر میں ویرہ کو بھی لے گئے اور مجبور کر رہے تھے کہ باقی لڑکیوں کو واپس

ڈاکٹر وحی ایم سان

کی شہرہ آفاق کتاب

ازدواجی نفسیت

کی چند کلیاں پہلے اسٹاک سے مل گئی ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی کتابت ہو چکی ہے۔ اس کتاب کے ان لوگوں کا ذکر ہے جو ان کی زندگی میں اس طرح کے مسائل کا سامنا کر رہے ہیں۔ اس کتاب میں ان کے مسائل اور ان کے مسائل کے حل کی تلاش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ان کے مسائل اور ان کے مسائل کے حل کی تلاش کی گئی ہے۔

پتہ: ڈاکٹر وحی ایم سان

قیمت: =/ ۳۰ روپے

مکتبہ خفیات پوسٹ بک ۱۹۹۳

ہیں۔ وہ لوگ مرجانہ کے اس جن سے ملتے ہیں۔ جن میں چیزیں اور دوسرے ٹھیکیدار اپنے ساتھیوں کا بیرونی انعام دیکھ چکے تھے اور کوئی خطہ مول لینا نہیں چاہتے تھے اس لیے انھوں نے زبردستی لڑکیوں کو دلہن بنج دیا۔ اب وہ چلائے وہاں سے واپس جانے والے تھے ان میں یہ لوگ بھی جانے والے تھے اور ایک ماسوس بھی انھیں سمجھا رہا تھا کہ اس جزیرے کو خالی نہیں کرنا ہے۔ بہرہ تم لوگوں کی لبردی طرح حفاظت کریں گے البتہ یہی وقت میں دماغی طور پر وہاں پہنچ گیا تھا اور ان کی نہیں سن رہا تھا۔ چیزیں میں نامر بلاش اور دوسرے ٹھیکیدار نکار کر رہے تھے کہ اب وہ کسی پر بھی چھوڑ نہیں کریں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت انھیں جن سے نجات نہیں دلا لے گی۔ اگر انھوں نے یہاں پھر بلاش اختیار کی تو زندہ ان سے واپس نہیں جائیں گے۔ چلائے سے آنے والے ماسوس نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگ نے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر کیسے کسی جن کے وجود پر یقین نہ کرتے ہیں۔ مجھے تو یہ سب کچھ بوجھ لگتا ہے۔

یہ ہی وقت میں میں اس آئرن مین کے دماغ پر ناخن مار گیا۔ آئرن مین آٹھ کرکھڑا ہو گیا اور پھر اس کی طرف بڑھتا ہوا بولتا میں جن ہوں ادبیاں آنچا ہوں اور اس وقت اس آئرن مین کے اندر سایا ہوا ہے۔ آؤ مجھ سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ میں یقیناً زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

یہ کہہ کر اس نے اس ماسوس کے منہ پر ایک اٹا ہاتھ کر سیدھا کیا۔ منہ میں تمام مسخ گارڈز آکر آئرن مین کو اپنی گرفت میں لینے لگے۔ ماسوس چیخ کر کہہ رہا تھا۔ اسے گرفتار کر لو اور نکلتے ہو۔ میں ابھی معلوم کر رہا ہوں کہ یہ کیسا جن ہے۔

ماسوس کے ساتھ آنے والے مسخ لوگ بھی آئرن مین پر ٹوٹ پڑے تھے اور اسے برسی طرح بھجوا لیا تھا۔ ساتھی نے اپنے جڑے کو سہلاتے ہوئے کہا۔ مجھے سچ بتاؤ کہ تم کون ہو۔ اٹا یا دھوکہ میں کسی جن کے وجود پر یقین نہیں رکھتا۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں ایک دوسرے مسخ گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر بغیر لگاتے ہوئے بولا۔ اب میں یہاں موجود ہوں۔ اس آئرن مین کو گرفتار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یقیناً نہ ہو تو دیکھو میں

کیسا جن ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے چہرہ ایک اٹا ہاتھ اس کے زبردستی کیا۔ وہ لڑکھڑکھ کر کسی پر بھج گیا لیکن دوسرے ہی چند ارانے کا مالک تھا۔ اس نے پھر اپنے منہ کو سہلاتے ہوئے کہا۔ مسخر میں پھر کتا ہوں کہ تم جن نہیں ہو سکتے۔ مجھ سے اپنی اصلیت نہ چھپاؤ۔ میں یقیناً یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ جو مجھ بھی مرد ہا ہے یہ سب کچھ جیل جیو کا مال ہے۔ ہلے ملاوہ اس جزیرے سے باہر جی بڑا کر یہاں کی واردات کے متعلق سن چکے ہیں ان سب کا یہی خیال ہے کہ آپ فرد علی بنیور ہیں۔

اس مسخ گارڈ نے کہا۔ ساری دنیا جو بھی ملے قادر کرے۔ مجھے جن سمجھے فراد سمجھے یا اور بھی کسی دوسری جہتی سے مجھے مشتبہ کر لے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ اس جزیرے کو ان گناہ گاروں سے خالی کرنا چاہتا ہوں اور خالی کر کے ہی دم لوں گا۔ اگر کل تک یہ جزیرہ خالی ہوا تو یہاں رہنے والوں کو جوا انجام ہو گا وہ ساری دنیا دیکھے گی۔

اس ماسوس نے ایک گری ماسس لے کر کہا۔ مسخر جن یا مسخر فرد آپ جو کوئی بھی ہیں۔ اب جبکہ آپ براہ راست گفتگو ہو چکے ہیں تو میں اس نتیجے پر پہنچ گیا ہوں کہ آپ اپنے تیار مارا علم کے ذریعے میں مجھ پر کر رہے ہیں اور ہم باطل مجبور ہیں۔ لہذا آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ کل تک یہ جزیرہ باطل خالی ہو جائے گا۔

اس مسخ گارڈ نے کہا۔ ابھی بات ہے۔ اب میں اس گارڈ کے اندر سے جا رہا ہوں۔ کل پھر کر دیکھوں گا کہ یہاں کتنے لوگ رہ گئے ہیں۔

یہ کہہ کر میں اس مسخ گارڈ کے دماغ سے نکل آیا لیکن وہاں موجود رہا۔ وہ لوگ اس گارڈ کو دیکھ رہے تھے جو اب خاصا جیروں و پیشان نظر آ رہا تھا۔ چیزیں نے کہا۔ ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ اس پھر مارا قوت سے معاف نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں اس جزیرے کو ہر حال میں چھوڑنا ہے۔ اب آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمیں یہاں سے جانا ہی ہوگا۔

ماسوس نے ان بات میں سر ہلا کر کہا۔ ہاں ہم کل تک یہاں سے چلے جائیں گے۔

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ تقریباً چار گھنٹہ کے بعد لاہج پاکستان کے اسی ساحل پر پہنچ گئی جہاں

خیر عمارت تھی اور جہاں میں نے نامر بلاش سے دوستی کی تھی۔ میں وہاں پہنچنے کے وقت مراد والے کے دماغ میں چاہک رہا تھا۔ وہ بین ٹیکسیاں لے کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ ٹیکسیاں بہت دور کھڑی ہوئی تھیں اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس عمارت کی دوار سے لگا کھڑا ہوا تھا اور ساحل کی طرف برہم پٹائی کو دیکھ رہا تھا۔

میں نے دوسری لڑکیوں کے ساتھ ساحل پر قدم رکھتے ہوئے مراد والے کے دماغ میں کہا۔ ہو سکتا ہے کہ ان نے داؤں میں طاق محمد موجود ہو۔ مجھے اسے آواز دینا چاہیے۔

وہ ٹیکسی خطے کے خوف سے آواز نہیں دینا چاہتا تھا کیونکہ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے جبر کرنا تو اس کے چیخ کر آواز دی۔ طاق محمد اگر یہ تم ہو تو میں نکلتے لیے یہاں آ پہنچا ہوں۔

اس کی آواز سناتے میں گونجتے ہی میں نے کہا۔ مراد میں طاق محمد ہوں اور جزیرے کے مظلوم لڑکیوں کے ساتھ واپس آ گیا ہوں۔ آؤ یہاں سب دوست ہیں خطے کی کوئی بات نہیں ہے۔

میری آواز سننے ہی وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوڑا ہوا آیا۔ چہرے سے گلے لگ گیا اور میری پیچھے کو کھینچے ہوئے بولتا میں دو دن سے یہاں سرارت آتا ہوں اور اب میں ہو کر چلا جاتا ہوں۔ آج میرا دل کہہ رہا تھا دماغ یاد بار سمجھا رہا تھا کہ مجھے بین ٹیکسیاں لے کر یہاں آنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ آج تم مزدور لڑکیوں کے ساتھ واپس آؤ اسی لیے میں یہاں بین ٹیکسیاں لے کر آیا ہوں۔

میں نے مرجانہ سے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ مراد اس لڑکی سے ملو۔ اس کا نام مرجانہ ہے اور یہ بہت دلیر ہے۔ جبرست اور غیر طور پر ایک ایسی فائز ہے جس کے مقابلے پر کوئی قدم چاک نہیں رہ سکتا۔ اس نے جزیرے میں رہنے کا راز سے دکھائے ہیں اور دشمنوں کو غماز پیش کیا ہے۔ ہماری کامیابی میں اس لڑکی کا بڑا ہاتھ ہے۔

مراد والے اس کی طرف سہلاتے ہوئے کہا۔ بیٹی تجھ سے مل کر بہت خوش ہوئی ہے۔ ہمدردی جیسی لڑکیاں اگر ہمارے ملک میں پیدا ہوتی رہیں تو کوئی ہماری بہ بیٹیوں کو میلی نظروں سے نہیں دیکھ سکے گا۔ آؤ ان

لڑکیوں کو لے کر ملو۔ آگے ٹیکسیاں کھڑی ہوئی ہیں۔

مرجانہ کو اب ان لڑکیوں کی اتنی فکر نہیں تھی وہ انھیں گناہ کے دلائل سے نکالنے کے بعد اپنی ذمہ داری بردی کر چکی تھی اور ان کی طرف سے مطمئن ہو گئی تھی اس کی بے اطمینانی صرف اس مال و دولت کے لیے تھی جسے وہ اپنے ساتھ لائی تھی اور اسے سلامتی کے ساتھ اپنے گھر تک لے جانا چاہتی تھی۔

ساحل پر بڑے بڑے پیک کیے ہوئے ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ ان ڈبوں میں وہ دولت چھپی ہوئی تھی۔ مرجانہ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مراد والے سے کہا۔ ان ڈبوں میں میرا مزدوری سلمان ہے۔ میں اسے بحفاظت اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔ انھیں اٹھانے میں میری مدد کریں پلیز۔

مراد والے آگے بڑھ کر ایک ڈبہ اٹھا یا اور اس کو اپنے کاندے پر رکھ لیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ مرجانہ نے بھی ان میں سے ایک ڈبے کو اٹھا یا۔ پھر اس طرح مراد والے کے ساتھیوں نے بھی مدد کی اور تمام لڑکیوں کے ساتھ چلتے ہوئے ٹیکسیوں تک پہنچ گئے۔ وہاں ٹیکسیاں جن مدد تھیں اور لڑکیاں زیادہ تھیں۔ پھر بھی کسی نامی طرح ایک دوسرے کے آؤ لے کر وہ ٹیکسی کے اندر سما گئیں۔ سلمان کو ڈیڑھ میں رکھ دیا گیا۔ پھر وہاں سے ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔

آئی ساری نوجوان اور بے پناہ بین لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے کر آدمی رات کے بعد اس دیرانے سے گزرتا گیا۔ قافلوں کی نظر میں خود کو شکوک بنانا تھا۔ قانون کے عافط اگر ہمیں گھیر لیتے تو یہی سمجھتے کہ ہم ان لڑکیوں کو غور کر کے کہیں لے جاتے ہیں۔ اگر لڑکیاں ہماری حمایت میں ہوتیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا کہ ہم انھیں کہاں سے لارہے ہیں اور کہاں لے جاتے ہیں۔ پھر ان عافطوں کو خوشبو کے جزیرے کی لبردی رام کافی سانی پڑتی جس پر وہ یقین نہ کرتے۔ اگر یقین کرتے تو پھر یہ بات عدالت تک پہنچتی اور بڑے پیمانے پر خوشبو کے جزیرے کے متعلق معلومات حاصل کی جاتیں اور یہ بات اخبارات میں آتی اور ان لوگوں کے شریف والدین بدنام ہو جاتے تھے اس بات کی فکر تھی کہ قانون کے عافط ہم سے نہ ٹکرائیں اور ہم سلامتی کے ساتھ ان لڑکیوں کو ان کے گھروں تک پہنچا دیں اور کوئی ہم سے پوچھنے والا نہ ہو۔

ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہی ہوا جس کا

کیا

آپ جانتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے سلی بیٹھی اور پناہ نرم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنسی اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

مقناطیسیت

آپ کی شخصیت میں انوکھا پن کھارہا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی مرس کریں گے

اس کتاب کا مطالعہ کیجئے
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنائیجئے!

قیمت :- ۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۴۴۴ وکاپچی

مرحانہ اپنی دولت کے ساتھ زمین کو لے کر
جلد دلوں سے جانا چاہتی تھی اور لوگوں کا اور ہمارا
چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ میں نے کہا: دیکھو مرحانہ تم جتنا راسخا
ہیں تو نیکیوں میں نوجو ہے۔ ایک نیکی میں اتنے سارے
بڑے بڑے بیکٹ نہیں جاسکیں گے۔ جب تم نیکیوں کو
اپنے گھر لے جاؤ گی تو چران لوگوں کو بھی ساتھ لے
جائیں ان کے گھروں تک پہنچانے کا بندوبست کر
گے۔ جہاں تم نے اتنی مدد دی کہ ہے وہاں ان لوگوں
کے ساتھ کچھ اود جہودی کرو اود صبح تک ان کا ساتھ
میں سے سمجھانے پر وہ راضی ہو گئی۔ پھر ہم اود
سے نصحت ہو کر زمینوں نیکیوں میں زمین کی کوئی کج
دوانہ ہو گئے۔ جب ہم کو کجی کے سامنے پہنچے تو رات کے
دو بج چکے تھے۔ کوئی کے دربان نے زمین اور ہزار
بچان کر بڑا چھانک کھول دیا۔ تینوں نیکیاں اجاڑ
داخل ہوئیں۔ گاڑیوں کا شور مچ کر گھر والے باہر آئے
کے والدین اپنی بیٹی کو دیکھ کر خوشی سے کھل گئے اور
گلے لگا کر پوچھنے لگے کہ وہ اتنے دنوں سے کہاں گئی
گئی تھی؟

مرحانہ نے کہا: اگلے صبح زمین ہی نہیں بلکہ
لوکیاں گم ہو گئی تھیں۔ انھیں اور ہمیں کس طرح انوکھ
گیا۔ ہم لوہی داستان سنائیں گے۔ پتلے گھر کے اندر
چل کر آرام سے بیٹھیں۔

زمین کے والد نے کہا: ہاں ہاں آؤ سب کے
آؤ ہم سب بری بیٹیاں ہوئیں یہ شخص کون ہے؟
اس نے میری طرف اشارہ کیا تھا۔ مرحانہ نے کہا:
ہمارا دو کار ہے۔ اس کی مدد سے ہم دشمنوں کے چنگل سے
نکل کر بیاں تک آئے ہیں کامیاب ہوئے ہیں ہاں اگلے
ان نیکیوں میں میرا سب ساقبتی سامان ہے اور وہ نام
بیکٹ اندر پہنچانے میں ملازمین کو بلا لیجئے۔

میں نے کہا: ملازموں کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ ہم
سب مل کر سامان اٹھائیں اور اندر لے چلیں۔

ہم سب نے مل کر بڑے بڑے بیکٹ اٹھائے
نیکی والد کو کرنا یہ ادا کیا۔ انھیں خدمت کیا۔ پھر ہم سب
بڑے سے ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ وہاں بیٹھ کر
مرحانہ خوشبو کے جڑیوں کے متعلق تمام داستان سنائے گی۔
اس نے یہ نہیں بتایا کہ زمین کیسے خوشبو کا عمل کرنے
گئی تھی اور وہاں اس کی۔۔۔ تصویریں اتاری تھیں۔

تھا۔ چاروں طرف سے ہمیں تاریکی کی روشنیاں نظر
آ رہی تھیں۔ ہوتے کو سٹ گاڑ ڈر بھی دکھائی دیے۔
میں دیا جا رہا تھا کہ اپنی گاڑیاں روک دیں۔ ہم نے ہم
ن۔ ایک آفسیئر آہستہ آہستہ چلتا ہوا چاروں گاڑیوں
سب آیا اور تاریکی کی روشنی میں گاڑیوں کے اندر
مرد دیکھتے ہوئے بولا: اچھا تو یہ ناصہ پڑا کاہل ہے؟
کی بات سنتے ہی یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ناصہ
اسکو سے ایسے ہی لوگوں۔۔۔ کی واقفیت ہوتی
شورت کے ذریعے اسکو گلے لگا کر دوبار آگے بڑھنا
میں نے اس کے دماغ میں چھانک کر معلوم کیا تو
درست نکلا۔ وہ ناصہ پڑا سے اچھی خاصی رہیں
اور لوگوں کو وہاں سے گزرنے کی اجازت دے
میں نے کہا: جی ہاں۔ ہم باقاعدہ صاحب کا کل شہر
لے جا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ اگر آپ
طاقت ہو۔۔۔ تو آپ کا حق آپ کو ادا کیا جائے
کچھ رقم بھی بتائی تھی۔ اس وقت یاد نہیں آتا
میں نے سوچ کر تپا ہوں؟

میں نے سوچنے کے بدلے خاموشی سے اس
دہن کو ڈسا کر پتہ چلا کہ وہ فی لڑکی کے
پانچ سو روپے لیتا تھا، اس وقت ہمارے ساتھ
ایں تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت
مار روپے ادا کرنے تھے۔ میں نے ڈالر کا حساب
سے مرحانہ سے کہا تھا اسے پاس جو رقم ہے اس
نوسو ڈالر نکال کر دے دو۔ یہ ان صاحب کا حق ہے
لیے راستہ صاف ہو جائے گا۔

مرحانہ نے نوسو ڈالر گن کر اس کی طرف بڑھا دیے
بے شکوہ ادا کر کے مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹ کر
میں نے کوئی بات نہیں آپ لوگ جانتے ہیں۔
جاری گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ میں دشمنوں کے
نہیں ہوں جب میں باہر کے ملکوں سے گزرتا ہوا
پاکستان میں داخل ہوا تھا تو اس وقت بھی میں
دلوں کو دشمن نہیں دیکھتی لیکن اس وقت۔۔۔ ان
کو عدالت تک پہنچنے سے محفوظ رکھنا تھا اور ان کے والدین
سے کوئی کچھ نہ لے سکتے تھے۔ اس لیے میں نے۔۔۔

میں نے ان لوگوں کے متعلق سوچتا ہوا دور شہر کی
سڑک پر پہنچے پتہ نہ چلا کہ وقت کیسے گزر گیا
میں نے سوچ لیا۔

دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے رقص مستم
کیا اور بھرکاتے مئی اور ڈیڑی اب میں دو سر ثبوت یہ
پہن کر تاراجوں کہ ایک بار ڈیڑی اپنی جگہ سے اٹھیں
گئے اور بیٹھیں گے اس کے بعد آپ انھیں کی اور بیٹھیں
گی۔ اسی طرح باری باری آپ دونوں اپنی اپنی جگہ سے
اٹھنے اور بیٹھنے رہیں گے۔ دیکھنے پر کمال دیکھتے۔
یہ کہہ کر عاودہ خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھ گیا میں یہ
تملے چپ چاپ کر رہا تھا۔ اب میں زربینہ کے ڈیڑی
کے دماغ میں پہنچ گیا تو وہ آٹھ کر کھڑے ہوئے پھر اپنی
جگہ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد زربینہ کی مئی کے دماغ میں پہنچا
تو وہ بھی آٹھ کر کھڑی ہوئیں اور بیٹھ گئیں۔ پھر اسی طرح
وہ باری باری اٹھنے اور بیٹھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میں
نے یہ مشاہدہ ختم کیا تو وہ حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھ
رہے تھے۔ لڑکیاں ہنس رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں بدبختی
اب تو یقین آجانا چاہیے کہ ایک جن کا وجود ہے اور
وہ جن مرانہ کا عاشق ہے۔“

کرم دین کا نام سنتے ہی مرجانہ چڑھ کر کہنے لگی وہی تھا جس نے مرجانہ کے بچپن میں اس کی کھٹی اودھو دی یہ راز جاننا تھا کہ مرجانہ کس کس کو کس غامدان سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ چونکہ کیا کہ کرم دین سے پھر ملاقات ہوئی تھی؟

زمینہ کے والد نے اثبات میں سر ہلایا کہ قصہ یہیں ہے کہ ایک دن تھانے سے غیلیغیون کرم دین کا یہی قصہ ہمارا حوالہ لے کر ممانت موصول ہے۔ کیا میں اس کی ممانت لے سکتا ہوں؟ کرم دین نام سنتے ہی میں تھانے پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ کرم دین سہیلی کے الزام میں وہ چور دیا گیا تھا۔ زمینہ کے سامنے کرم دین سے یہ وعدہ لیا کہ اگر میں دس لاکھ کا تودہ فیصلہ ہونے تک میرے کسی گھبر کو ادھر نہیں لے جا کرے گا کہ کرم دین راضی ہو گیا تو زمینہ مروت کو ادھر نہیں لے آیا۔ میرا قصہ یہی تھا کہ ابھی تو زمینہ کے ساتھ واپس آؤ گی تو کرم دین نے اپنے والدین کے بارے میں معلومات حاصل کر لیا کہ مرجانہ نے بے پنی سے پہلو بہ لئے جو کرم دین کو کیا کرم دین اس وقت بھی آپ کے مروت میں ہیں؟

اس نے سرونٹ کو اس ڈر کے دروازے پر پہنچ کر
 دی۔ اس نے کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر اس نے
 ہنسی بار دسک دی تو اس نے غصہ میں بڑبڑانے
 لگا۔
 مرزا نے زور زد سے دروازے کو مٹتے ہوئے
 دروازہ کھولا۔ میں آگئی ہوں۔ اب تم مجھ
 سے کہیں نہیں جاسکو گے۔
 کہہ دوں کی نیند کا نشہ جیسے ہرن ہو گیا۔ اس کی حریفی
 ہوتی آواز سنائی دی۔ اس نے کون مرزا نہ تم۔۔۔
 نہیں آگئی ہو یا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟“
 دروازہ کھولا۔ میں ایک تاجہ جاکر تختیں خواب
 بھلا دوں گی۔“

انہوں نے تائبہ میں سر ہلا کر کہا۔ ہاں یہ ولایت ہے۔ یہ میری زمین جیسی بیشاں ہیں۔ میں خود انھیں ان کے گھروں تک پہنچاؤں گا۔

یہیں نے کہا۔ باقی نرلوکیاں دو سو تیرہ سو سے تعلق رکھتی ہیں۔ اب ان کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے کہ ان کے گھروں کے بچے لوٹ کے جاویں۔ اگر ان کے گھروں میں شیعینوں ہیں تو ان کے بڑے بھی لوٹ کے جاویں۔ یہ شیعینوں کے ذریعے یا علی حرم کے ذریعے ان کے والدین تک پہنچ رہے ہیں۔ ان کے بڑے ان کی حفاظت میں آں گے۔ ہمیں ادا ان کے والدین یہاں پر رکھیں لے جائیں گے۔

اس کے دماغ نے بتایا کہ آج سے تقریباً بیس برس پہلے وہ دہلی کے ایک بہت بڑے مسلمان گھرانے میں ملازم تھا۔ اس گھرانے کا مالک فوت ہو گیا تھا اور بیک صاحبہ تنہا رہ گئی تھیں اور ہمیشہ سہمی سہمی رہتی تھیں۔ وہ ماں بننے والی تھیں۔ بیگم صاحبہ کا نام سائرہ بانو تھا۔ ایک دن سائرہ بانو نے کرم دین کو بلا کر کہا: میں تم پر بہت اعتماد کرتی ہوں کیونکہ تم میرے مرحوم شوہر کے پڑاٹے ملازم ہو۔ میں آج رات چپ چاپ اس سوئی میں کل کر وعدہ ایک دیہات میں جا کر رہنا چاہتی ہوں تاکہ وہیں بچے کی ولادت ہو اور تم میرے ساتھ رہو گے اور میں جیسا کہوں گی تم اس پر عمل کرو گے۔

کرم دین راضی ہو گیا تھا۔ اسی رات وہ دونوں چپکے سے سوئی کو چھوڑ کر ایک ہل گاڑی میں بیٹھ کر دہلی سے روانہ ہوئے اور رات بھر چلتے رہنے کے بعد صبح ایک گاؤں میں پہنچ گئے۔ وہاں پہلے ہی بیگم صاحبہ نے اپنی رہائش کے لیے ایک جھونپڑی کا انتظام کیا تھا۔ وہاں وہ رہنے کے علاوہ رات کا وقت قریب آ رہا تھا۔ پھر ایک دن انھوں نے کرم دین سے کہا: تم دہلی اسٹیشن جاؤ سو پل میری بین طاہرہ بانو پاکستان سے آنے والی ہے میں اس کی تصویر لے رہی ہوں۔ اس تصویر کے ذریعے تم اسے پہچان سکو گے۔ پھر جب جان پہچان ہو جائے تو اسے بھی چپکے سے اسی گاؤں میں لے آنا۔

کرم دین اس حکم کے مطابق دہلی کے ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔ کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد وہ دہلی پہنچا۔ دوسرے دن وہ کافی انتظار کرنے کے بعد جب اس پلیٹ فارم پر پہنچا جہاں وہ ترین آئی تھی تو اس نے تصویر والی اس خاتون کو پہچان لیا۔ جس کا نام طاہرہ بانو تھا۔ اس نے تصویر دکھا کر اپنا تعارف کرایا۔ طاہرہ بانو نے مطمئن ہو کر لو جھپٹا میری بہن کیسے نہ کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟

کرم دین نے کہا: نہیں بی بی جی میں ان کی حفاظت کر رہا ہوں۔ وہ ایک گاؤں میں ایک جھونپڑی میں رہ رہی ہیں۔ آپ کو وہیں بلا یا ہے۔

طاہرہ بانو اس کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ پھر کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد وہ دونوں اسی گاؤں کی جھونپڑی میں پہنچے۔ کچھ دنوں تک طاہرہ بانو نے وہاں قیام کیا۔ ایک رات کرم دین نے جھونپڑی کے باہر کھڑے ہو کر

ان کی باتیں سنیں۔ طاہرہ بانو اپنی بہن سے بڑھ کر بھی تھیں۔ آخر یہ خطرہ کب تک منہ لاتا ہے گا؟

اس کے جواب میں سائرہ بانو نے کہا: کرم دین میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر وہ زندہ ان دشمنوں سے بچا کر رکھتے اور میری بہن بھی صحیح سلامت رہتی لیکن وہ عماروں اور دعویٰ کر لے ہیں کہ وہ میرے بہن کے باپ ہیں۔

طاہرہ بانو نے غصے سے کہا: لعنت پر وہ باری باری اگر نکالے پاس یہ دعویٰ وہ نکالے ہونے والے بچے کے باپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے؟ سائرہ بانو نے کہا: وہ بد معاش ہیں انفرادی رسوخ والے ہیں وہ کسی طرح کا بھی کر سکتے ہیں۔ نہ بھی پیش کر سکتے تو کھیل کود کے زماں پریشان کر سکتے ہیں۔ میں یہی چاہتی تھی کہ فوراً بعد لڑکا ہو یا لڑکی تم اسے لے کر جاؤ۔ میں کرم دین کو نکالے ساتھ بھیج دوں طاہرہ بانو نے کہا: ہاں میں اسے لے کر ہو سکتا ہے کہ وہ بد معاش پاکستان تک جیسا کہ تم بتا رہی ہو اس ملک سے اس ملک انرو رسوخ ہے تو وہ پاکستان میں بھی تھا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

سائرہ بانو نے کہا: ہاں میں اس پہلو کو ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم کرم دین کو اپنے جاؤ۔ کرم دین کو کسی دوسرے شہر میں میری ادا چھوڑ دو اور تم بدستور رہو لیڈی میں رہو۔ کرم دین کو میرے رشتے کے اخراجات کے بارے میں کوئی نوٹ دیا داری سے میرے رشتے کی چوک لے گا اور وہ تمہیں سے ٹسے محفوظ رکھے گا۔

اس رات کرم دین کو نیند نہیں آئی۔ وہاں میں دونوں بنبوں کی باتیں کر رہی تھیں۔ اور شرابی تھا۔ یہ بات سائرہ تھیں۔ وہ اسے ایک دفا دار اور بد حال کرم دین رات بھر سوچتا رہا کہ جب سائرہ پاکستان پہنچ کر اس کے حوالے کی جانے لگی

اولاد سے مانگنا فائدہ حاصل ہو کرے گا؟

چند روز کے بعد ولادت ہوئی۔ ساتھ ہانوں نے ایک بچی کو جنم دیا۔ اس کے تیسرے دن طاہرہ بانو اس بچی کو لے کر اپنی بہن ساتھ ہانو کو روتا بکلتا چھوڑ کر کرم دین کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئی۔ پھر پاکستان آکر اس نے لاہور میں کرم دین کو چھوڑ دیا اور اپنے ایک عزیز سے سامنا کر لیا اور اس سے کہہ دیا کہ ہر ماہ کرم دین کو لینے سہو رہے ہیں۔ اب سے بیس برس پہلے پانچ سو روپے کی بڑی اہمیت تھی۔ کرم دین ان روپوں میں تین وقت کھائی کر دروازہ شرب بھی لی سکتا تھا۔ اس لیے وہ راضی ہو گیا اور اس بچی کو بس کا نام مرزا رکھا گیا تھا ساتھ لے کر لاہور کے ایک علاقے میں رہنے لگا۔ ایک ماہ پہلے سے تک وہ مرزا کے ذریعے پانچ سو روپے ہر ماہ حاصل کرتا رہا۔ پھر ایک دن وہ مرزا کو چھوڑے۔ بس پار گیا۔ اس کے بعد بھی وہ اس بات کو طاہرہ بانو سے اور اس کے عزیز سے چھپاتے رہا۔ انھیں پتہ نہیں چلنے دیا کہ وہ مرزا کو جوئے میں پار چکا ہے اور مرزا اب اس کے پاس نہیں بلکہ شیشے پیوان کے پاس رہتی ہے۔ پھر ایک سال بعد طاہرہ بانو راولپنڈی سے لاہور آئی تو اس نے دور سے مرزا کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ کرم دین طاہرہ بانو کو شیشے کے گھر کی طرف لے گیا اور بتایا کہ اس گھر میں مرزا رہتی ہے۔ اس کے دوست کا گھر ہے اور وہاں وہ محفوظ ہے۔ طاہرہ بانو نے دور سے مرزا کو دیکھا۔ وہ اپنے گھر سے نکل کر ایک رکشے میں بیٹھ کر تھوڑا دکانے کی طرف جا رہی تھی۔ طاہرہ بانو نے اسے جو گئی اور راولپنڈی پہنچ گئی۔

کرم دین اسی طرح طاہرہ بانو کو دھوکا دیتا رہا۔ پھر اس نے پانچ سو سے ہزار روپے تک کا مطالبہ کیا اور یہ جواز یہ پیش کیا کہ مرزا اب بڑی بڑی عورت جا رہی ہے اس کے اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس لیے پانچ سو میں گوارا نہیں ہوتا۔ طاہرہ بانو نے اسے بھی تسلیم کر لیا اور اسے ہزار روپے مانگ دیتے تھے۔ جب مرزا جوان ہونے کے بعد لاہور سے کراچی روانہ ہوئی تو ان دنوں کرم دین لاہور چھوڑ کر کراچی چلا گیا تھا اور اب طاہرہ بانو کو ایک میل کر رہا تھا۔ یہ دیکھی کہ وہ آگے آگے دو ہزار روپے مانگ رہے تھے۔ وہ دیکھی کہ وہ مرزا کو اس کے دشمنوں کے حوالے کر دے گا۔ وہ ان چار بھائیوں کو جانتا ہے جو مرزا کے باپ ہونے

کا دعویٰ کرتے ہیں وہ لڑکی کو ان بدعاشوں سے بچا لے گا۔

طاہرہ بانو نے دو ہزار کا مطالبہ بھی تسلیم کر لیا کہ وہ ایک بار مرزا کی صورت دکھائے گا۔ کما کہ اب وہ مرزا کو اس کے سامنے نہیں اور اب مرزا شیشے پیوان کے پاس بھی ہوا بلکہ کراچی آگئی ہے۔ کرم دین ابھی طرح سمجھتا تھا۔ اب بچی نہیں رہی ایک بار بھی اگر طاہرہ بانو ہوا تو وہ طاہرہ بانو کے ذریعے اپنی ماں تک اس لیے وہ طاہرہ بانو اور مرزا کا سامنا کر لیا تھا اور مرزا کو بھی ان کا پتہ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ مانگتا تھا کہ ہاتھ دھو کر اسے گوارا نہ دیتا۔ یہاں تک کرم دین کی سوچ بڑھ گئی تھی۔ اس کی سوچ میں سوال کیا کہ طاہرہ بانو کا وہ راولپنڈی میں کہاں رہتی ہے۔ اس کی سوچ دیا کہ زبرد پوائنٹ کے پاس ایک کوٹھی ہے۔ رہتی ہے اور اس کوٹھی کا نمبر بھی اس نے بتایا اس پتے کو ذہن نشین کر لیا۔ پھر یہ سوچنے لگا کہ متعلق جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ اس مرزا کی والدہ ساتھ ہانو کی بھینسی میں لیا نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ خاتون کس لیے سمی رہی ہے۔ وہ چار بدعاش کیم مرزا کے باپ ہونے کر رہے تھے۔ آخر کس بنیاد پر دعویٰ کر رہے تھے تو کھوس ثبوت ہوگا یا ہو سکتا ہے ان چاروں کے ساتھ کچھ وقت اس طرح گزارا کہ وہ اپنے کاغذوں کا اس طرح مرزا کی ولایت مشکوک ہوجاتی تھی۔ اب طاہرہ بانو کے ذریعے معلومات حاصل ہو سکتی تھیں کہ ساتھ اصل بھینسی کیلئے اور وہ دن ابھی تک زندہ نہیں؟ اگر زندہ ہیں تو کہاں ہیں؟ اس نے مرزا کے دماغ میں جھپک کر دھج طرح مروت کو ارٹ کے دروازے کے دائیں دوار سے پیچھ لگائے جب چاب کھڑی ہوئی تو کرم دین کے دماغ میں پہنچ کر اسے فقیہ لگا مجبور کیا۔ پھر کرم دین نے کہا کہ میں تمہارا عاشق مرزا میں تمہارا عاشق ہوں اور اس کو بچنے کے اندر سا گیا ہوں۔ اب تو اس کا باپ بھی کھو لے گا۔ انھیں چپ چاپ کھڑے رہنا

دور نہیں ہے۔ یہ لو میں اس سے دروازہ کھولا رہا ہوں۔ یہ کتنی بے رحم دین نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول کر مرزا کے دروازے پر کھڑے ہو کر اسے گھور گھور دیکھنے لگا۔ کرم دین نے کہا۔ مجھے اس طرح نہ دیکھو۔ کیونکہ اس بات کرم دین اپنے آپ میں نہیں ہے۔ میں تمہارا شق ہوں۔ اب یہ کرم دین انھیں یہاں بیٹھ کر ساری باتیں کہتا تھا۔ اس جو معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ وہ ان کی زبان سے سن رہا تھا۔

مرزا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے میں آئی اور اپنی پر بیٹھ گئی۔ کرم دین اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھ کر رہنے لگا۔ وہی باتیں سنانے لگا جو میں اس کے دماغ کے ذریعے سن چکا تھا اور یہ سب کچھ میں ہی اس کی زبان سے مرزا کے سامنے اگلا رہا تھا۔

مرزا غصے میں بھری ہوئی اس کی باتیں سن رہی تھی جب ساری باتیں وہ کہہ چکا تو مرزا نے کہا کہ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میری ماں باپ اور شریف مائون نہیں تھیں بلکہ ایسی عورت تھی کہ چار چار آدمی میسر آتے ہوں گے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ میں یہ بات تسلیم نہیں کرتا۔ کرم دین نے کہا۔ میں گالی نہیں دے رہا ہوں بلکہ یہ کہہ رہا ہوں۔ میں نے جھوٹ بڑی کے باہر لڑے ہوئے بھائی والدہ اور بھائی خالہ کی باتیں سنیں۔ غیبن اور وہ ادھر ہی باتیں بنیں۔ وہ چاروں بدعاشوں میں ہیں اور کس بنیاد پر تمہارے باپ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں؟ میں نہیں جانتا۔ اگر تم اصلیت معلوم کرنا چاہتی ہو تو راولپنڈی آئی خالہ طاہرہ بانو کے پاس جا لو معلومات حاصل کرو۔ میں تمہیں بتاتا رہا ہوں۔

مرزا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر لہوئی تھیں گل بی راولپنڈی جاؤں گی اور کس کو کرم دین انھیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ ان کا تم یہ ثابت کر سکو کہ میں ہی اپنی ماں ساتھ ہانو کی بیٹی ہوں۔ کرم دین نے فقیہ لگاتے ہوئے کہا۔ مجھے کرم دین نے کرم دین سے محبوب بہتر کا طلب کو۔ میں تمہارا عاشق ہوں۔ کرم دین کے اہل سنا یا ہوا ہوں۔ کیا تمہاری جلدی بھول تم کو کہیں ان کے انور ای سے دیکھی۔ پھر لہوئی تھیں مرزا نے کرم دین سے جو کیا عشق کے سوا کوئی دوسری بات

نہیں کر سکتے۔ جرحل میں اپنے مسئلے میں بہت زیادہ الجھی ہوئی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ کرم دین مجھے دھوکا دے کر کہیں جھگ نہ جائے۔ کیا تم اس بات کی ذمہ داری لیتے ہو کہ یہ کہیں نہیں جائے گا اور راولپنڈی تک میرے ساتھ چلے گا؟

کرم دین نے کہا۔ ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ کرم دین کا۔۔۔ وجود بچائے ساتھ راولپنڈی تک جائے گا۔ اسے فی الحال آزاد چھوڑ دو۔ اگر یہ کہیں جھگ کر جائے گا بھی تو میں اسے پکڑ کر پھانسی کے پاس لے آؤں گا۔ اس کے لیے بھی طے میں سیٹ ریزر دکر لاؤں گا۔ طیارہ پرواز کرنے سے پہلے میں اسے اس سیٹ پر لے جا کر بٹھا دوں گا یہ میرا وعدہ ہے۔ فی الحال تمہیں کرم دین کی طرف سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ذرا ٹنگ روم میں جاؤ اور وہاں لڑکیوں کا مسئلہ حل کرنے کے بعد آرام کرو۔ بہت تھکی ہوئی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے خوب صورت چہرے پر تمکین کے آثار نہ ہوں۔

مرزا نے پھر اس کی آخری بات بڑی گلی لیکن وہ اسے برداشت کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئی اور ذرا ٹنگ روم کی طرف آئے گی۔ میں نے بھی کرم دین کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

کرم دین بولکھار کر دروازے کو دیکھنے لگا اور اپنے سر کو ہلاتے ہوئے سمجھنے لگا کہ یہ دروازہ کھل گیا؟ کیا مرزا میرے کمرے میں آئی تھی؟ اگر نہیں آئی تھی تو کیا وہ کہیں چلی گئی ہے؟ اور اگر چلی گئی ہے تو یہ اچھا موقع ہے۔ مجھے فوراً یہاں سے جھگ جانا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی وہ سسرے ہوئے انداز میں دروازے تک آیا۔ باہر جھگ کر دیکھی تو مرزا نے نظر نہیں آئی۔ اسی وقت وہ تیزی سے جھگ ہوا کوٹھی سے دور ہوتا چلا گیا۔ میں نے اسے بھگتے دیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ جب چاہوں گا اس کی کھوپڑی کو اپنی گرفت میں لے کر مرزا کے پاس پہنچا دوں گا۔ میں کوٹھی کے برائے میں کھڑا ہوا سنگٹ پڑا۔ راجیہ مرزا مروت کو ارٹ کی طرف سے کوٹھی کی طرف آ رہی تھی۔ مجھے براہ راست دیکھتے ہی خشک گئی۔ پھر نرمی سے بلی تھم بیان کھڑے ہوئے۔ کیا اپنے گھر نہیں جاؤ گے؟

میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی محنت سے کہا۔ مرزا میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ ہم نے کچھ وقت

ساتھ گزارا ہے اور بڑے مشکل مرحلوں سے گزر کر آئے ہیں اتنی جلدی ایک دو سے بھرنے کو دل نہیں چاہتا۔ میں تم سے کوئی عشق و محبت کی باتیں نہیں کرنا میں نہیں دوستی کی بات ہے کیا میرے دیاں سے جانے کے بعد دوبارہ ہماری ملاقات نہیں ہو سکے گی؟

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئی پھر اسی طرح نرمی سے بولی: زندگی میں بہت سے موڑ آئے ہیں کبھی لوگ ملتے ہیں کبھی بچھڑ جاتے ہیں اگر زندگی میں پھر کوئی ایسا موڑ آجائے جس میں تمہیں توفیق ملے گی کہ وہ دن ہمارے ایک ساتھ گزریں گے تو اس کی یادیں ہمیں ایک دوسرے کی یاد دلائی رہیں گی اور اس طرح ہم دوبارہ کراہا دوسرے کو محبت سے یاد کرتے رہیں گے۔ میں یہی چاہتی ہوں کہ وہ میری ہے اور وہی محبت بہت ابھی ہوتی ہے اب تم جاؤ اور اپنے گھر جا کر آرام کرو۔ میں بھی سونے کے لیے جا رہی ہوں۔

ایسا کہتے ہوئے اس کی نظر اٹھ کر میری طرف بھی آئی پھر بولی تھیں۔ چند لمحوں تک ہم ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھتے رہے پھر وہ نظریں پھیر کر میری کے اندر چلی گئی۔ میں نے ایک کمری میں اس کی چھوڑ دی تھی اس کے ہاتھ کے کونے سے کھٹکے لگا۔ باہر آکر میں نے گھڑی دیکھی تو سمجھ کے پانی پینے والے تھے۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک طرف جانے لگا۔ آگے جا کر ایک چٹکی ملی تو میں نے اسے لاکھیت مٹانے کے لیے کہا۔ پھر اس میں بیچھ کر میں مراد والے کھڑک سے بیچھ گیا۔

مراد والے کھڑک سے اٹھ کر آگے ہوا تھا۔ اس وقت سو رہا تھا۔ اس کے ایک جوان بیٹے نے بچے گھر میں آنے کے لیے کہا۔ میں نے اس سے کہا: نہیں اس وقت میں بھی گھر جا کر سونا چاہتا ہوں۔ مراد والے کو بھی آرام کرنے دو۔ میں صرف اپنی بی بی کو مایوس لینے آیا ہوں۔

ایسا کہتے ہی مجھے میاؤں کی آواز سنائی دی۔ میں نے آواز کی سمت دیکھا تو ساری ایک کھڑکی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ نظریں ملتے ہی وہ چھلانگ لگا کر زمین پر آئی۔ پھر وہاں سے اچھل کر میری گردن میں آگئی۔ میں نے اسے سینے سے لگا لیا۔ وہ میرے سینے پر اور بازوؤں پر اپنے سر کو رکھنے لگی اور اپنی محبت کا اظہار کرنے لگی۔ میں اسے لے کر پھر اسی چٹکی میں بیچھ گیا۔ پھر میں نے اسے شہناز

کی کوئی کا پتہ بتایا تو بھی ڈرائیو نے اسے روک لیا۔

اس وقت صبح کے چھ بج چکے تھے۔ کونا چاہتا تھا کہ شہناز سونے ہی ہے یا یہاں تک کہ اس کے صباغ میں بھانک کر کھڑا ہو آئی۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک کمرے میں بند ہے۔ کادورازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ دروازہ ایک رئیس زادہ چھاپے میں دھک دھک سے دھک دھک کر رہا تھا کہ وہ داخل ہوتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ کھول کر شہناز کے کمرے میں داخل ہوتا ہے تو وہاں کی خوشبو سے سحر زدہ ہو جاتا ہے۔ اس نے شہناز کو ایک کمرے میں بند کر رکھا تھا۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ شہناز کو اس کے مزاج کے خلاف حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ وہ رئیس زادہ اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تدبیر کی تھی کہ شہناز کو تفریح بتاتیں۔ وہاں میں بند کر رکھا تھا تاکہ شہناز کسی بھی دن اپنے کمرے میں نہ آ سکے۔ اس بات کی باتیں جو میرے اسے ایک سادہ بنا دیتے تھے۔ اس نے شہناز کے راستے بند کر دیے تھے اور اس رئیس زادہ کو تھا کہ اگر وہ مسلسل ایک کمرے میں قید رہی یا وہ داخل نہیں کرے گی اگر وہ اپنے بدن میں نہیں کرے گی تو وہ رفتہ رفتہ اس کے بدن سے انفرادی تفریح ختم ہوتی جائے گی اور وہ رئیس زادہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

میں نے تجسبی ڈرائیو کو شہناز کی کوئی روک دیا۔ پھر اسے کہہ دیا کہ وہ رخصت کر دیا گیا۔ گو میں تھی۔ میں آہستہ آہستہ فٹ پاتھ پر چلتے شہناز کے دل میں جھلکنے لگا اور اس کی سوا پوچھنے لگا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ وہ رئیس زادہ کیا

وہ رئیس زادہ شہناز کا پورا تھا شہناز اسے کچھ سے دیکھتا تھا۔ اس کا دیوانہ بن جاتا تھا۔ وہ غصہ غصہ کر رہا تھا اور ایک خوبصورت عورت کے ساتھ شہناز کے گھر گیا تھا اور شہناز کو ایک کمرے میں قید کر دیا گیا تھا۔ شہناز کی سوچ میں تھا کہ اس رئیس زادے کو کھانا پہنچا دے اور پھر ایک بار اسے کہہ دینا چاہیے کہ

کی بہن خود کسی مرد کے حوالے نہیں کرے گی۔ شہناز کے دماغ نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ دروازہ کھولا۔ جواب میں دروازہ کھل گیا۔ دروازے پر رئیس زادہ کی درگاہ عورت کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کمرے کے اندر آکر چلی۔ شہناز بھی ایک عورت ہوں۔ تم بھی ایک عورت ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مرد کسی عورت کی عزت سے کھیلے۔ کیا تم ایسی عورت ہو کہ سامنے جہاں کے مردوں کو لپٹا کر اپنی برباد کر دو عورت اپنے گھر کی چادر لاری میں اپنے شوہر کے سامنے میں محفوظ رہتی ہے جو عورت اپنے آپ کو دھکے سامنے سے باہر لے جاتی ہے اور اپنے آپ کو ہوسٹائی کا لڑکا بناتا ہے پھر بنا دیتی ہے اور ابھر اُدھر جھکتی پھرتی ہے اور اپنے حسن و شباب سے دوسروں کو لپٹا کر اپنی برباد کر دیتی ہے۔ اس کا یہی انجام ہوتا ہے دنیا کا ہمارا پرہیزگار۔

ابھی وقت ہے۔ اپنے آپ کو میرے دوست کے حوالے کر دینا کہ اس کی قسم لوری ہو جائے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ تم انکار کر دو گی تو اس کے سامنے باہر جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ خواہ تم لاکھ مرد بھتیجی رہو۔

شہناز نے زمین پر پاؤں پٹ پٹ کر کہا: نہیں۔ میں کبھی اپنے آپ کو کسی مرد کے حوالے نہیں کر سکتی۔ مجھے مردوں سے سخت نفرت ہے۔ میں انہیں ساری زندگی تڑپانا چاہتی ہوں۔ ایسے اپنے آپ کو ایک اچھوتی عورت بنانا چاہتی ہوں۔ اس کا اچھوتی عورت بننے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

پھر شہناز نے اسے دھک دھک کر دروازے کے باہر کر دیا۔ اس عورت نے بھی غصے میں آکر دروازے کو بند کر دیا اور کہنے لگی: یہ ٹھیک ہے تم اس کے سامنے رہتی رہتی ہیں یہاں سے کوئی آواز کرانے نہیں آئے گا۔ اگر رئیس زادہ نے پوچھا: کیوں ڈانٹ کر کیا بات ہے۔ وہ رانی نہیں ہو رہی ہے؟

اس عورت نے کہا: ہاں وہ ابھی تک اپنے غور میں مبتلا ہے۔ رئیس زادہ نے کہا: اب میرا خیال ہے کہ اسے ہوشیار کر دینا کہ اس پر ظلم کرنا ہو گا۔ ابھی وہ راستے میں ہے۔

اس عورت نے کہا: نہیں ابھی ڈرا اور میرا لڑا بھی نہیں نے محسوس کیا ہے کہ ان تین دنوں میں شہناز کے بدن کی خوشبو نازل ہونے لگی ہے۔ بہت جلدی جیسی میری ہانک رہ گئی ہے۔ چند گھنٹوں کے بعد وہ ہانک بھی ختم ہو جائے گی۔ پھر ہم اس کے پاس جاؤ گے تو اس کی خوشبو سے سحر زدہ نہیں ہو سکیں گے اور اسے اپنے قابو میں آسانی سے کر لیں گے۔ اس وقت تک میں کوئی کمرے کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ برآمدے پر پہنچ کر میں نے سامنے کو اپنے بازوؤں سے آواز کرنا چھوڑ دی۔ میری جان تم کسی دوسرے راستے سے کوئی کے اندر جاؤ ہیں سیدھے راستے سے جا رہا ہوں۔

سامنے میری گود سے نکل کر ایک طرف چل گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ اندر تھوڑی دیر تک خاموشی رہی کبھی کوئی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ اس وقت اتنی صبح کوئی شہناز سے ملے آئے گا۔ اس غیر متوقع وقت میں نے آگے بڑھ کر پوچھا: کون ہے؟

میں نے ہنسنے سے کہا: میں طارق محمود ہوں۔ اپنے گھر میں آیا ہوں۔ تم کون ہو جو مجھ سے سوال کر رہی ہو؟ تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی پھر اس عورت نے کہا: اچھا۔ تو تم شہناز کے شہر ہو۔ چمک ہے میں دروازہ کھول رہی ہوں۔

میں انتظار کرنے لگا۔ بند دروازے کے پیچھے وہ لوگ آپس میں کچھ بولی رہے تھے۔ صلاح مشورہ کر رہے تھے کہ کیا کرنا چاہیے۔ پھر وہ رئیس زادہ اور اس کے کمرے کے دو غنڈے دروازے کے پیچھے جا کر چمک گئے۔ رئیس زادہ کی مداخلت نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی مسکرا کر بولی: آئیے۔ تشریف لائیں آپ مجھے نہیں پہچانتے ہیں شہناز کی بہن، جی عذریہ میں ہوں۔ میں نے دروازے کو باہر کر کے ڈانٹ کر دم میں قدم رکھتے ہوئے پوچھا: شہناز کہاں ہیں؟

وہ بولی: شہناز غسل خانے میں ہے۔ تھوڑی دیر میں آجائے گی۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے کے پیچھے سے نکل کر رئیس زادہ نے ریلوے کی مال میری گردن پر کھ دیا۔ پھر سخت لہجے میں بولا: خبردار شہناز نے پچھلے دنوں مالوں کا کیا یہ کہہ کر اس نے اپنی ساتھ کھانا کاٹا تو اس نے لڑائی لڑنے آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر

دو دس زلہ چھ مٹ گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے کے نیچے چھپے ہوئے میں شخص نظر آئے۔ ان میں ایک کس زلہ تھا اور دوس کے کٹنے کے غرض تھے۔ میں نے جرات سے پوچھا: "یہ کیا جارہے؟"

کس نے زلے نے میرا مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔ "اوند تم ماجرا کیا پوچھ رہے ہو۔ میں سب معلوم ہے کہ ایک عرصے سے تم شہناز کے شوہر کو بخاری شادی پر بھیج رہے لیکن شہناز نہیں اپنے پاس چھٹنے کی اجازت بھی نہیں دیتی اور ہم نے شخص ہو کر اب تک اس کے غلام بنے ہوئے۔ جو آج ہم غلامی کا طہرہ توڑ دینا چاہتے ہیں شہناز اس کے اس شوہر کو توڑ دینا چاہتے ہیں جس کے ذریعہ وہ تمام مردوں کو دیوانہ بنا کر رکھتی ہے اور ان سے نفرت کرتی ہے۔"

میں نے خوشدلی سے مسکرا کر کہا: "یہ تو میری اچھی بات ہے۔ کوئی تو شہناز کا طہرہ توڑے گا۔ ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جو بھٹکے ہوئے تھے میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ دس زلے نے ناگوار سے کہا: "یہ کیا تم اسے مذاق کچھ دے ہو؟"

"نہیں میں مذاق نہیں سمجھ رہا ہوں۔ بلکہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ اصل ریلوادر ہے یا نقلی؟" وہ زلے میرے ہاتھ میں دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اس کس نے زلے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے فوراً وہ ریلوادر میرے حوالے کر دیا۔ ریلوادر ہاتھ میں آتے ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ ایک دم سے بوکھلا کر مجھے دیکھنے لگا۔ کرنے کے غم سے مجھے غافل سمجھ کر کچھ پر حملہ کرنا ہی چاہتے تھے کہ میں نے پیچھے ہٹ کر لٹکارتے ہوئے کہا: "خود ارادہ سے چلا لائی نہ دکھانہ۔ درنہ میں سے دیر گزری چلا دوں گا تم غمناں کی بیباں لڑائیں نظر آئیں گی اور میں یہ رپورٹ سب کو کرانے میں حق بجانب ہوں گا کہ تم لوگ میرے گھر میں پوری دشمنی اور دوسری واردات کے لیے داخل ہوئے تھے میں نے اپنے بچاؤ کے لیے تم پر گولی چلا دی۔"

وہ تینوں سہم کر کھجے دیکھ رہے تھے۔ کس نے زلے کی ماتھی کا چہرہ بھی زلہ پڑ گیا تھا۔ وہ دس زلے سے بولی۔ "یہ کیا کیا آپ نے؟ آپ نے یہ ریلوادر اس کے حوالے کیوں کر دیا؟"

کس نے زلے نے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مذاق کی باتوں میں کیا جادو ہے۔ اس کے بولنے ہی میں نے

ریلوادر اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ تیرے نہیں اس کا کہ میں نے مسکرا کر کہا: "یہ بات تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ ویسے آج کی بات یاد رکھو کہ ہم دروازے میں بمبوی جادو جانتے ہیں میری بیوی اپنے شوہر کو خوشبو سے دوسروں کو محروم کرتی ہے اور میں اس سے لوگوں کو اتنی جلدی فائل کر دیتا ہوں کہ وہ ریلوادر خطرناک بھیا بھی میرے حوالے کر دیتے ہیں۔ اس کو بھی کانس نہ کرنا۔ اپنی عبرت چاہتے ہو تو اس سے چلے جاؤ اور ادھر پلٹ کر بھی نہ دیکھو۔ میں تم بلکہ بخاری ساتھی کو بھی اس بار معاف کرنا ہوں۔ میں ایسی کوئی حرکت ہوئی تو معاف کرنا تو وہ دہ کی بات لوگوں کو ایسی سزائیں دوں گا کہ دوسرے لوگ بھی میری ہی کی طرف دیکھنے کی جرات نہیں کر سکیں گے۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

وہ سب وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلے گئے۔ ڈانگ دم سے باہر چلے گئے۔ میں نے دروازے کے سے بند کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کمرے کی طرف جہاں شہناز کو قید کیا گیا تھا۔ میں نے اس دروازے کو دیا۔ دروازہ کھلتے ہی شہناز نے مجھے جرات سے دیکھا بولی: "تم دم دالپس آگے ہو؟"

"ہاں واپس بھی آگیا ہوں اور تمھارے دشمنوں کی بیاب سے بھاگ بھی دیا ہے۔ آؤ باہر آ جاؤ۔"

وہ کمرے کے اندر سے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میری پاس آئی اور میرے سامنے سے گزرتے ہوئے ڈانگ کی طرف جانے لگی۔ اس کی چال میں بڑی نزاکت تھی۔ عجیب و غریب تھی کہ دل اس کی طرف پھینکا جاتا تھا۔ بھری ہمارے کھانے کا ہوں کے سامنے بھر جانے اس کا حسن واقعی ایسا تھا کہ اس کی مثال کسی دوست نہیں دی جاسکتی تھی۔ یقیناً وہ دوسروں کو ترغیب دینے بجانب تھی۔ باطل اچھوتی رہنا چاہتی تھی تاکہ کوئی کچھ نہ سکے۔ نہ ملکا کر سکے لیکن میں نے اسے جب مجھ سے کہنے میں دل عمل چل گیا۔

میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "سنو یہ بتاؤ کہ ان لوگوں نے تمھیں کسے قید کر رکھا تھا؟"

"جب سے تم گئے ہو اس کے دوس دن۔ میں نے پھر پڑاؤ کی کرنی شروع کی تھی۔ مجھے مجبور کر کے میں اپنے آپ کو اپنے معیار سے اپنی نظروں سے گزرا

میں نے جلد میں نہیں کیا۔ انھوں نے مجھے اس کمرے میں قید کر دیا تھا۔ میں نے میں دن سے غصے کیلئے اور نہ ہی ان کا کیا ہے میرے جسم میں عجیب سی بے بسی محسوس ہوتی ہے۔ پسینے سے جھپک دیتی ہوں۔ میں غصے کی تڑپ میں کہیں جسم پر پسینے کی بو چھنی گئی ہے۔"

میں نے اس کی باتوں کے مطابق غصے کی دماغی بے بسی کے بدن سے وہ محروم کر دینے والی خوشبو نہیں کٹھنی تھی۔ میں دنوں تک مسلسل قید رہنے کے باعث اور غصے کرنے کے باعث اس کے بدن سے پسینہ اس قدر بنتا تھا کہ اس کو پسینے کی بجائے جلوی ہو گئی تھی اور اب وہ ایک ہی صورت تھی جو کہ محروم نہیں کر سکتی تھی۔"

میں نے اس کے قریب ہو کر کہا: "شہناز! اب وہ اپنی جگہ ملے گا۔ چھوڑو۔ آج کے واقعہ سے سبق حاصل کرنا کہ دوسروں کو ترغیب دیتی ہو تو ہر شخص شرف آدمی ہیں۔ پھر لوگ بدتمیاش بھی ہوتے ہیں اور پھر لوگ دیکھ اور ضدی ہوتے ہیں اور ضد میں اگر تمھیں حاصل کرنے کے لیے تمھیں جانی اور مالی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ تم بھی گلیں کہ میں اتفاق سے یہاں آگیا تھا۔ اگر میں نہ آتا تو لوگ تمھارا بہت برا حال کر دیتے۔"

"میں ایک ہی بات جانتی ہوں کہ مجھے اچھوتی بن کر رہا ہے۔ میں انمول ہوں۔ میرا کوئی مول نہیں ہے۔ کوئی لٹا نہیں لٹا سکتا۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔"

وہ جانے کے لیے مڑنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ پھر اسے کہا: "خیر۔ میں سب بھلا دواؤں اور تم پر عاقبتی ہوا اور تمھارا قصہ بہر نامہ مجھے بھی ٹھنڈا پانچا ہے۔ میں اب ہم میاں بمبوی کی حیثیت سے اس دنیا کی زندگی گزاریں گے تم میری ہوا اور میری بن کر رہو گی۔"

"ایک دم سے بھڑک گئی اور مانیتے ہوئے بولی۔ "فرار مجھے کھتہ نہ لگنا۔ میں بھی کسی کو اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

مجھے غصہ آگیا۔ میں چاہتا تو اب.... میں متحی کے لیے اس کے دماغ کو اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔ میں اس قوت کے ذریعہ اسے زیر کر سکتا تھا لیکن میں اسے بھینچ کر دوبارہ اسی کمرے میں پھنسا کر دروازہ بند کر دیتا تھا۔ ٹھیک ہے بخاری ہی سزائیں کہ تم کمرے میں رہو۔ میں اب تمھیں اس آہن کو استعمال کرنے کا موقع

نہیں دوں گا اور نہ ہی تم غصے کر سکو گی۔ میں رات بھر جاگا ہوا ہوں۔ اب آگاہے سونے کے بعد بخاری خیریت دریافت کر دوں گا۔"

وہ دروازہ کھینچنے اور چھینے لگی۔ میں نے کہا: "تم لاگھ چھو چلاؤ۔ مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ پڑوس اگر کر پوچھیں گے تو میں کسوں کا کہ یہ میاں بمبوی کا جھگڑا ہے۔ ہم دونوں کے درمیان کوئی کچھ نہ بولے اور اگر بہت زیادہ بات بڑھ گئی تو میں اس بات کو ظاہر کر دوں گا کہ تم میاں بمبوی کے رشتے سے انکار کر رہی ہو اور میں شوہر کی حیثیت سے تمھیں فائل کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں۔"

"یہ کہہ کر میں گھن میں گیا اور وہاں ناشتہ تیار کرنے لگا۔ میں زور زور دہشتی کا فائل نہیں تھا اور نہ ہی ٹیلی پیچی کے ذریعہ اسے فائل کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ مردانگی نہ ہوتی۔"

وہاں چائے تیار کرنے کے بعد میں نے اندر کے پوچ جانے اور ڈبل روٹی کے سلسلے لے کر شہناز کے کمرے کی طرف گیا۔ میں نے دروازے کو نہیں کھولا بلکہ کھنک کے رستے جالی کے نیچے پلٹ بڑھاتے ہوئے کہا: "یہ لو تمھارے لیے ناشتہ تیار ہے اور اس تھرو اس میں چائے ہے اسے پی لو اور خاموشی سے سزا کاٹتی رہو۔ میں ناشتہ کرنے کے بعد بخاری دیکھ اپنی پینڈ پوری کروں گا۔ اس کے بعد تمھارے پاس آؤں گا اس وقت تک تم فیصلہ کر لو کہ تمھیں اتنی بڑی دنیا میں کسی ایک مرد کی پور کرنا ہے۔"

"یہ کہہ کر میں واپس گھن میں آیا اور ناشتہ کرنے سے پہلے سامی کو آزاد دی۔ آواز دیتے ہی وہ گھن میں داخل ہوئی۔ اس کے منہ میں ایک بڑا سا گتے کا ڈبہ دبا ہوا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر پوچھا: "میری جان یہ کیا چیز ہے کہاں سے آگیا کر لائی ہو؟"

قریب پہنچتے ہی مجھے اس ڈبے سے خوشبو محسوس ہوئی۔ یہ وہی خوشبو تھی جو شہناز کے بدن سے آتی تھی۔ میں نے اسے لے کر اور پھر اسے کھول کر دیکھا تو اس ڈبے کے اندر آہن بھرا ہوا تھا۔ پتہ نہیں شہناز نے اسے کہاں چھپا کر رکھا تھا اور یہ سامی اسے کہاں سے ڈھونڈ کر لے آئی تھی۔ بہر حال وہ ڈبہ میرے ہاتھ میں آئے ہی میرے دماغ نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہوا۔ اب میں شہناز کو اس آہن سے پہنچنے نہیں دوں گا۔ اسے ایک عام عورت بنا کر رکھوں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ وہ کس طرح محروم کرتی ہے۔ میں نے ایک بوتل سے چائے پی لی سامی کے لیے

دودھ اُٹھایا پھر اس کے آگے رکھ دیا اور خود ناشتہ کرنے لگا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں اس آئین کو لے کر شہناز کی خواب گاہ میں آگیا۔ شہناز وہ کمرے میں قید تھی۔ میں اُس کی خواب گاہ میں اپنی مینڈ پوری کرنا چاہتا تھا۔ سو نے سے پہلے میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اگر میں اس آئین کو خود استعمال کروں تو کیا ہے گا؟ میں تھوڑی دیر تک غور کرتے رہا۔ یہ ایک مفکرانہ بات تھی کہ آئین عورتیں استعمال کرتی ہیں اور اُسے مجھ جیسا مرد استعمال کبہ ممکن یہاں جادو کا تو ذکر نہ تھا۔ سو بچہ کر لو کہ کتنا ہے جیسا شہناز نے میرے ساتھ کیا تھا وہی حرکت میں شہناز کے ساتھ کر سکتا تھا۔ آئین لٹکا کر اُسے مسعود کر سکتا تھا۔ وہ میرے بدن کی خوشبو سے محروم ہو سکتی تھی۔

اچھی طرح غور کرنے کے بعد میں نے اس آئین کو استعمال کرنا شروع کیا۔ اپنے کپڑے اتار کر میں نے اُسے اپنے بدن پر اچھی طرح رکھا اور جب پوری طرح اس آئین کی دانش ہو گئی تو میں آرام سے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں جارحیت نہ کر سکوں۔ آگے سے سوتا رہوں۔ اُس کے بعد میری آنکھ کھل چلی۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو سکتی ہے تو میں داخل ہونا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے۔ میں سب معمول ذہنی باتیں سن کر سو گیا۔

دن کے بارہ بجے تک میں اُس دنیائے غافل ہو گیا۔ اُس دنیا میں جتنے رشتے ہیں جتنی جہتیں ہیں جتنی نظائیں ہیں اور ایک انسان وہ سب انسان کے ساتھ جو سازشیں کرتا ہے اور پھر ان سازشوں کے جواب میں وہ میری سازشیں ہوتی ہیں۔ ان سب باتوں سے مجھے نجات مل گئی تھی، انسان کے لیے نیند بہت ضروری ہے۔ نیند کے بنائے انسان عارضی طور پر گویا کہ مر جا رہا ہے اور اتنی بڑی دنیائے غافل ہو کر اپنے دماغ کو تیر سکون بنالیتا ہے انسان کو نیند نہ آتی تو شاید اسے کبھی ذہنی سکون حاصل نہ ہوتا۔ میں دن کے بارہ بجے تک دنیا اور اُس کو دنیا والوں کے تمام پر معاشوں سے نجات حاصل کر چکا تھا۔ پھر وقت مقدود ہو میری آنکھ کھل گئی اور میں اسی دنیا کی دلدل میں بیڈر ہو گیا۔

سب سے پہلے میں ہاتھ روم میں گیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ایک اچھا سا لباس پہنا۔ پھر

وہاں سے نکل کر اس کمرے کی طرف گیا جہاں شہناز قید کیا گیا تھا۔ میں نے اس کا دروازہ کھول دیا۔ شہناز کے اندر ایک تنگ پریڈیٹی ہوئی تھی۔ دروازہ کھولنے کے بعد مجھے کئی۔ دو تھکے کناسی چاہتی تھی کہ کتنے کتنے کمرے جرائی سے مجھے دیکھنے لگی۔ وہ میرے بدن سے خوشبو کو محسوس کر رہی تھی اور بڑے ہی تعب سے دیکھتی جا رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اُس کی سوچ نے بتایا کہ وہ خوشبو سے قاصر ہے۔ جادو ہی ہے۔ متاثر ہونے کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ وہ فلسفی خوشبو سوکھنے والوں کو باطل محروم کر دیتی ہے اور اس کے فلسفے سے نکلنا ممکن نہ ہوتا تھا۔ میں خوشبو اُس کے سامنے باطل غلاموں کے سے انداز میں اس کی مانتا رہتا تھا اور اُس کے مزاج کے خلاف کبھی میں نے قدم نہیں اٹھایا تھا۔ اس خوشبو کے اثر انداز ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ تین دنوں سے اپنے ہی بدن کے میں جھپک رہی تھی اور اُسے پسینے کی بو کے سوا کچھ نہیں محسوس کر رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں یوں خاردار ہو گئی تھیں جیسے وہ نیند سے جاگنا چاہتی ہوگیں۔ نیند غلام آدمی پر جیسے وہ شراب پینا چاہتی ہو اور ان کے ہی مدبر بخش ہوتی جادو ہی ہو۔ میں اس کے باطل قریب پہنچ گیا۔ وہ کڑا کر جانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا یہ فیصلہ حکم دینا ہے کہ اس کمرے سے باہر نہ نکلوں گے۔ اُس نے یہ میرا حکم نہیں بلکہ اس خوشبو کی جادوگری کی گارنٹی ہے۔ پھر پلٹ کر جھپکتے ہوئے بچپانے کے بے بیٹ باطل قریب آ گئی۔

میں نے کہا۔ دیکھو میرے بدن سے کیسی خوشبو نکلتی رہی ہے؟ وہ نیم مدبروشی کے عالم میں کبھی سنبھل رہی تھی۔ بک رہی تھی اور میں اُسے ہکا بکا رہتا تھا۔ اس کا جادو اُسے تو مار رہا تھا۔ اس کو دنیا کا ہی دستور ہے جو سب کا ہے دلیا بھرتا ہے۔ جو رہتا ہے وہ کاٹتا ہے جو دوسرا دیتا ہے وہی اُسے ایک دن واپس ملتا ہے اور وہ بکھڑا شہناز کو پوری طرح واپس مل رہا تھا۔

بڑی دیر ہوتی چلی گئی۔ اتنی دیر کہ اتنی دیر میں آئین جانا کہ میں کتنی دیر تک کمال رقم رہا۔ میرا

مداومت کہاں اور کیسے گزر گیا۔ جب مجھے جوش آیا تو میں ایک کمری پر بیٹھ کر لیٹ سلا کر رہا تھا۔ بند کمرے کی تمام تاریکی اور خاموشی میں ہولے ہولے رونے اور کھٹکی کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ اپنے غور کی موت پر اہم مرد رہتا تھا۔ میں وہاں سے اُٹھ کر دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ دل تنگ روم میں بکر بیٹھ گیا۔ سامی بھی کہیں سے ہوس کے بارش صوفے پر بیٹھ گئی۔ یہ تیار سے اُسے سلائے لگا۔ اسی شہر کی یہ ساری خرابییں تھیں۔ اسی نے مجھے آئین کا ذہن دکھایا تھا۔

اس وقت دن کے دو بجے تھے۔ مجھے مر جانے کی یاد آئی۔ وہ جلد ہی راولپنڈی جانے والی تھی۔ تباہی اُس نے راجا کی ساری تیاریاں مکمل کر لی ہوں گی۔ اس کے ساتھ کومرین کا جانا بھی ضروری تھا۔ یہ سوچتے ہی میں مر جانے کے دماغ میں پینچ گیا۔ وہاں معلومات حاصل ہونیں کہ واقعی اس کی روانگی کی تیاری مکمل ہو چکی ہے۔ آج شام کو ایک فلاٹ سے وہ راولپنڈی جانے والی ہے اور اُس نے اپنے ساتھ کرم دن کے لیے بھی ایک سیٹ ریزرو کر لی ہے اور وہ اپنے عاشق جن کے انتظار میں ہے کہ وہ رابطہ قائم کرے تو وہ اُسے تباہ کرے گا۔ کرم دین کے لیے سیٹ ریزرو ہو چکی ہے لہذا کرم دین کو طیارے تک لانا اس جن کا کام ہے۔ وہ بے چینی سے گویا کہ میرا انتظار کب رہی تھی۔

اس وقت وہ زمیندار اور اُس کے گھر والوں کے ساتھ ڈائننگ روم میں بیٹھ کر وہ پیر کا کھانا کھا رہی تھی۔ زمیندار کے والد نے اُس سے کہا۔ پینچ تہ نے دو سینتین ریزرو کر لی ہیں۔ یقین اس بات کا اہتمام ہے کہ کرم دن ضرور راولپنڈی پہنچے گا۔ لیکن مجھے تو ایسے آثار نظر نہیں آتے۔ وہ ایک نمبر بدعاش ہے۔ اُسے بھاگنے کا موقع نہ ملے گا۔ اسے چاہیے نہیں وہ یہاں سے کتنی دُور نکل گیا ہو گا۔

مرجان نے کہا۔ انکل آپ اس جن کا کمال دیکھ چکے ہیں۔ وہ آپ لوگوں کے پاس بھی۔۔۔ آگیا تھا اور ان نے اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کیا تھا۔ وہ یقیناً راولپنڈی کو میرے پاس ایئر پورٹ پہنچائے گا۔ میں اس کا انتظار کر رہی ہوں یہ بات میرے دماغ میں نہیں آتی تھی کہ کرم دین شہر چھوڑ کر کہیں جا سکتا ہے۔ میں نے تو یہی

سوچا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ کراچی شہر میں چھپتا ہے گا تو میں اُسے بکھڑا کر ایئر پورٹ پہنچا دوں گا۔ جب یہ خیال آیا کہ وہ شہر سے باہر بھی جا سکتا ہے تو میں فوراً ہی کرم دین کے دماغ میں پینچ گیا۔

اس وقت دو کینٹ اسٹیشن سے ایک ٹرین پر سوار ہو چکا تھا اور وہ ٹرین وہاں سے روانہ ہو چکی تھی اور اپنی مخصوص رفتار سے کراچی شہر کی مدد سے گزر رہی تھی۔ جھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں کو پار کر رہی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اب اُسے اس چلتی ٹرین سے کیسے اتار دینا ہو جو تھوڑے میل ٹرین تھی اور چھوٹے اسٹیشنوں پر نہ گرنے والی تھیں تھی۔ اگر میں اُس کے دماغ میں مجھ کو گزر جائے تو دنیا تو گاڑی تک جاتی اور وہ آسانی سے اُتر جاتا لیکن اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر پولیس والے اُسے چودے لیتے تو معاملہ بڑھ جاتا اور وہ شام تک ایئر پورٹ نہ پہنچ سکتا۔ بہت سے مسائل سے گزرنا پڑا۔ میری پریشانی بڑھ جاتی۔ میں سوچنے لگا کہ کیا کروں؟

میں سوچتے سوچتے وہ ٹرین کراچی کی مدد سے باہر نکل گئی۔ میں حیران پریشان اس ٹرین میں بیٹھ کر مر جانے کے سامنے اپنا وعدہ کیسے پورا کروں گا۔ ایک آخری تدبیر ہو رہی تھی کہ گاڑی کی زنجیر کھینچ دی جائے اور گاڑی رکتے ہی اُسے وہاں سے اتار کر سڑک جھگا جاتا تاکہ پولیس والے اُسے نہ پکڑ سکیں۔ لیکن ایسا سوچنے کے دوران ہی میں نے اُس کے دماغ میں جھانک کر دیکھی۔ ٹرین آہستہ آہستہ رکنے والی تھی۔ پیری مل کے قریب سگسٹ نہیں مل رہا تھا اس لیے ٹرین رک رہی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو کر اُسے مجبور کیا کہ وہ اپنی جھوٹی سی انہی لے کر فوراً اُتر جائے۔ جب ٹرین رک گئی تو وہ وہاں سے اُتر کر سگسٹن ہائی وے کی طرف دوڑنے لگا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اس سڑک پر پہنچ کر کسی گاڑی والے سے نفٹ حاصل کر کے واپس مر جانے کے پاس پہنچ جائے۔

تھوڑی دیر بعد وہ سڑک پر پہنچ کر وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں کو ہاتھ دکھا دیا کہ نفٹ مانگنے لگا لیکن وہ اپنے چیلے سے کوئی چھٹیروہ معاش گلتا تھا۔ بڑی بڑی گاڑیوں نے اس کی خاطر اپنی گاڑی روک کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے اُس کے سامنے سے گزر جاتے تھے۔ آخر میں نے اسے پھیل ہی چلا دیا

شروع کیا۔ ختوڑی دور چلانے کے بعد میں نے اس کے مسلح کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ لوڈ کھڑا کھڑا ہو گیا۔ اپنے چاروں طرف حیرانی سے دیکھنے لگا اور سوچنے لگا کہ وہ ٹرین میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں کیسے پہنچ گیا۔ اگرچہ بی بی گیا ہے تو اسے پھر واپس ٹرین کی طرف جانا چاہیے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی اور گاڑی وہاں سے روانہ ہو چکی تھی۔ اب اس کے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ وہ کراچی واپس جاتا لیکن کراچی جانے کا خیال آیا تو مرغانہ کا بھی خیال آیا۔ وہ واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ ڈرتا تھا کہ مرغانہ اسے سیس نہ کیسے نکالیں گے۔ وہ واپس لوٹ کر دوسری سمت جانے لگا۔

میں نے پھر اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے واپس پلٹا دیا اور کراچی کی طرف لے جانے لگا۔ ابھی اسے تیزی سے چلتا تھا اور کبھی دوڑتا تھا۔ آخر ایک میل تک اسی طرح چلنے اور دوڑنے کے بعد میں پھر اس کے دماغ سے نکل گیا۔ وہ پھر اپنے ہوئے سہسپے نکلا کہ وہ کیوں دوڑ رہا تھا کیوں ڈانپ رہا ہے۔ تب اس نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد یہ معلوم کیا کہ وہ اچانک طور پر پھر کراچی شہر کی طرف ہی چل رہا ہے لہذا اسے وہاں سے واپس جانا چاہیے۔ شہر کی طرف نہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ لوٹ کر دوسری طرف جانا چاہتا تھا لیکن پھر میں نے اسے پلٹا دیا اور شہر کی طرف دوڑانے لگا۔ کبھی فلائنگ ٹیک وہاں سے دوڑانے رہنے کے بعد پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ تھک کر مڑھال ہو چکا تھا۔ موٹر کے کمانے اپنی ایجنسی رکھ کر اس پر بیٹھ گیا اور سرکیز کر سوچنے لگا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ دُور جگنا جاتا ہے لیکن پتہ نہیں کیسے کراچی شہر کی طرف دوڑنے لگتا ہے اور اس راستے کو طے کرتا ہوا شہر کے قریب پہنچتا جا رہا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

آخر اس نے سوچا کہ جب وہ اتنی دُور چل کر آ رہی ہے تو اب لاندھی زیادہ دُور نہیں ہے۔ وہ لاندھی کے علاقے میں جا کر جھپا رہے گا اور کسی دوسری ٹرین کے ذریعہ لاہور کی طرف بھاگ جائے گا۔ یہ سوچ کر وہ اپنی ایجنسی لے کر وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ لاندھی تک پہنچ چکا ہے تو اس نے آگے بڑھ کر مرغانہ کے پاس آیا۔ اتنی دیر میں وہ لوگ کھانے سے فاش ہو گئے تھے اور ان کے درمیان چائے کا دور چل رہا تھا۔

میں نے دیر نہ کیے بغیر جواب دے کے دماغ میں پہنچ کر ان کو اس کا جواب دے کر فرمایا اپنی جگہ سے اٹھ کر کمانہ چھوڑ کر حاضر ہو گیا۔ مجھے بہت پریشانی تھی پڑی ہے۔ کراچی میں کراچی شہر چھوڑ کر لاہور کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اسے اس ٹرین سے اتار دیتے۔ اب وہ نیشنل ہائی وے پر چلتا ہوا لاندھی کی طرف جا رہا ہے۔ پھر کارے کے کراچی نیشنل ہائی وے کی طرف جاؤ اور اسے لے کر مرغانہ پہنچا۔ ایک پلین۔ کا وقت نہیں ہو گا۔ اس وقت تک اسے سرونٹ کو اس ٹرین میں بند کر کے رکھنا۔ ورنہ اسے پھر پکڑ کر لاہور میں لے کر آجائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی دُور ٹرین سے فوراً ہو جائے۔

میری بات سننے ہی مرغانہ اور زردینہ آنے گئیں۔ انھوں نے زردینہ کے والدین سے کہا کہ وہ کارے کے کراچی ہائی وے کی طرف جا رہی ہیں۔ میں نے جواب دے کر کہا کہ آزاد چھوڑ دیا۔ زردینہ کے پاس نے کہا کہ تھک رہی ہیں دو لوگ لوگ ان تھنا جاؤ۔ اپنے بھائی جواب دے کر کہیں نہ وہ تینوں کو کبھی سے کھل کر گراٹ کی طرف آئے۔ پھر کار میں بیٹھ کر نیشنل ہائی وے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کے پاس سے نکل کر پھر کراچی کے پاس پہنچا۔ انہی انھوں نے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا ہوا بھی بھٹکا ہوا تھکن آتا ہوا لاندھی کی طرف جا رہا تھا۔

مجھے یوں لگتا تھا کہ کبھی کراچی میں اور کبھی مرغانہ کے دماغ میں جھلکتے رہتا پڑا اور مرغانہ کو گاڑی کے اندر پکڑ کر اسے کھر جانا چاہیے اور کراچی میں نیشنل ہائی وے کی طرف سے مل سکتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ مرغانہ اس جگہ پر پہنچ گئی جہاں سے کراچی گزرتا تھا۔ اس نے کار سے اتار کر کراچی میں لاندھی کو آزاد چھوڑ دیا۔ پھر اس نے کہا کہ وہاں سے جگنا جاتا تھا کہ میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں اسے پلٹا کر مرغانہ کے پاس آ رہا۔ مرغانہ نے اسے چھوڑ کر بجلی سیٹ پر بیٹھا۔ پھر چار گھنٹے کا راستہ اس کی اور اسے گھر کو واپس شہر کی طرف لے جانے لگا۔ میں ان کی طرف سے مطمئن ہو کر پھر شہر کے ڈرائنگ روم میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

سالی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے اپنی دل متوجہ پاکر وہ میری دائیں مقبلی کی پشت کو زبان سے چلنے لگی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ مجھے یاد آیا کہ ہم نے دوپہر کا کھانا نہیں کھا یا تھا۔

میں نے کہا کہ زردینہ۔ میں اسی شہر میں آ گیا ہوں۔ ادب گھٹا آدھ گھٹا بعد لٹھلے پاس آ رہا ہوں۔ یہ سچ سچ میری وائف بھی ہو گی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا کہ وائف یعنی کون سی۔ کیا آپ نے یہاں آ کر شادی کر لی ہے؟

میں نے کہا کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ لک گئی تھی لیکن میرے پاس واپس آنا نہیں چاہتی تھی۔ جب میں قریب گیا اور میرے بدن سے اٹھنے والی خوشبو اس کے نفلوں تک پہنچ گئی تو وہ بے اختیار لوٹ گئی اور مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے نہ جانتے ہوئے بھی مجھے دیکھتے رہے۔ پھر وہ رو رو اپنی ضدی طبیعت کے باوجود میرے جسم کے مطابق لگنے پھرنے پر مجبور ہو گئی۔ میں نے کہا کہ بہت دیر ہو چکی ہے اور مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کیا آج تم کھانا پکھاؤ گی؟

اس نے مجھ کو کھانا کھانے میں ملازم نہیں ہوں۔ میں اپنے کام لینے ہاتھوں سے نہیں کرتی۔ اگر بھوک لگی ہے تو آپ باہر جا کر کھانا کھا لیں۔ میں بھی کھا لیتی تھی۔

میں نے کہا کہ وہ پھر اپنی خواب گاہ کی طرف جانے لگی۔ میں چاہتا تھا اسے روک سکتا تھا اسے حکم دے کر کھانا کھانے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن مجھے یاد آیا کہ وہ بین وول سے قیدی تھی اور قفل نہیں کر سکتی تھی اور اب قفل کرنا اس کے لیے لازمی ہو گیا تھا اس لیے میں نے اسے جانے دیا۔ جب وہ اپنی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچی اور اسے کھل کر اندر داخل ہونا چاہا تو میں نے آواز دی۔ وہ منور قفل کرنے کے بعد فوراً ہی اچھا سا لباس پہن کر تیار ہو کر باہر کسی بومل میں بیٹھ کے لیے جا رہی تھی۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ زیادہ انتظار نہ کرنا۔

اس نے لوٹ کر میری بات سنی تھی۔ پھر خاموشی سے اپنی خواب گاہ میں واپس چلی گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد ایک لمحے پر مجھ کو غلام کے پاس پہنچ گیا۔ غلام لگا پھینچا ہوا تھا اور بومل اسٹارٹ میں اس کا قیام تھا۔ میں نے اسے غلام کی طرف کیا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کمانے میں جڑی ہے جیسی سے آپ کا انتظار کر رہا تھا مجھے کب تک یہاں تنہا رہنا پڑتا ہے؟

میں نے کہا کہ زردینہ۔ میں اسی شہر میں آ گیا ہوں۔ ادب گھٹا آدھ گھٹا بعد لٹھلے پاس آ رہا ہوں۔ یہ سچ سچ میری وائف بھی ہو گی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا کہ وائف یعنی کون سی۔ کیا آپ نے یہاں آ کر شادی کر لی ہے؟

میں نے کہا کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ لک گئی تھی لیکن میرے پاس واپس آنا نہیں چاہتی تھی۔ جب میں قریب گیا اور میرے بدن سے اٹھنے والی خوشبو اس کے نفلوں تک پہنچ گئی تو وہ بے اختیار لوٹ گئی اور مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے نہ جانتے ہوئے بھی مجھے دیکھتے رہے۔ پھر وہ رو رو اپنی ضدی طبیعت کے باوجود میرے جسم کے مطابق لگنے پھرنے پر مجبور ہو گئی۔ میں نے کہا کہ بہت دیر ہو چکی ہے اور مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کیا آج تم کھانا پکھاؤ گی؟

اس نے مجھ کو کھانا کھانے میں ملازم نہیں ہوں۔ میں اپنے کام لینے ہاتھوں سے نہیں کرتی۔ اگر بھوک لگی ہے تو آپ باہر جا کر کھانا کھا لیں۔ میں بھی کھا لیتی تھی۔

میں نے کہا کہ وہ پھر اپنی خواب گاہ کی طرف جانے لگی۔ میں چاہتا تھا اسے روک سکتا تھا اسے حکم دے کر کھانا کھانے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن مجھے یاد آیا کہ وہ بین وول سے قیدی تھی اور قفل نہیں کر سکتی تھی اور اب قفل کرنا اس کے لیے لازمی ہو گیا تھا اس لیے میں نے اسے جانے دیا۔ جب وہ اپنی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچی اور اسے کھل کر اندر داخل ہونا چاہا تو میں نے آواز دی۔ وہ منور قفل کرنے کے بعد فوراً ہی اچھا سا لباس پہن کر تیار ہو کر باہر کسی بومل میں بیٹھ کے لیے جا رہی تھی۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ زیادہ انتظار نہ کرنا۔

اس کے باوجود خوشبو سے محروم ہو رہی تھی۔
 میں نے سوچا کہ اس وقت یہ میرے بدن کی خوشبو سے متاثر ہے اس لیے میری غفلت میں زیادہ نہیں سوچے گی۔ جب یہ مجھ سے دور ہوگی اور میرے بدن کی خوشبو بھی اس سے دور ہے گی تب میں اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں گا کہ یہ کیا جا رہی ہے اور میرے متعلق کیا سوچتی اور فیصلہ کرتی ہے۔ فی الحال تو مجھے جھوک لگا رہی تھی اور اب ہم بڑوں کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس لیے میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔
 غلام ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر سر کو جھکاتے ہوئے سلام کیا۔ میں نے شننا سے کہا کہ اس سے ملو یہ غلام ہے۔
 ہم بھی غلام ہے اور یوں بھی غلام بن کر رہنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں غلامی کا گوارہ نہیں ہے اس لیے میں آقا اور یہ غلام ہونے کے باوجود دوست کی طرح رہتے ہیں اور ایک ہی دسترخوان پر کھاتے ہیں۔
 شننا جبر اور اخلاق مسکار رہی تھی میں نے کہا یہ میری جوی شننا ہے تم دیکھ لے۔ جو۔۔۔ بتاؤ کیا اتنی حسین عورت تم نے پہلے کبھی دیکھی ہے؟
 غلام نے انکار میں سر ہلا کر سکوٹے ہوئے کہا یہ آقا بلاشبہ شننا بیکہ بہت ہی حسین ہیں۔ میں اتنا چڑھا کھان نہیں ہوں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان کے حسن کی توصیف کروں۔
 چہرہ ہم نینوں ڈانٹنگ مال کی طرف جانے لگے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہاں بیٹھے ہوئے لوگ بے اعتنائی شننا کو دیکھتے گئے تھے اور اس پر سے نگاہیں بٹانیں سکتے تھے جو لوگ بہت قریب سے گزرتے تھے وہ ٹھٹھک جاتے تھے کیونکہ انھیں میرے بدن سے ایسی خوشبو ملتی تھی جو انھیں تنکا پتی تھی اور متناہس کی طرح جھینجھکتی تھی۔
 عزتیں تو مجھے دیکھتی ہی جا رہی تھیں میں اور شننا دونوں ہی وہاں ایسے تھے کہ تمام لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ ہمارا جولا ایک مثالی جولا تھا۔ غلام ہمیں اپنے ساتھ لے کر ایک میز پر آیا جو کہ اس نے پہلے سے ریزہ کر رکھی تھی۔ اس میز کے اطراف ہم تینوں بیٹھے ہوئے۔
 جولا ڈور لینے آیا تو غلام شننا کی پسند پوچھتے ہوئے کھانے کا ڈور دینے لگا۔ میں ان دونوں کو مصروف دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے مرجان کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں پتہ

چلا کہ اس نے عزم دین کو اپنی کوئی مین لانے کے بعد اسے رومٹ کا درمیں قید کر دیا تھا اور اب ان کے جانے کے لیے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا وقت رہ گیا تھا۔ گھنٹے کے بعد وہ کمر دین کو وہاں سے لے کر بہتے دل تھی اور سوچ رہی تھی کہ اگر کمر دین نے ساتھ جانے انکار کیا یا طیلے کے اندر پہنچ کر کوئی مہنگا کر لیا یا نہ کے ساتھ سفر کرنے پر کوئی اعتراض کیا تو وہاں لوگوں اس کے متعلق سمجھنا دشوار ہو جائے گا۔ وہ خواہ مخواہ ایک مسئلہ بن جائے گا۔
 میں مرجان کے پاس سے واپس آ گیا۔ میں نے یہ کہہ کر وہ فی الحال پریشان ہوئی ہے۔ جب ایسا وقت نہ آتا تو میں کمر دین کو سنبھالنے کے لیے وہاں پہنچتا ہوں۔ غلام نے مجھے مخاطب کرنے ہوئے کہا کہ آقا میں نے گشتی کا لڑی اتنی ہزار میں فروخت کر دی تھی۔ وہ اتنی ہزار روپے میرے پاس لے گئے ہوئے ہیں۔ آپ نہ چاہیں لے سکتے ہیں۔
 میں نے پورے نظروں سے شننا کی طرف دیکھا تو اسی ہزار روپے کی بات سن کر حیرانی سے آنکھیں چاٹ کر غلام کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا تو میں نے نظریں جھکا لیں وہ شروع سے ہی ایک لڑکی عورت تھی۔ پسوں کے لیے جہاں دیتی تھی اور اسی لیے وہ لوگوں میں ڈاکٹر کے ہتھوڑوں کی خاطر اپنے شہر پر تھیں۔
 زندگی اور موت کی بحث کشمکش میں چھوڑ کر اپنی تھی۔ وہ اس کے آگے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔
 اس کی دو کمزیاں ابھی طرح معلوم ہوئی تھیں کہ تو یہ کہ وہ سب سے زیادہ اپنے بدن کو بہت دیتی تھی اور اس کی آخری کوشش یہی ہوتی تھی کہ کوئی اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگائے۔ دور ہی دور سے لپکاتا ہے۔ یہی وہ ہے پچھلے دنوں کی دولت مندوں نے لاکھوں روپے کی پیشکش کی تھی۔ اسے بڑے بڑے آفر دیے تھے۔ ساری زندگی اس کی ضامنت دینے کے لیے تیار تھے کہ وہ دولت میں بھلیکتی رہے گی۔ اس کے باوجود اس نے اپنے جود کا سوا نہیں کیا تھا۔ اسے اپنے آپ سے پہلے چاہی۔ جبر دنیا کی دوسری چیز کے متعلق سوچتی تھی۔ دوسری چیز تھی۔ اس کے لیے وہ مکاری اور فہم سے کام لیتی تھی۔ مثلاً بیکو کے ہر سے چکر لگا کر چھریاں آکر اس کے وہ دھند شروع کیا تھا کہ لوگوں کو ہلا جیسا کہ

ہاں کرانے جوتی ہاں میں بھیج دیتی تھی جہاں لوگ اس کی دلدل میں چھنس جاتے تھیں اور شننا کو متھیل ہوتی تھی۔ اسی طرح وہ دولت حاصل کر رہی تھی۔ اب جو اس نے اتنی ہزار روپے کی بات سنی تو اس کی بات دیکھ کر سب کے دل اور خوشی بکھڑک اٹھی۔ وہ پہلی ہی ہزار روپے کی طرف زبردست سکڑنے ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے وہ ہر ایک کو ہر ایک کے لیے جیسے جیسے وہ بڑی لگاؤ سے کہہ رہی تھی۔ طارق تو بیکو کے ہاں آکر بائیں ہی بدل گئے۔ پہلے جہاں بائیں ہی بدل گئے تھے۔ دولت کما جانتے ہی نہیں تھے لیکن اب نے کتنے ہی جھٹکے دیکھ لیے ہیں۔ بہر حال تو ہر بھی لاکھ اس پر میرا حق ہوگا اور میرا حق ہے کیونکہ میں فدا رہی ہوں۔ وہ اتنی ہزار روپے میں اپنے پاس لکھ لگی۔ تنگ میں میرا کاؤنٹ ہے۔
 میں نے مسکرا کر کہا: میری جان میں ہی تمہارا میں زبردستی کیوں نہ تھا رہی ہو۔ میں کوئی میں بدل کر رہی نہیں ہے وہں کا۔
 وہ خوشی سے بھل گئی۔ اگر تباہی ہوتی تو شاید شہوت کا طوفان میرے سینے سے لگ جاتی۔ کھانے کے دوران اس نے غلام سے پوچھا: تم بھی کوئی دھند کرتے ہو۔ کچھ لاکھ کرے ہو یا پوسٹ طارق کے ساتھ رہا کرتے ہو؟
 غلام نے جواب دیا: میں آقا کے حکم کا محتاج ہوں۔ ہر حکم میں تو میں دولت کا ڈھیر لگا دوں۔ جس کی طرف اشارہ کریں اس کی گردن دلوں۔ جس بوری کی شانہ دی کریں اسے توڑ کر ساری دولت سمیٹ کر لے لوں۔ میں حکم کا بندہ ہوں اور یہ حکم آقا ہی دے سکتے ہیں۔ شننا نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: اسے کیا نہیں دیتے۔ عجیب آدمی ہو۔ کیا دولت اتنے بڑے لگا کر دیتے ہے۔ پھر اس نے غلام کو دیکھتے ہوئے کہا: اگر تم نے کارآمد ہو کر اب اتنا سے آقا کو دیا کریں گے۔ میں تمہیں چھوڑ کر دوں گی۔
 غلام نے مجھ سے کہا: آقا! فی الحال ایک یہ حال داسا ہے۔ اگر کم سے کم گزریں تو میں فوری طور پر پچاس ہزار لے لے سکتے ہیں۔
 شننا نے فوراً ہی چونک کر پوچھا: کیا کام۔ کیا ہاں ہزار مل جائیں گے بھئی بتاؤ۔ وہ کیا کام ہے

میں طارق محمود کی جوی ہوں۔ بھائی آقا کی شریک حیات ہوں۔ میں محمد دیتی ہوں کہ وہ کام ضرور کیا جائے گا۔
 میں خاموش بیٹھ گیا۔ اس شخص سے ملاقات ہوئی۔
 نے کہا: بیان بڑوں میں کل ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ وہ کوئی بینا لیس یا پچاس برس کا شخص ہے۔ ابھی خاصی صحت ہے اور اچھا خاصا دولت مند معلوم ہوتا ہے اس نے مجھ سے ذکر کیا ہے کہ اس کی بیٹی برسوں پہلے تم کو کبھی تھی وہ کسی تلاش کر رہا ہے اور اسے پتہ چلا ہے کہ وہ اسی شہر میں ہے۔
 شننا نے پوچھا: اس لڑکی کا کوئی پتہ ٹھکانہ تو اس نے بتایا ہوگا؟
 غلام نے کہا: اطلاع دینے والے نے اس شخص کو صرف یہ بتایا تھا کہ وہ بلوچ کالونی کے کسی جنگل میں رہتی ہے۔ بلوچ کالونی کا نام اس کمر میں کچھ سوچتے ہو۔ جو بڑا ہو گیا اور غلام کی باتیں دیکھ کر اس نے شننا سے کہا: بلوچ کالونی میں تو سیکڑوں ہزاروں کوٹھیاں ہیں۔ ان کا کوئی نمبر تو ہوگا۔ اس کو کبھی یا جنگل کے کمین کا کوئی نام تو ضرور ہوگا؟
 غلام نے کہا: وہ شخص انجیر سے ہے اور جیسے آنکھیں دیکھتے ہوئے دن کی روشنی میں بھی وہ اندھوں کی طرح اپنی بیٹی کو تلاش کر رہا ہے۔ اطلاع دینے والے نے اسے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ وہ کسی جنگل میں ہے اس جنگل کا نمبر نہیں بتا سکا اور نہ ہی اس جنگل کے دالوں کا کوئی نام اسے معلوم تھا۔
 میں نے پوچھا: اس شخص کو بیٹی کا تو نام معلوم ہوگا؟
 غلام نے اشارت میں سر ہلاتے ہوئے کہا: جی ہاں اس نے بیٹی کا نام بتایا تھا۔ اس کا نام مرجان ہے۔
 میں ایک دم سے چونک گیا۔ مرجان! اس نے یہ نام بتایا ہے؟ کہاں ہے وہ شخص؟ مجھے ابھی اس سے ملاؤ۔
 وہ شخص ابھی جوتی میں نظر نہیں آ رہا ہے۔ آج صبح تقریباً نو بجے ایک آدمی اپنے ویسی لباس میں بیان آیا تھا اور اس نے شاید اسے بلوچ کالونی کی کوئی کانبرا اور پتہ ٹھکانہ مکمل طور سے بتا دیا تھا۔ اس شخص کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی آئینہ تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جھلکتی ہے اور میں جانا چاہتا ہے۔ بعد میں اس شخص نے مجھے بتایا کہ وہ شہر چھوڑ کر آج دوپہر ٹرین

سے لاہور شہر حیار رہا ہے۔ اسی نے اگر اطلاع دی ہے کہ
مرحانہ کیاں رہتی ہے اور اسے میں کس طرح مل سکتا
ہوں۔ یہ شخص جو ابھی گیا ہے بہت لالچی ہے۔ یہ میری
بیٹی کو بھی طرح جانتا ہے اور یہ ابھی مجھ سے پانچ
ہزار روپے لے کر گیا ہے۔

اُس کی باتیں سن کر میں سمجھ گیا کہ وہ لالچی آدمی
کرم دین ہی ہو سکتا ہے۔ وہی دوپہر کی ٹرین سے فرار
ہو رہا تھا اور میں اسے پھر واپس مرحانہ کے پاس پہنچا
چکا تھا۔ غلام نے پوچھا: آفا کیا آپ اس لڑکی مرحانہ
کو یا اس شخص کو جانتے ہیں جو یہاں ہوٹل میں ملنے
آ رہا تھا؟

میں نے کہا: میں نہیں جانتا مگر میں اس سلسلے
میں کچھ سونا چاہتا ہوں۔

یہ کہہ کر میں پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ غلام کھانا
کر میں خیال متوازی میں مصروف ہو گیا ہوں اس لیے وہ شہنشاہ
کو باتوں میں لگائے رہا۔ یہ کسی وقت دامنی طور پر مرزا
کے پاس پہنچ گیا۔ غلام کی باتیں باطل درست ثابت ہوئیں وہ
شخص جو غلام کو ہوٹل میں ملا تھا اور پچھا خاصا دولت مند
تھا۔ اب وہ ذرا مینہ کی کونجی کے ڈھانچہ میں بیٹھا ہوا
تھا اور اس کے باپ سے باتیں کر رہا تھا۔ مرحانہ بھی وہیں
بٹھی ہوئی تھی۔ وہ شخص کہہ رہا تھا: مرحانہ کو کرم دین تیار ہیں
برس سے نکالیں کر رہے ہیں۔ ایک شخص اسے پیدا ہوتے
ہی کہیں آئی کر لے گیا تھا ماس کے سلسلے میں صرف کرم دین
بھی ابھی طرح جانتا تھا کیونکہ اس نے اس کی پیدائش کی
فقی اور کرم دین ہم لوگوں کو میک میل لکھا تھا وہ ہم سے کتنا
بڑا کہ اگر ہم اسے مارا نہ مقفل رقم نہیں دیں گے تو وہ جاری
ہوئی کر مار ڈالے گا اور ہمیں اس کے پاس پہنچنے نہیں دے
گا۔ ہم اس کی ایک پیٹنگ پر مجبور تھے اور اس کو منہ مانتی
رقم ادا کرتے رہتے تھے اب چند دن پہلے کرم دین نے بہت

پاس راولپنڈی میں آکر کہا کہ مرحانہ اب جوان ہوئی ہے وہ
بہت ہی فندی اور عقیدہ ہے۔ اب اس کے ہنہالے
نہیں سنبھلتی۔ لہذا وہ مرحانہ کو ہمیں ... واپس کرنا چاہتا
ہے اگر ہم مرحانہ سے ملنا چاہتے ہیں تو راجی پہنچ جائیں بوری
کالونی سے بنگلے میں وہ ہمیں مل سکتی ہے۔ میں نے اس
سے بنگلے کا پتہ پوچھا تو اسے یاد نہیں تھا لیکن آج وہ یہاں
سے بھاگ کر آیا تو اس نے کونجی کا نمبر یاد کر لیا تھا۔ اب
اسی کے بتانے پر میں یہاں آیا ہوں۔

وہ لوگ اُس کی باتیں سن رہے تھے۔ پھر راولپنڈی
والہ نے پوچھا: تو کیا آپ ہی مرحانہ کے والد ہیں؟
اُس شخص نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: نہیں
حالانکہ میں اپنے آپ کو مرحانہ کا باپ کہتا ہوں۔
کیونکہ وہ میرے کئی دوسروں کو تیار کر چکی ہیں۔
میں نے تو لوگ ہمدردی سے کام لیتے ہیں اور میری
کہنے ہیں۔ دہل میسرے۔ پاس کی صاحبزادی ہیں۔
باس نے راولپنڈی اور پیرک ہیں بہت سے نامعلوم
مقتصد کیلئے مقرر کیا ہے کہ وہ مرحانہ کو نکالیں کر لیں۔
مرحانہ نے پوچھا: راولپنڈی کی بات تو سمجھ میں
ہے کیونکہ وہاں میری خالہ رہتی ہیں اور میرا بے باپ
پایہ کے اس ڈیڑی کو یہ خیال ہوگا کہ شاید میں کسی
خالہ کے پاس آؤں تو وہ مجھے بالے لیکن پیرک میں لیں
کیا پیرک میں بھی کوئی میرا چاہتا ہے؟

اس شخص نے کہا: ہاں پیرس میں مختاری
رہتی ہے میرے پاس کا خیال ہے کہ شاید یہ بھی
سے ملے آؤ تو وہاں بھی میرے پاس کے جو مالیت
وہ خبر کو دل کے کرم آگئی ہو تب میرا پاس مقبض
کے لیے وہاں بھی پہنچ جائے گا۔
مرحانہ نے پوچھا: اس بات کا کیا ثبوت ہے؟

مختار نے اس کی بیٹی ہوں؟
اُس شخص نے جواب دیا: میرے پاس کے
نکاح نامہ موجود ہے جس کے تحت انھوں نے مختاری
سے شادی کی تھی۔ اس کے علاوہ شادی کی تصویریں
باس کے پاس موجود ہیں۔ جس نے خود ایک تصویر
جس میں میرا پاس دولہا اور مختاری والدہ دھن کے
میں ہیں ہم میرے پاس سے ملوگی تو مطمئن ہو جائیں
تسلیم کر لو گی کہ تم انھی کی صاحبزادی ہو۔

کیا میرے والد راولپنڈی میں ہیں؟
نہیں پہلے راولپنڈی میں تھے لیکن اب
سے پیرس گئے ہوئے ہیں میں کچھ ہی اہم اطلاع
کرم مل گئی ہو۔ وہ فوراً ہی تم سے ملنے آئے
آجائیں گے۔

مرحانہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: نہیں
نہ دنیا میں کسی وقت خالہ سے راولپنڈی جاری
وہاں اپنی خالہ سے ملاقات کرنے کے بعد
کی خبر کو یہاں صرف والدہ کو بلانے سے کام نہیں

پیرس جاکر اپنی والدہ سے بھی ملنا چاہتی ہوں۔
میں شخص نے کچھ پریشان ہو کر پوچھا: کیا تم واقعی
پانڈی جا رہی ہو لیکن وہاں جانا کی ضروری ہے؟
میں اپنی خالہ طارو بانو سے ملنا چاہتی ہوں۔
دیکھو مرحانہ۔ یہیں برس کے بعد نہیں سب سے
پانڈی کے خالہ سے ملنا چاہیے۔ بعد میں خالہ سے ملتی
ہوں تو خالہ سے یاد کے رشتہ داروں سے ملو گی تو
میں وہ کسی اٹنی سیدھی باتیں کہیں گے تجھیں یہاں
اور شاید تجھیں بخائے ماں باپ تک پہنچے گا موقع
میں دیں گے۔

مرحانہ نے کہا: میں اپنی خالہ سے ضرور ملوں گی۔
پہلے آپ پر اعتماد ہے کہ کوئی مجھے بکا یا بھگا نہیں
تاں تم کہتے ہو کہ چلے مجھے میرے ماں باپ ملنا چاہیے۔
اسے پاس انٹرنیشنل پاسپورٹ نہیں ہے۔ اسے
ہاں کہنے میں کچھ دیر لگیں گے۔ پھر یہ کہ اگر تم انھیں
خارج ہو گے تو کیا میرے والد کے ساتھ میری والدہ
جاہاں آئیں گی؟

اس شخص نے بچکانے میں کہا: تم خالہ سے والدہ کو ضرور
ہاں پہلی فلائٹ سے پہنچیں گے لیکن والدہ کی بات
مناکر نہیں سکتا۔
کیوں کہہ نہیں سکتے؟

وہ بات دہل سے یہ کہ مختاری والدہ کی ذہنی
ات کچھ درست نہیں ہے۔ وہ کچھ نیم پاگل سی ہیں۔ اسی
پانڈی پیرس میں رکھا گیا ہے۔ وہاں کی آب و ہوا
میں اس آئے گی تو ان کی ذہنی حالت درست ہو جائے
گا۔ اس لیے مختارے والد انھیں یہاں نہیں لائیں گے۔
مرحانہ پرس کر رہے تھے کہ وہ کونجی اور چڑی بے چینی
خالہ سے پھر تو میں اپنی والدہ کے پاس جا کر ضرور ملوں۔

والدہ والدہ سے بھی ملاقات ہو گی لیکن میں پہنچی ضرور
خالہ کو وہاں اسلام آباد میں رہ کر پاسپورٹ بنانے
کا سامنا ہو گی۔
اس شخص نے کہا: اگر تم بعد ہو تو تمہاری مرضی...
پانڈی جاؤ۔ میں بھی کوشش کرنا ہوں کہ اسی فلائٹ
میں سیٹ مل جائے۔ زمینی تو میں کل تک وہاں
کا اور دو دن کے اندر تجھیں انٹرنیشنل پاسپورٹ
کے دوں گا۔ اس تم اتنا سا کام کر دو کہ اپنی تصویریں
کھاؤ تو اگر تمے دو تاکہ پاسپورٹ بنوئے میں آسانی ہو۔

مرحانہ نے کہا: میرے پاس لاہور میں اتاری ہوئی
کئی تصویریں ہیں ان میں پاسپورٹ سائز کی تصویریں بھی
موجود ہیں۔ وہ سب میرے پاس آپھی میں رکھی ہوئی
ہیں۔ تم بیٹی میں آکر مجھ سے ملاقات کرو تو میں وہ
تصویریں تجھیں دے دوں گی۔ پھر میرے لیے پاسپورٹ ضرور
بنوا دیں۔

وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا: اچھا تو مجھے
اجازت دو۔ میں ابھی ایئر پورٹ جا کر اپنے لیے سیٹ
محل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ رخصت ہو گیا۔ میں بھی ان لوگوں کے
پاس سے واپس آکر دامنی طور پر شہنشاہ اور غلام کے سامنے
حاضر ہو گیا۔ وہ دونوں باتوں میں مصروف تھے۔ کئی ناختم ہو
چکا تھا اور پیرمیز پر سے پلیٹیں اٹھا رہا تھا۔ میں نے
کافی کارڈ ڈرو دیا۔ پھر غلام سے کہا: مجھے یاد آ گیا۔ میں
مرحانہ کو جانتا ہوں لیکن اب اس کے ذریعے میں پچاس
ہزار روپے نہیں مل سکیں گے۔

شہنشاہ نے پوچھا: کیوں نہیں مل سکیں گے؟
”اس لیے کہ ہوٹل میں جس شخص کو مرحانہ کی تلاش تھی
اسے اس کو بھی کا پتہ اور غیر معلوم ہو چکا ہے۔ وہ اب تک
جا کر مرحانہ سے ملاقات کر چکا ہوگا۔ جب مرحانہ مل ہی گئی
ہو گی تو اس کے ذریعے روپے کیسے حاصل ہو سکتے ہیں وہ
شخص پاگل تو نہیں ہے کہ غواہ غواہ میں پچاس ہزار روپے
لے گا۔ جبکہ ہم نے اس کے لیے کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔
شہنشاہ نے پوچھا: تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ مرحانہ اسے
مل گئی ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو کونجی میں پہنچ کر بھی
مرحانہ کو نکالیں کر لے میں ناکام رہا ہوں۔

میں جانتا ہوں کہ مرحانہ ابھی بنیادیں منٹ کے



بعد ایئر پورٹ جانے لگی اور وہاں سے پنڈی کے لیے روانہ ہو جائے گی۔ میں ابھی مقبض وہاں لے چلوں گا۔ کافی فانی لوہ مر جانے سے ملاقات بھی کر لینا اور وہاں یہ تہہ بھی چل جانے کا کہ مر جانے سے اس شخص کی ملاقات ہوئی ہے یا نہیں یہ کافی پہنے کے دوران میں نے غلام سے کما تہ میرا پاسپورٹ بھی اپنے پاس رکھو اور پیرس جانے کے لیے تیار رہو۔ تاہم ہم کبس دن بھی یہاں سے پیرس کیلئے روانہ ہو جائیں گے۔

وہ مجھے گری لڑوں سے دیکھتے ہوئے بولی کہ:

مجھے بڑبڑ ہی پر اسرار لگتے ہیں۔
موسیٰ باتیں اور بہت سی حرکتیں بدل گئی ہیں۔
انہیں پر اعتماد نہیں تھے کہ دولت کے منتقل
کرنے پر حکمران نہ ہوتے تھے کہ میرے لیے کسی
سے زیادہ دولت حاصل کر سکتے ہو۔ آج یہ وقت
دولت کو ذرا بھی اجمیت نہیں دیتے اور دلوں کی
ہر ملک کی کرنسی بھاری حبیب ہیں آج بھی ہے
"ہاں اگر جارا ساتھ رہا تو قمر میری باتوں کو
نے دیکھتی رہا تو گئی۔"

میں نے کہا کہ وہ فائدہ ہموں میں اور اندر رہی ہوئی چیز یا
 فائدہ ہموں میں۔ میں نے کہا کہ وہ فائدہ ہموں میں
 فائدہ ہموں میں۔ میں نے کہا کہ وہ فائدہ ہموں میں

میری سچے میں نہیں آتا کہ کرم دین کی بات پر یقین کروں یا اس شخص کی؟

کرم دین نے سر کو تھا کر کہا۔ بی بی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں دودھ پیتا ہوں پھر ٹھکانے پاس کیسے چلا آتا ہوں۔ کیا تم نے کوئی ماہر منتر لکھا ہوا ہے؟

”میرے ساتھ ہنڈی چلو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ میں کتنے ماہر منتر جانتی ہوں۔ چلو نا تم ہو رہا ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے کرم دین کا ہاتھ پکڑا۔ پھر کرم دین رخصت ہو کر وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں شہناز کو لے کر پارکنگ ایریا میں آئیہ پھر کار میں بیٹھ کر کرم کو کھجی کی طرف جانے لگے۔ راستے میں شہناز نے کہا۔

”ملازمہ چارون سے نہیں آ رہی ہے۔ کھانے کی بڑی تکلیف ہے۔ کل صبح وہ آئے گی۔ آج رات کو کیا ہوگا؟“

”نکھڑو۔ غلام! ہمارے لیے رات کو کھانا لے آئے گا۔“

یہ کہہ کر میں نے غلام سے رابطہ قائم کیا اور اس سے کہہ دیا کہ وہ رات کے نو بجے تک ہمارے لیے رات کو کھانا لے آئے۔ میں اسے گاؤں کیوں گا تو وہ شہناز کی کھجی تک پہنچ جانے لگا۔

کھجی میں سانی اکیلی تھی۔ میں اسے چھوڑ کر گیا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو وہ مجھے دیکھتے ہی دودھ کر میسے پاس آگئی۔ شہناز نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ کئی تیس بہت زیادہ مالوس ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے خون کا رشتہ ہو گیا ہے بغیر موتی نہیں ہے۔

”ہاں میرے بغیر اس وقت لے لے گی جب میں تمہارا پاس دیکھوں گا۔ یہ بڑی سمجھ دار ہے۔ ہمیں تمنائی میں ملنے کا موقع دیا کرے گی۔“

وہ سر جھکا کر کھجی کے اندر چلی گئی۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی خواب گاہ میں آیا تو وہ بریف کیس کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا وہ بریف کیس نمبر سے کھلتا تھا اور ہم غلام سے اس کا نمبر پوچھنا بھول گئے تھے۔ میں نے فوراً ہی دماغی رابطہ قائم کرتے ہوئے غلام سے اس لاک کا نمبر معلوم کیا تو اس نے نمبروں کی ترتیب بتا دی۔ پھر میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر شہناز سے کہا۔

”میں جو نمبر بتا رہا ہوں اس کے مطابق کھولو تو کھل جائیگا۔“

یہ کہہ کر میں نے اس کو نمبر بتایا۔ اس کے مطابق اس نے بریف کیس کھول دیا۔ بریف کیس کھلتے ہی شہناز کی آنکھیں کھلی کی کھل رہ گئیں۔ اس میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

اس نے پلٹ کر پوچھا یہ سب میرے لیے ہے نا؟

میں نے قریب پہنچ کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ اس نے دولت متحدہ کی کرودی ہے اور میری کرودی تم ہو۔ دونوں کرودیوں ساتھ ساتھ چلتی ہیں گی۔ دونوں کا بھلا ہوگا۔

اس نے سر کو سر ہزار روپے کے گنگے دکھایا۔ پھر اس کے آٹھ بٹے تک بٹن کھینچے۔ میں نے مرزا کے دماغ پر جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ دھنسنے لگا۔ پھر پندی سے ایک پلٹ تک پہنچ جانے لگا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں خواب گاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گیا اور سگریٹ سلکا کر اس کے کش لگنے لگا۔ دماغی رابطے ذریعے میں نے غلام کو شہناز کی کھجی کا مکمل پتہ بتا دیا۔ اس سے کہا کہ وہ اپنا سامان لے کر وہیں آ جائے۔ اسے ہدایت دینے کے بعد میں نے گھڑی دیکھی۔ ابھی مرزا سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کافی وقت بڑھتا ہوا تھا۔ یہاں شہناز کی طرف گیا۔

شہناز میری قربت سے متاثر ہو کر تھی

مجھ سے دور رہو۔

وہ میرے متعلق کیا سوچتی ہے۔ یہ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ نہ تو چپ چاپ لیٹی ہوئی چھت کو گھور رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ طاق کو ساتھ کب تک نہ لے گا۔ میں نے تو مجھے میرے ہی جال میں پھنسا لیا ہے۔ اس کے خوشبوؤں میں نہا کر آتا ہے کہ میں اس کے کسی جسمے انکار نہیں کر سکتی۔ بے غور ہو کر اس کے آگے جب جاؤں ہوں۔ اس کی ہر بات مان لیتی ہوں۔ مجھ پر عجیب سی مہربانی طاری ہو جاتی ہے۔ میں کیا کروں کب تک اس کا ساتھ لے لے گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی طرح اسے چھپا چھوٹ جائے لیکن اس کی دولت مجھے ملتی ہے۔ مجھے سے قدر ہے اور میں اسے جی جی کا رشتہ بھی قائم رہا۔ لیکن اس رشتے کو نبھانے کے لیے وہ میرے قریب نہیں کیا کروں۔ میں کسی بھی مرد کو اپنے قریب برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا کہ اتنی بڑی دنیا ہاں ایسا کیس نہیں ہوتا کہ جو میری اپنے شوہر سے ایک ہے اور اس کی کافی بھی لکھی ہے۔ میری کوشش ہر کی آمدنی

اس کا گھر اس کی محبت اور اس کا سب کچھ اسی لیے ملتا ہے کہ وہ شہر کے اچلکھن دیتی ہے۔ اس کو دنیا میں جتنے بھی رشتے ہیں ان میں اس ہاتھ سے اس ہاتھ لے رہا ہے۔ ایسا نہ ہو تو رشتے قائم نہیں رہتے۔

اس کی سوچ نے کہا۔ لیکن میں ایسا کر کے کھائوں تو ان قومیں مجبور ہو گئیں۔ کل پھر اس وقت جب یہاں معاہدے کی قراردادیں کے ذریعے میں سے حضور اسے ہال لے آؤں گی پھر جب میں اس آہن کی ماسٹ کریں گی اور خوشبوؤں میں نہا ہواؤں گی تب وہ مجھ پر حاکم بن کر رہ سکے گا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا کہ مجھے یہ نہیں بھونا ہائیہ کہ طاق کے پاس بھی آہن کا ایک ڈبہ پہنچ گیا ہے۔ اور وہیں خوشبوؤں میں نہاؤں گی اور وہ خوشبوؤں میں ڈوب کر رہے گا۔ دونوں کی خوشبوؤں میں جکڑیں گی۔ دونوں ایک دوسرے متاثر ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی روانگی سے مجھے ہی زیادہ متاثر کرے تو کیا ہوگا۔

میں نے سوچنا چاہیہ کہ جب تک آہن کا وہ ڈبہ طاق کے پاس موجود ہے اس وقت تک وہ مجھے متاثر نہ کرے گا۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ آخر اس کے ذہن میں میرانی کہ جب میں سوچاؤں گا تو وہ آہن سے آٹھ کر بس آہن کے ڈبے کو تھام کر اس کی اور اسے اپنے کے بعد ایسی جگہ چھپاؤں گی جہاں میں اسے چھوڑ دوں۔ اس طرح میں باطل بے اختیار کا سپاہی بن جاؤں گا۔ اسے زیر نہیں کرے گا بلکہ وہ خوشبوؤں میں نہا کر مجھے اپنا حکم بنائے گی۔

یہ تدبیر سوچ کر وہ خوش ہو گئی۔ اسے الطینان ہو گیا کہ اس آج رات میں سے حکم کے مطابق آئے اس کی کھجی کے کنارے کام کرنا ہوگا اور میری ہر بات ماننی ہوگی۔ اس کے بعد وہ میری صبح وہ حاکم بن جائے گی میں اس کی کوشش نہیں کر سکتا کر رہا ہوں۔ اس وقت تک وہ آٹھ کر دیکھ چکا تھا۔ جب تک وہ زیادہ ہی وقت گزر گیا تھا۔ میں نے دماغ میں پہنچا تو وہ پندی کے ایک پلٹ سے آگیا۔

پارکنگ ایریا کی طرف جا رہی تھی اس کے ساتھ کرم دین بھی تھا۔ پھر وہ دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھے۔ کرم دین کو کہہ دیا کہ وہ اپنے ساتھ مرزا کی غلامیہ لے کر آ رہی تھی۔

میں ڈرائنگ روم سے اٹھ کر شہناز کی خواب گاہ میں گیا۔ وہ اس طرح بستر پر نہ جا رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا میں دوسرے کمرے میں جا کر رہ کر رہوں۔ غلام حضور ہی وہ ہیں یہاں پہنچنے والا ہے۔ وہ آئے تو تم سے دور فائدہ کھول کر اندر بلا لیا۔ وہ اپنے سامان کے ساتھ آ رہا ہے اور جانے لیے کھانا بھی لا رہا ہے۔ میں حضور ہی میرے بعد اپنے کمرے سے باہر نکلوں گا۔

یہ کہہ کر میں اس کا جواب سننے بغیر پلٹ گیا۔ دوسرے کمرے میں آکر میں نے دروازے کو بند کر دیا تاکہ میری خیال خرابی کے درمیان کوئی مداخلت نہ کرے پھر میں نے ایک کرسی پر آکر اسے پیچھ کر مرزا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ٹیکسی میں آئی کا سفید عادی تھا۔ مجھے حضور ہی دیکھنا نظر کرنا پڑا۔ پھر ڈھکی دھکی کے بعد وہ ٹیکسی ایک کھجی کے سامنے رک ٹکی۔ کھجی کا مین گیٹ بند تھا۔ مرزا نے کرم دین سے کہا کہ وہ ٹیکسی سے اتر کر امانے کا مین گیٹ کھولے۔

کرم دین نے حکم کے مطابق ٹیکسی سے اتر کر مین گیٹ کھولا چاہا تو امانت کسی ہو کر دیکھ کر آواز آئی کہ کون ہے کیا چاہتے ہو؟

کرم دین نے کہا کہ میرا نام کرم دین ہے۔ یکم جا رہا ہوں۔ اسے حاکم ہو کر کرم دین ان کی بھانجی مرزا سے کوسا خفے کر آیا ہے۔

یہ سننے ہی ایک شخص مین گیٹ کے پاس آیا وہ ہو کر ادا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کھجی کا کوئی آدمی ہوگا۔ اس نے دروازے کو کھول دیا۔ ٹیکسی اندر پہنچ میں باہر کر گئی۔ مرزا نے ٹیکسی سے اتر کر اس کا کارہ ادا کیا۔ پھر اسے رخصت کرنے کے بعد کرم دین کے ساتھ مرزا کے کمرے کی سرچیاں پڑھنے ہوا۔ دروازے کے پاس پہنچی جس شخص نے مین گیٹ کھولا تھا۔ اسی نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا پھر اپنی دھماکی میں انھیں ایک طرف لے جانے لگا۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر کرم دین کو وہاں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ پھر اس شخص نے ملازم سے کہا کہ مرزا کو بیگم صاحبہ کے پاس پہنچا دو۔

مرزا اس ملازم کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل کر جانے لگی۔ اسے عجیب سا لگ رہا تھا کہ عین سے اب تک اس نے خال کی صورت نہیں دیکھی تھی اور خال نے عین اسے

نہیں ہو سکتا تھا لیکن ملنے کی شدید ضرورت تھی۔ ایسی شدید پہنچی
 بھی تھی کہ مرزا نے کاملاً اس کی فکر کو خالی کر کے نفسِ نصیص آنا
 چاہیے تھا لیکن وہ ابھی تک نظر نہیں آتی تھیں۔ مرزا نے اس
 ملازم کے ساتھ چلے جی ہوئی ایک خواب گاہ میں پہنچی۔ وہاں
 ایک آدمی بیستر پر ایک اوجیز ہو کر خانوانہ لیبی ہوئی تھیں
 مرزا نے کو دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ پھر اسے سوالیہ نظروں سے
 دیکھنے لگیں۔ مرزا نے خواب گاہ کے اندر قدم رکھتے ہوئے
 پوچھا: کیا آپ بیگمِ بدہ بانو ہیں؟
 خانوانہ نے بیستر سے اٹھ کر کمرے سے ہوتے ہوئے کہا: میں میرا
 نام طہرہ بانو ہے۔ بیگم کون ہو؟

پاس سے لے کر گیا تھا اور جس کا نام مرغانہ تھا۔ یہ بالکل پھری اور نیم پاگل سی لڑکی ہے۔ میں مجبور ہو کر اپنی جان بچانے کی خاطر اس سے ڈر کر یہاں تک اسے لے کر آیا ہوں۔ مرغانہ کو ہم دین کی باتیں سن کر تیری سے متعجب نہ ہوا تھا اور وہ کہتا تھا کہ یہ سچی ہے۔ میں جس حیران ہو گیا کہ کرم اللہ تعالیٰ منزل پر پہنچ کر کوئی چال چل رہا ہے۔ مجھے اس سے توقع نہیں تھی اس کی باتیں سننے ہی میں اس کے مبالغہ آمیز چہنچہ گ اور اس کی سوچ میں کئے لگتے تھے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اگر میں یہاں سے باہر نکلوں گا تو مرغانہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ جو حق ہے مجھے وہی کسنا چاہئے۔

بھلا یا تھا لیکن رولڈو اور کلاتے ہی مرزا کی ایک ٹھکانہ
 اس کے ہاتھ پوچھی تو رولڈو اور کچھل کر دوسری طرف چلا
 گیا، دوسرا شخص رولڈو کی طرف بھاگ رہا تھا کہ اسے اچھے
 لیکن مرزا نے چھلانگ لگا کر رولڈو تک پہنچ گئی۔ پھر اس
 نے اس دوسرے شخص کے منہ پر ایک کڑے کا ہتھریسید
 کر دیا۔ چکر کر دیا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ اچھا مذاق دینی
 ہوگا جیسے کسی نے سوچے کی سلاح سے ماری ہو۔ دوسرے
 لمے مرزا نے اس رولڈو کو زخموں پر سے اٹھایا پھر لڑکاتے
 ہوئے بولی "خبردار کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے ورنہ
 میں گولی مار دوں گی۔" اسے سب سے زیادہ حقیقت کیا ہے؟

خالد اور خاتو — کورسیوں سے باندھ کر اوڑان کے
منہ میں رومال بٹھوس کر اسٹور روم میں بند کر دیا گیا ہے
یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد محرم دین آگے بڑھ
کمر جاتے کے پاس آیا۔ پچھرائس کے کان میں بولنے لگا۔
”تمخاری خالد اسی کو بھیجی کے اسٹور روم میں اپنے شوہر کے
ساتھ قید ہیں۔ اگرچہ یہ ظاہر نہ کر سکتے ہیں۔ یہ معلوم ہو چکا
ہے اگر تم ظاہر کرو گے تو دو عرصہ اسٹور روم میں جا کر اٹھیں
نقصان پہنچا سکتے۔“ چلنے والوں سے منٹ لوتے
مرجانی نے یہ سنتے ہی کمر دین کو ایک طرف ہٹایا۔
سامنے جو خندہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ پر اجابک ہی ایک

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

روشنی کے مینار

قیمت ۱۰ روپے ڈاک خراج ۱۰ روپے

عظمت کے مینار

قیمت ۱۰ روپے ڈاک خراج ۱۰ روپے

ایمان کا سفر

قیمت ۱۰ روپے ڈاک خراج ۱۰ روپے

کچرا گھر

قیمت ۱۰ روپے ڈاک خراج ۱۰ روپے

آدھا چہرہ

قیمت ۱۰ روپے ڈاک خراج ۱۰ روپے

کالی کمانیاں

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خراج ۲۰ روپے

ہٹو ہٹو کی پوئیاں

قیمت ۲۵ روپے ڈاک خراج ۲۵ روپے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بک ۱۲۳ سندھ سٹریٹ میو سٹریٹ فی فی پبلی کیشنز

اسلام کے نامی نملوں
اولیائے کرام کے پبلیک
اور اشاعت
خبرنامہ گلابی کے قلم سے

حنیہ و تقسیم بلگرامی
کے مضامین
سکا و مسرا مجموعہ

محمد الدین نواب کی
۱۰۰ معاشقہ کی ناول کا مجموعہ
وہ دن پارے
جن کی آپ کو تلاش ہے

محمد الدین نواب کی
کمانوں کا دور مجموعہ
جسے آپ انھوں سے نہیں
دل سے چھین سکتے

محمد الدین نواب کا پہلا طویل
معاشقہ ناول ان لوگوں کے
ایک نایاب مجموعہ کی کہانی ہے
میل پائاس چور چور لکھتے ہیں

جرام مہود شیمان ازم اوراق
ظفر و مزاج اسرار و خوف
سپیس اور تجسس پر
بنی ۲۰ کمانیاں

مشہور ایک ایڈیٹری فیکٹری
چیزیں لکھنے والے مصنفین پر
چسپاں ہے

ڈاک خراج فی جلد ۱۰ روپے

نیا کپڑا پہنے ہوئے بہت اچھا لگا رہا تھا۔ اب ہمیں اطمینان ہے کہ
ہم بھی آسانی سے مقصد میں اپنی سازشوں کا شکار نہیں بن
سکیں گے اور ہمیں غلط قسم کی اطلاعات ملنے کے بغیر
نہادی ماں کا ہاتھ پیچنے سے نہیں روک سکیں گے۔

یہ کہہ کر اس کے خالو دوسرے کمرے میں فون کرنے
لے لیے چلے گئے۔ مرزا نے ان میں سے ایک بد معاش
کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا کہ تم تھوڑے ہی تم لوگوں کو
بھٹکے ہو تو کیا میں بیان اچھی پہنچنے والی ہوں؟

جواب میں ذرا دیر تک خاموشی رہی تو مرزا نے
نے ڈانٹ کر کہا کہ اگر میری باتوں کا صحیح جواب نہ ملتا تو میں
تم لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے مارنے مارنے موت کے منہ
میں پھینچا دوں گی۔

ایک بد معاش نے سہم کر کہا کہ میں بتاتا ہوں ہم لوگوں
کو اب سے دو گھنٹہ پہلے یہ اطلاع کراچی سے ملی تھی۔ ہم
ایک ساتھی نے وہاں سے فون کیا تھا کہ تم شام کی فلائٹ
سے یہاں پہنچنے والی ہو۔ محنت سے ساتھ کمرہ دوں بھی ہو گا لگتا
تھیں بخاری خالو کیا کچھ پیچھے نہ دیا جائے اور چونکہ تم نے
کبھی اپنی خالو کو نہیں دیکھا ہے اس لیے ہمیں غلط راہ پر
ڈال دیا جائے اور ایک نقلی خالو کو پیش کیا جائے۔ وہ
نقلی خالو ہمیں سب اطلاعات بخاری خالو کے متعلق دیں
وہ ہماری مرضی کے عین مطابق ہوگا لیکن ہمارے لڑکھلے
مرزا نے کہا کہ میں یہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو دوپہر
کو گھر سے زبردستی کوٹھی میں ملے آیا تھا۔ اسی نے کراچی
سے تم لوگوں کو فون کیا ہو گا۔ اگر اب وہ میرے سامنے آئے
گا تو میں اس کی بھی ایسی کی سی کر کے رکھ دوں گی۔

انتی ویر میں اس کے اکل فون کر کے واپس آ گئے۔
انھوں نے کہا کہ میں نے اطلاع ملے دی ہے۔ پولیس والے
تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔

مرزا نے ان بد معاشوں سے کہا کہ چلو آگے بڑھو اور
اس اسٹور روم میں گھس جاؤ۔ پولیس والوں کے آنے تک
تم لوگوں کو یہاں بند رکھا جائے گا۔ میں یہاں کھڑے رہ کر
بخاری خالو کی فون کروں گی۔ یہودی ہی کوڑے۔

اس کا حکم سنتے ہی وہ لوگ فرش پر گھس گھسٹ
کر اسٹور روم میں داخل ہو گئے۔ پھر مرزا نے اس کے
لاٹھ کو ہاتھ سے بند کر دیا۔ ان کی طرف سے ٹھٹھٹھ ہونے
کے بعد اس نے اپنی خالو کی گردن میں ہاتھیں ڈال کر کہا کہ
موتی اب مجھے جلدی سے بتائیے کہ میری اچی کمان کیا ہیں۔

ہے اور یہ میرے شوہر ہیں۔
میں کم و بیش کے دماغ میں موجود تھا اس لیے اس
نے کہا کہ بیگم صاحبہ میں کوہ وین ہوں۔ آپ تو مجھے بھی
پہچانتی ہیں آج اپنی بھانجی کو بھی دیکھ لیجئے اور بھانجی
یہ وہی مرزا ہے جسے بچپن میں آپ نے میرے خالو
کیا تھا۔

ظاہرہ بانو مرزا کو دیکھتے ہوئے اس سے لپٹ گئی اور
اس کے جیسے کو جھکا کر بوسے دینے لگیں۔ اس کے خالو
نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ لگاتے ہوئے
کہا کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ان بد معاشوں نے
میں فیکر کرنے کے بعد آزاد کیسے کر دیا اور ہمیں ہم سے کیسے
ملنے کا موقع ملا؟

مرزا نے کہا کہ اکل یہ جی انھیں سے بھی کمان نکلتی ہے
میں نے ان سب کی پٹائی کی ہے۔ ذرا ان کی حالت دیکھی۔
پہلے طرح چوہوں کی طرح دم توڑتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔
ان میں سے یہ دو بد معاش اچھی تک پاؤں پر کھڑے نہیں
کے قابل ہیں ذرا غصے، میں انھیں بھی فرش پر لٹا دوں۔
یہ کہتے ہی مرزا نے ان دونوں پر سیکے بعد بڑے
تاثر توڑ ملے کیے۔ انھوں نے بچنے کی انتہائی کوششیں کیں۔
لیکن وہ تو بلی تھی۔ اس سے بچنا بہت مشکل تھا۔ ذرا سی
دیر میں اس کی خالو اور خالو نے دیکھا کہ وہ دونوں بد معاش
بھی فرش پر ڈھیر ہو گئے تھے۔ اس کے بعد مرزا نے پاٹ
کر کہا کہ اکل ان لوگوں نے کوٹھی میں گھس کر آپ لوگوں کو
پریشان کیا تھا۔ اب آپ اطمینان سے فون اٹھا کر فونی
کارروائی کر سکتے ہیں۔

اس کے خالو نے چرائی سے مرزا کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"بھئی میں ریٹائرڈ فوجی افسر ہوں۔ میں نے بڑی بڑی
جنگیں لڑی ہیں اور بڑے بڑے ہولناک مناظر دیکھے ہیں
لیکن بھی یہ تماشا نہیں دیکھا کہ ایک تنہا لڑکی نے چھ
بد معاشوں کو فرش پر سلا دیا ہو۔ تم تو کمان کی بیٹی ہو کیا
لڑنے کا فن خاص طور پر سیکھا ہے؟"

مرزا نے مسکراتے غائب میں سر ہلایا اور کہا کہ ہاں
اکل میری زندگی کی ابتدا اچھی ایسی تھی کہ مجھے اپنی حفاظت
کے لیے خود ہی یہ دانا تو بیچ سیکھنے پڑے وہ تو کس لمحے ہی
زندہ نہ چھوڑتے۔
اکل نے آگے بڑھ کر اس کی پیٹھ تھپکے ہوئے کہا۔

تو میں اس کی کوشش کا کام بنا دوں گا لیکن مرزا نے
کبھی بھی دشمن کو اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ فامی اس
نے واسکو کی جیسے استاد سے لڑنے کا فن ایسا سیکھا تھا کہ
ہر لمحے محتاط رہتی تھی اور لڑنے کے دوران صرف ایک
دشمن کا نہیں بلکہ چاروں طرف پیچھے دشمنوں کا باقاعدہ
خیال رکھتی تھی اور ہر ایک سے نمٹنا جانتی تھی۔

اس نے چھ بد معاشوں کو ٹھنڈا کرنے کے بعد لگے
بڑھ کر اس خالو کے بالوں کو کوٹھی میں جھکولیا۔ پھر ایک
جھٹکا دیتے ہوئے بولی کہ اگر میں مقصد میں ایک ہاتھ پر رید
کردوں تو تم بخارا دم نکل جائے گا۔ اپنی زندگی چاہتی ہو تو
بتا دو کہ میری خالو کہاں ہیں؟

مرزا کو میں بتا چکا تھا لیکن وہ دیکھنا ہی نہیں
کہ اب بھی اس سے جھوٹ بولا رہا تھا۔ یہ بات سننے پر
وہ مجھوڑ ہوں گے۔ اس عورت نے گھبرا کر بھلائے ہوئے
کہا کہ مجھے معاف کر دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں بتاتی ہوں۔
تمخاری خالو اور خالو کو اسٹور روم میں بند کیا گیا ہے۔
مرزا نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر ان بد معاشوں کو حکم
دیا کہ وہ اس کے ساتھ اسٹور روم کی طرف پیلیں وہ ان
لوگوں کو ڈراٹنگ روم میں تنہا چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔
اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ذرا باند
ہوا اور اپنی مالا اور اپنی چوٹوں کو برداشت کرنے کے بعد
اس قاتل ہوا کر وہ بارہ جھڑکے کو اس کی شفقت میں اس
پر جھڑکتا تھا۔ اس لیے وہ سب کو اپنے ساتھ پیچھے واکم
لے رہی تھی۔ ان میں صرف دو ہی بد معاش ایسے تھے جو
اپنے پیروں پر چل کر اس کے ساتھ جا سکتے تھے۔ باقی فرش
پر گھسے ہوئے اور ٹھٹھٹھ کے مل چلتے ہوئے مرزا نے
ساتھ اس اسٹور روم کا پہنچ گئے۔

پھر مرزا نے ایک بد معاش کو حکم دیا کہ اسٹور روم
کو کھول کر اس کے خالو اور خالو کو آزاد کیا جائے۔
اس بد معاش نے حکم کی تعمیل کی۔ چند منٹ کے
بعد ہی اس کے خالو اور خالو آزاد ہو کر اسٹور روم سے باہر
آ گئے تھے اور چرائی سے ان بد معاشوں کو دیکھ کر کہہ
ان کی سزا لے کر مرزا کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں
کہ یہ سب کیا سلسلہ ہے۔

مرزا نے آگے بڑھ کر اپنی خالو کے شانے پر ہاتھ
رکھ کر کہا کہ آپ بیگم ظاہرہ بانو ہیں؟
خالو نے سر ہلایا کہ ہاں ہنسی میرا نام ظاہرہ بانو

اور کس حال میں ہیں؟“
اس کی غالے کما بیٹی آؤ۔ آدم سے بیٹھو ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ میں اطمینان سے تمہیں ساری دستان منادوں گی۔“

مرحانہ نے کما میری زندگی میں شاید بھی آرام نہیں لکھا ہے۔ اب تو میں گناہ سے جیسے قدم قدم پر دشمنوں سے سامنا ہو گا۔ مجھے پہلی فرصت میں اپنی اتنی کے متعلق ساری تفصیلات معلوم کر لینی چاہیے ورنہ دشمن بھرے جیسے راستے سے جھٹکا دینے کی کوشش شروع کر دیں گے۔“

بیٹی، تمہاری اتنی ان دنوں پیرس میں ہیں ان کی دماغی حالت کبھی کبھی درست نہیں رہتی کبھی وہ ناول جوتی ہیں اور ہم لوگوں کو اچھی طرح پہچانتی ہیں۔ کبھی ہمیں پہچاننے سے انکار کر دیتی ہیں اور ہکی بکی باتیں کر کے گنتی ہیں۔“

مرحانہ نے پوچھا کیا میری اتنی مجھے پہچان سکیں گی؟“
اس کی غالے نے جواب دیا۔ ”ماں۔ میں تمہیں ایک نیکس اور ایک انگوٹھی دوں گی۔ وہ تم پہن لینا یہ دونوں چیزیں تمہارے خاندان میں ایک عرصے سے چل رہی ہیں۔ تمہارے خاندان میں جو برہمن آتی ہیں۔ وہ یہ انگوٹھی اور نیکس پہنتی ہیں۔ جب میں تمہاری پیدائش کے بعد تمہیں ہندوستان سے لے کر یہاں آئی تو تمہاری اتنی نے یہ دونوں چیزیں مجھے دی تھیں اور کہا تھا کہ کبھی مجھے اپنی بیٹی کو پہچانا ہر اتنی یہ دونوں چیزیں اس کی شناخت کے لیے کام آئیں گی۔“

یہ کہہ کر اس کی غالے نے اس کا ہاتھ نکھ لیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں گئیں۔ وہاں ایک آئینہ الماری کو کھول کر انھوں نے ایک دراز سے سونے کا ایک نیکس اور ایک انگوٹھی نکالی اور مرحانہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کما بی۔ وہ نیکس اور انگوٹھی ہے۔“

مرحانہ نے دونوں چیزیں کر کے کرچہ ما اور اسے سینے سے لگا لیا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ بہت ہی گری سنجیدگی سے اپنی ماں کے متعلق سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے کما بی میری ماں کی امانت ہے۔ اللہ نے چاہا تو میں جلد اپنی ماں کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ آنٹی میرے لیے انکل سے کہہ کر جلد از جلد ایک انٹرنیشنل پاسپورٹ بنا دیجیے میں جلدی جو کچے ہاں سے پیرس کے لیے روانہ ہونا چاہتی ہوں۔“

”نکودہ کو بیٹی، تمہارے خالو رٹارڈ افسر ہیں اور اس کے بٹے آئروڈ سوس ہیں۔ وہ انشاء اللہ دولہا کے اندر تمہیں پاسپورٹ جڑا کر دے دیں گے تم کل ہی سے سفر کی تیاری شروع کر دو۔“

”آنٹی بس کے البو کے لیے میں کچھ بتائیے؟“
”میں کیا بتاؤں بیٹی، وہ تو تمہارے پیلا بوسے سے پہلے ہی اللہ کو ہائے ہو چکے تھے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو تمہاری اتنی کی پریشانیوں نہ اٹھانی پڑتیں۔ ان کی موت کے بعد ہی دشمنوں نے تمہاری اتنی کو جارجس طرف سے تنگ کرنا شروع کر دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ جلد پید ہوگی ورنہ اسے لے کر چلے جائیں گے اور ان جارجس دشمنوں میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ تم ان کی بیٹی ہو۔“

یہ کہہ کر اس نے آنٹی کو کہا کہ میں ان کی بیٹی کھلاؤں وہ آؤ کس بنیاد پر مجھے بیٹی کہتے ہیں اور باپ بننے کا دعویٰ کرتے ہیں؟“

”بیٹی، میں اپنی زبان سے اتنی تفصیل نہیں بتا سکتی۔ ہاں تمہاری ماں کے ہاتھوں کی کبھی جوتی ڈائری بھی ہوتی ہے۔ یہ میں نے تمہارے لیے ہی ایک عرصے سے سنبھال کر رکھی ہے کہ کبھی تم یہ سوال کو تو تمہیں وہ ڈائری پڑھ کر جواب مل جائے۔“

یہ کہہ کر انھوں نے الماری کے سینے سے بہت ہی پرانی سی ایک ڈائری نکالی اور اسے مرحانہ کے حوالے کر دیا۔ پھر پولیس سے معلوم ہوتا ہے کہ پولیس والے آگئے ہیں۔ تم اطمینان سے بیٹھ کر یہاں ڈائری پڑھو۔ میں ابھی وہاں سے آتی ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ مرحانہ کو کمرے میں تنہا چھوڑ کر چلی گئیں۔ مرحانہ کے دل میں بے چینی تھی۔ اپنی اتنی اور البو کے متعلق وہ تفصیلات جاننا چاہتی تھی۔ اتنی وقت وہ ڈائری کھول کر بیٹھ گئی اور اسے پہلے ہی صفحے سے پڑھنے لگی۔ اس کی اتنی ساڑھ بانٹنے لگا تھا۔

”میں بچپن ہی سے ذہنی طور پر تیار رہا ہوں۔ اگر اس کی طرف سے کوئی خطرہ ہے تو اسے فائدہ میں رہ کر اپنے والدین کے سامنے میں کچھ خوشیاں دکھائیں لیکن وہ ایسی خوشی کہ خوشیاں اتنی تمہیں گور جاتی تھیں اور ہم اسے ہمیشہ یاد نہیں رکھ سکتے تھے۔ جوانی میں اگر خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور کچھ ایسے واقعات رونے کے ساتھ گزرتے ہیں جو بہت

ہوتے ہیں تو ہم انھیں یاد رکھ لیتے ہیں لیکن بچپن کی بات سی باتیں یاد نہیں رہتیں اسی طرح مجھے یہ یاد نہیں ہے کہ مجھے کتنی خوشیاں ملی تھیں۔“

جب میں بارہ برس کی تھی تو ہندوستان کے کتنے ہی شہروں میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے۔ ان دنوں ہم ہندوؤں کے ایک محلے میں بستے تھے۔ وہاں محلے کے ہندوؤں نے ہمیں یقین دلایا کہ کوئی ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا بلکہ وہ ب لوگ مل کر ہماری حفاظت کریں گے جس کے والد بھی جانتے تھے اور ان پر اعتماد کرتے تھے اور ان کا اعتماد بہت بھی تھا لیکن جب کچھ دیر کے لیے چند گھنٹوں کے لیے اس مقام پر ہوجانا تھا اور کرفیو لگھا۔۔۔ جاتا تھا کہ یہ مکمل طور سے آکر ہمارے مسلمان رشتہ دار البو کو بھانجے کے کہیں اس محلے میں نہیں رہنا چاہیے اور ہندوؤں پر براہ کرم حسد نہیں کرنا چاہیے لیکن یہ سب راتوں کے اپنے اپنے گھر داروں کی ایک نشانی۔

ایک شام اچانک ہی ہمارے محلے میں۔۔۔ ہندوؤں نے لاکھ لاکھ۔ میں اپنے ایک ہندو پرڑی کے ہاں ایک سیلی کے ساتھ بیٹھنے لگی تھی وہاں سے واپس آرہی تھی کہ ایک ہمارے محلے میں آگیا۔ میں چہینے چلائے گی لیکن وہ مجھے لے کر جگہ لگا گیا۔ میں ان دنوں اچھی طرح یہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ یہ لڑائی جھگڑے کیوں ہوتے ہیں ہندو مسلمانوں سے اور مسلمان ہندوؤں سے ایک کیوں ہیں لیکن اب مجھے وہ بہت محسوس آگیا کہ لے جانے لگا تو اب اسکا مجھے کوئی جھوٹ مجھ سے چھٹ گیا ہے اور میری جان بچا رہا ہے۔ وہ ہندو ہو یا مسلمان ہو میرے کچے ذہن نے اسے کسی جھوٹ سے کم نہیں تھا۔ وہ مجھے پتہ نہیں کہ مکان میں لے گیا۔ وہاں لے جا کر اس نے ایک کمرے میں بند کر دیا اور ڈانٹ کر کہنے لگا کہ میں شرمیلوں کی تو مجھے چاہو سے ہلاک کرے گا۔

یہ کہہ کر اس نے ایک لباس اچھا تو نکالا تھا۔ جسے دیکھ کر میں ہم کھانوش ہو گئی تھی۔ بہت رات کو وہ کمرے کے کھانے لے کر آیا۔ اس کے ساتھ ایک آدھی کھانہ لایا ہے۔ یہ تو ابھی جوان نہیں ہے۔“
مجھے آنکھ لگانے والے نے کما بی جی ہم نے اس کے ساتھ کیا تھا جس کے ہاتھ جو کچھ لگا وہ آگیا کر لے آیا۔
”ابھی چھوڑ کر لی۔ اب سوچنا ہوں کہ اسے

دہلی لے جا کر بیچ دوں۔ کچھ تو پیسے ہاتھ آجائیں گے۔“
”ماں یہ سارے ہندو غنڈے ہمارے مسلمانوں کے محلوں میں حملے کرتے ہیں اور پتہ نہیں ہماری مسلمان بھینوں کو بھی کتنے ہی ہندو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ آج سچا ہاتھ بھی یہ ہندو لوگ لگی ہے ہم اسے بھی فروخت کر دیجیے۔“
”ان کی باتیں سن کر میں نے کما بی میں ہندو نہیں ہوں۔ میں مسلمان ہوں۔ میرا نام ساڑھ بانٹو ہے۔“

میری بات سن کر وہ بیٹھے گئے۔ ان میں سے ایک نے کما بی یہ بالشت جھڑکی ہو کر میری خواہ مخواہ مسلمان بن کر ہمیں جوتی بنانا چاہتی ہے۔ ہم نے ہندو محلے پر حملہ کیا تھا اور یہ ایک ہندو گھر سے ہی باہر نکل رہی تھی۔ میں انھیں اور جوتی نہیں ہوں۔ بہت سوچ سمجھ کر اٹھا کر لایا ہوں۔ لڑکی، تم بائیں ہاتھ چپ چپ کھانا کھا کر سو جاؤ۔ کل صبح ہم تمہیں یہاں سے لے جائیں گے۔“

اس کی بات سن کر وہاں سے ہی اس کے ساتھی نے اس کے شانے کو دبا کر کچھ اشارہ کیا۔ چہرہ دونوں مجھ سے دور جا کر آپس میں دھبے دھبے کچھ باتیں کرنے لگے۔ ان کی باتیں میرے کان تک نہیں پہنچ رہی تھیں میں بہت جھوکی تھی کھانے لگی۔ کھوڑی ویرا اس آدی نے میرے قریب آکر کما بی معلوم ہوتا ہے کہ تم جی کہہ رہی ہو۔ تم کوئی مسلمان لڑکی ہو۔ میں ابھی اس محلے میں جا کر معلوم کرنا ہوں کہ تمہارے ماں باپ کون ہیں؟“

میں نے اپنے البو کا نام بتایا تو وہ وعدہ کر کے چلا گیا کہ میرے البو کو یہاں سے کرے گا اور مجھے ان کے حوالے کرے گا۔ میں مطمئن ہو گئی اور پیٹ بھر کر کھانے کے بعد وہیں ایک چارپائی پر سو گئی۔ اگلے میں مجھے ڈرگ لگا تھا۔ میں نے کئی بار دودھ کا آدھار دیں لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں بہت رات تک دھشت سے جاگتی رہی۔ آخر پتہ نہیں میری آنکھ کب لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی اور وہ دونوں میرے کمرے میں آگئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کما بی ہم تمہارے محلے میں گئے تھے۔ تم جی کتنی ہو۔ اس نے کہ ایک صاحب وہاں بستے تھے ان کا پورا خاندان تھا۔ وہ لوگ اس منگے فساد سے ڈر کر اس محلے کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ہم نے معلوم کیا تو پتہ چلا وہ دہلی شہر گئے ہیں۔ میں وہ چلے کر آیا ہوں جہاں تمہارے گھر والے گئے ہیں۔ چلو ہم تمہیں وہی لے جا کر تمہارے اتنی البو کے پاس تمہیں پہنچا دیں۔“

اُن کی باتیں سن کر میں خوش ہو گئی اور اُن کے ساتھ
 ملنے کے لیے راضی ہو گئی۔ ہم ایک سب میں بیٹھ کر دہلی
 شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں راستے میں پرسکون رہی،
 شور نہیں مچا بلکہ کسی سے یہ شکایت نہیں کی کہ میرے ساتھ
 وہ بدتمکش ہیں جو مجھے اغوا کر کے لے جائے ہیں کیونکہ
 اس وقت وہ میرے ہمراہ رہ گئے تھے اور میں اُن کے
 خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ اُن
 لوگوں کی چال تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر دن کے وقت وہ
 مجھے کسی سب میں یا دہلی گاڑی میں بٹھا کر دہلی شہر لے جائیں
 گے تو میں راستے میں شور مچاؤں گی اور پولیس والے انھیں
 پکڑ لیں گے۔ اسی لیے انھوں نے یہ چال چلی تھی اور مجھے
 یہ یقین دلایا تھا کہ میرے والدین دہلی شہر پہنچے گئے ہیں۔
 دہلی پہنچ کر انھوں نے پتہ نہیں لگے کسی محلے میں چنپا یا
 وہاں ایک اونچی عمارت تھی۔ دوسری منزل پر لے جا کر
 انھوں نے ایک عورت کے ہاتھ مجھے بیچ دیا۔ اس عورت
 نے انھیں لوٹوں کی چھوٹی سی گڈی دی اور وہ رقم لے کر
 چلے گئے۔ میں اُن کے پیچھے دوڑنے ہوئے کھنے لگی تھیں
 کہاں چھوڑ کر چلا ہے میرے والدین کہاں ہیں؟
 اس پر ایک آدمی نے جلت کر بڑے مزہ پر ایک
 اٹا ہاتھ دیکھا۔ میں گر پڑی رونے لگی۔ اس عورت نے
 کہ مجھ کو لٹا یا اور یوں سرسلا کر کھے سینے سے لٹک کر کھنے
 لگی۔ تب میں ہی میں بھاری ماں ہوں۔ پتہ نہیں تھا اسے اتنی
 اچھا کہاں میں۔ میں انھیں تڑپا کر ان کی اس وقت تک
 تم میرے پاس رہو۔

مجھے اُس کے پاس رہنا ہی پڑا۔ اتنی بڑی دنیا میں
 میں کہاں جاتی؟ میں نے اپنے گھر سے
 باہر کی دنیا نہیں دیکھی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ مجھے کہاں جانا
 چاہیے اور اپنے والدین کو ساتھ لے کر کاش کرنا چاہیے۔ وہ
 عورت مجھے جھوٹے والے دیتی رہی۔ مجھے اس کے پاس
 لے جا کر بٹھاتی رہی جہاں مجھ کو ناک ناچ گا سیکھا کرتی
 تھیں۔ ایک ماہ بعد اس عورت نے میرے ہاتھوں میں بھی
 گھنگھرو باندھے کہ تم بھی تھوڑا بہت لیکھ لو۔ یہ آگے چل کر
 مجھے کام آئے گا۔

مجھے اپنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ ہاں بچپن سے میں
 گیت گایا کرتی تھی۔ مجھے کوئی بہت چھانگتا تھا۔ پتہ نہیں
 جو عورت میری ماں جی ہوتی تھی اُس کی باتوں میں کیا عباد
 تھا کہ میں اس کی ہر بات مان لیتی تھی۔ وہ مجھ سے بول

بھی بڑی محبت سے پیش آتی تھی۔ مجھے احساس نہیں تھا
 دیتی تھی کہ وہ کوئی غریبہ میرے کھانے پینے اور
 اور کھنے کا خاص خیال رکھتی تھی۔ مجھے اتنا پیار و شفقت
 میں اُس کی بات بھی مان گئی اور ناپاک شہر کا گھر
 دو برس گزر گئے۔ میں چودہ برس کی ہو گئی۔ میرے
 اتنی سبھی اگلی تھی کہ میں زمانے کی اونچ نیچ کو سمجھ سکتی
 کوٹھے میں طرح طرح کے لوگ آتے تھے اور طرح طرح
 کے تجربے ہوتے تھے۔ پھر وہاں جو دوسری لڑکیاں تھیں
 وہ آپس میں باتیں کرتی تھیں اور مجھے بھی اُن کے دیکھنے
 باتیں میں اور اس بازار کے ہلے میں سمجھتی تھیں۔
 بہت سی باتیں سمجھ میں آنے لگیں۔ آنا تو میں کبھی بھی
 کریمت والدین مجھے کبھی نہیں ملیں گے اور اگر مجھے کبھی
 سے ملنے کا موقع ملا تو میں خود اپنے خاندان والوں کے پاس
 نہیں جاؤں گی کیونکہ میں ایسے بازار میں بیٹھ گئی تھی جہاں
 سے نکل کر اپنے گھر کی دہلی پہنچ کر رکھنے سے اپنے ہی
 والے مجھ پر آنکلی آتے اور مجھی یہ یقین نہ کرنے کے لیے
 کرتے ہیں کہ وہ کراچی تک یا کراچی ہوں۔

آہ! چند لوگوں کی خاطر خاندانوں نے مجھے یہاں
 سے جدا کر دیا تھا۔ مجھے ایک شریف گھرانے سے نکال کر
 میں چنپا دیا تھا اور میں یہ سوچ سوچ کر دل میں
 شرم سے گونجتی تھی کہ اب میں کسی کو منہ دیکھنے سے
 قایل نہیں رہی ہوں۔ اب میں اس قایل نہیں رہی
 کسی شریف گھرانے میں جا سکوں اور ایک گھر کا کافر
 کر سکوں۔ ان دو برس کے دوران دہلی شہر میں بھی کئی
 فسادات ہوئے لیکن میرے تعجب کی بات تھی کہ کس
 بازار میں کبھی دنگا فساد نہیں ہوا۔ میری بندو سلمان آپس میں
 دھڑکنے بولے نہیں نظر نہ تھا۔ مجھ سے بڑی عمر کی لڑکی
 لڑکی تھی وہ مجھے کہتی تھی کہ اس دیکھنے کے ہر قسم میں لالہ
 میں لیکن گندے بازار میں مجھے مذہب کی بات پر جھگڑ
 نہیں ہوتا۔ مجھے بندو سلمان سے اور مسلمان بندو س
 نہیں لڑتا۔ دونوں ہی کا ایک بن کر مارتے ہیں اور جلا
 سے جانے کے بعد اپنی مذہب دنیا میں خون خرابہ
 کرتے ہیں۔

پندرہ برس کی عمر میں میں اس قدر کھتی تھی
 کہ میرے دولت مندوں کی طرف سے میرے ہاتھ
 آنے لگے۔ وہ میری مہ بولی ماں کے پاس آتے تھے اور
 سے بڑی رقم پیش کرنا چاہتے تھے لیکن میری وہ ماں

بے ہوش اور سمجھ دار تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ میں گناہ
 نہ دہلی میں نہیں جانا چاہوں گی۔ وہ باتوں ہی باتوں
 میں ایک خوب صورت انداز میں مجھے بولے بولے گناہ
 دہلی مان کر اپنا جانتی تھی۔ لیکن ایک دن میں نے
 اسے حادث صاف کہہ دیا کہ میں ایسا بگڑ نہیں کروں
 ایسا کہ وہ چاہتی ہیں۔ اگر وہ کسی سے رشتہ کرنا چاہتی
 ہیں تو باقاعدہ میرا نکاح پڑھا کر میاں سے نصرت کروا
 میری بات سن کر اس ناگہانے کہا میں تم سے
 بہت کرتی ہوں۔ جی اور تمہیں اپنے سے الگ نہیں کر سکتی
 دولت مند اسے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے
 بات کروں گی اور اس سے یہ طے کروں گی کہ کھجاری
 ناوی میں ہوگی اور شادی کے بعد بھی تم جیانا نہ سہ
 اس رو کر دے گا اور وہ مختار شوہر تم سے ملنے پائے آیا
 رہے گا۔

میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گئی کہ وہاں کوئی میرا کابک
 لی کو نہیں آئے گا بلکہ باقاعدہ میرا نکاح پڑھا یا جائے
 گا اور میں عورت آبرو سے کسی کی شریک حیات بن جاؤں
 کہ وہ دولت مند جو مجھے پسند کرنے لگا تھا اور مجھے ہر نعمت
 دے گا اور کرنا چاہتا تھا اُس کا ہم بننا پڑا تھا۔ وہ اس بات
 پر راضی ہو گیا کہ اس شادی کے بعد بھی ناگہانے کے پاس
 رہوں گی۔ وہ صرف میرا دلوانہ تھا۔ میری جگہ بھی حاصل کر
 لیا جاتا تھا۔ شادی اس کی کھجی ہو یا میرا کوٹھا۔
 مولہ برس کی عمر میں میری شادی بننا دے ہو گئی۔
 گھر کے دن میں دھن کے لباس میں تھی اور بننا صرف
 چوڑوں کے ہار پہنا ہوا تھا۔ شاید اس کے خاندان میں سہرا
 باندھنے کا رواج نہیں تھا۔ میں نے اس وقت ہی سوچا۔
 ہاتھ تصویریں وہاں آ رہی تھیں۔ دو چار دھن کی حیثیت
 کے ملائی تصویریں بننا دے ایک ایلم میں بجا کر رکھیں۔
 وہ مرآت میرے پاس آیا کرتا تھا اور بیٹھ ہوتے۔ ان
 ہاتھ ہاتھ قاتل میں ایک مشرقی گھرانے میں پورے شش پاتی
 اپنی تھی میں نے میاں بوی کو دن رات ساتھ بیٹھے دیکھا
 تھا اور بوی کو اپنے شوہر کی خدمت کرتے دیکھا تھا۔ میرے
 طالع میں بھی یہ آرزو تھی کہ میں اپنے شوہر کی خدمت
 لالہ میں لگے اس کا موقع بھی نہیں ملتا تھا کیونکہ وہ تمام
 ان غائب رہتا تھا۔ میں نے شکایت کی تو اس نے کہا کہ وہ
 لالہ کے سلسلے میں جاتا ہے اور رات کو واپس آتا ہے۔

میں اس بازار میں رہ کر بھی ایسی نادان تھی کہ اپنے شوہر کے
 اصلی روپ کو نہ پہچان سکی کہ وہ صرف اپنی جوس پوری
 کرنے آتا ہے اور شیخ ہوتے ہی چلا جاتا ہے۔ میں نے
 ایک بوی کی طرح اس کی غیور بولی کو سمجھا کہ وہ کا زبانی
 مفروضات میں رہتا ہے اور بیچارہ اتنا مجبور ہے کہ مجھ
 جیسی نئی زلی دھن سے دن کے وقت ملنے بھی نہیں
 آسکتا۔

میں اسی طرح اُس کے ساتھ وقت گزارتی رہی کچھ
 عرصے بعد ناگہانے کہا۔ میں نے یہ سمجھا تو اسے تمام باتیں
 طے کر لی تھیں اور یہ فیصلہ ہوا تھا کہ تم اس کی بوی بن کر
 رہو گی۔ لیکن رات کے وقت مجھ کو یہ پیش کیا کہ اگر یہ
 تو جہاں پڑنا دھند ہے۔ اس دھندے کو تو چھوڑنا ہی پڑتا
 ہے۔ تم رات کے نو بجے سے بارہ بجے تک میرے کمرے میں بٹھا
 بیٹھ کر اس کے بعد بننا دے آیا کرے گا تو تم اس کے پاس
 چلی جا کر نا۔

مجھے اب یہ اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں کسی شریف آدمی
 کی شریک حیات تھی اور کوٹھے پر اپنا نہیں چاہتی تھی
 لیکن بننا دے بھی مجھے یہی سمجھا کہ جب تم اپنے ماں کے
 پاس یہاں کوٹھے میں رہتی ہو تو انھیں اُس کی بات مان
 لینا چاہیے۔ میں شوہر ہوں اور مجھے اس بات پر اصرار
 نہیں ہے کہ تم میاں ماننے گانے کا سلسلہ جاری رکھو اس
 کی کوئی بڑائی نہیں ہے۔

بہر حال اُن لوگوں نے مل کر مجھے کسی طرح سمجھا لیا
 کہ اس بات پر راضی کر لیا۔ میں تو یہ سوچ کر راضی ہو گئی
 تھی کہ شہر کا ہر کاموں پر بھی چلائے تو عورت کو چھوڑنا چاہیے۔
 میرا دل بڑا سوچنے کی قدر داری میرے شوہر پر تھی اور
 میں سمجھتی تھی کہ وہ جو بھی حکم دے گا وہ خدا کے حکم کے بعد
 سب سے زیادہ اہمیت رکھتا گا اور میں اسی اہمیت کو سمجھتی رہے
 اُس کی ہر بات مان لیتی تھی۔ پھر ایک سال کے بعد چاکا
 ہی وہ غائب ہو گیا۔ میں نے کئی رات انتظار کیا۔ پھر
 بے جا میں ہو گئی۔ ناگہانے کہا کہ بننا دے کی خبر لی جائے کہ وہ
 کہاں ہیں؟ دیکھیں نہیں آ رہے ہیں؟ ناگہانے اپنے
 آدمیوں کو اس کے پاس بھیجا تو پتہ چلا کہ وہ کسی دوست کے شوہر
 چلا گیا ہے اور اس کی واپس آج ہوگی۔ اس کے متعلق
 کوئی نہیں جانتا۔ میرے دل کو بڑا درد تھا۔
 میں اس کی بوی تھی۔ اُس کے برہم پر چلا چوں و چرا میں

کرتی تھی۔ اس کا فرض تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر جانے سے پہلے
کچھ نو بنادیتا۔ اتنا ہی کہ دیتا کہ وہ دو روز چار روز کے بعد
واپس آئے گا تو میں بھی نہ روکتی لیکن وہ مجھ سے کچھ کے
سے بغیر چلا گیا تھا۔

میں دو چادران تک اپنے دل کو بھلائی رہی کہ شاید اتنا ضروری کام ہوگا کہ ہو کر مجھ سے کچھ کہنے سننے کی نصرت نہیں مل ہوگی اور وہ مجھ کو چلے گئے ہوں گے۔ وہاں آئیں گے تو میرے سامنے فرزندہ ہوں گے لیکن وہابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ دو مینے چار مینے چھ مینے گزر گئے اور بغاوت کی کوئی خبر نہ مل۔ ناکہ نے کہا: آج اب میرے گھر کے کچھ بچے خانہ۔ یہ کہیں گے کہ میں ہی ہوں تو بڑے بڑے سارے بچے کوئی نصرت نہیں ہوتی اور یہ نکالی ہوئی کہیں لیں چھوڑ کر بازاروں سے چلے جاتے ہیں۔

کئی ماہ تک میں روتی رہی۔ اپنے مسک کا تہہ کرتی
تھی۔ پھر مجھے دیا میرے کسے لگا۔ میں برسات پابند ہی
موجود تھی۔ کئی کئی ماہ تک مجھے بھی کئی دل پر مٹنے جی
ہوا۔ کئی کئی عورتوں کو بے عبرت برداشت کرنا پڑا
تھا۔ ان سب کو دیکھ کر کہیں نہ کہ اپنے سینے میں جھپکا کرنا نہ پڑا
تھا۔ لیکن کئی کئی ماہ کے لیے کانا پڑتا ہے۔
ان کو پڑتا ہے۔ یہ وہ آن کا دل بھلا پڑتا ہے۔ اگر ایسا کیا
جاسے تو انھیں کبھی کون کرنا پڑ جائے۔

”اے جانی قہر کی! کتنا گھنے بہت سی دولت جمع کر چکی
 ہے، ماس کے باوجود وہی دکھڑا وقتی تھی کہ وہ ہند بندہ جو
 جانے کا تم بھوکے مر جائیں گے۔ میں اب اُس سے بحث
 کرنا نہیں چاہتی تھی اس لیے خاموشی سے اس کی بات
 مان لیتی تھی اور ہر بات خرابی شیش کرتی تھی، اُن دنوں
 ایک بہت ہی خوب و شخص پابندی سے آیا کرتا تھا اور
 مجھے پرسیکون روپے بھی دیکھا کرتا تھا۔ اُس کا نام نواب
 سلامت ملی تھا۔ وہ مجھ سے بہت اچھی باتیں کرتا
 تھا۔ وہ نامور بھی بہت جرم ہوئے کے بعد اس بات کا موقع
 دیتی تھی کہ نواب سلامت ملی کچھ دیر کے بعد تنہائی میں
 بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرے۔ پہلے تو میں کڑا قہر ہی پھر پتہ
 نہیں اُن کی باتوں میں کیا جادو تھا کہ میں وہاں بیٹھ جاتا
 کرتی تھی اور اُن کی باتیں سنتی تھی۔ میں نے عموں کی کہ
 وہ جو کہنے بس وہی ان کے دل میں بڑا ہے اور کبھی
 بھوت نہیں بولتے ہیں۔ ان کا چہرہ جو تھا اُن کے دل کے

آئیے کی طرح صاف تھا۔ پتہ نہیں میں نے کیسے یہ سنا
 آجیں غمگس کیوں۔ شاید میں اندر ہی اندر نوب سلامت
 سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ برابر آتے تھے میرے لیے سیر
 رہنے کے تحائف لاتے تھے اور مانگو کبھی دیکھیں
 غمگس کرتے ہیبتے تھے اُن کے افواہات دیکھ کر تیر
 تھا کہ وہ بے انتہا دولت مند ہیں۔ انھوں نے کمال
 کہا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔

شادی کی بات پر میں رونے لگی۔ وہ سبکدوش ہو کر میری طرف سے بچھاؤ کی باتیں کرنے لگا۔

[illegible]

ان کی باتیں سن کر میرا دل خوشی سے کھل اٹھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایک مرد کو اس طرح غیبت سے بھرتے ہوئے سنا تھا اور ان کے دل میں میرے لیے جو کچھ اچھا اور جو محفوظ وہ مجھے دینا چاہتے تھے وہ ان کی زبان سے صاف ظاہر تھا۔ میں دل ہی دل میں ان کے لیے اتنی محبت محسوس کرنے لگی کہ جی چاہا تو ان کے قدموں میں جھک سکتا تھا اور ان سے کہوں کہ میں میری بہت اچھی قدیموں میں سے ہوں۔ مجھے اس بازار سے لے ملے۔

لیکن ہانہ کو یہ باتیں کچھ اچھی نہیں لگی تھیں۔ بظاہر
اس نے مسکرا کر کہا: "لو اب صاحب آپ عزت والے آدمی
کیسے ٹھیک ہے آپ میلر مطالبہ پورا کرنے کے بعد سرفراز
راہی مشربک حیات ہانہ کو حوالہ دے کر جانا چاہتا ہے۔"

١٠٠٠

ایک دینس کروں گی لیکن لڑا ب صاحب آپ تو جانتے ہیں کہ میں سارہ کے دمِ قدیم سے یہاں زندگی گزار رہی ہوں۔ آپ اسے لے جائیں گے تو گریبا میری روزی روٹی پر مشتمل سب کچھ لے جائیں گے۔ پھر میں یہاں چھوٹے اور فاقوں سے مر جاؤں گی۔

نواب صاحب نے خستہ ہونے لگا۔ اے نہیں ایسی بات ہے۔ میں آپ کا پورا پورا خیال رکھوں گا۔ سناؤ۔ میں نیانے سے چٹے آپ کو پچاس ہزار روپے دوں گا۔ کا بڑھا ہوا اتنی رقم میں آسانی سے گزر جائے گا۔ کیوں ہے نا؟

ہاتھ نہ خستش، میوہ کو لب سلامت ملی کی باتیں
 اور کلماتِ اذہا آپ کو سلامت رکھے۔ بس میں اور چھ
 باتیں تھیں۔ آپ رہ چکے اے آئیں اور نکاح کی تیاری
 میں سامانِ آپرین کی بیوڑ

انکھ مڑی، ہوسم لگی، سٹین شادوی کی بات سن کر
 اسے لے کر گیا، گپ خٹا کر میری شادی نہیں ہو سکتی
 یہ کہو میں جا رہا تھا اور یہ انکھ پتہ نہیں کہا سوچ کر
 یہ صدمہ کتنی ہیستہ راستہ طے کر رہی تھی مجھے اتنی بات
 اتنا حیا ملا، انکھ لپٹ کر صاحب کو بہت زیادہ چاہنے
 کی اور میرا دل چاہتا تھا کہ میں سادو زندگی میں ہی رہے
 یہاں تک کہ گرا دوں۔

تختانی میں نہیں نے ناکھ سے پوچھا: آپ کی کیسی
 کو کوس ہیں میری شادی ہو چکی ہے۔ میں بخارو کی
 چہرہ ناب صاحبہ میری شادی کیسے ہو سکتی ہے؟
 ناکھ نے انکو اسی سے جتنے دو کو گالیاں دیتے ہوئے
 بیٹھتی تھی کس فریج کی بائیں کورسی ہو۔ اگر کھانا
 ملاقات ہے تو کسی سے بھی۔۔۔ پوچھو۔ اگر خوشحال
 گناہانان فقہ کی نخرہ کرے اور اپنی شریک حیات
 ملاقات ہمارا چھوڑے۔ اور اس کی کوئی خبر نہ تو وہ کھا
 ہو۔ آپ منسوخ ہو جاتا ہے اور عورت کو یہ حق
 ہے کہ وہ اپنی زندگی گزارنے کے لیے اپنا پیٹ
 منے کے لیے اپنا گھر دینے کے لیے دو کسی دوست
 ملاو کی کرے۔ لہذا تم نواب صاحب سے شادی کر
 بیٹھو۔

انھوں نے یہ باتیں سن کر مجھے خوشی ہوئی۔ میں خود پہاڑ پر تھی کہ بخار جیسے جھوٹے اور فریبی سے طعنے میرا رشتہ ٹوٹ جائے اور میں اس کے ہم سے

فسوسِ رمبوں - نامکونے جو دلائلِ پریش کیے تھے - اُن کی رُو سے میں نواب صاحب کی بن سکتی تھی اور یہ بات میسر کیے باعثِ اطمینان تھی۔

ایک رات نواب صاحب ایک بریفنگ کیس لے کر
 ہوائے کوٹھے میں آئے اور انھوں نے ناعمر سے کہا کہ میں
 جہاں کے جہاز ڈبے آپ تکھیے لے آیا ہوں آپ یہ کاغذ
 لکھ کر فے دیں کہ آج سے سائرہ میری ہے۔

میں نے ان کی بات سن کر کہہ کہ آپ صرف کاغذ
کیوں لکھو ایسے ہیں۔ آپ ایک شریف آدمی ہیں باقاعدہ
تکاح کیوں نہیں پڑھا کر لے جاتے ؟

سلامت ملی کے لئے کیا یہی اچھی بات مجبور ہوں۔
 بڑی پریشانیوں میں گھاڑا ہوا ہوں میں اس وقت تک
 نہیں بیان سے نہیں لے جاؤں گا جب تک کہ ہمارا علاج
 نہ ہو جائے۔ میں انھیں عزت، آبرو سے اپنے ساتھ لے
 جاؤں گا لیکن اچھی بڑی مجبور ہی ہے۔ میں قانونی لکھنؤ
 میں پڑا ہوا ہوں اور چند پرستار بیمار ہیں۔ میں مقدمے
 سے نکل کر کھائے پاس آؤں گا اور انھیں اپنی دھن بنا کر
 لے جاؤں گا۔

میں نے کہا: اگر آپ اس طرح پریشان ہیں اور جلد ہی جانا چاہتے ہیں تو کھوڑی دیر کے لیے میری کچھ باتیں سن لیں۔ میں تمہاری باتوں سے آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

انھوں کو بچاؤس برادر رچے بل بچکے تھے اور اسے اس بات پر اعتراض نہیں تھا کہ میں تنہائی میں نواب صاحب سے کیا باتیں کروں گی۔ لہذا وہ بریف کیس انھاں کر مل گئی۔ اس کے جلنے کے بعد میں نے کہا: نواب صاحب آپ نے مجھ پر امانہ دھند اٹھوا کر لیا ہے میرے ماضی کے متعلق کوئی پچھان بین نہیں کی ہے۔

انھوں نے کہا: میں تمھارا عاشق ہوں، تم سے محبت کرتا ہوں اور محبت کرنے والے یہ نہیں دیکھنے کا چہرے کیا کچھ ہو گیا ہے۔ آگے کیا ہونا ہے یہ سترہ دھڑ میں ہو گا، بیوی سے تمھارا مجازی خدا بن کر رہو گا، بیبیا میں چاہوں گا وہی تم سے زندگی گزارو گی، رہنا چھوئے، غما ہے۔“

نواب سلامت علی میری یہ بات سن کر مجید گ سے
میلہا متکھنے لگے۔ میں نے کہا: ہاں نواب صاحب آج سے

ایک سال پہلے میری شادی بخاوند نامی ایک رئیس آدمی سے ہو گئی تھی۔ وہ اچانک ہی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر ایک سال گزر گیا ہے اس نے اب تک میری خبر نہیں لی ہے۔ ناکہ کتنی ہے کہ ایک برس گزر جائے اور شہر بڑا ہی بڑی کی کوئی خبر نہ لے تو یہی کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسری شادی کر لے۔ میں نے تمام حالات آپ کے سامنے رکھ دیے ہیں اگر ان حالات میں آپ مجھے قبول کرنا چاہیں تو قبول کر لیں ورنہ میں نہیں چاہتی کہ آپ اپنے وہ بچاؤ بزار دے یہاں ضائع کر کے جائیں۔

نواب صاحب سکوائے پھر انھوں نے میرا ہاتھ تمام کر لیا۔ سارو رقم واقعی کسی شریف گھرانے سے تعلق رکھتی ہوئی تھی۔ سچ بول کر میرا دل جیت لیا ہے اور مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا اس طرح بنا لیا ہے کہ میں جہاں بھی رہوں گا متعین یا دکر آؤں گا اور جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ میرا وعدہ ہے کہ ایک دن متعین یہاں سے دھن بنا کر لے جاؤں گا۔

اس جہنی ماحول میں نواب صاحب کی عزت بھری باتوں نے مجھے ایک نئی زندگی دی۔ میں سمجھتی ہوں کہ نواب صاحب کے ساتھ میرا جتنا بھی وقت گزرا ہے وہی وقت میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔ میں اسی سرمایے کو ہمیشہ یاد کرتی رہوں گی۔ وہ جب بھی تنہائی میں میرے پاس آ کر بیٹھے، انھوں نے کبھی میرے قریب آنے کی کوشش نہیں کی کبھی کسی سستے جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ صرف اسی دن میرا ہاتھ تھا کہ مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک دن مجھے دھن بنا کر لے جائیں گے۔ یہی وعدہ میرے جینے کے لیے اور ان کا انتظار کرنے کے لیے کافی تھا۔ وہ چلے گئے۔ میں ان کی واپس کا انتظار کرنے لگی۔

دستور کے مطابق میں روز رات کو پاؤں میں گھسٹو باندھ لیا کرتی تھی اور ناکہ خوش فہمی کہ اسے چپاس بزار دے بھی مل گئے تھے اور میں کچھ عرصے کے لیے اس کے پاس بٹھ کر بیٹھ کر رہتی تھی۔ وہ تو چاہتی تھی کہ نواب صاحب پیسے نہ کر بھول جائیں اور کبھی ادھر کا رنچ نہ کریں۔

بھینا اس محسوس عورت نے ایسی ہی کوئی بات سوچی ہوگی جو کہ اب بوری بوری نظر آرہی تھی۔ دو ماہ گزر گئے نواب سلامت علی کا کوئی پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں ہیں۔ میں پھر اپنی بدھیبھی کا ورنا نہ لگی۔ پتہ نہیں کسی تقدیر کھو کر میں اس دنیا میں آئی ہوں مجھے ڈراؤ۔

کے لیے خوشیاں ملتی تھیں پھر غموں کے پھاڑ ٹوٹ کر پھر گر پڑتے تھے۔

میں اپنے آپ کو سمجھنا نہیں چاہتی کہ میں کون حسین ہوں لیکن اس بازار حسن میں ہر طرف میرے حسن کا چرچا تھا۔ بڑے بڑے رئیس، میرا بڑا بڑا آئے تھے تھے لیکن مجھے اپنے حسن سے زیادہ اپنی کا خیال سنا تھا۔ اپنے محبوب کا انتظار تھا۔ روزوں کا تھی کہ میرا محبوب واپس آجائے لیکن نہ کہ مجھے بھائی کی کہ یہ بڑے بڑے رئیس بس ایسے ہی ہوتے ہیں کہ صاحب کو چپاس بزار دیوں کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔ افسوس نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ ملت ان لوگوں کے لیے کامیاب ہوئی ہے۔ ان کو کوئی دوسری لڑکی پسند نہیں آتی اور وہ کسی دیگر لڑکے کو پسند نہیں کرتے۔

ناکھ کی باتیں میرا دل دکھاتی تھیں اور میں اندر ٹوٹ کر رہ جاتی تھی۔ سوچتی رہتی تھی کہ کیا کرنا ہے۔ مجھے جنت کا سہارا جو مجھے طاقت عارضی ہے کبھی مجھے جنت نہیں کرے گا، کبھی کوئی میرا سہارا بنے گا؟ میں بے اختیار روتی گئی تھی۔

ناکھ نے مجھے پھر جنت سے سمجھا کر شروع کیا: رفا و حوٹا چھوڑ دو۔ آؤ تمہارے بھوٹوں اور فریبوں سے آسویاقتی رہو گی اور اپنی زندگی اور جوانی برباد کرنا کی۔ یہ لوگ اسی قابل ہوتے ہیں کہ۔۔۔ اُن کے ساتھ چلا جائے اور دھوکا دیا جائے۔ اسی لیے نواس بازار طاقتیں سنگدل ہوتی ہیں اور کسی مرد پر جو دستبرد آئے اس لیے متعین بھی سنگدل بن جانا چاہیے۔ دیکھو مجھے دلوں سے وہ رئیس عظم یہاں آتے ہیں۔ جیلا سنا ہے ان کا۔ ہاں کبیر بیدل۔ کچھ عجیب سا نام ہے لیکن شہر طبیعت کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بڑی بڑی طرح ہیں اور وہ مجھ سے لیے بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے لیے تیار ہیں۔

میں نے گھور کر ناخ کو دیکھتے ہوئے کہا: میں کچھ نہ کہنا۔ نواب سلامت علی نے آپ کو چپاس بزار دے دیے ہیں۔ میری قیمت ادا کر دی ہے۔ اب میں صاف کی ہوں۔ جب تک وہ نہیں آئیں گے آپ میری شادی شادی نہیں کر سکتیں کسی سے میرے نام پر رہیں۔

میں نے ان کو یاد سے کہا: تم خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ اس باتیں کر سکتی ہیں وہ بچاؤ بزار دے نواب سلامت علی کے منہ پر مار سکتی ہوں۔ میں چلتا ہوتا ہوں۔ میں اور آنے والے دن آنے والے رئیس نے نے کے لیے کہنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے منہ سے کہتا ہوں: میں نہیں سکتی۔ میں متعین سوچنے کا موقع دے رہی ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو۔ نواب سلامت علی کو ان کی باتیں کوئی جانے کی جیکیں متعین اب کبیر بیدل کے ہاتھ میں چھوٹا چھوٹا ہے۔ میں تو دوسری لڑکیوں کی طرح متعین ہوتی ہوں۔ ان کے ہاتھوں فروخت کر سکتی ہوں لیکن اپنی رخیال کرتی ہوں۔ زور زبردستی کی قائل نہیں ہوں۔ ہاں تو میں باقاعدہ نکاح پر تھکا کبیر بیدل کے ساتھ نکاح کی باتیں مجھے زبردستی نہیں مگر میں یہ بھول جاتی ہوں کہ اس ماحول میں نادانستی سے گھناؤنی باتیں کہہ رہی ہوں۔ میں کچھ اور سوچ رہی تھی اور ان باتوں کے ساتھ میں باقاعدہ نکاح پر تھکا کبیر کسی کی ایک حیات بننا چاہتی تھی اور وہ ناکھ اس کا کافی شے لگاؤ اور بنا دیتی تھی۔

ایک رات میں اپنی خواب گاہ میں سوئے کی تیاری کر رہی تھی کہ ایک کبیر بیدل نے کی حالت میں دھمکا ہوا نواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ میں چہینا چاہتی تھی۔ اس نے ایک چاقو کھول لیا اور کہنے لگا: شہر نہ چھوڑنا۔ ہاتھ پائے سینے کے پار ہو جائے گا۔

میں ہم کو دیوار سے لگ گئی۔ بھلا تے ہوئے پوچھا۔ تم میرے کمرے میں کیسے آ گئے؟

اس نے ہنستے ہوئے کہا: ماں جی کی عمر باری ہے تمہاری لڑکی کسی میں کہیں بھی اچھی سے گھی نہیں بچے گا۔ اس کا ہاتھ لڑنے ہوئے کہا: اس لیے میں ٹیڑھی اچھی سے لڑنا نہ آیا ہوں۔

میں نے سمجھ کر کہا: مجھ پر رحم کرو تم نہیں جانتے میں کون کی لڑکی ہوں۔ نواب سلامت علی میری قیمت ادا کر دی ہے۔

میں نے وہ قصہ سن چکا ہوں۔ تمہاری ماں جی نے کہا:

ہے کہ جب بھی وہ نواب آئے گا اس کی رقم لے واپس کر دی جائے گی۔ اس سے تمہارا نکاح نہیں ہوا ہے کہ تمہیں اس کی پابند ہو تم بازار کا مال ہو۔ کوئی بھی تمہاری منہ لگی قیمت ادا کر کے متعین حاصل کر سکتا ہے۔

وہ میری طرف بڑھنے لگا۔ میں دیوار سے لگی ہوئی ایک طرف ہٹنے لگی۔ اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے پھر حاکم کو لڑنے ہوئے کہا: دیکھو سارو ماں جی، عقل سے کام لو۔ متعین یہاں۔۔۔ کوئی نہیں بچا سکے گا۔ تمہاری ماں جی نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارا اندر جو خون کی شرافت ہے وہ ابھی تک نہیں گئی۔ تمہارے کے بغیر بھی کسی مرد کے قریب نہیں جاؤ گی۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تم سے نکاح پر چھانے کے لیے تیار ہوں۔ تم سے شادی کرنے کے بعد بھی متعین ہاتھ لگاؤں گا۔

اسیاتیہ چاقو۔۔۔ تمہارے سینے کے پار ہو گا یا میں تمہارے سینے سے لگوں گا۔ فیصلہ کرو میں تھوڑی دیر کی ملت دیتا ہوں۔

اس تھوڑی دیر کی ملت میں میں نے سوچا کہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میرا تو خدا بھی نہیں ہے۔ اگر خدا میرا ہوتا تو بد محاش مجھے میرے گھر سے اٹھا کر اس بازار میں نہ پہنچاتے۔ اگر میری قسمت بھی پھر یہاں ہوتی تو میری پتی ہی شادی سے مجھے گھر طر زندگی کی خوشیاں حاصل ہو جاتیں۔ میری قسمت خدا سا بھی مہربان ہوتی تو نواب سلامت علی وعدہ کرنے کے بعد واپس آ جاتے اور اپنے وعدے کو نبھاتے۔ میرا دل ان کو یاد دہکار نہیں تھا۔ کوئی مجھے کبیر بیدل کے پیچھے سے بچا نہیں سکتا تھا۔ میری سمجھ میں اس وقت یہی بات آئی کہ میں گناہ کی دلدل میں پھنسنے کے بجائے سیدھے سائے طریقے سے نکاح پر چھوٹا ہوں۔ اس کے بعد خود کو اس کے حوالے کر دیں تاکہ میرا ضمیر مطمئن رہے کہ میں نے قانون اور مذہبی اصولوں کے مطابق عمل کیا ہے۔ اگر یہ گناہ ہے تو اس کا مذہب ناخ کو اور کبیر بیدل کو ملے گا۔

میں نے شکست خوردہ انداز میں کہا: اچھی بات ہے میں بے یار و مددگار ہوں۔ مجھے کوئی تم لوگوں کے پیچھے سے بچا نہیں سکتا۔ میں مجبور ہو کر یہ فیصلہ کر رہی ہوں کہ اگر تمہارے سگے بھائی کی تو اسی شرط پر کہ باقاعدہ جہان نکاح پر چھایا جائے۔ میں گناہگار نہیں بننا چاہتی۔ اچھی یہاں سے

چلے جاؤ۔ نکاح کی تیاریاں کرنے کے بعد چھ مہینے آنا۔
کبیر بیدل نے سنتے سنتے ہنسے کہا۔ میری جان جانے
کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں ساری تیاریاں کر کے آیا
ہوں۔ قاضی بھی مہر جو ہے۔ ہم چلے ہی جانتے تھے کہ نکاح
کے بغیر نہیں مانو گی اس لیے سارے انتظامات کر لیے گئے ہیں
میں مہر بچہ کو کر دے گئی۔ اس رات ان ذلیل پرہاشوں
نے میری بربادی کا سارا انتظام چلے ہی کر رکھا تھا۔ اس
رات مجھے وطن بنا گیا۔ نکاح چڑھا گیا۔ پھر مجھے کبیر بیدل
کی ملکیت بنا دیا گیا۔ میں فدا و جبر اس کی مہر تھی۔ اس
رات سے چھ مہینے راتوں تک میں کبیر بیدل کی خوشامدی
کرتی رہی کہ اب وہ مجھے بھی نہ چھوڑے۔ میں ابی لڑکی
نہیں ہوں کہ دس آدمیوں کا منہ دکھوں۔ بنناؤ نے مجھے
کبھی غلطی کا گناہ کے بغیر چھوڑ دیا۔ مجھے یہ برا زمین سے چلے
آنا بتانا بھی گوارا نہیں کیا کہ مجھے چھوڑ کر کیوں جا رہے۔
پھر نواب سلامت ملی آئے۔ انھوں نے وعدے کیے تو
میں اُن کے سپنے دیکھنے لگی میرے سپنوں کی بنیاد۔۔۔۔
یہی ہے کہ میں ایک گھر بسانا چاہتی ہوں۔ ایک گھر کی
جو کوڑ بٹنا چاہتی ہوں۔ ایک سرو کی جو کوڑ بٹنا چاہتی ہوں
خدا کے لیے کبیر میرے جذبات کا۔ میری شرافت کا اور
میرے ایمان کا لحاظ کرو اور مجھے مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔

میں جان بوجھ کر گمراہ کی سیج پر نہیں جا سکتی تھی۔ اسی لیے دھوکا کھائی تھی۔ اب دھوکے کا علم ہوا تو اس کے پینا میرا فرض تھا۔

پہلے میں اچھڑا تھا کہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔
اساتذہ کی باتوں نے مجھے مطمئن کر دیا میں اس
کا انتظار کرنے لگی جب مجھے ٹھگھک و بانڈھنے اور
پاپ کرنے کے لیے اپنے کمرے میں جانا تھا۔ یہ بڑی
پہنی ہے ایک ایک ٹھوکر مارنے لگی۔ وقت پہاڑ جیسا
ہو رہا تھا۔ ہر حال وہ وقت بھی آگیا جب مجھے
کمرے سے نکل کر جانا تھا۔ میں بہت محتاط تھی۔ استاد
نے بھی یہ چالاک کی کہ اسی وقت نامہ کو اپنے پاس
میں اس اٹھا کر بٹھایا۔ میں اپنے کمرے کے پچھلے دروازے
پر کھڑے ہو کر دیکھتی تھی۔ وہاں ایک بوڑھا آدمی کھڑا
تھوڑے سے اپنے پیچھے کے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے
ٹھونسنے سے اتنی جوتی سڑک پر پہنچی تو وہاں ایک
ٹھوڑی کھڑی جوتی تھی۔ بوڑھے آدمی نے فوراً پچھل
کا دروازہ کھول کر مجھے بیٹھنے کے لیے کہا میں
بہت تھوڑے اگلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ
ایک بوڑھے گاڑی اساتذہ کی۔ اس وقت وہ دروازے

میرے لیے ادا تھا جو مجھے حاصل تک پہنچا رہا تھا سہو ایک فرشتہ تھا جو جہنم سے نکال کر کمان کجی جنت کی طرف لے جا رہا تھا۔ جب بازارِ حسن پہنچے رہ گیا تو میں نے اطمینان کی سانس لے کر سیٹھ کی پشت سے ٹیک لگا کر انہیں بند کر لیں اور صدمہ مٹتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کا مشکوٰۃ ادا کرنے لگی۔

[illegible]

میرا ملک خشک ہو رہا تھا۔ میں نے کہا میں صرف
ٹھنڈا پانی بنا چاہتی ہوں۔

وہ نہ دہرا اسکے سر جھکا کر دو جا رہا تھا۔ اگلے پاؤں
گئی۔ پھر پلٹ کر ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ اس
ڈرائنگ روم میں عجیب سی خوشبو خوشبو ہو رہی تھی۔ معلوم
ہوتا تھا کہ وہاں خوشبو کا پھیر کاڑھا جاتا ہے۔ جب وہ
خادمہ ایک چاندی کی لٹری پر پانی کا گلاس رکھ کر لائی
تو میں نے اس گلاس کو پینے کے لیے منہ سے لگایا۔ اس
پانی سے بھی گلاب کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے سیر ہو کر
پانی پیا اور گلاس واپس کر دیا۔ اسی وقت ایک قد آور
میرٹیم جو ان کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے نیک پا جا مر
اور مل کر تڑپنا ہوا تھا۔ کا منہ پر خال تھی۔ میرے
ساتھ آنے والا بڑھا فوراً ہی اٹھ کر آداب بجالایا میں
سمجھ گئی کہ یہی سیدہ شہمت بیگم ہیں۔ میں نے بھی اٹھ کر
آداب کیا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولے یہ تشریف رکھیں
مکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آج سے اسے اپنا
جی گھر نکھیں۔

اس بونے نے ہاتھ جوڑ کر خوشامدانہ انداز میں کہا۔
- حسنہ علی! یہ بٹیا اس کو کھنے پر ہمیشہ کے لیے تھوکر کر
چلی آئی ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں اس بیجاوی کا ب کوئی
نہیں ہے۔ اب تو آپ ہی مانی باپ ہیں۔ اس کا بھلا بھلا
آپ ہی کے قدم سے ہے۔

سیدہ شہمت بیگم نے قریب آکر مجھے سر سے پاؤں
تک دیکھا پھر کہا۔ سچے میرا بھرا۔ اچھا بھرا کہ اس بازار
سے چلی آئیں۔ وہاں صرف ناقصے لوگ ہوتے ہیں۔ پھر
انھوں نے دونوں ہاتھوں سے تالی بجاتی۔ تالی کی آواز پر
ایک خادمہ قریب آئی۔ انھوں نے کہا یہ درزی کو بلا کر
اس سے کہو کہ فوراً ساڑھ بانو کے لیے طرح طرح کے مہرے
تیار کریں۔ جو مری ہزاری مل کو حکم دو کہ وہ نئے نئے ڈیزائن
کے زیورات لے کر یہاں حاضر ہو جائے۔ ساڑھ بانو اپنی
پنکے زیورات ان میں سے منتخب کر لے گی۔ جو تے
والوں کو اور شہدار والوں کو بلاؤ۔ یہاں ساڑھ بانو کو کسی
چیز کی کمی محسوس نہ ہو۔

ان کا حکم سن کر خادمہ واپس جانے لگی۔ انھوں نے
تالی بجا کر دوسری خادمہ کو بلایا اور پھر اس سے کہا کہ سامنے کھانا
کوہاں ان کی خواب گاہ میں پہنچا دو اور ان کے آرام کا ہر

طرح خیال رکھو۔ اب سے آدھ گھنٹے بعد ہم کھانا
کے تو ساڑھ بانو کو ڈرائنگ روم کی طرف لے آؤ گے
انھوں نے مجھے خادمہ کے ساتھ ہالے ہالے
کہا۔ میں نے سمجھتے ہوئے کہا۔ بناب والی میں
نہاؤہ عرصے تک بڑھ نہیں بننا چاہتی۔ آپ
لے آنا اہتمام نہ کریں۔ میری ایک گونا گوش ہے
اسے سن کر پود کی سرسبزی
انھوں نے کہا۔ ہاں بے شک جو کچھ دل چاہے
نہاؤں پر لے آؤ۔ اپنی جیسی خواہش کسی آزاد کو
یہاں سب پورا ہوگا۔

میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنے ڈائمنڈ
نواب سلامت علی کو تماش کر لیں۔ میرا دل
ان کے ساتھ فرد کوئی عادت پیش آئے ہے
معیبیت میں گرفتار ہیں۔
انھوں نے مسکرا کر کہا۔ میں نواب سلامت
عشق کی داستان سن چکا ہوں۔ نواب صاحب
لے چاکس ہزار روپے بھی دیے ہیں اور روپے
بعد وہ حضرت غائب ہو گئے ہیں کہیں ہی بات
میں نے نظریں بھی کرتے ہوئے نہ کرنا

بلا۔ انھوں نے کہا۔ شاید تحقیق نہیں معلوم کہ وہ
مشکلات میں گرفتار ہیں۔ میں تحقیق یہ خبر
تو نہیں پہنچا نا چاہتا لیکن تم ان کے ہالے میں
کے لیے ہے۔ میں تو سنوان دنوں وہ ہیں
ان کی باتیں سننے ہی میں نے چوبک کر
ان کی آنکھوں میں بھانک کر دیکھا تو ان آنکھوں
بڑی گہرائی اور ششش تھی۔ آنکھیں سرخ ہو رہی
یوں لگتا تھا جیسے نشہ کر کے آئے ہوں۔ میں نے
جی نظریں بھی کر لیں۔ انھوں نے کہا یہ میری بات
یقین کرو۔ نواب صاحب کے ہاتے میں شاید تم
جانتیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہے کہ وہ جیل میں
کوئی غلط قسم کے آدمی نہیں ہیں۔ بات دراصل
کہ وہ بے انتہا دولت کے مالک ہیں۔ اپنی دولت
پھپھانے کی کوشش میں پریشان رہتے ہیں۔ جہاں
میرے علم میں بات آئی ہے ان کے پاس سوئے
ایشیں ہیں جنھیں وہ اسکل کر کے چرس بناتی ہے
کا لادہ ہے کہ اپنی دولت کا بشیر حصہ اس

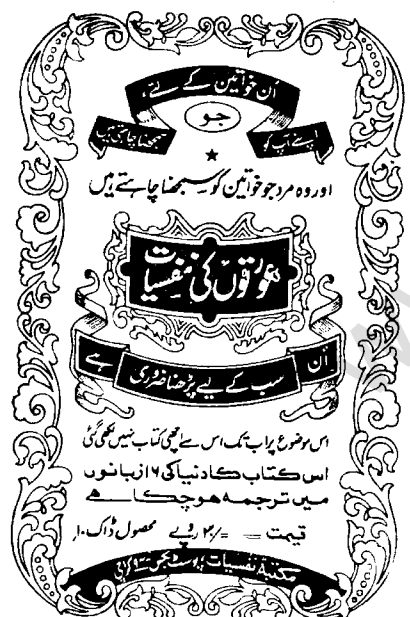
بچوں کی کہ کبھی بیان کوئی معیبت آن پڑے تو وہ
مکوں میں آرام سے زندگی گزار سکیں۔ یہی کوشش
ہے کہ میں نے ان دنوں جیل میں ہیں اور
بندہ میں رہا ہے۔ آؤ میں خود ہی تحقیق بخاری
کا ہر سبک پہنچا دوں۔
میں نے ان کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ معلوم
ہے آپ نواب صاحب کے متعلق بہت سی
باتیں ہیں۔
انھوں نے کہا۔ نواب سلامت علی کو کون نہیں
ان کی دولت مندی کے قصے ہیں مشہور ہیں جیسے
ان کے متعلق قصے گھڑے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ
ایک دولت کا کوئی شمار نہیں ہے۔ حکومت اسی ڈول
ہوتی ہے کہ ان کے اس خزانے کا پتہ چلائے جہاں
دھونے کی ایشیں اور دوسرے مہرے کے جواہرات
مال گن کر رہے ہیں۔ انھوں نے پتھارے لیے چاکس
لے لیے کمال کر لیں ناگو کوٹے دیے ہیں جیسے ایک
لٹائی اٹھا کر لے رہے ہوں۔ ان کے سامنے ایسی رقموں
ال کی معیت نہیں ہے۔

نواب سلامت علی کی دولت مندی کی داستان
ہر کسی اس کا کتری میں مبتلا ہو گئی۔ میرے دل
کا کہ جس شخص کے سامنے چاکس ہزار روپے کوئی بہت
لگے ہوں وہ میرے متعلق بھلا کیا سوچے گا۔ اس نے
میں نے کوئی کھلونا سمجھ کر وہ رقم ناگو لای ہوگی اور یوں
لادیا ہوگا جیسے کھلونا خریدنے کا خیال بدل گیا ہو۔
شہمت بیگم نے مجھے ایک بہت ہی آراستہ اور
لطف خواب گاہ میں پہنچا دیا اور مجھ سے رخصت ہو
سے لے کر آدھ گھنٹے بعد ایک خادمہ تحقیق ڈرائنگ
مالک پہنچائے گی تم اس وقت تک آرام کرو۔
یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے۔ میں اس خواب گاہ
اکلاٹ کو اور وہاں کے قیمتی سامان کو حیرانی سے دیکھتی
تھی۔

مالک نے سوچا۔ اتنا دولت مند شخص جب نواب
صحت علی کی دولت مندی کی داستان سن رہا ہے اور
ان کو ان سے کتر تیار رہا ہے تو نواب سلامت کی شان
کھان لیا ہوگی۔ میں بہت ہی مالوس ہو گئی تھی۔ اس کے
لوگوں پر دل ایک طرح سے یہ بھی کتا تھا کہ نواب
صحت علی واقعی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ اسی لیے

وہ میرے پاس نہیں آئے۔ لیکن ایک بات میں محسوس
کرتی تھی اور وہ یہ کہ نواب صاحب سے میرا دل لگاؤ ہے۔
بعض اوقات میں نہ چاہتے ہوئے بھی پردوں ان کے
متعلق سوچتی رہتی تھی۔ میں نے بازار حسن میں بیٹھ کر دنیا
جہاں کے مردوں کو دیکھا تھا لیکن کسی نے مجھے متاثر
نہیں کیا تھا۔ نواب صاحب میں جانے کیا بات تھی کہ
انھوں نے مجھے سر سے پاؤں تک اور دل اور داغ
تک جیت لیا تھا۔

آدھ گھنٹہ طے طرح گزر گیا یہ پتہ ہی نہ چلا۔ نواب
صاحب کی یادوں نے مجھے گرفتار کر لیا تھا۔ خادمہ کی
آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ مجھے کھانے کی میز پر چلنے کے لیے
کہہ رہی تھی میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ
کہہ رہی اتنا خوب صورت تھا اور ایسی سجاوٹ تھی کہ میں
سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کھانے کا کہہ بھی اس طرح سجایا
جاتا ہے۔ میز پر قیمتی برتن رکھے ہوئے تھے میں اتنی
دولت امارت اور شان و شوکت دیکھ کر اپنے آپ کو باطل
ہی سمجھنے لگی تھی اور ذرا کھانے لگی تھی۔ شہمت بیگم نے
مسکرا کر مجھے ایک کوسری پر بیٹھنے کے لیے کہا اور میری حوصلہ



افزائی کی کہ مجھے احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے آپ کو اس گھر کی مالک سمجھنا چاہیے۔

مجھے اُن کی یہ بات بُری لگی۔ بھلا میں کیوں خود کو یہاں کی مالک سمجھتی ہوں تو اپنے آپ کو صرف نواب سلاطین کی کیز سمجھتی تھی۔ مجھے مالک بننے کا شوق نہیں تھا۔

ہم کھانے کی میز کے اطراف ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر کھانے لگے۔ میں جھجک رہی تھی جیئت بیگ بڑھ بڑھ کر بلبلشیں بڑھا رہے تھے اور مجھ سے کہہ رہے تھے کہ وہ پر بھیری کھانا کھاتے ہیں لہذا اُن کی دشیں الگ ہیں۔ میں نے چپکے ہٹ کے باوجود سیر ہو کر کھایا کیونکہ کھانا غیر معمولی طور پر نہایت ہی لذیذ تھا۔ یہی سمجھتی ہوں کہ میں نے زندگی میں پہلی بار اتنا لذیذ کھانا کھا تھا۔ کھانے کے دوران جیئت بیگ طرح طرح کے لطیفے سناتے رہے اور مجھے ہنساتے رہے ہیں نے عسوس کیا کہ میری جھجک ختم ہوتی جا رہی ہے اور میں بات بات پر ہنس رہی ہوں۔ میٹھی دُشوں میں فرنی سب سے زیادہ مزیدار تھی۔ وہی فرنی میں نے سب سے زیادہ کھائی اور کھانے کے بعد پیش میں ہونے کے باوجود کچھ نہ بڑشیں سی ہو گئی اس پاس کا ماحول مجھے ڈرا چکا تھا۔ ہوا سا عسوس ہوا۔ ایک عجیب سا مہرہ میں نے عسوس کیا تھا۔

پھر میں کھانا چھوڑ کر بیٹھتی بیٹھتی اپنی جگہ سے اٹھ گئی میرے اٹھتے ہی خرسی پیچھے کی طرف گر پڑی۔ میں اپنے آپ میں نہیں تھی۔ ادھر سے ادھر ڈنگنا رہی تھی۔ جیئت بیگ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آکر مجھے سہارا دیا۔ میں خواہ مخواہ ہی ہنستی جا رہی تھی اور اُن سے باتیں کرتی جا رہی تھی۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ جیئت بیگ میرے لیے غیر میں اور آج پہلی بار اُن سے سامنا ہوا ہے۔ مجھے کچھ بھی یاد نہ رہا تھا۔

نواب گاہ میں پہنچ کر جیئت بیگ اپنی حد سے بڑھنے لگے اور میری حد میں پہنچنے کے متوجہ کرنے لگے میرے زاندر

کی عورت نے عسوس کیا کہ اب جو ہو رہا ہے وہ برابر ہے اور تندیب اور شرافت اور شرم و حیا اس کی اجازت نہیں دیتی مجھے اب سمجھنا چاہیے لیکن میں سنبھل نہیں پا رہی تھی خواہ غراہ مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ میں ہے اختیار نہیں کرتے اپنے بچاؤ کی فکر کرنے کے بجائے ادھر سے ادھر ڈنگنا رہی اور جیئت بیگ کو سنبھالنے کے بجائے مجھے گرانے کا موقع مل جاتا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ کھانے کے بعد فرنی کی

بلٹ پیری طرف بڑھائی تھی مٹی اس میں مٹی اور جنگ کی تاثیر یہی ہوتی ہے کہ اگر کھانا نہیں دیکھیں تو پھر بعد میں بھی نشہ طاری نہیں ہوتا رہتی ہے۔ اسی لیے جیئت بیگ نے لطیفے سنائے اور اپنے پر مجبور کیا تھا۔

لیکن وہ ہنسی مجھے مٹتی پڑتی رہی۔ اس ہنسی کا بہت ہی تلم کیا۔ میرا جی چاہ رہا تھا سینے میں مجھ کو بک کر یا زہر کھا کر مر جائوں۔ دل اچھا ہو گیا تھا۔ زندگی بوجھ لگ رہی تھی سوچ لیا کہ اب وہاں پر بھی نہیں رہوں گی۔ کس پر چھوٹے سے گاؤں میں چلی جاؤں گی۔ جہاں جیئت اور جیئت بیگ جیسے خلیفہ بدعاش نہیں ہوں گے۔ میں عزت آبرو سے رہ سکوں۔

لشتے پر خادم مجھے بلانے آئی تو میں نے دیا۔ وہ واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جیئت بیگ نے آئے دیکھتے ہی نفرت سے اس کی طرف وہ ہنستے ہوئے بولا۔ تجھ سے نفرت کر کے کہاں جا بھی تھا اسے اساد جی آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ شہر کے بڑے بڑے غنڈوں کو تھاری تھاکشیں مل رہی ہیں۔ وہ تھیں شکاری کتے کی طرح تھاکشیں کر رہے ہیں اس کو تھیں سے نکل کر کہیں جاؤ گی تو وہ تھیں چھوڑ دیں گے۔

میں سرخام کر بیٹھ گئی وہ یہ کہہ کر چلا گیا تو میں جہاں جا رہی ہوں جا سکتی ہوں۔ یہاں مجھے کوئی روکے گا لیکن یہاں سے جانے سے پہلے مجھے اپنا نام لینا چاہیے کہ غنڈے میرے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ تنہا غراب گاہ میں بیٹھی غنڈوں اور بدعاشوں کے دہشت زدہ ہوتی رہی۔ میں نے اس روز کچھ نہیں کیا۔ تب بھی کی بیٹھی رہی اور سوچتی رہی کہ مجھے کیا آفر میری کچھ میں یہی بات آئی کہ یہاں اس کو بھی جی میں محفوظ رہیں ہوں۔ ایک دن مجھے نوچنے کے لیے پھر آجائے گا۔ باہر بھی جنگل ہے۔ وہاں کہیں بھی سکون نہیں ہے تو کہیں نہ میں یہاں سے کسی جھوٹے سے گاؤں میں جانے کی کوشش کر سکتا ہے کہ میں غنڈوں کی نظروں میں نہ آؤں اور اس سے نکل جاؤں ہو سکتا ہے کہ غنڈوں والی بات نہ ہو جیئت بیگ نے عرض مجھے دہشت زدہ کر

یہ ساری باتیں اچھی طرح سوچ لینے کے بعد میں
وہاں سے جانے لگی۔ ڈرائنگ روم میں ٹھمت بگ نے
میرا راستہ روکتے ہوئے کہا: میں تمہارا راستہ نہیں روکوں
گا لیکن یہ بات غلط ہے کہ تم تمام دن کی جھوکی ہو اور
جھوکی چاہیسی بیاں سے جاؤ۔ راستے میں پتہ نہیں تھا
ساتھ کیا ہو بس پہلے بیاں سے کھانا کھا کر جلی جاؤ۔
میں نے نفرت سے کہا: کیا آج بھی کھانے میں
نشد آور دوا ملانا چاہتے ہو ؟

وے رہا ہوں میری بات مان جاؤ۔ بھوک کی نہ جاؤ۔ میں
تجھیں اس طرح جانے نہیں دوں گا یہ
میں نے سوچا۔ یہ مجھے واقعی اس طرح نہیں
جانے دے گا تو مجھے اس کی بات مان لینا چاہیے اور
تھوڑا بہت کھا لینا چاہیے۔ یہ کہہ کر میں کھانے کی مینر
پر آگئی۔ وہاں تھوڑا بہت کھسی طرح کھا یا۔ میرا دل نہیں
چاہتا تھا کہ میں اس کھینے کے سامنے بیٹھ کر سر پٹ بھڑن
پھر میں جلدی سے اٹھ گئی۔ اس نے لوگوں کی ایک
گڈی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ اسے رکھ لو۔
راتے میں تجھیں پیسوں کی ضرورت ہوگی ۛ

آہ! اس وقت اپنی تنہائی کو میں ہی اچھی طرح سمجھ سکتی تھی۔ کوئی دوسرا میرے لیے پاری دمد و گاری کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ یہ کتنی بڑی دنیا بھائی اور اتنی بڑی دنیا میں پرکائی نہیں تھا۔ میری یہ منزل تھی یہ میرا راستہ تھا نہ میری اپنی کوئی مرضی تھی کہ میں اپنی مرضی کے مطابق کوئی زندگی گزار سکوں۔ اس دنیا میں عورت کو خصوصاً جوان اور خوب صورت عورت کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا حق نہیں

جب مجھے بوجھل آیا تو میں ایک آدمی دودھ پینے
 بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دودھ نوش کے باتیں کرنے کی تلافی
 تھی۔ میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا
 تو ایک لڑکی عورت مجھ پر جھک کر مجھے دودھ سے
 تھی۔ چہرے میں مسرت کے کو چھپ کر کہتا تھا
 ”تم باطل جبریت سے ہو“
 دوسری عورت نے مجھے سارا دودھ کھانا
 چھوڑ دیا۔ دودھ پینے سے منع کر دیا۔ میں نے
 تھوڑا تھوڑا پیتی رہی۔ اس کے بعد مجھے شاید باگیا
 ہی میری آنکھ لگ گئی۔ چہرے پر یہی نہیں چلا
 کتنی دیر تک سوچ رہی۔

قرب کوئی آگیا ہے۔ مجھے شراب کی بو عسوس ہوئی ہے۔
آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھی تو ایک جوان شخص
جھکا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور لال تھیں۔

وہ معمور لگانے میں مجھے کرے سے جالیا۔ بڑی عورت
 بیٹے لیے کچھ کھانے کی چیزیں لائی تھیں۔ لیکن میرا سر
 بھرا دکھ تھا۔ راتھو کی باتیں سن کر مجھے پتہ چل گیا کہ میں
 پھر ایک جنم میں پہنچ چکی ہوں اور جب تک میرا دل حسن
 اور لڑکیہ شباب سلامت رہے گا میں دنیا کے کتنے ہی
 معشوقوں سے گزرتی جاؤں گی۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی مجھے
 مہیا یا بیٹی بنانے والا نہیں تھا۔ سب حسن اور شباب کے
 اسباب تھے۔

[illegible]

۶۷

اب اس بات اور میرے مزاج کے خلاف یہ بڑی تھی
 کہ وہ کبھی مجھے میری اور اپنی تصویریں اترانا تھا اور خوش
 ہونا تھا کہ ایک تین عورت کے ساتھ اس کی تصویریں لے کر
 میں بڑی پریشان تھی کہ کیا کروں۔ میں اس کی من، والے سے اُسے
 روک نہیں سکتی تھی۔ تمنائی میں لیٹ کر بہت سوچتی تھی کہ
 مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ایک ڈاکٹر صبح اور شام کبھی کبھی دیکھنے ایک
 بار ضرور آتا تھا اور مجھے دیکھنے کے بعد دو اٹن ٹیبلٹ دیتا تھا۔

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
 * کیا آپ کی آنکھیں جینگی ہیں۔
 * کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
 * یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں۔

حکم نظری اور اس کا قیاس

اپنے خوابے کی لہ
 دیکھتے ہیں کار کس طرح مال کیا جاسکتا ہے۔ بغیر دواؤں
 کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جاسکتی ہیں۔ اگر آپ
 کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں پیشہ کس مہرے صحت مند
 رکھا جاسکتا ہے۔

بقیہ نئیات پوسٹ بکس ۹۴۳۲ کراچی ۱

رات کو کویں اپنے کمرے میں تنہا ہوا کرتی تھی۔ ایک رات میں نے بستر سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کمرے کے پاس پہنچ کر ایک کاغذ اور قلم تلاش کیا۔ ایک چھوٹی سی پرچی میں ڈاکٹر کو ایک مختصر سا خط لکھا۔

ڈاکٹر صاحب میں آپ کو خدا کا، جھگوان کا اور انسانیت کا واسطہ ہے کہ انجان کرتی ہوں کہ مجھے دھوکا دینے نجات دلائیں۔ میں یہاں بے حد پریشان ہوں، اور ہر لمحہ مجھے اپنی عزت کے جانے کا دھوکا لگا رہتا ہے۔ اس پر فوری عودت نے اور دھوکے نے یہ نتیجہ کیا ہوا ہے کہ جب بھی میں "نذر دست" ہوں گی تو مجھے دھوکا کویں کے سامنے ڈال دیا جائے گا۔ میں آپ سے انجان کرتی ہوں کہ آپ مجھے نذر دست نہ ہونے دیں۔ کچھ ایسی دوائیں دیں کہ میں دن بدن اور بھی بیمار اور کمزور ہوتی جاؤں جتنی کمزور ہوں۔ اس طرح مجھے

دھوکے سے نجات مل جائے گی۔ اگر آپ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے میری جان لینا نہیں چاہتے ہیں تو آپ کو میں پھر ایک بار انسانیت کا واسطہ ہے کہ انجان کرتی ہوں کہ آپ قانون کا سہارا لے کر مجھے یہاں سے نکال کر لے جائیں میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔

میں نے وہ مختصر سا خط لکھ کر تھپہ کیا اور اپنے بلاؤز کے گریبان میں چھپا لیا۔ دوسری صبح جب ڈاکٹر نے میرے پاس آکر میری بعض چیزیں دیکھنے کے لیے میرے کمرے کا تختہ لٹا دیا تو میں نے اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے کاغذ کے پرکے کو اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ ڈاکٹر نے پہلے تو حیرانی سے دیکھا۔ پھر کچھ سمجھ کر اس نے جلدی سے اس پر تھپہ کر لیا۔ یہی جیب میں رکھ لیا۔ اس کے بعد میرا معائنہ کرنے اور دوائیں تجویز کرنے لگا۔ ایک ڈاکٹر سے ایسی توقع نہیں تھی کہ وہ میرے لیے ایسی دوائیں تجویز کرنا جو۔۔۔ آہستہ آہستہ میری خواہش کے مطابق مجھے مار ڈالیں۔ ڈاکٹر پڑھا لکھی اور زمین غنا اور قانون کی مدد لینا جانتا تھا۔ اس لیے مجھے توقع تھی کہ وہ قانون کی مدد سے مجھے اس قید سے نجات دلانے کا لیکن ایک اور اندیشہ تھا اور وہ یہ کہ یہ ڈاکٹر نہیں دھوکا دینا آتی نہ ہو۔ اس کا نہیں ڈاکٹر نہ ہوا اور اس کا کب خوار بن کر اسے میرا لکھا ہوا وہ پرزہ نہ تھا۔ یہ عزت بھی میرے دل میں تھا لیکن میں نے تو ایک جوا کھیلنا تھا۔ ایک شوکش کی تھی۔ ناکامی ہوئی یا کامیابی یہ تو میں خدا سے التجا کر رہی تھی کہ میری بد نصیبی اور آگے نہ بڑھے۔ یہاں تک ختم ہو جائے کہ میں ۲۰۰۰ منزل تک پہنچ جاؤں۔ منزل

میری تو ایک ہی منزل تھی اور میں اپنی منزل کا کام تمام سلامت علی۔

جس مکان میں مجھے دکھا گیا تھا۔ وہاں شام کو ہی جھگڑا مچ گئی۔ وہاں عورتیں اور مرد ایک کمرے دو کمرے کی طرف آنے والے تھے۔ سب کے پر ہوا میں آڑ رہی تھیں۔ پتہ چلا کہ پولیس والوں اس مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور اس لیے کے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر میری کاٹھنا نہ رہا۔ وہ ڈاکٹر واقعی میرے لیے فرشتہ تھا۔ چھوڑی دیر بعد ہی ایک پولیس انسپٹر دوسرا کمرے کے ساتھ میرے کمرے میں آیا۔ چاراسے پوچھا کہ تم وہی لڑکی جو مجھے دھوکے نے یہاں قید کر رکھا ہے؟ میں نے بستر پر اٹھ کر بیٹھنے ہوئے کہا کہ جی ہاں

میں وہی بد نصیب ہوں آپ کو قانون کا واسطہ دیتی ہوں مجھے یہاں سے لے جائیے۔ انسپٹر نے مجھے تسلی دینے ہوئے کہا: گھبراؤ نہیں تمہیں یہاں سے لے جائیں گے اور تمہاری پوری ضرورت محفوظ کریں گے۔

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ لوگ لڑکی کے کمرے میں مصروف تھے۔ پتہ چلا کہ اس مکان سے اور بھی بہت سے قانونی مسائل نکلا ہے۔ میرے لیے ایک ایسی ہی مشکلاتی تھی۔ پھر مجھے اس پر حیرت ڈال کر اسے اس کے بڑے سے ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں پولیس انسپٹر بیان لیا تو میں نے شروع سے اپنی رواد و سنادی ادا کر کے بتا دیا کہ مجھے نواب سلامت علی کی تلاش ہے۔

نواب سلامت علی کا نام سن کر پولیس انسپٹر نے پھر نواب اپنی منزل تک پہنچ گئی۔ نواب صاحب ہمارے بڑے سرداروں میں سے ہیں۔ میں ابھی جا کر ان کی خوشخبری سنا تھا کہ آپ مل گئی ہیں اور میں آپ کی یہ خوشخبری سناؤں کہ ان پر جو مقدمہ چل رہا تھا مقدمہ سمیت گئے ہیں اور اب ان پر قانون کی کوئی گرفت نہیں ہے۔

انسپٹر کی یہ باتیں سن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دم سے ہی میرے دل میں امن و امان سے نجات مل گئی تھی اور میرا جانے والا جہان ملنے والا تھا۔ انسپٹر نے ہسپتال سے فون پر نواب

کمرے متعلق اطلاع دی۔ چہرہ رات کا اندیشہ چھپنے سے پہلے ہی نواب صاحب بستر سے کمرے کے پاس حاضر ہو گئے۔ وہ بہت ہی خوش نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے بستر کے سر پر بیٹھ کر مجھ سے میرے کمرے کا کچھ کچھ لیا اور جذبات سے لڑتی ہوئی آواز میں بولے۔ میں تمہیں تقریباً تین دن اور تین راتوں سے تلاش کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے میں قانون کی گرفت میں تھا۔ تمہارے پاس آئیں سکتا تھا۔ میں اس ناخوش کے پاس گیا تو پتہ چلا کہ تم وہاں سے فرار ہو گئی ہو پھر میں نے محنت بیک سے رابطہ قائم کیا کہ یہ کون سا آدمی ہے مجھے اس کا پتہ بتانا تھا۔ محنت بیک نے بھی یہی بات کہی کہ نواب رات دینے کے بعد وہاں سے چلی گئی ہو۔ تب سے ہی پڑا پریشان رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئیں۔

پھر انھوں نے اسے گئے تھے۔ میں نے بولنے ہوئے کہا: مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ مل گئے ہیں۔ میں کیا جان کروں کہ آپ کے جانے کے بعد مجھ پر کیسی کسی مصیبتیں نازل ہوں گی میں کچھ کیسے ظلم کیے گئے ہیں۔ اتنے ظلم سننے کے بعد خوشی ملے تو اس خوشی کا یقین نہیں ہوتا۔

نواب صاحب میرے ہاتھ کو تھپتھا کر کہا: تمہیں یقین ہو جائے گا۔ میں تمہیں اتنی خوشیاں دے گا۔ ایسا غلط فہمی کا کہ کوئی تمہاری طرف آنچا تھا کہ میری نہیں دیکھ کے کہ تم اتنی بزدلی پر ہو گئی۔ ابی محنت بیک نے ملے لکھا ہے۔ سامنے دو دروں کی نگاہیں جھک جایا کریں گی۔

نواب صاحب کی باتوں سے مجھے نئی زندگی مل رہی تھی۔ انھوں نے اپنی وارڈ میں میرے لیے انتظامات کرائے۔ ایک اگ کمرہ میرے لیے مخصوص کیا گیا جہاں وہ میری دوائیں میرے ساتھ رکھتے تھے۔ کچھ کچھ قس قس کرنے اور مل دینے تبدیل کرنے چلے جایا کرتے تھے۔ دوسری کمرے میں میرے ساتھ کتا بچھتے تھے۔ مان کی محنت نے ہمارا ہاتھ رکھا تھا۔ میں ایک منٹ کے اندر ہی بالکل محتاب ہوئی۔ ساری کمزوریاں قد ہو گئیں۔ مجھے ہسپتال سے چھٹی ملے دی گئی۔ وہ مجھے اپنی حویلی میں لے گئے۔

پڑا خیال تھا کہ نواب صاحب مجھے حویلی میں لے جانے کے بعد فوراً ہی شادی کی پیش کش کریں گے لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ مجھے آرام سے دینے اور چاکلیں کھانے دینے اور پینے کیلئے لے کر گئے تھے۔ میرے آرام کا خیال رکھنے کے بعد میرے بڑا دکھارہا میں ذرا بھی تھکی ہوئی تو وہ ناراض

ہو جاتے تھے۔ میں ان کی خاطر ہمیشہ رن سنو کر رہتی تھی اور اچھے اچھے لباس پہنتی تھی۔ ہم دونوں کے درمیان شرافت کی دیوار مائل تھی۔ وہ اتنے مذہب انسان تھے کہ انھوں نے کبھی نہائی میں میرا ہاتھ نہیں پکڑا۔ نہ ہی کسی چھمچ کے خیال کا اظہار کیا۔ انھوں نے مجھے کہا: دیکھو سارو میں چاہوں تو آج ہی۔۔۔۔۔ تم سے نکاح چڑھا سکتا ہوں لیکن اصولاً میں تین ماہ کا انتظار کرنا چاہیے۔ تین ماہ کے بعد میں تمہیں اپنی وطن بنالوں گا۔

ان کی یہ بات مجھے پسند آئی۔ وہ اصول اور مذہب کے احکام کے مطابق عمل کر رہے تھے۔ تین ماہ کے بعد انھوں نے وہ کس کے مطابق شادی کے انتظامات کیے۔ پھر بڑی عزم و حما سے مجھے وطن بنا کر اپنی حویلی کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لے گئے۔

میں زندگی میں پہلی بار کسی کی جائز وطن بنی تھی اس سنگ کی پہلی رات میں انھوں نے مجھے اتنا پیار دیا اتنا پیار و یار میں نال برعکس۔ مجھے پہلی بار پتہ چلا کہ وہ اپنا ہر اور صرف اپنا ہر اور اس کا پیار اور اس کی توجہ اور اس کا سب کچھ صرف اپنے لیے ہر اور اس کا پیار سے کتنی لذت ہوتی ہے۔

شادی کے بعد وہ مجھے اپنی زندگی کے اہم راز بتانے لگے۔ ایک رات وہ مجھے حویلی کے ایک کمرے میں لے گئے۔ وہاں میں نے کتنی ہی سونے کی اینٹیں دیکھیں۔ انھوں نے کہا: یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے یہ تمہارا خال کر رہا ہے یہاں ہر طرف بے شمار سونے کی اینٹیں تھیں۔ انھیں ہر کمرے کے پورے کھف شہر میں پہنچا دیا ہے۔ وہاں ہر کمرے میں ایک کاؤنٹ ہے اور میرے ذاتی کچھ ہیں اور بیٹے قیمتی چیزیں ہر کمرے میں ہیں۔ وہ سب میں نے ملایا ہے۔ میں جس کھانے کے لیے پاسپورٹ بنوا رہا ہوں۔ پھر انھیں ان ملکات میں لے جائیں گا اور وہاں کی تمام چیزیں مجھے ہمارے دوں گا۔ اگر میرے بعد وہ ساری دولت اور جائیداد تمہیں مل سکے۔

میں کبھی خواب میں بھی اتنی دولت نہیں دیکھ سکتی تھی جتنی کہ مجھے مل رہی تھی۔ میں نے ان سے کہا: اب میں سہانگی ہوں اور آپ کی شریک حیات ہوں میری اب اتنی عزت ہے کہ لوگ جھک کر سوا کرتے ہیں۔ اب میں اپنے والدین سے مل سکتی ہوں اور اپنے خاندان والوں کو مرزا

دکھا سکتی ہوں۔“

دوسری ہی دن وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر مراد آباد گئے۔ وہاں مندوؤں کے جس محلے میں میں نے اپنا بیس گزرا تھا اور جہاں میرا فن خان آباد تھا۔ اس گھر میں اب کوئی منڈ فیملی آباد تھی۔ میں اپنے غلے کے پنڈت چاچا کے پاس گئی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے میرا اتفاقاً جو سہ لیا۔ پھر مجھے اپنے پاس بٹھا کر کہنے لگے: بیٹی، تجھ سے والدین تو مر چکے ہیں اور تجھ سے خاں ملن کے گھر بھی پتہ نہیں کماں کماں چلے گئے۔ مختاری بڑی بہن طاہرہ بانو فادات کے دلال میسٹر گھر میں تھی۔ اس لیے وہ محفوظ رہ گئی۔ میں نے اس کی پرورش کی۔ وہ میرے بڑی گھر، خان موٹی۔ پھر ایک دن پاکستان سے تجھے بچا اور اُن کے صاحبزائے لئے تو میں نے اُن کی امانت اُن کے حوالے کر دی اور اُن کے صاحبزائے سے طاہرہ کا نکاح چڑھا دیا۔ اب وہ پاکستان میں ہے کبھی مجھی مجھے خط لکھتی رہتی ہے اور یہ تاکید کرتی ہے کبھی جیو فی بن سارہ بانو کا پتہ پہلے تو اسے اطلاع دی جائے۔ میں نے طاہرہ باجی کا پتہ لے کر خط و کتابت شروع کر دی جب میرا پاسپورٹ تیار ہو گیا اور باہر ملک کا دورہ کرنے کا وقت آیا تو سب سے پہلے میں اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان گئی اور وہاں اپنی طاہرہ باجی سے ملاقات کی۔ میں کہہ نہیں سکتی کہ کتنی رستے پھر بھی مل سکیں گے اور ملیں گے تو پہچان لیں گے۔ لیکن جب ملے تو ہم محلے مل کر خوب رونے پھر میں نے اپنا پتہ بتایا اور باجی سے اور مہنوی سے کہا کہ کبھی وہ مجھے مل بھی آئیں۔ اُن کے ہاں کچھ فوڈ بننے کے بعد پھر پور پور کے موٹے پر چلے گئے۔ وہاں پیرسن سونر لینیٹ، اسٹینڈل اور لندن میں میکے سٹوہر کے بنکا اکاؤنٹ تھے اور وہاں کروڑوں ڈالر جمع تھے۔ پھر لاکرز میں میرے جواہرات بھی رکھے ہوئے تھے اور پیرسٹر میں ایک بنگلہ موجود تھا۔ جو ہمیشہ مقفل رہتا تھا۔ یہ ساری چیزیں نواب صاحب نے میرے ہاں لکھ دیں۔

ان دنوں میں دنیا کی سب سے خوش قسمت عورت تھی۔ میں اب ایک مبین چیزوں اور خوشیوں سے محروم تھی وہ سب کی سب میں نے پائی تھیں بلکہ اس سے زیادہ مجھے مل رہا تھا۔ میرے پاس اپنی دولت تھی کہ میں جو چاہتی وہ خرید سکتی تھی۔ میرے پاس اپنی محبت تھی کہ میں اپنے شوہر کو دل و جان سے جیت لیا تھا۔ ہم یاد و محبت میں اس طرح گم نہ کہ سال و سال کیسے گزرتے ہیں پتہ ہی نہ ملا

ایک دوسرے کی صورت کے سوا کوئی تیسری صورت نظر ہی نہیں آتی تھی۔ پھر تیسری صورت کے آثار پیدا ہوئے۔ میرے ہاں ہو گئے۔ میں نے نواب صاحب کو یہ خبر سنائی تو وہ خوشی سے ان دنوں ہم مندوستان واپس آگئے تھے لیکن میری بد نصیبی بھی جو چکا تھا کیونکہ نواب صاحب بیمار بنے لگے تھے۔ علاج ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر بولے جا رہے تھے لیکن ان کی محنت نہ بگڑتی جا رہی تھی۔ پھر میری خوش نصیبی پر نصیبی میں یوں ہل گئی کہ ایک رات وہ مجھے روتا ہوا بنگلہ چھوڑ کر اس دینے کو چلے گئے۔ میں سوچ رہی تھیں کہ اتنی ہلکی میرا سہاگرا ہو گا۔ میں حواس باختہ ہو کر حرم کے در و دیوار کو دیکھتی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ کسے ہو گا۔ جو مجھ سے بھر پور انداز میں ملتی رہی ہو گی۔ ختم کیے ہو گئے یا کیا میرے نصیب میں اتنی خوشیاں آ سکتی تھیں کہ خواب کی طرح مجھے نواب صاحب کی محبت ملی ہوگی۔ جیسا کہ تعبیر کی طرح تقدیر نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ محبت کی آغوش میں یہ فکری سے سو رہی تھی۔ آگے چلی تو دنیا میں مصائب سے گزرنے کے لیے مجھ پر ایک بار خود کشی میرے پاس بے انتہا دولت تھی، وفادار ملازم تھے، محفوظ کر سکتی تھی۔ مجھے دشمنوں کا خوف نہیں تھا لیکن ایک اور اولا کے لیے پریشان تھی کہ وہ پیدا ہونے سے پہلے باپ سے محروم ہو گئی۔ میں کس طرح اس کی پرورش کی فے داروں کی میں اتنی ہی بات پر پریشان ہو رہی تھی اور یہ بھول گئی تھی کہ سے بڑی مصیبتیں بھی آ سکتی ہیں۔ ایک رزقوں کی کھنٹی کی ڈھیلے سے دوسری طرف سے کسی کے قبضے آگئے۔ آواز آئی۔ میں نے پوچھا۔ کون ہے؟ دوسری طرف سے ”تھراپا نا عاشق“ کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتی ہو؟ میں کہنے میں رہ گئی۔ میں نے کہہ دیا کہ ”آواز“ وہ کہہ رہا تھا۔ ”بیگم صاحبہ! اب تو تم بڑی اونچی چیز ہو گئی جیسے دولت مند کے سامنے بھی اتنی قیمتی چیز ہو کہ میں تمہیں پڑھانے چاہوں تو نہیں پڑھ سکتا۔ گناہ، بھارتیہ راجا ہے، ہم ایک ہو سکتے ہیں۔“

میں نے غصے سے چیخ کر کہا۔ ”یہ غیرت! اپنی عورت کو بند کرو۔ تم آپ پر حقوں کا بھی پسند نہیں کرتی۔“ دوسری طرف سے قہقہہ لگانے کے بعد کہا گیا۔ ”کوئی کیونکہ میرے پاس نکاح نامہ موجود ہے۔ شادی کی بھی میرے پاس ہیں اور میں نے تمہیں طلاق نہیں دی۔“

میری بیوی ہوا اور اگر تم نے نواب سلامت علی سے نکاح چڑھا دیا تو وہ تاجرانہ تھا۔“ میں نے حقارت سے کہا۔ ”کبیر بیڈل! تم کسی خوش فہمی میں ہو۔ میں بھی قانون اور مذہب کو سمجھتی ہوں۔ تم غیر مسلم ہو اور تم میرا نکاح جائز نہیں تھا۔ اس لیے وہ نکاح نامہ اور وہ تصویریں سرے سے ہی غلط ہیں۔“ کبیر بیڈل نے کہا۔ ”ہاں، تم کسی حد تک نکاح نامے کو غلط کہہ سکتی ہو مگر ان تصویروں کو غلط نہیں کہہ سکتیں اور اس وقت کو جھٹلا سکتیں جب تم کو کتنے پریمی تھیں اور وہ تصویریں اس بات کی گواہ ہیں کہ تم میرے ساتھ پتہ نہیں کتنی باتیں گزرائی ہو۔ سنا ہے کہ تم مان بننے والی ہو۔ میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ جو اولا تم پیدا کرنے والی ہو وہ میری ہے۔“ میں نے آج خود کہہ کر میوکر بیڈل پر چیخ دیا۔ میں نے اس وقت اپنی پھوکی تو دیا تھا لیکن میرے اندر کبیر بیڈل پیدا ہو گئی تھی۔ میں ہاتھ پائی کر شیطاں جان سے نہیں مارتا مگر بلکان کرتا ہے۔ وہ مجھے مان کر سکتا تھا۔ میری ہونے والی اولاد کو بھی وہی بدنامی ملتی جو اب مجھے دیا جائے۔ کیسے اُسے جھٹلا جائے۔ میں تمام دن پریشان رہی۔ مگر ابھی یہ پریشانی کی تھی۔ ابھی اس میں اور اضافہ ہونا تھا۔ تقدیر اور زیادہ مجھ سے مذاق کرنا چاہتی تھی۔ اسی شام ملازم نے کہا کہ ”ایک صاحب طے آئے ہیں۔“ میں نے پوچھا ”کون ہے؟“ ملازم نے کہا ”انھوں نے نام نہیں بتایا۔ میرا خیال ہے کہ نواب صاحب کے پڑنے شناساؤں میں سے ہیں۔“

میں نے نواب صاحب کے شناساؤں اور دوستوں کی بڑی عزت کرتی تھی۔ یہ سوچ کر میں ڈرائنگ روم میں اس سے ملنے گئی تو اُسے بیٹھنے کی ایک دم سے شک گئی۔ ڈرائنگ روم میں بٹھا رہا تھا۔ قہقہے دیکھتے ہی مسکرا کر بولا۔ ”بیگم صاحبہ! ادب! آپ نے مجھے پہچان تو لیا ہو گا۔“ میں نے غصے اور حقارت سے پوچھا۔ ”تم یہاں کیوں آئے ہو؟“ اس نے جواب دیا۔ ”میں تمہارا شوہر ہوں سرتاج ہوں جاہلی زمانہ نہ تھے۔“ میں نے چیخ کر کہا۔ ”جو اس صدمت کرو۔ سیدھی طرح بیان سے چلے جاؤ ورنہ میں ملازموں سے دھکے دے کر نکلا دوں گی۔“ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”ڈرا سہولت سے باتیں کرنا بیگم صاحبہ! لوگ ہوں کہ بہت اونچی ہو گئی ہیں، اپنی دولت مند ہو گئی ہیں اور تمہیں دھکے دے کر اس دینے بھی نکال سکتی ہیں لیکن یہ نہ ہو کہ تم کہہ کر آپ کا شوہر ہوں۔ میرے پاس نکاح نامہ موجود

ہے اور میں نے آپ کو طلاق نہیں دی تھی۔ طلاق حاصل کیے بغیر آپ دوسری شادی نہیں کر سکتی تھیں لیکن آپ نے نواب صاحب سے شادی رچائی جو کہ سراسر غلط ہے۔“ ”مذہب کی ریسے میں اس بات کی حق دار تھی۔ اتنے طویل عرصے تک تم میرے نان نفقے کی فے داری پوری نہیں کی تھی، میری خیر نہیں کی تھی۔ مجھے تنہا یہ یاد دہکار چھوڑ گئے تھے اس لیے میں دوسری شادی کر سکتی تھی۔“ ”لیکن میں بھی مجبور تھا۔ میں بی بی مینیٹورم کا سرٹیفکیٹ پیش کر سکتا ہوں کہ میں اس قدر بیمار تھا کہ مختاری خیر نہیں لے سکتا تھا۔“ ”تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم بی بی کے مریض نہیں تھے۔“ ”ہاں! یہ جھوٹ سہی لیکن جھوٹا سرٹیفکیٹ پیش کیا جا سکتا ہے۔ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ سنی ٹورم سے واپس آکر جب میں نے نانکے سے تمہارا ملاپ کیا تو پتہ چلا کہ وہاں سے جھاگ گئی ہو۔ میں تقریباً ڈھائی برس سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں اور تم یہاں نواب صاحب کی بیگم بنی بیٹھی ہو اور پتہ نہیں کیسے مار ڈالا۔ اب اسکی دولت پر عیش کرنے کا میں موقع مل گیا ہے۔ بہر حال تم نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔ تمام جھگڑوں کو بھول جاؤ۔ مجھے جو کوئی بات ہوئی اسے بھی فراموش کر دو۔ ہم دونوں پھر میاں بیوی کی حیثیت سے نواب صاحب کی دولت پر عیش کرتے ہوئے

جنت

صحبہ بانو

کے مکمل سنسنے خیز پتے

پھللاوا



اردو میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی سرگزشت

• واجد قسم کار • کتابیات پبلشرز ٹرسٹ جس کو راولی

ساری زندگی گزار دیں گے۔

ہشیہ طاعن کے بچے، کسی کم طوائف سے نہیں بلکہ بچہ نواب سلامت علی سے بات کر رہے ہو۔ یہاں انھیں ملتے ہوئے پڑیں گے کہ آئندہ ادھر کس طرح کرنا بھول جاؤ گے۔ میں بات بڑھانا نہیں چاہتی۔ سہولت سے سمجھا رہی ہوں کہ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر لولا سوسائٹی میں میری بھی بہت زیادہ عزت ہے اس لیے میں یہاں سے بے عزت ہو کر نکلتا نہیں چاہتا لیکن جانے سے پہلے انھیں یہ بتا دوں کہ ہونے والی اولاد میری ہے اور میرے نام سے اس دنیا میں پیدا ہونے والی اولاد میری ہے کہ نواب صاحب سے شادی ہونے کے بعد بھی تم مجھے سے چپ چاپ کر رہی رہو اور میری خوشامد کر رہی رہو کہ میں اپنی اولاد میری شادی کا ذکر نواب صاحب سے نہ کروں۔ تم یہ راز چھپانے کے لیے اس راز کی قیمت مجھے دیا کرتی تھیں اور اس قیمت کے بدلے میں نے انھیں وہ اولاد دی ہے جسے تم جتنے قیمتے والی ہو۔

”جو کس امت کرو۔ شادی سے پہلے میں نے تین ماہ عدت کے طور پر گزارے تھے۔ تین ماہ تک میرے کسی سے تعلقات نہیں رہے۔ میری شادی نواب سلامت علی سے ہوئی۔ میں جس بچے کی ماں بنتی ہوں اس کے باپ کا نام صرف نواب سلامت علی ہی ہو سکتا ہے بخدا دعویٰ جھوٹا اور غلط ہے۔“

”غلط سی لیکن غلط کو صحیح ثابت کرنا مجھے آتا ہے۔ اگر میں قانوناً صحیح ثابت نہ کر سکا اور عدالت کے فیصلے میری اولاد کو حاصل نہ کر سکا تو پھر غیر قانونی طور پر ایک دن اس بچے کو اٹھا کرے جاؤں گا کیونکہ وہ میرا ہے اور میرے پاس ہے۔ اس بات کو اچھا طرح یاد رکھنا۔“ یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔ میں سکتے کے عالم میں کھڑی رہی۔ میری سمجھ میں نہیں رہا تھا کہ ان دشمنوں کے اس طرح نجات پاؤں اس طرح لینے ہونے والے بچے کی حفاظت کروں۔ یہ تو نواب صاحب کے مرے ہی آندھی طوفان کی طرح میرے پیچھے پڑ گئے تھے اور مجھے ایک تین کی طرح پھر اسے دلدل میں پیچھا نا چاہتے تھے جہاں سے میں بڑی مشکلوں کے بعد نکلا کرتی تھی۔

اس رات نکو اور پریشانی کے باعث میری بھوک نہ رہی تھی۔ میں کچھ کھا نہیں چاہتی تھی۔ بوڑھی ملازمین سمجھا یا کہ ایسے دنوں میں مجھے بھی طرح کھا نا پینا چاہیے اور خوش بننا چاہیے جو کہ بڑا دیکھ جاتے گا۔ میں ہر طرح سے اپنے بچے کی حفاظت کرنے کی کوشش کر رہی اور اسے دشمنوں سے دور رکھوں گی۔

اس رات میں کرومیں بدل بدل کر بہت دیر تک سوچتی رہی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پھر مجھے اپنی طاہرہ باجی کا خیال آیا۔ میں فوراً ہی

بستے سے اٹھ کر خط لکھنے بیٹھ گئی۔ خط میں میں نے پوری لکھی اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح دشمنوں میں گھوم رہی ہوں، اگر وہ میری مدد کرنا چاہتی ہوں تو بچے کی ولادت سے یہاں پہنچ جائیں اور پیدا ہوتے ہی بچے کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ دشمنوں کا سایہ بھی اس پر نہ پڑ سکے۔

اس خط لکھتے وقت میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ میں اپنے بچے کو پیدا ہونے سے پہلے ہی جدا کرنے کی تدبیر کر چکی تھی اور ایسی تدبیریں سوچنے پر اور ان پر عمل کرنے پر مجبور رہی تھی۔ یہ مجبوریاں میرے مقدر میں لکھی گئی تھیں۔ کبھی غصہ بدعاشیاں ... کی طرف سے مجبور کی گئی، کبھی اسی مجبور کیا سامنے میں بازار میں لاکھڑی گئی۔ کبھی ناگہانے مجبور کیا، کبھی ناچار مجھے مجبور کیا گیا۔ قدم قدم پر اتنی مجبوریاں مجھے جلا دی کہ میں نے شک ہار کر سمجھ لیا تھا کہ اب میں بچہ نہیں لے سکتی ہوں۔ مجبور ہی مجھے لانا نہیں سکے گی۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مجبور ہوتی ہے۔ جب ماں بننے کا وقت آتا ہے تب مجھ پر آیا کہ اولاد کیسے کر لاتی ہے۔

دوسری صبح میں نے خط طاہرہ باجی کے نام پر لکھا اور انتظار کرنے لگی۔ ایک روز میں حویلی کے ایک درجے کے باہر بیٹھنے میں دیکھ رہی تھی اور اپنے حالات پر غور کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ کتنی ہی سفید پوش خیرین اپنے کانٹے اور بڑے بڑے خال اٹھاتے میری حویلی کی طرف جلی آ رہی تھیں۔ پرخوشخوان پوش پہنچے تھے۔ میں سمجھ گئی کہ میرے لیے کتنے تحائف آئے ہیں۔ نواب صاحب کی اکثر عید، بقیہ عید اور خاص موقعوں پر دوسرے نوابوں کے ہاں سے لیے ہی آئے ہوں۔ آج آکر تھے تھے۔ لیکن اس روز ایسے تھے جیسے کوئی موقع نہ تھا کوئی تکبہ میں نہیں آتی۔

میں اوپری منزل سے اتر کر نیچے بڑے ڈرائنگ روم آئی۔ اس وقت تک وہ کینڑیوں اندر داخل ہو گئی تھیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نکلا رہا کرتی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا ہے؟

ایک خواجہ سرانے دونوں ہاتھوں کی تالی بجا کر کہنے کا صاف پہلے آپ دیکھ تو لیں کہ آپ کے لیے کیسے کیا ہے۔ اس نے کینڑیوں کو اشارہ کیا۔ وہ ایک ایک نوابوں کی دھن دھن گئیں۔ خواجہ سرانے اشارہ کیا۔ یہ ریشم اور خواب میں اور یہ دھاک کی ٹپل ہے اور یہ نئے موسم کے چلنے کی خشک میوے ہیں۔

میں حیران سے دیکھتی جا رہی تھی۔ پھر میں نے پوچھا۔

”پوچھا۔ لیکن یہ سب کیلئے ہے کسی نے بھیج دیا ہے۔“ تب خواجہ سرانے ادب سے آگے بڑھ کر مجھے ایک دفعہ پیش اور کیا۔ یہ سب حشمت بیگم نے آپ کے نام لکھا ہے۔

حشمت بیگم کا نام مل کر میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے فوراً ہی اس کے ہاتھ سے اس ترقے کو چھپت کر اور پھر کھول کر پڑھا۔ اس میں سب حشمت نے لکھا تھا۔

”بیگم سارہ بانو! مجھے خوشخبری مل چکی ہے۔

میں اس خوشی کے موقع پر یہ تحائف بھیج رہا ہوں۔ بچے کے لیے بھیج رہی ہوں اور خواب کے حلق میں بھیج رہی ہوں۔ ان دنوں خشک میوے زیادہ استعمال کرنے چاہئیں اور اچھی سے اچھی خوراک کھانی چاہیے۔ میں جا رہا ہوں کہ میرا یہ صحت مند اور خوش صورت ہو۔“

یہ پڑھتے ہی میرے حق بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے اس کا فائدہ اٹھانے کے لیے اسے جوتے پہن کر کھانا کھا دیا۔ میں نے اس کا فائدہ اٹھانے کے لیے اسے جوتے پہن کر کھانا کھا دیا۔

یہ پڑھتے ہی میرے حق بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے اس کا فائدہ اٹھانے کے لیے اسے جوتے پہن کر کھانا کھا دیا۔

یہ پڑھتے ہی میرے حق بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے اس کا فائدہ اٹھانے کے لیے اسے جوتے پہن کر کھانا کھا دیا۔

میں غصے میں طعنائی ہونے والی تھی۔ اپنی خواب گاہ میں پہنچنے پر مجھے رونا آ گیا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ میں غصے میں نہیں تھی بلکہ غصے میں رونا نہیں آتا۔ پریشانیوں کو لاتی ہیں اور پریشانی میں ایک اضافہ یہ ہو گیا تھا کہ حشمت بیگم بھی میرے ہونے والے بچے کا غصہ دار تھی۔ ہاتھ میں دل میں اسے کوئی رعبی اور بدنامی دیتی تھی لیکن میری طرح کتنی ہی عورتیں بازار میں بیچ کر دیتی ہیں اور بدنامی ان اپنے لیے دیا کرتی ہیں دشمنوں کو بدعنوانی میں جکڑنے کا کھیل ہے۔ ہاتھوں کو دغاؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود وہ ایک ایسا سہارا ہے، ایسی امید ہے کہ کچھ حاصل ہونے سے ہاتھوں کو دغاؤں میں پڑا رہے گی۔ اس وقت میں بھی اللہ تعالیٰ کی دعا مانگ رہی تھی کہ بلا سے مجھ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔

دشمنوں کے غمخوفا ہے کسی طرح جلسے جلسہ میرا گھر میں ان دشمنوں کی پاس بیٹھ جاتے اور وہ میرے پاس چل آتے۔ ان کے پاس کوئی اور قرب دونوں کی وہ مجھے تو پاس کے لیکن میں نہیں مل سکتی تھی۔

میں نے ان کے پاس کوئی اور قرب دونوں کی وہ مجھے تو پاس کے لیکن میں نہیں مل سکتی تھی۔

ہم لو کہ دوسری طرف سے حشمت بیگم کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”بیگم سارہ بانو! ملازم تو بے جا سے مار کھانے کے لیے ہی ہوتے ہیں۔ کیا ان سب سے مار کھانے ہیں، پھر بھی ہماری خدمت کرتے رہتے ہیں۔ ان پر اتنا اٹھا کر کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں اپنے بچے سے دستبردار ہو جاؤں گا، کبھی نہیں۔ جب تم میرے ہاں آئی تھیں اور جب بھنگ کے نشے میں مدہوش تھیں تو، وقت میں نے بخدا کی قسم کسی کسی تصویریں اتاری ہیں، وہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ جب بھنگ اور دینا والے دیکھیں گے تو یہ تسلیم کر لیں گے کہ کتنا ہے ہونے والے بچے کا باپ ہی میں ہوں۔ تم اچھی طرح غور کرو۔ سوچ لو کہ میری دشمنی کتنی مہنت پر مبنی ہے۔ میں پھر کبھی فون کروں گا۔“

یہ کہہ کر دوسری طرف سے ریسورنک دیا گیا۔ میرا دل بری طرح دھڑکا رہا تھا۔ میں خوف سے حشر حشر کا پڑ رہی تھی۔ میرے حوصلے جواب دے رہے تھے۔ ایک نہیں تین تین دشمن میرے ہونے والے بچے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے تھے۔ میرا سکون برباد ہو گیا تھا۔ مجھے کسی طرح کہیں میں بھی نہیں ملتا تھا۔ میں کہیں بھی جاتی تو بے قرار ہو کر اٹھ جاتی تھی۔ اٹھ کر کھانے کھاتی تھی۔ شیتے ہلتے خشک جاتی تو بہت جلد جاتی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں۔ کیسے یہ مصیبت کے دن گزاروں۔

ولادت میں ایک ماہ کا وقت رہ گیا۔ آٹھ ماہ گزر چکے تھے اور نوزی جیسے کسی دن بھی ولادت ہو سکتی تھی۔ ایسے ہی وقت طاہرہ باجی کا خط پہنچا کہ وہ فلاں دن فلاں تاریخ کو اور فلاں گاڑی سے دہلی اسٹیشن پہنچیں گی۔ میری بوڑھی خادہ میرا بہت خیال رکھتی تھی اور میری پریشانیوں کو سمجھتی بھی تھی۔ اس نے مشورہ دیا کہ ولادت کے لیے چپ چاپ اس کے گاؤں چل جاؤں۔ یہاں کسی کو ان کا خیال نہ ہوگا۔ خیر نہ ہوا اور وہاں بچہ ہو تو میں وہ بچہ اپنی بہن کے حوالے کر دوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ میری بہن دہلی اسٹیشن پہنچے گی۔ وہاں سے گاؤں کی طرح میں کو لایا جائے گا۔

بوڑھی خادہ نے کہا۔ ”کرم دین نواب صاحب کا بہت ہی وفادار ملازم ہے۔ میں اسے ایک عرصے سے جانتی ہوں۔ میں اسے رازدار بنا لوں گی۔ وہ آپ کو پہلے میرے گاؤں چھوڑ دے گا اس کے بعد وہاں دہلی آ کر آپ کی بہن کو گاؤں تک پہنچائے گا۔“ اس دوران تینوں دشمنوں کی طرف سے دھمکیاں برابر ملتی جا رہی تھیں۔ ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ میں کسی کو بچے کا تسلیم کر لوں اور اس طرح میرے بچے کے نڈے سے وہ نواب صاحب کی دولت پر میں کس کر دوں۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ تینوں اس بات سے واقف تھے کہ نواب صاحب کی حویلی کے تہ خانے میں بے شمار دولت چھپا کر رکھی ہے۔ جسے وہ دوسرے مالک پہنچانے دے تھے۔ سونے کی اینٹوں کا بھی انہیں علم تھا۔

اکٹھ سب ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اور کسی طرح اس دولت تک پہنچنا چاہتے تھے۔

میری خوب گاہ میں رکھا ہوا ٹیلیفون میرے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ اسی ٹیلیفون کے ذریعے ہوتا اور کہیں پیدل اور سیٹر خدمت بیگ رابطہ قائم کرتے رہتے تھے۔ اور مجھے پریشان کرتے رہتے تھے۔ میں نے سوچا کیوں نہ اس ڈسٹری فون کو اٹھا کر چیک دوں اور اس کا کنکشن کاٹ دوں تاکہ کوئی مجھے آواز نہ دے سکے۔ ان ہی سوچوں کے دوران ایک روز گھو گشتی فون موصول ہوا۔

”ہیلو! ایک سارہ باتو! مجھے نہیں معلوم تھا کہ اتنی اونچی باتی ہو۔ بہر حال کار کے حادثے میں تم میں اپنے گھر علاج کے لیے آنا تھا۔ میں نے تم سے ہمدردی کی تھی لیکن تمہاری وجہ سے پولیس والوں نے میرے گھر پر چھاپہ مارا تھا۔ اسے ساتھ چوری کا کتنا ہی سامان ہمارا ہے۔ تم نے گھر اور مجھے خلیج بھیج دیا میں چھ ماہ تک ہسپتال میں رہ کر دلش آیا۔ اور اس وقت نہیں بالکل ٹھیک تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم میرے لیے اتنی کم چوسکتی ہو۔ اب یہ سولہ گھنٹے کے نوب صاحب مرچے ہیں۔ اور تم ان کے پیچے کی ماں بننے والی ہو۔ مجھے پیچھے سے کوئی دوسری نہیں ہے لیکن کو نقصان تمہاری وجہ سے مجھے ہوا ہے۔ وہ درکار دو۔ وہ میں تمہارے بچے کو اٹھا کر لے جاؤں گا۔“

میں نے منہ سے کہا ”آئندہ اگر تم نے ایسی جھلی دی تو میں تمہیں پھر جیل بھیج دوں گی“

”میں پھر جیل سے باہر آ جاؤں گا جیل کی رسی جگ نہیں جہاں مجھ کو سمجھات تیر کر کے رکھا جائے میں کوئی اتنا بھاری جرم نہیں کرتا کہ عرصہ ہو جائے۔ تم مجھے جیل بھیجو گی میں واپس آ جاؤں گا کہیں نہ میں تمہارا بچہ میرے ہاتھ چڑے گا یا تم میرے ہاتھ چڑھو گی تو میں اپنا سب نقصان پورا کر لوں گا۔“

میں نے سپور کو کرڈیل پر چڑھ دیا جسے اس کی پروا نہیں تھی۔ کیونکہ اسی رات میں ایک بیل گاڑی میں گرم دھن کے ساتھ تھپڑ کر اٹوں رات اس شہر سے نکل گئی تھی۔ اورانی پوڑی خادم کے گاؤں دوسری صبح پہنچ گئی تھی۔ وہاں میں غور و خفا کر م دین وہاں سے پھر واپس دہلی گیا اور ظاہر ہائی کے دینے ہوئے وقت کے مطابق دہلی اسٹیشن پہنچ گیا وہاں سے بائی کو میرے پاس لے آیا بائی بائی سے مل کر اطمینان کو اکر اب میرے ہونے والے بچے کو پھر یہ خوفناک حاصل ہو جانے کا یقین دل میں رہ کر وہ در و در بھی اٹھنے لگا تھا۔ کہ میرے جنم دینے والی ہوں وہ بچہ پیدا ہونے ہی پر مجھ سے چلے جاتا ہے گا۔ اور میرے نہیں میں اب اس بچے کا منہ دیکھ سکوں گی۔ دیکھ سکوں گی میں یا نہیں۔ زندگی اور موت کا تجربہ وہ نہیں کرتا اس زندگی میں مجھے کہیں ایسی بچے کی صورت دیکھنی نصیب ہو۔ اس کی میں دل ہی دل میں دعا میں مانگتی رہتی تھی۔“

”مرزا ڈائری پڑھ رہی تھی اور میں اس کے داغ میں اس کی سون کے ذریعے ڈائری کی پوری روداد سننا چاہتا تھا۔ پڑھ پڑھ لینے کے بعد مرزا نے رک تھی تھی۔ کیونکہ اس کے بعد وہ لاٹری تھا۔ اس نے ڈائری کے اس ورق کو الٹ کر دیکھا تو دوسری طرف ہوا تھا۔

”آج میں نے ایک بہت ہی خوبصورت سی بیٹی کو جنم دیا۔ ماشاء اللہ بڑی صحت مند ہے۔ اور اس کی جملہ دیکھ کر یہ کہتا ہوں کہ اچھی نڈا اور بھی نکلے گی۔ بالکل اپنے باپ پر جلتی ہے۔ اتنی جلدی جیسی بیٹی کو اپنے سے جدا کرتے ہوئے تیرا دل کٹ رہا ہے۔ میری جلدی میں نہیں آ رہا ہے۔ کہ میں اس دل سے اسے الگ کر دوں۔ ایسا نہیں ہے۔ جیسے میں اپنے تمام ایک تھکا کاٹ کر اپنی بہن کو دے دوں گا۔ اور مجھے ایسا کرنا ہی ہوگا۔“

اس کے بعد ڈائری کا موقوفہ سادہ تھا۔ مرزا نے اسے کو الٹ کر دیکھا۔ تو پھر دوسری طرف لکھا ہوا تھا ”آج میری بیٹی کی پیدائش ہوئی۔ اب میں ڈائری بند کرنے والی ہوں۔ کیونکہ اسے ڈائری کو اپنی بیٹی کے ساتھ روانہ کر دوں گی۔ میری یہ داستان باقی کے پاس انسان کے طور پر رہے گی۔ تاکہ جب میری بیٹی ہوگی۔ با شعور ہو اور دنیا کو سمجھنے لگے تو یہ ڈائری پڑھ کر اپنی ماں کے بھی کچھ سکے۔ اور کسی غلطی میں مبتلا نہ ہو اور اس ڈائری کے اتنی ماں کے دشمنوں کا چہرہ بھی دیکھ لے۔

میرے دل میں وہ رہ کر خیال آتا ہے کہ اس کے میں ایک بیٹے کو جنم دیتی اور میری باقی اس بیٹے کو اتنا شہرہ و بناؤں کہ وہ دشمنوں سے جنم کر کے رہ لے۔ اپنی ماں کے ساتھ جو یاد دہاؤں ہیں۔ اور جو جانوروں جیسا سلوک کیا ہے۔ وہی سلوک میرا بیٹا سے کرتا ہوگا۔ لہذا میری مرضی کے آگے تم مجھ نہیں کر سکتے۔ خدا کو شکر تھا کہ میں ایک بیٹی کو جنم دوں اس میں کسی اندھ نالی کی کوئی مصیبت ہوگی۔ ایسی بات نہیں ہے کہ میں بیٹی کو جنم دے کر مایوس ہوں۔ کفر ہے پھر یہ کہ میری بیٹی اتنی اچھی اتنی خوبصورت ہے کہ میں اس کو دیکھ کر مایوس ہوی نہیں سکتی۔ مجھے اس پر اتنا خیال آ رہا ہے کہ اس کی بہن کے خولے کر کے مجھے بھی اندھ سے مایوس کر دیں۔ اس بات کو میں ہی سمجھ سکتی ہوں۔ کوئی دوسرا دیکھ نہیں سکتا۔ آج میں پرتھر رکھ کر باقی کو اس کے خولے کر دوں گی۔ اور باقی اسے سے پاکستان ملی جائیگی۔“

ڈائری کے باقی اوراق سادہ تھے۔ مرزا نے اسے دیکھا۔ وہ اندر ہی اندر فٹے ہوش اور جذبے سے اُبل رہی تھی۔ اور اپنی بیٹی کو سوچ رہی تھی۔ ”میں بیٹی نہیں ہوں۔ ماں نے مجھے بیٹی بنا دیا۔ لیکن میں بیٹی ہوں اور اس کی یہ حسرت غور و خیر کی ہوگی۔“

بھنوں سے جنم کر کے رہے جائیں۔ میں ان کے ساتھ ایسا جانوروں جیسا سلوک کر دوں گی کہ ان کی آئندہ نسلیں مجھے یاد کرتی رہیں گی۔“

وہ اپنی خالہ کی آواز سن کر جو تک گئی۔ اس نے اپنا کپڑا الٹ کر دیکھا تو اس کی ظاہرہ خالہ دروازے پر کھڑی رہی تھیں اور اب اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔ ”کیا ڈائری پڑھنے کے بعد میری بیٹی کو غصہ کر رہا ہے؟“

”ہاں میں بیان نہیں کر سکتی کہ اس وقت میری کیا حالت ہے۔ میں ان دشمنوں کو کچا چھو جانوں گی۔ مجھے ان کا پتہ معلوم ہونا چاہیے اور میں مبینی جلدی ہو سکے اپنی اتنی سے جاکر مانا چاہتی ہوں۔ آپ اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتی ہیں؟“

”خیر تم جو کرنا ہو گی وہ ہو جائے گا۔ فی الحال دو کمرے میں چلو اور تمہارے کے انچارج کے سامنے اپنا بیان دے دو۔ وہ تم دشمن جو نہیں گھیرنے آئے تھے انہیں حوالا دے دیجیے۔“

مرزا نے بڑی سی کمانہ خالہ میان میرا دل نہیں چاہتا۔ لاہجی میں کسی سے جاگرتوں اور خواہ خواہ کے بیانات دوں۔ آپ ان لوگوں سے کہیں کہ ان جرموں کے خلاف جو چاہیں وہ کارروائی کریں۔“

اس کی خالہ نے سمجھا نہ بیٹھی یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ قانونی کارروائی تو پوری کرنی ہی پڑتی ہے۔ تم خود ہی دیر کے لیے چلو اور خالہ سے سامان سے کران سے نجات پاؤ۔ پھر ہم اطمینان سے بیٹھ کر بھڑا رہی اسی کے۔ خالہ گفتگو کر کے اور میں خفیہ تباہی کی کر دوں تک میں پہلے کے لیے اٹھ کر نکلتی ہوں۔ تمہارے خالہ اس سلسلے میں پوری تفصیل سے خفیہ کچھ بتا سکیں گے۔“

اپنا کپڑا میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں جس کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اس کے دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ پھر مجھے دروازے کے اس پاسے شہناز کی آواز سنائی دے کر وہ کہنے لگی تھی۔ ”تم اندر میرے کمرے کے اندر مجھے کیا کر رہے ہو؟ تمہاری آواز ابھی شادی نہیں ہو سکی ہے اور یہ کوئی کمرے کا وقت نہیں ہے۔ جو کہ میری حالت خراب ہے۔“

خالہ غلغلہ بڑھنے سے کھانے آ لیے۔ باہر آ جاتو۔ میں نے کمرے کے اندر سے کمانہ میز پر پکنا ناگوا۔ ”اچھا میری آواز سننے کے بعد مطمئن ہو کر میز پر پکنا ناگوانے کے لیے آئی ہو۔ میں کھڑی رہ کر دیکھ چک تھا۔ چاہے چھوڑا۔“

میں دور چلا جاتا ہوں تو ماحول یکسر بدل جاتا ہے۔ یہاں بچھکتے ہیں کچھ بوتلے اور ایک بچھکتے ہی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ اتنی دیر میں مرزا کے ماحول میں موجود تھا۔ وہاں سے آتے ہی مجھے شہناز کا ماحول مل گیا۔ اس کے لیے درازا ذہنی طور پر اپنے آپ کو آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ وہ نہ پلے والے ماحول کا اثر دماغ پر نہایت ہے۔ تو موجودہ ماحول میں آوی کچھ کر نہیں پاتا۔

جب میں چند لمحوں تک خاموش رہی تو مجھے شہناز کے ماحول کی ایک ایک بات یاد آئی۔ یہ بھی یاد آیا کہ مرزا کے وقت غلام کے پاس ہوں میں اس سے ملنے گئے تھے اور وہاں میں نے غلام سے کہا تھا کہ کیسے سادہ شہناز کی کوئی میں آکر ہے اور اس کا کھانا ناجی تھا۔ لیکن اسے آئے اچھ میں نے شہناز کی سوچ پر ہی تھی تو وہ اس بات پر پریشان تھی کہ میں خوش ہو کر غلام سے ملنے کے بعد اب اسے زیر کر رہا ہوں اور وہ کتنا ناچاہتی تھی اور مجھ سے دور رہنا چاہتی تھی لیکن جب میں خوش ہو میں نایا ہوا اس کے پاس جاتا تھا تو وہ مسرور ہو جاتی تھی۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ اب کا وہ ڈوب جو میرے ہاتھ لگ گیا تھا کسی طرح حاصل کر لے گی اور میں مجھے اس طرح سے خرم کرے گی اور اس طرح مجھ سے نجات پلے گی۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر کمرے سے باہر چلتے وقت میں نے مرزا کے داغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ تمہارے کے انچارج کے سامنے بیٹھی ہوئی بیان دے رہی تھی اور اس کے آس پاس اس کی خالہ اور خالو بیٹھے ہوئے تھے۔ میں پھر وہاں سے واپس آ گیا۔ ڈانٹنگ نہیں پکنا ناگوا جاتا تھا۔ شہناز ایک طرف کھڑی ہوئی پلے آسمانی رنگ کی ساڑھی میں غضب ڈھکا رہی تھی۔ جوڑے پر چھوڑوں کی دینی سجا رہی تھی۔ گوتے گوتے گلابی رنگ پر ہلکا میک اپ بھلا لگا رہا تھا۔ آنکھوں میں کاسپل کی دھندلاہٹ تھی۔ وہ مجھے سے کتنا ناچاہتی تھی لیکن بناؤ سنگھائے باز نہیں آتی تھی۔ یہ عورت بھی مجھ پر ہوتی ہیں مردوں سے دور جھانکنا چاہتی ہیں اور انہیں بھلانے کے لیے بناؤ سنگھا رہی کرتی ہیں۔ اگر وہ بناؤ سنگھائی کر کے لیے نہیں تھا کسی کو دیکھانے کے لیے نہیں تھا تو پھر کس لیے تھا۔ وہ سادگی سے بھی تو گھر کی چار دیواری کے اندر رہ سکتی تھی مگر عورت کی کمزوری یہی ہے کہ وہ غمناک کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔

144

مجھے آزاد کرو میں تمہاری تین خواہشیں پوری کروں گا۔
 یا میرے دل اس نے الف لیلہ کی کہانیاں یاد نہیں
 ایک بہت ہی مانی نظم بغداد کے چور میں بھی میں نے یہ
 منظر دیکھا تھا کہ سمندر کے کنارے سارونامی ایک چور کو ایسی
 ہی ایک بڑی لفظ آتی ہے اور اس میں ایک جن فید ہوتا
 ہے جو گزرا کر کہتا ہے کہ مجھے بڑوں سے آزاد کرو۔ پھر میں
 تھا ہی میں خواہشیں پوری کروں گا۔
 اس وقت بھی بائیں ہی منظر تھا۔ ہمارے سامنے ذرا
 فاصلے پر وہ بڑی بڑی بونی تھی اور اس میں سے آواز آ رہی
 تھی۔ مجھے آزاد کرو۔ خدا کے لیے مجھے آزاد کرو۔ میں تمہارا
 احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔
 اس وقت شنناز کی عجیب حالت تھی۔ وہ خوفزدہ بھی
 تھی اور خوشی سے مجھ سے لپٹ کر کہہ رہی تھی کہ اس کو
 آزاد کرو۔ میں نے الف لیلہ کی کہانیوں میں نہیں پڑھا ہے
 کہ ایک جن کو بڑوں میں قید کر دیا گیا تھا۔ اگرچہ اسے آزاد
 کر دیں گے تو یہ ہماری تین بڑی خواہشیں پوری کرنے
 کا نام میرے پاس ہو تو مجھے کسی جن کا خوف نہیں ہے۔ میں
 ٹھٹھے پیچھے کھڑی رہوں گی۔
 میں نے کہا۔ شنناز مجھے ڈر اس پر ہے۔ وہ الف لیلہ کی
 دور گرد چمکے۔ یہ بیسویں صدی ہے۔ اس زمانے میں جبکہ
 انسان جامد پرستی سے بڑھ کر توہم سے کیسے تسلیم کر لیں کہ ایک
 جن بڑوں میں بند ہو کر ہمارے پاس آ گیا ہے۔
 میں آگے بڑھ کر بڑوں کے قریب پہنچ کر دیت پر
 دوڑنا ہو گیا۔ شنناز بھی میرے پیچھے پیچھے آ کر بیٹھ گئی تھی۔
 میں نے بڑوں کو اٹھا کر دیکھا تو واقعی اسی میں سے آواز آ رہی
 تھی۔ میں نے کان لگا کر سنا تو آواز بہت ہی صاف اور
 واضح تھی۔ اندر سے جیسے کوئی جن بول رہا تھا۔ مجھے آزاد کرو۔
 مجھے ایک بار آزاد کرو۔ میں تمہاری تقدیر بدل دوں گا۔
 تمہیں اس دنیا کا سب سے امیر کیر انسان بنا دوں گا۔
 مجھے آزاد کرو۔
 میں نے بڑوں کو ادھر ادھر سے آٹھ پلٹ کر دیکھا۔
 اس کے منہ پر ایک بہت ہی موٹا سا کارک لگا ہوا تھا۔
 بڑوں کے اندر کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیونکہ اس کے ارد گرد
 کا ایک غلات منڈھا ہوا تھا۔ میں نے اس غلات کو ہٹانے
 کی پوری کوشش کی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اس چڑے کے
 غلات کو ہٹانے سے چپکا دیا گیا ہے۔ اندر کچھ نظر نہیں آ رہا تھا
 لیکن یہ جملہ کی بات تھی کہ بڑوں میں سے آواز کیسے آ رہی

ہے اور کوئی جن کیسے بول رہا ہے۔ صرف ایک کارک
 ذیلیہ اس کے منہ کو بند کیا گیا تھا اسے ایک جھکے
 کھولتے ہی سارا راز فاش ہو سکتا تھا۔
 شنناز نے میرے بازو کو جھنجھوٹتے ہوئے کہا کہ
 دیکھ لے۔ جو کیا سوچ ہے جو۔ دیر نہ کرو۔ اس بڑوں
 کھول دو۔ یقیناً ہماری تقدیر بدلنے والی ہے۔ میں تمہارا
 میں دیکھ رہی ہوں کہ میں دنیا کی سب سے امیر کیر ہو رہی
 ہوں گئی ہوں۔ طاعتی خدا کے لیے دیر نہ کرو۔ اس بڑوں
 ڈھکنا کھول دو۔
 میں نے ایک نظر شنناز پر ڈالی۔ اس کی بیقراری کو
 محسوس کیا۔ کچھ جسٹس میرے اندر بھی موجود تھا۔ میں دیکھ
 چاہتا تھا کہ بڑوں میں جن کیسے بند ہو جاتا ہے۔ پھر میں
 نے اس بڑوں کو ایک ہاتھ سے منہ بوجھ سے چپکا۔ پھر ان
 کے کارک کو کھینچنا چاہا لیکن وہ بڑی سختی سے بند کیا
 گیا تھا۔ اگر وہ ڈھیلا ڈھالا ہوتا تو میرا خیال ہے کہ جو
 کب کا نظر کر دیا ہوتا تو آزاد ہو چکا ہوتا۔
 بہر حال ایک بار میں نے پوری قوت سے زور
 کر اس کارک کو کھینچنا تو بڑوں کی یاد کی کھل گئی۔ کھلتے ہی دھڑ
 سارا دھواں تیزی سے نکلتا لگا۔ اس کے ساتھ ہی جیسے
 ہوا گرجتا ہو بہت زور کے قہقہے لگانے کی آواز آتی ہے
 جن قہقہے لگا رہا تھا۔ جو ہو ہو ہو ہا ہا ہا میں آزاد ہو گیا
 اب میں آزاد ہو گیا ہوں۔
 ایک ایک مجھے لیٹ محسوس ہوا جیسے میرے اندر
 جان نکل گئی ہے۔ میں وہاں سے ہٹا چاہتا تھا لیکن وہاں
 تھا وہیں رہ گیا تھا جس پوزیشن میں میں دوڑنا بیٹھا ہوا
 تھا اور بڑوں کو چپٹے ہوئے تھا۔ اسی پوزیشن میں میں
 بڑوں کو چپٹے دوڑنا بیٹھا رہ گیا تھا۔ اپنی مرضی سے
 حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ بڑوں سے نکلنے والے دھواں کی بو
 میرے سینوں میں دینگ رہی تھی۔ اس کو کہہ رہی ہے اٹھ
 تھا کہ میں حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ بائیں ایک
 چمکے جیسے کی طرح ساکت ہو گیا تھا۔ اتنا احساس رکھ کر
 میری آنکھیں اپنے سامنے کا نظارہ دیکھ سکتی ہیں اور میری
 آنکھوں کی پتلیاں دائیں بائیں حرکت کر سکتی ہیں لیکن
 میری گردن نہیں ہل رہی تھی تو میرے کان سمندر کی لہروں کا
 شور بھی سن رہے تھے۔ میں ہونٹوں کو حرکت دے کر اپنی
 زبان کو ہلا کر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن جسم کے یہ سارے اعضا
 بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔

جسمانی حرکات و سکنات کا تعلق دماغ سے ہوتا
 ہے۔ دماغ جیسا کہتا ہے ویسے ہی جسم حرکت کرتا ہے۔ اب
 دماغ اس قابل تو نہیں رہا تھا کہ میرے جسم کو حرکت دے
 سکتا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ میرا دماغ بالکل کند ہوئے
 کے باوجود سوچنے کے قابل ہے اور اپنے سامنے کے غلاتوں
 کو محسوس کر سکتا ہے۔ آنکھوں کے ذیلیہ دیکھ سکتا ہے اور
 کانوں کے ذیلیہ لہروں کا اثر سن سکتا ہے اور سوچ سکتا
 ہے کہ یہ سب کچھ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور میں
 حرکت کیوں نہیں کر سکتا ہوں۔ یہ بھی سمجھ میں آ رہا تھا کہ
 یقیناً یہ اس بڑوں سے نکلنے والے دھواں کی وجہ سے ہی
 ہو رہا ہے۔
 پتہ نہیں اب آگے کیا ہونے والا تھا اور میرے پیچھے
 جو شنناز بیٹھی ہوئی تھی وہ کہاں تھی۔ کیا ہو گئی تھی اس کی
 بھی آواز سنانی نہیں دے رہی تھی۔ اگر میں اس قہقہے سے
 حرکت کر گیا تھا تو اسے میرے سامنے آ کر مجھے جھنجھوٹا
 چاہیے تھا۔ مجھ سے میری حالت پوچھنی چاہیے تھی لیکن
 وہ بھی پتہ نہیں کہاں گم ہو گئی تھی یا ہو سکتا ہے کہ میری
 طرح میرے پیچھے گم ہو چکی رہ گئی ہو۔
 میں بہت دیر تک بونی بیٹھا رہا۔ میں نہیں جانتا
 تھا کہ کیا کیا ہونے والا ہے۔ کچھ ہو چکی تھیں رہا تھا۔
 چاروں طرف گری خاموشی اور دیرینی تھی۔ کوئی آدم زاد
 ادھر سے گزرتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اگر کوئی آواز تھی تو
 وہ سمندر کی تھی جو ہمارے کانوں میں بج رہی تھی اور شنناز
 کی طرح پیچھے رہی تھی۔
 بڑوں سے مام دھواں کے خارج ہو جانے کے بعد
 اب وہاں سے جن کو ٹھٹھنا چاہیے تھا لیکن نہ تو جن نظر آیا
 اور نہ ہی اس کی آواز اب سنانی دے رہی تھی معلوم ہوتا تھا
 کہ وہ دھواں کے ساتھ فضا میں غائب ہو گیا ہے۔ بڑی بڑ
 ہو گئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ جہاں سے میں نے بڑوں اٹھائی
 تھی وہاں ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ وہ ریت کا ٹیلہ ابھر کر
 سے چھپتا لگا جیسے تفریخت رہی ہو۔ پھر اس میں سے ایک
 انسانی چہرہ نمودار ہوا۔ وہ ناک پر دھال رکھے ہوئے تھا۔ اس
 کے ساتھ ہی میں نے وہاں طرف آنکھوں کی پتلیاں کھلا کر
 دیکھیں تو ادھر سے بھی ایک ٹیلہ چھٹ گیا تھا اور اس میں
 سے بھی ایک آدمی باہر نکل رہا تھا۔ میں نے بائیں طرف
 آنکھوں کی پتلیاں کھلائیں تو وہاں بھی میں منظر نظر آیا۔ وہاں
 سے تیسرا آدمی نمودار ہو رہا تھا۔ اب میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ

لوگ دینی زمین پر گر کر کھڑے ہونے کے بعد مل جھپے ہوئے
 تھے اور اس وقت کا انتظار کر رہے تھے کہ جب جن کی
 آواز سنیں تو ہولے اور بڑوں سے نکلنے والا دھواں پوری طرح
 فضا میں گھل جائے۔ ہرگز ناوہ جو ہولے تو وہ لوگ کل سکین اور
 اب وہ لوگ ناک پر دھال رکھے ہوئے تھے۔
 پھر ایک رومال دلانے کے بعد کہ کچھ اشارہ کیا۔
 دوسرے آدمی نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھ سے وہ بڑوں
 لے لے پھر ناک سے رومال ہٹا کر سوچنے لگا۔ اس کے بعد اس
 نے انبات میں سر ہلا کر دوسرے آدمیوں کو یہ اشارہ دیا کہ
 اس بڑوں کی بڑا کل خارج ہو چکی ہے۔ اونٹن کی کوئی
 بات نہیں ہے۔ اس کے اشارے کو پا کر کئی دو آدمیوں
 نے بھی اپنی ناک پر سے رومال کو ہٹا لیا۔ اس کے بعد
 ایک شخص نے جبکہ چاروں کانوں کو بڑوں پر چڑھتے ہوئے
 چڑھ کے غلات کو کاٹنا شروع کیا۔ وہ غلات کٹ گیا تو
 میں نے دیکھا کہ وہاں بڑوں نہیں تھی بلکہ بڑوں کا نکل رہا تھا۔
 بڑوں کے نکلنے سے میں ایک چھوٹا سا کیٹ ریکارڈ دیکھا
 ہوا تھا۔ جہاں سے اس جن کی آواز سنانی دے رہی تھی بڑوں
 کے درمیان حصے کے اوپر ایک چھوٹی سی ٹی سی بونی تھی۔
 جس میں سے دھواں خارج ہوا تھا۔ اب وہ بڑوں بیکار ہو
 گئی تھی۔ ان لوگوں نے کیٹ ریکارڈ کو اپنے قبضے میں
 لکھ کر بڑوں کو ایک طرف چھینک دیا۔ پھر ان میں سے
 ایک آدمی نے میرے قریب میرے دروازے پر دوڑنا لڑ بھٹ
 کر مسکراتے ہوئے کہا۔ یہیلوسٹر فریڈ، ہم جانتے ہیں کہ تم
 فریڈ دہلی تیمور ہو مگر افسوس کہ جس انداز میں ہم نے تمہیں
 پھانسا ہے اس کے بعد تم کچھ دیر تک خیال خوانی کے قابل
 نہیں ہو گے اور جب خیال خوانی کے قابل ہو جاؤ گے
 تو سوائے میرے اور کسی کو تمہیں نہیں کر سکو گے۔ میں تمہارا
 سامنے قربانی کا یکرانہ کر آیا ہوں۔ تم جہاں ہو گئے تھے۔
 اوتھیں نے لیا۔ فی الحال میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا
 پھر اس نے اپنے دوسرا پنجیوں کی طرف اشارہ کیا
 وہ دونوں میرے سر دائیں بائیں آکر کھڑے ہوئے پھر انھوں
 نے میری بغل میں ہاتھ ڈال کر مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ میں
 اس قابل نہیں رہا تھا کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا۔ وہ
 دونوں ہیا انھوں کی طرح میرے ساتھ تھے۔ پھر انھوں
 نے مجھے دوسری طرف گھما دیا۔ تب میں نے شنناز کی طرف
 دیکھا۔ وہ بھی میری طرح دوڑنا بیٹھی ہوئی تھی۔ بالکل پیچھے
 مجھے کی طرح ساکت تھی اور میری طرح اپنی مرضی سے حرکت

نہیں کر سکتی تھی۔ ان تینوں میں سے وہی ایک آئی بول رہا تھا اور وہی ان کا لیڈر بھی تھا۔ اس نے شہناز کو بڑی جیڑی اور بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ پھر کہا: کمال ہے فراد صاحب! دنیا کا سارا حسن سمٹ کر آپ کے پاس جمادیا ہے واقعی اتنی حسین و مینرہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ دیکھتے ہی چلے جاؤں۔ اس نے آگے بڑھ کر شہناز کو دونوں ہاتھوں سے اٹھ کر کھڑا کر دیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر سکرٹاتے ہوئے بولا۔ "فراد صاحب! آپ اطمینان رکھیں۔ یہ آپ کی امانت ہے اور ہم آپ کی امانت میں خیانت نہیں کریں گے۔ یہ چاہے کتنی ہی حسین اور پرکشش ہو۔ ہمیں تو صرف آپ سے واسطہ ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے شہناز کو ایک جھکے سے اٹھا کر اپنے شانے پر ڈال لیا اور آگے بڑھنے لگا۔ اس کے دونوں ساتھی بچے دو طرف سے گھیس کر وہاں سے لے جانے لگے۔ میں اور شہناز اس قابل نہیں تھے کہ اپنے قدموں سے چل سکتے۔ اسی لیے ہمارے ساتھ یہ سلوک ہر ہاتھ تھا۔

وہ ہمیں اس کار کے پاس لے آئے جو ہماری کار کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اب پتہ چلا کہ وہ خالی گاڑی اٹھی لوگوں کی تھی اور انھوں نے ہم سے پہلے یہاں پہنچ کر ہمارے لیے جال بچھایا تھا۔ انھوں نے ہماری کار کی پہچان سیٹ کا دروازہ کھولا اور اس سیٹ پر مجھے اور شہناز کو زبردستی اندر بٹھوس دیا۔ پھر وہی لیڈر شہناز کے دوسری طرف جا کر بیٹھ گیا۔ یعنی شہناز میرے ساتھ اور اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ذرا نیوگم سیٹ پر ایک دوسرا آدمی بیٹھ گیا۔ میسرادہ کی اپنی گاڑی میں چلا گیا۔ اس کے بعد وہاں سے دونوں گاڑیاں اسٹاٹ ہو کر واپس مڑ گئیں اور شہر کی طرف جانے لگیں۔

راستے میں میں نے اپنی دامنی صلاحیتوں کو آزمانے کی کوشش کی جو شخص ہمارے ساتھ بیٹھ کر مسلسل بولتا جا رہا تھا میں اس کے لمبے لمبے کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر دماغ کچھ ایسا کمزور ہو گیا تھا کہ میسرادی یادداشت میں اس کا کٹ لیم لفٹیشن نہیں ہو رہا تھا اور میں چاہا خیال خوافی کے ذریعے کوئی کاروائی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ میں اپنی خیال خوافی کی صلاحیتوں کو تھوڑی دیر تک استعمال نہیں کر سکتوں گا۔ آدھ گھنٹے بعد وہ گاڑیاں ایک کوچھی کے سامنے پہنچیں

اس کوچھی کا بڑا گیٹ ہمارے لیے کھول دیا گیا۔ گاڑی گیٹ سے گزرنے لگی گیٹ کے ایک طرف اس کوچھی کا نمبر لکھا ہوا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں کی پتیلیوں کو طرف کھٹا کر اس نمبر کو پڑھنے کی کوشش کی اور گاڑی وہاں سے گزرتے گزرتے میں نے اس نمبر کو پڑھ لیا۔ اس کو یاد رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

دونوں گاڑیاں کوچھی کے لوج میں پہنچ کر ڈرک گئیں پھر اسی طرح ہمدی کار کا کچھلا دروازہ کھول کر ان لوگوں نے ہمیں سہارا دیا اور وہاں سے اٹھ کر اس کوچھی کے اندلے گئے میں دو آدمیوں کے کاندھے پر بٹھا کر میسرادہ کی حقد لپٹے کاندھے پر کھٹا ہوا تھا۔ دوسرے نے میری ٹانگوں کو لپٹے اوپر رکھ لیا تھا۔ اس طرف وہ بچے اٹھلے ہوئے ایک بڑے سے میڈیو میں لے کر گئے۔ کوہ پڑی خوب صورتی سے سجا ہوا تھا اور وہاں آرام و آسائش کا ہر سامان موجود تھا۔ مجھے اور شہناز کو وہاں ایک بڑے سے پبلنگ پر ڈال دیا گیا۔

اس کے دونوں ساتھی اس کرے سے باہر چلے گئے ان کے جانے کے بعد اس نے مجھے مخاطب کیا کہ میسرادہ اپنے سامنے والی کھڑکی کو دیکھو۔

میسرادہ نے پھر کھٹا ہوا تھا اور میں آسانی سے اسے والی کھڑکی کو دیکھ سکتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کھڑکی کا شٹر اوپر سے نیچے گر گیا تھا۔ وہ کھڑکی بند ہو چکی تھی اور اس آدمی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ کھڑکی اب ایڑا ٹائٹ ہے۔ یعنی تم یہاں بیٹھو گے تو ہتھادی آواز باہر نہیں جائے گی اور باہر کی آواز اندر نہیں آئے گی۔ اسی طرح دوسری کھڑکیاں اور دروازے بھی بند ہو جائیں گے۔ میں یقین یہ بات تمہارا ہوں تاکہ تم لوگ خواہ مخواہ جو کچھ اپنی انرجی برباد نہ کرو۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے کے پاس گیا پھر پلٹ کر بولا۔ "میں باہر ہوں اس دروازے کو بند کر دیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ایک کڑکٹ آئے گا۔ ان لوگوں کو تم دونوں نادل ہو جائے گی۔ یعنی اپنی مرضی سے حرکت کر سکو گے اور اس وقت تم چاہو گے تو خیال خوافی کے ذریعے مجھے پریشان کر سکو گے اور یہی تمہارا جان بچنے کا سونپ ہے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ منٹ بھر اس کے باہر چلا گیا۔ پھر اس کرے کا دروازہ بند ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ادھر شہناز نے علیحدگی کر کے اس کے ساتھ چلا ہوا تھا۔

اور اس کے ساتھ ہی ملکی ملکی سی خوشبو کر کے میری طرف سے چل گئی تھی۔ وہ خوشبو ایسی تھی کہ ہمارے دماغ کو معطر بھی کر رہی تھی اور متا فرجی کر رہی تھی۔ بڑل سے کھلے والے دھنوں کا جوا اثر ہم پر ہوا تھا وہ اثر زائل ہونے لگا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو حرکت دی مٹھیاں چھینیں پھر انگلیوں کو کھولا تو محسوس ہوا کہ اب میں اپنی مرضی سے حرکت کر سکتا ہوں۔ اس بات کا یقین ہوتے ہی میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

شہناز کو کٹ بدل کر، سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ حرکت کر سکتی ہے یا نہیں۔ جب اسے یقین ہو گیا تو وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر لو بھٹے لگی۔ یہ ہم کہاں آکر بیٹھ گئے ہیں۔ طابق! اب کیا ہو گا؟

مجھے طابق کہنے کے بعد اس نے جو کہ مجھے دیکھا اور ذرا نیچے مٹ کر بولنے کی کوشش کی۔ میں نے میرا منہ درست نکالا۔ وہاں سمند کے کنارے وہ شخص ٹھیک فرادہ صلی ہو کر رہا تھا۔ یہاں بھی اس نے مسٹر فراد کو کمری طلب کیا تھا۔ فراد صلی تھوڑے ہی بعد ہوا بول رہا تھا۔ "سچ ہے نا؟"

میں نے اپنے اوپر گہری سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا کہ پتہ نہیں یہ کون ہے؟ اور کیا مجھ کو یہ پتا تھا کہ یہ یقین کر لوں طابق خود ہوں اور میری حرکتیں کچھ ایسی ہو چکی ہیں اور میں کچھ ایسی ہی داری سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے لگا ہوں کہ وہ دونوں کو مجھ پر فراد کا شبہ ہونے لگا ہے۔ یہ لوگ مجھے گرفتار کر کے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ فراد وہاں ہوا یا نہ ہو کے میں وہ کسی اور کو بچھڑاؤں۔ تم دیکھتی رہنا جب انھیں یقین ہو جائے گا کہ میں وہ نہیں ہوں تو یہ سمجھ لے۔ میں تو یہ نہیں فراد ہی آزاد کر دیں گے۔ وہ یقین نہیں کر سکتی تھی۔ یہ کہہ کر میں اس کے زانو کی میں آتا تھا تب کہ وہ نیچے میں مبتلا تھی کہ طابق ٹوکے ہمارے اور پورے کے پیچھے کوئی دوسری شخصیت بھی ہوتی ہے۔ میری یقین وہاں کے باوجود وہ مجھے یہ یقین سے دیکھتی رہی۔ میں نے اسے نظر انداز کر کے سر پہلے اس لیڈر کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ مجھے اس کا لمب لوج یا نہیں تھا ہے اس لیے میں اس کے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتا۔ پھر میں نے اس کوچھی کا نمبر یاد کیا تو مجھے جیڑی ہوئی۔ میں دوبارہ بھی بول چکا تھا۔ جب میرا دماغ نادل نہیں تھا اور میں دماغی کمزوری محسوس کر رہا تھا اس وقت کا یاد کیا ہوا

فراد میں سے محو ہو گیا تھا۔ میں نے دو تین بار ذہن پر زور ڈال کر یاد کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اچانک میں نے یہ کوشش ترک کر دی۔

خوشی و سرگرمی میں اس کوشش میں معطوف رہا تھا۔ اتنی دیر تک شہناز مجھے گھور گھور کر دیکھتی رہی تھی اور مجھے جیسے لگا ہوں سے ٹھول رہی تھی۔ جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولنے لگی۔ دیکھو مجھ سے چھیننے کی کوشش نہ کرو۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔ اس وقت تم ٹھیل بیٹھنے کے ذریعے کسی کو ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟

میں نے جیڑی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ شہناز میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔ میں یقین نہیں دلا سکتا کہ میں طابق خود ہوں۔ لہذا اس مسئلے کو کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھو۔ میں اس وقت یہ سوچ رہا ہوں کہ کس طرح ان کے جال سے نکلا جا سکتا ہے مجھے ذرا غور کرنے دو اور اپنے مسئلے میں مجھے نہ الجھاؤ۔ ابھی تو ان لوگوں کو بھی یقین دلانا ہے کہ میں فراد نہیں ہوں۔ وہ غامض ہو گئی۔ میں سوچنے لگا کہ اس شخص کو گئے ہوئے تقریباً بیس منٹ گزر چکے ہیں۔ بیس منٹ کے عرصے میں ہم باہل نادل ہو چکے تھے۔ اب اس شخص کو واپس آنا چاہیے تھا۔ لیکن وہ واپس نہیں آیا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ کیا بات ہو سکتی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کرے میں ڈکٹا فون جیسی چیزیں موجود ہوں اور ہماری بائیں کسی دوسرے کرے میں کتنی جا رہی ہوں اور ان باتوں سے اندازہ لگایا جا رہا ہو کہ واقعی میں فراد صلی تھوڑے ہی میں آتا ہوں۔ میں نے تو اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی تھی کہ انکار کرنا ہوں لیکن شہناز کی ضد اور یہ دلیل کہ وہ ایک عرصے سے مجھ پر شبہ کر رہی ہے اور مجھے اپنا مشورہ تسلیم نہیں کرتی ہے۔ یہ بات دشمنوں کو یقین دلا سکتی تھی کہ میں شہناز کا ساتھی ہوں طابق خود نہیں ہوں بلکہ فراد ہوں یا پھر کوئی دوسرا شخص ہوں جو طابق خود کے نام کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد اس کرے کا دروازہ کھلا۔ وہی لیڈر اپنے ہاتھ میں ایک ٹرے لے کر کرے میں داخل ہوا۔ اس ٹرے میں کافی کی پیالیاں بھی ہوئی تھیں۔ اس نے ہمارے سامنے ایک چھوٹی سی پیالی پر اس ٹرے کو رکھتے ہوئے کہا۔ آپ لوگ یہ کافی پی لیں

تو جمعیت کچھ اور بحال ہو جائے گی۔ چچرم اطمینان سے باتیں کریں گے۔

میں نے کافی کی ایک پیالی اچھی کرشنناڑ کی طرف بڑھا دی۔ چچر دوسری پیالی اچھی کر اس کا ایک گھونٹ پینے کے بعد اس لیڈر سے کہا: مسٹر تجھیں یہ کیسے شبہ ہوا کہ میں فریاد علی تیرور ہوں کیا میری صودت اس سے ملتی جلتی ہے؟

وہ مسکرا کر بولا: آپ بہت مالاک بلکہ مکار ہیں۔ میری گستاخی معاف کیجیے گا۔ آپ کے لیے مکار جیسا لفظ ہی مناسب سلام ہوتا ہے۔ آپ جہاں ہیں تو مجھے اس گستاخی کی مزا دینے کے لیے ذہنی آزمائشیں پہنچا سکتے ہیں؟ میں نے کافی کا دوسرا گھونٹ پینے کے بعد کہا: تم جانتے ہو کہ میں خیال خوانی کروں اور تجھیں ذہنی آزمائشیں پہنچاؤں مگر میں تجھیں کیسے نفیقین ملاؤں کہ تم دھوکا کھا گئے ہو۔ میں فریاد نہیں ہوں۔

تم اس عورت کے شوہر نہیں ہو۔ ابھی میں نے تم دونوں کی گفتگو سنی ہے۔ یہ تم پر شبہ کر رہی ہے کہ تم طلاق محمود نہیں ہو بلکہ فریاد ہو۔

میں نے کہا: ہاں یہ تمہاری زبان سے فریاد کا نام سن کر اپنے شبہ کو یقین میں بدلنا چاہتی ہے۔ ویسے ایک طرح سے اس عورت کا شبہ درست ہے۔ میں اس کا شوہر طلاق محمود نہیں ہوں۔

یہ کہتے ہی میں فوراً ہی کرشنناڑ کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کی سوچ میں کسے لگا رہے ان دونوں کے درمیان ابھی کچھ نہیں بولنا چاہیے۔ میں چپ چاپ ان کی باتیں سنتی رہوں گی۔ بعد میں اس شخص سے منٹ لوں گی جو میرا شوہر بنا ہوا ہے۔

کرشنناڑ کو اس طرح سمجھانے کے دوران اس لیڈر نے مجھ سے سوال کیا تو چچرم کون ہو؟

میں نے کہا: میں اس کے شوہر طلاق محمود کا ایک دوست ہوں۔ میں نے جب کرشنناڑ کو پہلی بار دیکھا تو اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ میری نیت یہی تھی کہ میں کسی طرح اسے حاصل کروں لیکن یہ عورت بہت مغرور تھی۔ اپنے شوہر کے سوا کسی کو گفت نہیں دیتی تھی۔ میں نے ہر طرح سے اسے آزما یا۔ طرح طرح کے لالچ دیے کہ کسی طرح میری ہوجائے لیکن اس نے مجھے تعادلت سے

ٹھکرا دیا۔ چچر پہلے دنوں اس کا شوہر طلاق محمود چچرم میں بھی اس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہاں میں نے بلاشبہ سر جری کے باہر کی خدمات حاصل کیں اور طلاق محمود کی تصویر دیکھا کر ایسا ہی چہرہ بنانے کے اس کے لیے مجھے تیس ہزار ڈالر خرچ کرنے پڑے۔ میں کامیاب ہو گیا۔ قسمت بھی مجھ پر مہربان تھی۔ طلاق محمود ایک حادثے کا شکار ہو گیا اس حادثے کے میں نے کرشنناڑ تک پہنچنے نہیں دی اور خود ہی طلاق محمود کو اس کے پاس چلا آیا اور جب سے آیا ہوں تب سے یہ شبہ میں مبتلا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں جس کا وہ چہرہ صورت شکل سے اور قد و قامت سے طلاق محمودی گناہوں اور چہرہ پر میک اپ کا شبہ بھی نہیں کر سکتا۔ اس لیے کرشنناڑ نے مجھے شوہر کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا۔

میری بات سننے کے بعد اس لیڈر نے کہا: تم باتیں بناتے ہو۔ میں یعنی کرشنناڑ کے سامنے ہی یہ سب حقیقتیں اگل رہے ہیں جس کو دھوکا دیا اس کے سامنے راز کا کش کر رہے ہیں میں کیسے یقین کر لوں؟

تم یقین کرنا یا نہ کرو۔ میں کرشنناڑ کے سامنے یہ باتیں کھن کر اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میرا مقصد لوہا ہوتا ہے اب یہ مجھ سے بظن ہو جائے۔ مجھے چھوڑ دے تو مجھے ان کی پروا نہیں ہے۔ میں اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاؤں وہ شے کے انداز میں ایک مولے کی طرف جانے ہوئے بولا: مسٹر تم جو کوئی بھی ہو۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تجھیں کچھ دانا کے لیے بیان قید کر کے رکھنا ہے اور تمہاری نگرانی میں تمہا کروں گا۔ تنہا اس لیے کہ تجھیں کچھ نہیں پتا اور تمہارا خیال رکھنے کے لیے بیان ایک آدمی کی ضرورت ہے گی اور وہ قرائض میں ابھار دوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میرا انعام بہت جلد تک بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمہارے ہاتھوں میں سکتا ہوں لیکن مرنے سے پہلے میں تجھیں اتنا بتا دوں گا کہ تم فریاد علی تیرور ہو تو میرا نام.....

وہ ڈراؤنگ کرشنناڑ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا: اگر تمہاری کرشنناڑ کے ان لفظ نہ سنے لایا جائے تو میرا نام جاتا ہے یعنی میرا نام شہناز ہے۔ میں بہت غصے کے دن گزار رہا تھا۔ بیان کو جی شہناز میں آکر روزگار کے لیے چلا رہا تھا تب مجھے ایک شخص نے یہ کلام سونپا کہ مجھے کس

درج نہیں حال میں بچانا ہے اور حال میں بچانے کے بعد بیان لاکھ عرصے تک قید رکھنا ہے۔

میں نے پوچھا: تجھیں یہ تو بتا دیا گیا ہو گا کہ مجھے کس لیے بیان قید میں رکھا جا رہا ہے؟

اس نے کہا: میں تفصیل نہیں جانتا مگر اتنا معلوم ہے کہ کچھ عرصہ پہلے تم کسی بزم پر سے گئے تھے اور اس بزم پر تم نے خالی کرایا تھا۔ اب وہ لوگ جانتے ہیں کہ وہاں جو لوگ دوبارہ آباد ہوں گے اور اپنا کاروبار شروع کریں گے ان میں کسی کے دماغ تک نرم نہ پہنچ سکو۔ اس لیے بڑی احتیاط برتنی جا رہی ہے۔ کوئی ایسا آدمی وہاں بزم پر نہیں رہنا چاہتا ہے جس کا تعلق پاکستان سے ہوا اور جو کبھی تمہارے قریب سے گزر چکا ہو۔ اس بزم پر میں جب تم تھے اور وہاں جتنے لوگوں سے تمہارا واسطہ رہا تھا۔ وہ سب وہاں سے ہٹا دیے گئے ہیں۔ اب باقی نئے لوگ ہیں اور تم ان کے دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: سب ایسی بات ہے تو مجھ سے کس بات کا خطرہ ہے۔ اول تو میں فریاد نہیں ہوں۔ اگر ہوں تو اتنی احتیاط مرنے کے بعد مجھے قید کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ شاید ابھی اس بزم پر کی آبادی مکمل نہیں ہوئی ہے اور وہاں ان لوگوں کا کاروبار شروع نہیں ہوا ہے یا پتہ نہیں کیا بات ہے۔ وہ سب تک اس بزم پر میں چھٹی نہیں ہوجاؤں گے اپنی حفاظت کے لیے تم انتظامات مکمل نہیں کر لیں گے۔ اس وقت تک تجھیں قید میں رکھا جائے گا۔

تجھیک ہے۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ ان لوگوں کو مر جانا ہائیڈرک کے عاشق ہیں۔ چہرہ ہر وہاں موجود تھا شاید اس کے نزدیک کوئی یقین نہیں کر رہا ہے۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ فریاد علی تیرور کا کاروبار ہے۔ اس لیے وہ لوگ بچر پر شبہ کر رہے ہیں اور شبہ کے طور پر مجھے کچھ عرصے تک قید رکھنا جانتے ہیں کہ میں بیان رہوں اور کسی کے دماغ کو نہ بڑھاسوں اور وہ اپنے حفاظتی انتظامات مکمل کر لیں۔ چو کوئی بات نہیں ہے۔ میں دو چار روز بیان قید میں لائی زندگی گزار لوں گا۔ چچر کرشنناڑ غیبی حسین ساتھی میرے ساتھ ہے۔ وقت گزر رہی جائے گا۔

شہناز نے قریب ہزاروں پیا لوں کو ٹرے پر اچھا چرس ٹرے کو آٹھ کر مہلے لگا دیا۔

اس نے ہٹ کر کہا: میری زندگی تمہارے دم و کرم پر ہے۔ اگر تم فریاد ہو تو کسی وقت بھی نیلی پیچھی کے ذریعے مجھے ہلاک کر سکتے ہو۔ یہ میں نے بہت بڑا خطرہ مول لے لیا ہے لیکن میرے بڑے بھائی اب کچھ جیسے زندگی گزار رہے ہیں۔ مجھے اتنا بڑا خطرہ مول لینے کے سلسلے میں آخری بڑی رقم دی گئی ہے کہ اب میرے بچے اچھی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔

یہ کہہ کر وہ دروازہ کھولتے ہوئے باہر چلا گیا اور دروازہ اسی طرح بند ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں سمجھاتے ہوئے اس کی سوچ میں کہا: میرے بچے ابھی کہاں تک گئے ہیں حال میں ہوں گے؟

اس کی سوچ بنانے لگی کہ ابھی شہر میں اس کے بچے ایک اچھے سے کالے کے مکان میں رہ رہے ہیں۔ میں نے چچر اس کی سوچ کو کریدنا شروع کیا اور یہ معلوم کیا کہ ہم جس کو بھی میں قید کیے گئے ہیں اس کا نمبر کیا ہے کیا اس کے بچے کوئی بچوں کو یہ علم ہے کہ وہ فلاں نمبر کی کو بھی ہیں اس وقت موجود ہے۔

فلاں نمبر کی کو بھی کی سوچ کا سلسلہ ایسا تھا کہ وہ اپنے ذہن میں نمبر کو دہرانے لگا۔ میں نے اس کو بھی کہ فریاد نہیں کر لیا اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ کو بھی سوسائٹی کے ایک علاقے میں ہے۔

اسی وقت مجھے کرشنناڑ کی آواز سنا دی۔ وہ مجھے گھورتے ہوئے کہہ رہی تھی: میں بہت دیر سے تجھیں دیکھ رہی ہوں تم چپ چاپ بیٹھے خیال خوانی میں مصروف ہو۔ اب کوئی باز نہ کرو مجھے کو تم کوئی دوسری باتیں سوچ رہے تھے۔

میں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا: کرشنناڑ خدائے لیے عقل سے کام لو تم شبہ کر رہی ہو میرے سوچنے پر بھی پابندی لگا رہی ہو اور وہ شبہاڑ کہیں دوسرے کہیں میں بیٹھا ہوا مجاری گفتگو سن رہا ہے اور اس کا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ میں واقعی خیال خوانی کر رہا ہوں اور میں ہی فریاد علی تیرور ہوں۔ تم کہیں غواہ دوسروں کو یقین دلانا ہی ہو جبکہ میں وہ نہیں ہوں۔

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کسے لگا رہے واقعی میں غلطی کر رہی ہوں یا ابھی شبہاڑ کی باتوں سے چپ چل گیا ہے کہ وہ مجاری باتیں سن رہا تھا اس وقت بھی وہ مجاری باتیں سن رہا ہو گا۔ اب یہ فریاد

کوئی اور بڑھئے اس وقت اس مسئلے پر بحث نہیں کرنا چاہیے۔
وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ میں بعد میں اس سے کس
سلسلے میں باتیں کروں گی؟

وہ نہ جھٹکا اپنے اپنی سوچ کو سن رہی تھی۔ میں نے
بلند آواز سے کہا: اب تم اس وقت نہ جھٹکائے سوچ رہی
ہو تو کیا میں بھی یہ سمجھ لوں کہ تم شیلی پتھری کے ذریعے کسی کے
خیالات پر بھڑھ رہی ہو؟ خاموشی ہونے کا مطلب یہ تو
نہیں ہونا کہ اسے لوگ یہ شیلی پتھری جاننے لگے ہوں؟

وہ بولی: تمام لوگوں کی بات نہیں ہے کسی خاص
آدمی پر مثلاً تم پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ تم پر شبہ نہیں ہوگا تو
کسی اور آدمی پر فریاد کا شبہ ہوگا۔ ایک وہی شخص ایسا ہے
جس کی وجہ سے شیلی پتھری کا خیال داغ میں آتا ہے۔ میں
گھنٹوں اس طرح سوچتی رہوں تو کوئی یقین نہیں کرے
گا کہ میں شیلی پتھری جانتی ہوں اور کسی کے خیالات پر بھڑھ
رہی ہوں؟

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: آدھی رات گزر
چکی ہے۔ اب نہیں سو جانا چاہیے۔

یہ کہہ کر میں بستر پر لیٹ گیا۔ کمرے میں خاموشی
چھا گئی۔ پھر میں نے خود ہی اٹھتے ہوئے کہا: مجھے دروازہ
کو اندر سے بند کر دینا چاہیے۔ یہ شبہ باز بغیر اطلاع دیے ہوئے
چلا آئے۔

یہ کہہ کر میں دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی وقت
کھڑکی آپ ہی آپ کھل گئی۔ پھر دروازہ بھی آپ ہی
آپ کھل گیا۔ پھر دروازے اور کھڑکیاں بند ہو گئیں۔ اس
کے بعد اس کمرے میں شبہ باز کی آواز سنائی دی: مسٹر فریاد
آپ دروازے کو اندر سے بند کریں گے تب بھی وہ کھل
جائے گا۔ اس کا سیکینڈم کچھ ایسا ہے جسے میں بیان سے
کنٹرول کرنا نہیں چاہتا۔ لہذا آپ سوئیں ضرور لیکن شرافت کے
ساتھ اس لیے کہ میں بھی سچی وقت کو بے میں آسکتا ہوں۔
میں نے پوچھا: جب ہم سو رہے ہیں تو تم
جملے کمرے میں آکر کیا کر رہے ہو؟

اس نے جواب دیا: کمرے میں خاموشی ہے گی تو
رات بھر بہت نہیں چلے گا کہ تم لوگ سو رہے ہو یا کمرے
کسی طرح فرار ہو گئے ہو۔ حالانکہ فرار ہونے کے تمام راستے
مسدود کر دیے گئے ہیں۔ تمہارے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ تم
اکثر ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہو۔ اس لیے تمہاری طرف سے
مخاطبہ بننے کے لیے میں بھی کبھی کبھی میں آکر دیکھوں گا کہ

تم موجود ہو یا نہیں؟

میں کھڑے ہو کر سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر پہلے میں
شبہ باز کے ذہن کا کچھ طرح کو یاد تھا اور یہ معلومات
کی نہیں کہ میں شبہ باز کو کوئی نقصان پہنچا کر بھی وہاں
فرار نہیں ہو سکتا کیونکہ شبہ باز جس طرح دیکھ کر
دروازے اور کھڑکیوں کو کسی سیکینڈم کے ذریعے کنٹرول
تھا اسی طرح کوئی کے بیڑنی دروازے اور کھڑکیاں
بند رکھی تھی۔ میں اور ان دروازے اور کھڑکیوں کو خود
شبہ باز نہیں کھول سکتا تھا۔ میں اگر شبہ باز کو مجبور کر دیتا تھا
سے نکل سکتا تھا لیکن کوئی کے باہر نہیں جاسکتا تھا۔ اگر
کے بیڑنی دروازے کو قفل تھے اور یہ دروازے کس طرح
کھولے جا سکتے ہیں یہ تو شبہ باز بھی نہیں جانتا تھا۔

میں واپس آکر بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں
بستر پر دیکھتے ہوئے میرے قریب آکر لیٹ گئی۔ پھر
میں بولی: میں تمہارے پاس لیٹنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ
ایک دم سے اجنبی بن گئے ہو مگر میں یہ معلوم کر کے
گی کہ تمہاری اصلیت کیا ہے۔ دیکھو میں بالکل ہی سرگرم
ہوں بات کر رہی ہوں تمہاری آواز شبہ باز تک نہیں جاتی
تم صرف اتنا بتا دو کہ تم فریاد ہو؟

میں نے جیسی سرگرمی میں جواب دیا: میں طاق محمود
کا دوست صغدر ہوں۔ تم پہلے ہی مجھ سے مل چکی ہو اور
کہو کہ میں تم سے اپنی جنت کا اظہار کرتا تھا۔ میں نے
تجربوں طرح طرح کے لالچ دیے تھے لیکن تم نے مجھے ہتھیار
سے ٹھکرا دیا تھا۔ اب دیکھو کہ میں نے تمہیں کس طرح
حاصل کیا ہے اور یقین کر لو کہ میں وہی صغدر ہوں۔

میرا جواب سن کر وہ ایک دم سے اچھل کر بیٹھ
گئی۔ پھر نفرت سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی: اچھا تو تم وہی
صغدر ہو۔ میں سوچ رہی تھی کہ تم اس قدر بڑا فریاد کر رہے
ہو گے۔ میں سمجھتی تھی کہ تم اتنا بڑا فریاد کر رہے
ہو کہ مجھے تم سے متاثر نہیں ہونی اور تم طاق کا وہ
بدل کر مجھے متاثر کر رہے ہو مگر میں اب نہیں سمجھ سکتی
کہ تم مجھے نہیں دہن کی اور نہ ہی مجھے تمہارے قریب
آؤں گی۔

یہ کہہ کر وہ بستر سے اٹھی اور طنائی ہوئی صوفے پر
جا کر بیٹھ گئی۔ میں نے سوچا۔ جلوا چھا ہے کہ وہ مجھ سے
نفرت کر کے ہی ذرا دور رہے تو مجھے ذرا کچھ سوچنے کا موقع
میلے گا۔ اب میں خیال خونی کے ذریعے یہاں سے نکلنے کی
کوشش کروں گا۔

میں نے ایک سنگریٹ سلگایا۔ پھر اس کے کش لگا
ہوا غلام کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں سامی کے
ساتھ بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اسے سسلاتے ہوئے آپ ہی
آپ باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ جلدی
ہے آگے کر بیٹھتے ہوئے ملائے فریٹے آقا، آپ کہاں ہیں
ابھی تک واپس کیوں نہیں آئے؟

میں اسے سامی روادوانے لگا۔ وہ چپ چاپ
ننسا رہا۔ پھر جب میری باتیں ختم ہو گئیں تو اس نے کہا:
• ٹھیک ہے میں نے اس کو بھی کاغذ ذہن لکھ کر دیا ہے۔
میں اس علاقے میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔

میں غلام، تم اس شہر میں باطل اجنبی ہو اور یہ کام
تمہارا نہیں کر سکو گے۔ یہ کوئی باہر سے شخص ہے۔ دروازے
کے باطل کو کھولنے کا توڑنے کے اوزار تمہارے پاس نہیں ہیں
میں یقین اپنے ایک دوست مراد واد کے پاس لے جاتا
ہوں۔ تم سامی کو آگے لادو اور باہر نکل جاؤ اور کسی سیسی میں
بیٹھ کر لالہ کو کھیت کی طرف جانے کے لیے ڈیڑھ گھنٹہ سے
کہہ اس کے بعد میں تمہارے سامع کو کنٹرول کرنا رہوں گا۔
وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ سامی کو لے کر کوئی
کا دروازہ لاک کرنے کے بعد وہ باہر نکلا ایک ایک سیسی

میں بیٹھ کر مراد واد کے گھر کی طرف چلنے لگا۔ میں اس
کے دماغ میں موجود تھا اور وہ میری دہن مائی کے مطابق
اوپر جا رہا تھا۔ پھر وہ مراد واد کے دروازے پر پہنچ گیا۔
اتنی رات کو وہ اپنے گھر ہی میں موجود تھا۔ دنگ سٹپ
کے بعد اس کا ایک جوان بیٹا باہر آیا تو میں نے غلام کی
زبان سے کہا: میں طاق محمود کا دوست ہوں اور تمہارا
باب کو اس کا بیٹھنا پہنچنے آیا ہوں۔ ان سے کہو کہ مجھ
سے وہ واپس کر لیں۔

لو کہ اندر چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اسے درنگ
لام میں لایا گیا۔ مراد واد نے اسے مخاطب کرتے ہوئے
پوچھا: ہاں جیسی کہہ کیا بات ہے۔ میں نے اس کی جی توڑ
پہچان لیا ہے۔ یہ طاق کی بیٹی ہے اور میرے پاس بھی
• چلی ہے۔

غلام نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: مسٹر طاق
اس وقت دشمنوں کی قید میں ہیں اور انہیں آپ کی مدد
کی ضرورت ہے۔
یہ سنتے ہی مراد واد اچھل کر کھڑا ہو گیا، کہنے لگا۔
• کیاں ہے طاق اسے کہاں قید کیا گیا ہے؟

غلام نے اسے کوئی کاغذ لے کر مراد واد کے جگہ بتائی اور وہاں
کے تمام حالات بتائے کہ کس طرح کوئی کو باہر سے متعلق کیا
گیا ہے اور جو شخص اندر سے پھوٹے رہے وہ بھی اس
دروازے کو کھول نہیں جانتا ہے اس دروازے کو کھولنے
کے لیے یا اس کا تالا توڑنے کے لیے کچھ اوزار ساتھ لے
جانا پڑیں گے۔

مراد واد نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا: میں کیسے یقین
کر لوں کہ تم مجھ سے سچ کہہ رہے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ میرے
لیے جال بچھا جا رہا ہو؟

غلام نے سامی کو سسلاتے ہوئے کہا: یہ جی میں ثبوت
کے طور پر لایا ہوں۔

• طاق کو قید کرنے کے بعد اس کی بیٹی پر قہر جھپایا
جاسکتا ہے اور بے چارے کے لیے بطور ثبوت اس
بیٹی کو دیا جاسکتا ہے۔

• آپ کو اس طرح یقین آسکتا ہے کہ جب تک آپ
طاق کو وہاں سے آزاد کرنا نہیں لائیں گے اس وقت
تک میں آپ ہی کی قید میں رہوں گا۔ اگر یہ بات جھوٹ
ہوئی تو آپ کے آدمیوں کو قتل کرنے کا وعدہ مجھے کر لی
ادیں۔

مراد واد راہی ہو گیا۔ وہ غلام کو اپنے آدمیوں کے
حوالے کرنے کے بعد میری طرف آئے والا تھا۔ میں اس کے
دماغ سے نکل آیا۔ سنگریٹ کو ایش ٹپے میں بھجائے۔ میری
نے خشنا کی طرف دیکھا۔ وہ بے سلسل کھڑ رہی تھی۔ پھر
سوچنے کے انداز پر سوچ رہی تھی۔ کیا میں خیال خونی میں
معروف ہوں۔ اس کے دماغ میں جرات، جفا دی گئی تھی۔
وہ اسی کے مطابق مجھے فریاد سمجھ رہی تھی اور پھر جب یہ خیال
آتا کہ میں وہی صغدر ہوں جو بھی اس کا قاتل تھا اور
اب دھوکا کھانے کر میں نے اسے حاصل کر لیا ہے تو اس
غصہ نے گنا تھا۔ جب میں نے اسے مس کر دیا تو اس



اس کے خالوں چاہ دیا۔ بخاری اسی کو فرمایا،
میں بھی ان چاروں کا پتہ معلوم کیونکہ بخاری سخت
دینے کی خاطر نہیں دشمنوں سے ہوشیار رہتا تھا۔ اس
لیے ہم ہمیشہ یہ معلومات حاصل کرتے رہتے تھے کہ کون
کس طرح اور کس طرح زندگی گزار رہا ہے۔
کس طرح بخاری اسی کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہا
ہے۔ سادہ باتیں ہم وقتاً فوقتاً معلوم کرتے رہتے ہیں۔

”ہی تو مصیبت ہے، مٹی کو تم و دشمنوں کو کڑو کر دیکھتی ہو۔“ انا کہ تم شہر زور جو یکین دوستہ تم سے اگر جہانی ملو، پھر کمزور ہوں گے تو دماغی طور سے افسانہ چلا لیں گے۔ لکھنا کہ تم ان کی ذہانت کے آگے عبور نہ جواد گے۔“

”جب ایسی بات ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ اس وقت تک آپ سے کہوں گی کہ آپ میری کچھ مدد کریں فی الحال۔“

”کسی کیلئے ان سے نمٹنا چاہی جی ہوں۔“ بلینز آپ کا ہاتھ دے کر کہتی ہیں۔

رات کے ایک بجے کتوں کے جھونکے کی آواز سنائی
 دیں۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ پیراخیال مرادوا کی طرف گیا کہ وہ
 آیا ہو اور وہاں کو بھیجی کے احاطے میں بندے ہوئے تھے
 شاید بیٹھو کس ہے ہوں میں نے فوراً ہی مرادوا کے
 دماغ میں پچھا کہ کدو دیکھ تو واقعی دو کو بھیجی کے احاطے
 کس پہنچ گیا تھا اور اس احاطے میں کچھ گوشت کے ٹکڑے
 چھینک رہا تھا۔ تاکہ کدو زہر ملا گوشت کھا کر ادا
 سے لیٹ جائیں اور وہ اندر آسکے۔ خنزیریں وہیں نے
 پھر کان لگا کر تباہی تو اب کتوں کی آواز سنائی نہیں

دیالوگ والے نے کہا: "میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں تجھے کیا کرنا چاہیے میرے ہاتھ سے ہٹ جاؤ۔ مجھے اس کمرے میں جلنے دو۔"

بعد تم ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ میں نے یہاں چاہتا کہ کوئی خون خرابہ ہو اور تم کسی پولیس تھیں میں ملوث ہو جاؤ۔ میں سب چاہ چلے آنا۔ میں کل صبح تم سے ملاقات کروں گا۔

مرادو ادا لے گیا۔ بیشک تم چلے جاؤ۔ باہر مری گاڑی کھڑی ہوئی ہے۔ وہ گاڑی تم لے جا سکتے ہو۔

میں ششماڑا ہاتھ پکڑ کر مرادو سے ملتے نلتے مرادو کو اس کے پاس آیا۔ چہرہ پالا اور اس نے کہا ہر ایک گیا۔ مرادو ادا نے اپنی آواز میں اپنے ساتھیوں کو کہتا تھا کہ طاق اپنی وطن کے ساتھ باہر نکل رہا ہے اسے دل نہ دیا جائے۔

میں ششماڑا کا ہاتھ پکڑ کر کوئی کے احاطے سے بچا ہوا چلا گیا۔ احاطے کے باہر ایک نیکی کھڑی ہوئی تھی جس میں مرادو ادا آیا تھا۔ میں اس نیکی کی بھیجی سیٹ پر ششماڑا کے ساتھ بیٹھ گیا۔ مرادو ادا کے ساتھیوں نے ڈرامہ سے کہیں نہیں بھاری کوئی تک پہنچا۔

نیکی اس اشارت پر کہ نئے بڑھ گئی، کچھ دور جانے کے بعد ششماڑا نے میرے قریب کھسک کر کہا: "میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ تمہارا بھتیجی دوست غلام ہو گا۔ میں نے اس کا ہمارا مرادو ادا کو اطلاع دی ہو گی۔"

میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "اے غلام نے اطلاع دی تھی۔"

ششماڑا نے پوچھا: "غلام کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں پہنچے گئے ہیں۔ یہ بات تو تم مرادو ادا وغیرہ کے سامنے کہہ سکتے ہو۔ تحقیق ششماڑا دو نوں تفریق کے لیے کلفٹن کی طرف گئے تھے اور غلام کو اس جلی کے ساتھ اپنی کوکھی میں چھوڑ دیا تھا۔"

"تم تو مجھ دھوکہ کھینچے پڑ گئی ہو۔ خواہ خواہ برکت کرنا چاہتی ہو کہ میں فراڈ ملی ہو۔"

"وہ میرے مرادو قریب پہنچی۔ خبر میری محبت سے میرے لئے ہو کر رکھ کر کہا۔ اب میں تم سے بحث نہیں کر سکتا۔"

"میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم فراڈ ہوا اس بات سے متوافق ہو یا نہ ہو کہ میں تمہیں فراڈ سمجھتی رہوں جس طرح ہم اس قید سے نکل کر آئے ہیں یہ کارنامہ دیکھا ہی ہو سکتا ہے۔"

"میں تمہیں ہر قسم سے روک سکتا ہوں لیکن سوچنے نہیں روک سکتا۔ تم میرے متعلق کچھ بھی سوچ سکتی ہو کچھ بھی نہیں ہو سکتی ہو۔"

ویسے عام انسانوں کی کوئی شخصیت کوئی قدر نہیں

ہیں شہناز کے رابع پرتا بعض ہو گیا۔ اب وہ اپنے
 میں بیٹھتی۔ اپنے آپ کو جھولی ہوئی تختی میں نے
 نے جھولنے سے دیاسانی کی ڈمیر کو کھولا یا پھر ایک
 لکال کر اسے سلگا دیا۔ تیلی کے ٹگٹے ہیں جس نے
 کے داغ کر آواز چھوڑ دیا۔ اس نے چوک کر اپنے ہاتھ
 ہاتھ ہوئی تیلی دھجی تو بیخ مار کراس تیلی کو چھوڑ دیا۔
 کے بیخ مانے ہی غلام نے منتر پڑھنا بند کر دیا تھا۔
 اب وہ لال انگوٹھا پیسے دیدے پھیلے شہناز کو
 دیکھ۔ ہاتھ جیسے کوئی جادو گر اپنی کامیابی پر شرح
 لوں سے مسکرا رہا ہو۔ پھر اس نے کہا: یہ تیلی تھوڑے
 تک بیخ سکتی تھی۔ میں اپنے جادو کے زور سے تھوڑے
 میں ہی آگ لگا سکتا تھا لیکن میں نے خود کو ریکے لکھا۔
 ہا تو میں اور بہت کچھ دکھا سکتا ہوں۔
 شہناز نہیں نہیں کی گردان کرتی ہو، پیچھے گئی اور
 نہ ہو کر چلی۔ وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ چھوڑاں
 کے ڈھکروہ غلام کو دیکھتے ہوئے بولی: میں نے غلطی
 نہیں یہ جادو کا تاثر دکھانے کے لیے کیا۔ آہ ہ
 نام دونوں کے منہ نہیں گلوں گی۔ میں ہمارے ہی ہوں خدا
 مالے مجھے پریشان نہ کرو اور معینی جلد ہو سکے تم دونوں
 سے چلے جاؤ۔
 یہ کہنے ہوئے اور اتنی ہی سے چلتے ہوئے وہ ڈرائنگ
 سے چل گئی اور اپنی خواب گاہ میں پہنچنے کے بعد دروازے
 کے آگے سے بند کر دیا۔ جب میں نے دروازے پر پیچ کر
 ایک ذق تو وہ کہنے لگی: میں اب ہماری دوستی ختم ہو
 رہی ہے۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ اب صبح ہونے والی ہے۔
 یہ نہ انداز رہی ہے سونے کو۔
 میں اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔ میں نے ایسی
 ہرگز نہ گوت اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ وہ ہر
 مانا ہوا مزاج بدل دیتی تھی۔ باہل گرگٹ کی عادت گھنٹی
 کی گھونٹ پھر وہ پلے پلے مجھ پر ہزار جان سے خدا ہو رہی
 تھی۔ مجھ کو ناخوش چاہتی تھی۔ مجھے لاہور جانے سے بھی
 نہ کر رہی تھی اور یہ معلوم ہونے ہی کہ سارا کا زائد غلام
 میں علاوہ وہ کالا جادو جانتا ہے اور میں فرادہ تیلی سمجھ
 میں ہوں وہ ایک دم بدل گئی تھی اور میں اس کے دل
 کے ایک دم اتڑ گیا تھا۔
 میں وہاں سے ہٹ کر غلام کے پاس آ گیا۔ اسے
 علیحدہ باتیں سمجھانیں کر شہناز کا معاملہ کیسے بدل گیا ہے۔

پڑو کہ اس نے کلمے جادو کا مظاہرہ کیا ہے اس لیے اب وہ اسے بھی اپنی کرختی میں برداشت نہیں کر سکے گی۔ لہذا اگلے سے اسے کسی ہتھول میں رہنا ہوگا۔

✽

طیانیہ کی میٹھی سے اترنے وقت میلزل زور زور سے دھڑک رہا تھا جیسے میں اپنی کسی بھڑی ہوئی مجموعہ سے ملنے آیا ہوں۔ جب میں نے میٹھی سے اتر کر لاہور کی زین پر قدم رکھا تو پتہ چلا کہ زمین کی کشش کیا ہوئی ہے۔ احساس ہوا کہ یہ میری زمین ہے۔ یہ میرا لاہور ہے۔ میں بھٹکا ہل کر کوئی بھی شخص اگر جادو دان لاہور میں گزار کر چلا جائے اور دوبارہ واپس آنے تو اس کی جڑ بے سے سوچے گا کہ لاہور میرا شہر ہے۔ یہ شہر اگرچہ بہت بڑا نہیں ہے لیکن اس میں اتنی وسعت ہے جیسے ماں کی گود میں ہوتی ہے۔ یہاں ایسی محبت ملتی ہے جیسے وہ محبت اہل کے رستوں میں دھب کرتی ہے جو اور اتنا غلوں ملنا ہے جتنی کہ مٹھا میاں نہیں ملتی ہوں گی۔

میرے شائے سے ایک سفری بگ لٹکا ہوا تھا اور سامی میسہ بازوؤں میں تھی۔ آنکھوں پر سیاہ پیشتر بھٹا اور سر پر ہیٹ تھی۔ میں وہاں سے چلتا ہوا لاؤنج میں پہنچا ہا کہ اپنا سوٹ کیس لے سکوں میرا حلیہ ایسا تھا جیسے میں کسی بیرونی ملک سے آ رہا ہوں اور کراچی پہنچنے کے بعد کراچی سے لاہور تک کا سفر کیا ہے۔ مجھے غم و افسانے شہ کی نفوس سے بچھا میں خود بے چیکنا چاہتا تھا کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ اچانک ایک شخص میرے پاس آتا اور اس نے مجھ سے مرگوشی کی تمسخر اگر آپ کے سامان میں کوئی ایسی چیز ہو جو کہیں کے لیے آپ چیکنگ نہ کرنا چاہتے ہوں تو میں آسانی سے سوٹ کیس باز کر سکتا ہوں۔

میرے سوٹ کیس میں ایسا کوئی سامان نہیں تھا جس کے لیے میں قابل گرفت نہ رہا جاتا میرے جس بریف کیس میں قیمتی ہیرے تھے وہ بریف کیس میں نے غلام کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ میں نے مسکاتے ہوئے کہا تم بھائی میرا سوٹ کیس بہت بڑا ہے ادا تم اسے کٹم والوں سے کیسے پار کر سکتے ہو؟

اس نے مسکاکر کہا: جناب یہ ہمارا کام ہے ہم تو آپ لوگوں کے خادم ہیں۔ پس پانچ ہزار دے دیں۔ آپ کا سوٹ کیس باہر پہنچ جائے گا۔

میں نے کچھ سوچ کر کہا: پانچ ہزار تو بہت ہیں میں

تھیں دو ہزار اسی سکتا ہوں۔

وہ بحث کرنے لگا اور فرامی دیر میں دو ہزار پر مبنی ہو گیا۔ میں نے دو ہزار روپے لکھ لے اور اسے دیتے وقت اس کے دماغ پر تانا بعض ہو گیا۔ اس نے وہ روپے لے کر اپنی جیب میں لے لیے۔ چہرہ ہانا ہی جانتا تھا کہ میں نے اسے پٹا دیا اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ اس نے وہ روپے نکال کر میرے ہاتھ میں دیے۔ میں نے اسے جیب میں رکھا پھر اس کے دماغ کو آڑو چھوڑ دیا۔ وہ ڈرا سا چوکا چہرہ جھپکتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولا۔ میں اس اجنبی بارکرا دوں کا مہم کبہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا کھڑکیوں کے پاس پہنچ گیا۔ میں اس کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہاں جا کر اس نے ایک آفیسر کے کما کر دو ہزار کی آسانی ہے اور یہ اس کے سامان کی سلب ہے۔

میرے سامان کی سلب دیکھنے کے بعد اس سوٹ کیس میں چاک کا نشان لگا دیا۔ یعنی یہ کہ اس سوٹ کیس میں کچھ نہیں ہے۔ اسے لے کر وہ شخص واپس آیا اور اسے حوالے کر دیا۔ میں وہ سوٹ کیس لے کر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا وہاں سے چل پڑا۔

اجاکہ اس نے پیچھے سے آواز دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ پوشان ہو کر اپنی جیبیں ٹٹول رہا تھا اور اسے قریب آتے ہوئے بول رہا تھا۔ وہ روپے کہاں ہیں خرم نے وسیلے تھے؟

”میں کیا قانون تم مجھ سے روپے لے کر ادھر گئے تھے تم مجھ کو کہہ کماں گئے؟“

”عجب ہے۔ میں نے تو تمہارے سامنے اسی جیب میں لکھے تھے۔ چہرہ نہیں مجھے ایسا لگا تھا کہ ایک پل کے لیے ذہنی طور پر غافل ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد میں تمہارے پاس سے چلا گیا تھا۔ لیکن اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ روپے نہیں ہیں۔ کیا تم کوئی جادو جانتے ہو؟“

”تم کیسی محفوق جیسی باتیں کر رہے ہو میں نے تمہیں پیسے دیے۔ اپنا مال لیا اور اب جادو ہا ہوں۔ جادو ٹوٹنے والی باتیں اس دور میں بیوقوف لوگ ہی کرتے ہیں یہ کہہ کر میں جلنے لگا۔ وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ دیکھو مشر بہ نہ سمجھنا کہ مختار اس سوٹ کیس کھٹم والوں سے پاد ہو گیا۔ میں اب جی نہیں صہبت میں ڈال سکتا ہوں۔ میں نے برسے اطمینان سے کہا۔ ”جھپک ہے تم جو چاہو کہہ سکتے ہو۔ میں ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جا رہا ہوں۔“

ہو سکے تو مجھے جانے سے روک دو۔

یہ آخری جملہ میں نے آواز زبان میں کہا تھا۔ وہ چوک کر مجھے دیکھنے لگا کیونکہ اب تک وہ غیر ملکی سمجھ رہا تھا۔ پھر اس نے تعجب سے پوچھا۔ ”ہو آواز دو بول لیتے ہو؟“

”ہاں میں پاکستانی ہوں اور تمہیں پاکستانی ہوئے مجھے شرم آ رہی ہے۔ تم لوگ کبھی لالچی اور وہ جگہ کر لو لالے خیرا مجھے حرام خور کھانا کالی برداشت نہیں کروں گا۔“

”تعجب ہے کہ کالی برداشت نہیں کرتے جو حرام کی کھاتے ہو۔ حرام کھانے والوں کو تو حرم خود ہی جانا ہے۔ میں نے صوفی دیکھنے کے لیے کراچی دھاندلیاں کرتے ہوئے تھیں دو ہزار روپے لیے تھے۔ میرے سوٹ کیس میں کچھ نہیں ہے۔ میں یہ معلوم ہوں کہ یہ لوگ تمہارے جیسے بیوقوفوں کو باہر بھیجے ان سے سمجھو نہ باہر ہی باہر کر لیتے ہیں کہ اتنی رقم جلنے کی تو مال کھٹم سے پاس کر دیا جائے گا۔“

اس نے بے نتیجہ سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ سوٹ کیس میں کچھ نہیں ہے۔ کیا تم مجھے چڑھا رہے ہو کہ مجھے تم نے ایسے ہی دو ہزار روپے دیے ہوں گے؟

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”مشر وہ دو ہزار اب تمہارے پاس ہیں کہاں ہیں ایک عمل جانا ہوا اس عمل کے ذریعے میں نے دو ہزار روپے تم سے لے لیے ہیں۔“

ایسا کہتے وقت میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا وہ دو ہزار کی لڈی نکال کر اسے دکھائی۔ اس کا منہ سے کھل گیا۔ پھر اس نے کہا۔ ”اچھی بات ہے۔ تم اپنا لے کر جاؤ۔ میں دیکھوں گا کہ تم کیسا عمل جانتے ہو۔ یہ رقم تم سے واپس لے کر رہیں گے۔“

میں نے ادبہ کہہ کر مختار سے اسے دیکھ کر پلٹ کر ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے اس طرف پلٹ کر جی نہیں دیکھا۔ ٹیکسی اسٹینڈ پر ٹیکسیاں کھڑی ہوتی تھیں کتنے ہی ڈرائیور میری طرف لپکے۔ ”تم ان صاحب تم ان“ وہ لوگ جی مجھ کو عزیز علی سمجھ کر اچھڑتی ہوئے کبہ تھے۔

میں نے جی بگڑے ہوئے انگریزوں کی طرح ان سے نہیں بیکورڈ روڈ جانا چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ لاہور ہوٹل جانے کا تھا۔ لیکن میں نے ایک ٹیکسی ڈرائیور کے کہا۔ ”ان نفی رنڈو میز کم ان نفی رنڈو میز۔“

میں نے جراتی سے اپنی زبان میں پوچھا۔ ”پاس کیا تم لوگ مجھے بیکورڈ روڈ یا لاہور ہوٹل تک پہنچانے کے لیے پاس روپے لوگے؟“

میری زبان سے اپنی ہی ملک کی زبان سن کر وہ ہل گیا۔ پھر بولا۔ ”بادشاہو، تم تو اپنے ہی بندے ہو۔ ہر پاس نہیں چالیں ہے دینا۔“

”تمہیں میٹر کے مطابق پیسہ لینا چاہیے تم اتنی زیادہ تمہیں تناس ہے ہو؟“

اس نے کہا۔ ”اچھی اگر تم قانون کی پابندی کریں اور ہر کے مطابق چلیں تو ہمارے زندگی ایک ہی جگہ تیرے ہمارے کی جہم بہاں تھنوں ہوائی جہاز کا انتظار کرنے ہیں۔“

”کیس میں ایک بیس پٹا ہے۔“ تھنوں کیوں انتظار کرتے ہو تم پاکستانی ہو۔ دوسرے کے لوگوں کی طرح وقت کی پابندی سیکھو۔ وقت کے قانون پر پورے آؤ۔ وقت کے مطابق دوسرے اسٹاپ ہوتے سوار ماں اٹھا پاؤ۔ باہر کے مالک کے ٹیکسی ڈرائیور کی بیڑے زیادہ ایک پیسہ بھی نہیں لیتے۔ تم لوگوں کو اتنی جاتی چاہیے۔ جو غیر ملکی ملک میں آتے ہیں وہ ان کے ذریعے غلط تاثر لے کر ہمارے ملک سے باہر جاتے ہیں۔“

”باؤ جی تم تو تفریق کرنے لگے۔ اوئے ام وینا۔ یہ لڑائی پھڑلے۔ تیرے جیسی ایمان وادی کی باتیں کرنے والا جوتو ہے۔“ اس کی باتیں سن کر وہ ایک ٹیکسی والا میری طرف چلا ہوا آیا۔ پھر بولا۔ ”آؤ باؤ جی، صدر ہم اللہ کہاں جانا ہمیں ملے چلتا ہوں۔“

”جی ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ماؤ جاؤ۔“ ”اچھا دینا۔ تمہیں اور زیادہ ایمان وادی سیکھنے کا مادیانہ لے کر باؤ رکھو گے۔“

میں اس کے لیے سے سمجھ گیا کہ ام وینا کوئی بڑا مالک تھا۔ اس کے ٹیکسی ڈرائیور نے جو مسافروں کو قیست ملانے کے لیے ہوا کہ اور مسافر اس سے پناہ مانگتے ہوں گے۔ ان کے ان کو کام دینا کے پیچھے چلتا ہوا ٹیکسی کا پتہ تھا۔

اس نے ڈیگ کھول کر میرے سوٹ کیس کو دکھا اور میں گاڑی کے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

جب ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی تب میں نے ام وینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو میرا خیال غلط نکلا۔ واقعی وہ ایمان وادی تھا اور اس بات پر پریشان ہوا تھا کہ وہ مجھ جیسے مسافر کو کس طرح اس کی منزل تک، خمریت پہنچانے کا کیونکہ اکثر مسافروں سے ہمدردی کرنے اور ان سے ایمان وادی سے پیش آنے کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دوسرے ٹیکسی ڈرائیور اسے بدنام کرتے تھے بدنام کرنے کے لیے یہاں تک کہہ دیتے تھے کہ وہ سواروں کو اپنے گھر لے جاتا ہے اور اپنی جوان بیٹی ان کے حوالے کر دیتا ہے۔

ایمان وادوں کو بڑی ذلتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ پتہ نہیں خدا کی مرضی ہوتی ہے کہ کس سے زیادہ غریب اور ایمان والے ہی آڑے جاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میں اس کے کس طرح کام آ سکتا ہوں۔ کچھ سوچنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔ ”ام وینا، تم کب سے ٹیکسی چلا رہے ہو؟“ وہ مجھے ہلنے لگا کہ تقریباً دس برس سے وہ یہ گاڑی چلا رہا ہے اور مل لپہہ کے ایک ٹکے میں اپنی جوان بیٹی اور بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔ میں نے کہا۔ ”میں یہاں ایک باؤدون تک رہوں گا اور جب تک یہاں رہوں گا مجھے گاڑی کی ضرورت پڑتی ہے گی۔ کیا تم دن اور رات میرے لیے گاڑی دینا رکھ سکتے ہو۔ بخاری روز کی جو باؤڑی ہوتی ہے اس سے میں تمہیں کچھ زیادہ ہی دوں گا۔“

”باؤ جی تم تو حکم کے بندے ہیں اور آپ مجھے زیادہ کیا دیں گے۔ میں حلال کھانے کا عادی ہوں۔ مجھ سے کسی سے زیادہ رقم لی نہیں جاتی۔ جو میری محنت ہوتی ہے وہی میں وصول کرتا ہوں۔ رز جب تک سوکس روپے تک کمائی ہو جاتی ہے تو میں ٹیکسی کھڑی کر دیتا ہوں۔ ساتھ روپے مالک کو دیتا ہوں چالیس روپے کا تیل مل جاتا ہے اور تیس روپے میں ہم میاں بیوی اور بچی کا گزارہ ہو جاتا ہے۔ آدمی اگر کرنا چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا لیکن لوگوں کو زیادہ سے زیادہ کمائی کا لالچ دینا ہے جس کی وجہ سے ہمارے ہاں جو دیے لایا بی اور اٹھنا کھانا کا کاروبار زور پکڑتا جا رہا ہے۔“

میں نے اس کی باتوں سے متاثر ہو کر کہا: امام دین تم ایک میکسی ڈرامہ رہو۔ دنیا والوں کی نظروں میں ایک معمولی انسان جو تکنیکی طور پر برعمری آدمی ایماندار بن جائے اور صلاح کی روزی پر صبر کر لے تو ہمارے ملک کا بلبل بالا ہو جائے جو تھوڑے بہت چور، بدعاش اور دلا بلی انسان رہ جائیں گے۔ انھیں قانون سیدھا کر لے گا مگر دکھ کی بات تو یہ ہے کہ قانون کے حافظ بھی مجرموں کی سرپرستی کرتے ہیں انھیں!

امام دین نے لاہور ہونٹل کے سامنے میکسی کھڑی کر دی۔ پھر وہاں سے آکر کراچی کے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر سوٹ کس نکال سکوں۔ میں نے سوٹ کس لیے ہونے کہا۔ تم اپنا میٹر آن رکھو۔ میں ابھی ہونٹل کا کوہر کر لے رہا ہوں۔ حاصل کرنے کے بعد واپس آؤں گا تو دوسری جگہ چلیں گا۔ اگر تم چاہو تو کچھ ایڈوانس رقم مجھ سے لے لو۔

نہیں! باؤچی! میں آدمی کراچی کی زبان سے بھانتا ہوں اور مولائے کھڑے پر دوسروں پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ ایسے میں آدمی کو وقتی طور پر نقصان تو پہنچتا ہے مگر اللہ اس کا صلہ دیتا ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: تمھارے جیسا کہ چاہو! ادا ایمان دار میکسی ڈرامہ میں نے اور نہیں دیکھا!

نہیں! باؤچی! ایمان دار لوگ ہیں۔ تھوڑے ہیں! اس لیے نظر نہیں آتے ہیں!

میں سوٹ کس آٹھا کر ہونٹل کے اندر داخل ہوا۔ گاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے اپنے لیے ایک سنگل کوہر کر لیا۔ پھر اس کو کہہ میں پہنچ کر سوٹ کس کو دکھا۔ سوٹ کس میں سے تفریباً دس ہزار روپے نکال کر اپنے سفری بیگ میں لٹکے اور سامی کو آٹھا کر واپس ہونٹل کے باہر گیا۔ امام دین میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اگلی سیٹ پر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا: چلو!

میں نے اسے بخانا دیکر کوٹھی کا پتہ بتایا۔ وہ اس طرف چل پڑا۔ میں نے مزاج کے داغ میں جھپک کر دیکھ لیا تھا۔ وہ ابھی اسلام آباد اور لاہور کے درمیان کار کے ذریعے سفر کر رہی تھی۔ دیر آدے آدے آگے نکل چکی تھی اور کچھ دیر بعد گوجرانوالہ پہنچنے والی تھی۔ یعنی لاہور پہنچنے میں ابھی اسے ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگ سکتا تھا۔ اس سے پہلے میں بخانا دیکر پہنچنا چاہتا تھا۔

لہذا میں امام دین نے کہا: مجھے ساڑھے پانچ بجے

تک اپنے گھر پہنچنا ہے۔ میں نے اپنی گھر والی سے کہا کہ آج اسے اور اپنی بیٹی کو اس کی بیٹی کے ساتھ اپنی سالی کے گھر پہنچا دوں گا۔ وہ میکسی کا کرتی ہوں گی!

میں نے کہا: تم مجھے اس کوٹھی تک پہنچا چلے جاؤ وہاں سے آن لوگوں کو چھوڑنے کے بعد ہونٹل چلے آنا یا ہو سکے تو اسی کوٹھی کی طرف سے ہونے ہونٹل کی طرف جانا۔ اگر میں کوٹھی کے پاس مقیم روک لوں گا ورنہ ہونٹل میں ملاقات ہوگی۔

باؤچی! کرنے کے دوران میں نے پانچ ہزار روپے کی لٹریاں بیگ سے نکال کر اپنے اوپر اس کے ساتھ چپ چاپ سیٹ پر رکھ دی۔ جب کوٹھی کے سامنے وہ گاڑی رکی تو میں دواڑھ کھول کر گاڑی سے پھر باہر نکلے۔ ہی میں نے امام دین کے داغ کی طرح کمزور میں لیا تو اس نے اپنے بازو میں دھری کی ٹیڑھیوں کو آٹھا کر ڈیش بورڈ کو کھولا اور اس میں دیکھ کر دیکھ کر بعد ڈیش بورڈ کو بند کر دیا۔

پانچ ہزار روپے میں لٹریاں پوزیشن میں میں نے اس کے ساتھ ہونٹل میں لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے گاڑی کو آواز چھوڑ دیا۔ جیسا کہ اکثر ہوتا ہے وہ بھی ڈراما گار کہ ابھی وہ ذہنی طور پر کیسے غافل ہو گیا تھا۔

دیکھ کر مجھے دیکھتے ہوئے مسکرا کر لولا! پتہ نہیں تھا کہ ہونٹل تھا۔

میں نے کہا: اچھی بات ہے اب تم جاؤ۔ ہونٹل میں ملاقات ہوگی۔ تم ہو سکے تو ہونٹل میں منتظر رہ کر مانتا!

وہ وہاں سے گاڑی اسٹارٹ کر کے چلا گیا۔ سامنے والی کوٹھی کو پہنچنے لگا۔ وہاں ایک نیم پلٹ گئی ہوئی تھی۔ میں نے قریب جا کر بڑھا تو بخانا دیکھا۔

کھا ہوا تھا۔ کوٹھی بہت ہی شاندار تھی۔ اعلیٰ ترین باؤچی جی بہت خوب صورت تھا۔ رنگ بنگے چھلے تھے لیکن وہاں کوٹھی نظر نہیں آتا۔ یہ سوچتا تھا کہ سے ذرا دیر دیر لگا کر بخانا دیکھتا ہوں اس کوٹھی کے سامنے والے سے کیسے ملاقات کی جائے یا ان کے پاس جاؤں اور ان کے عادات و اطوار کے متعلق کچھ سمجھاؤں۔

بہت پرچی۔ پھر اسے بجائے روپے کا ایک نوٹ دے کر وہ جھلسنے والی کوٹھی سے اتر کر باؤچی کے پاس پہنچا۔ وہاں اس کوٹھی کے چیل نے آؤ۔ باؤچی میں کوئی نہیں ہے۔ اندھا جا کر لہو لہو ہوا۔ وہاں دیکھ کر کوٹھی نے لہو لہو ہونے کا اسے یہ چیل دینا!

اس نے خوش ہو کر کہا کہ ابھی وہ جا کر اس کوٹھی میں پہنچا ہے۔ چیل نے پہنچا ہے گا۔ میں مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا۔ اس کوٹھی میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جھوٹی دیر میں نے دیکھا وہ چیل والا بھیلوں کا کاغذی قہیلا پکڑے ہوئے کال ہیل کے چپن کو بار بار ہاتھ۔ پتہ نہ کیونکہ بعد ہی دروازہ کھل گیا۔ ایک بیگ صاحب نے پوچھا: کیا بات ہے؟

چیل نے کہا: بیگ صاحب! آپ کے لیے چیل لایا ہوں۔ بیگ نے کہا: ہم نے تو چیل نہیں منگائے اور نہ ہی ہم اس کی قیمت دیں گے!

”مجھے آپ کی کوٹھی کے ایک صاحب نے چیلوں کی قیمت دی ہے!“

بیگ نے حیران سے پوچھا: کس صاحب نے دی ہے۔

”پتہ نہیں بیگ صاحب! وہ تو ادھر جا رہے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ میں یہ چیل آپ کے پاس پہنچا دوں!“

بیگ نے ناگوار سے کہا: ہم کسی ایسے آدمی کو نہیں دیتے جس نے جانے کے لیے چیل بھجوائے ہوں۔ ہم یہ چیل نہیں لے سکتے۔ انھیں واپس لے جاؤ!

”مگر میں انھیں واپس کہاں لے جاؤں۔ وہ صاحب تو پتہ نہیں کہاں نکل گئے ہوں گے اور انھوں نے مجھے ہونٹل روپے دیے ہیں!“

انھوں نے بجائے چلے ہونٹل پانچ ہزار۔ میں کچھ نہیں مانتی۔ چلو جاؤ۔ جھاگ جاؤ وہاں سے پتہ نہیں کیا۔ انھوں نے کہا کہ اسے ہم اسے قبول نہیں کریں گے چلے جاؤ یہاں سے!

بیگ نے ڈانٹ ڈپٹ کر اسے وہاں سے بھگا دیا۔

چیل لٹکا۔ میں بیگ کے داغ میں پہنچ چکا تھا۔ انہوں نے چیل والے کو ڈانٹنے کے بعد دروازے کو بند کر لیا۔ انھوں نے بڑا قوی ہوئی ایک بہت بڑے ڈراما گارم سے زبردستی انھیں اوپر ہی منزل کے زینے سے ایک نوجوان گیت آتے ہوئی آ رہی تھی۔ اس کی گردن میں ایک نئی سی

دنیا کے حیات انگیزی

تحریر شناسی

اردو میں پہلی بار

تحریر شناسی کے فن پرائیکٹ اور دور رہنا کتب

تحریر شخصیت

اور

یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...

- یہ شخص کس کام کے لیے مزدور ہے؟
- کیا یہ حالات سے اپنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
- کیا اسے جہاد خواہش ہے؟
- کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
- کیا اس کے ساتھ شادی کی جاسکتی ہے؟
- کیا اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں؟
- کیا یہ ایمان دار اور سچا ہے؟
- اس کا ہمیشہ رویہ کیا ہے؟
- اس میں برائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
- اور ایسی دوسری بہت سی باتیں!

حصہ 15
15 روپے

مکتبہ نفسی

اپریل 1993

پتی تھی۔ اسے دیکھ کر بیگم نے کہا: ہوا اُدھ لپٹے اُنکل کے کمرے میں نہ مانا۔ وہ مصروف ہیں۔ اگر کچھ کر لے جاؤ گی تو وہاں کام میں مداخلت ہوگی۔“

یہ کہہ کر وہ ایک کمرے میں داخل ہوئیں۔ پھر اس کمرے کے دروازے کو بھی اُنڈے سے بند کر دیا۔ اس کمرے میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے تسنل کر رہا تھا۔ بیگم نے بوڑھے سے کہا: آپ کو کتنی بار منع کیا ہے کہ اب اس عمر میں چنا چھوڑ دیں۔ ایک بیٹے کی شادی ہو گئی۔ ہوا کتنی بہرے ایک پوتی کو جنم دیا ہے اب وہ بھی کچھ عرصے میں بڑی ہو جائے گی۔ پھر وہ آپ کے متعلق کیا سوچے گی؟“

اس بوڑھے نے ہنستے ہوئے کہا: ہونو بھئی گھٹی ہے کہ میں روزِ شام کو اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹیا ہوں اور تم میری مصروفیت کا ہانا کر کے اسے ہاں آنے سے روک دیتی ہو۔ جو کتنی ہمدانی پوتی تو بڑی ہو کر وہ بھی مجھ کے لیے کام کے دوا پینے کے عادی ہیں اور جب عادت ہی بخیری تو ایسی عادت والوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔“

بیگم ناگوار سی سے منہ بٹاتی ہوئی اس کمرے کی ایک کھڑکی کے پاس گئیں اور وہاں کا پردہ تھوڑا سا ہٹ کر کھڑکی کے پار دیکھنے لگیں اُدھ لپٹے ہاں نظر آ رہا تھا۔ وہ کوٹھی کا بچپنا حصد تھا۔ وہاں کوئی پانچ چھ نوجوان جوڑو کراٹے کی مشق کرنے میں مصروف تھے۔ بیگم نے پلٹ کر اپنے بوڑھے شوہر سے کہا: میرا بیٹا بہت اچھا فٹ بالر ہے۔ پانچ پانچ جوائوں سے نہایت فائدہ کرتا ہے اور ذاتِ بیگم کو ایک ٹھوکرے تو ڈر کر دکھ دیتا ہے۔ ہاتھ کی کھڑکی بتجھل سے پتھروں کو بھی توڑ دیتا ہے۔“

بوڑھے نے شراب کا ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا: ”وہ صوف تھا انہیں پیر بھی بیٹا ہے۔“

بیگم نے آگے بڑھ کر کہا: ”ہاں ہے تو آپ کا بھی بیٹا لیکن اسکی پرورش میں میرا دخل ہے۔ میں نے اسے اس قابل بنایا ہے۔ اگر میں اسے ڈھیل دے دیتی تو وہ آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلتا۔ یاد ہے وہی میں آپ کس طرح طوائف کے چکر میں پڑے ہوئے تھے بلکہ میں نے تو سنا تھا کہ کسی طوائف سے شادی بھی کر لی تھی۔“

وہ ڈھٹائی سے بولا: ”بائے بیگم کیا زمانہ دلا دیا ہے کاش مہربانی جوائی پھر لوٹ آتی۔ پھر وہی رنگِ رسیاں تمہیں لیکن اب تو تمہارا جیسی بوڑھی بوری کو بھی حسرت ملے دیکھ کر وہ جاتا ہوں اور دمِ غلط کرنے کے لیے شراب کا

سہارا لیتا ہوں۔ بڑھاپے میں بس شراب ہی ساتھ رہتی بیگم نے ناگوار سی سے کہا: ”ہاں آپ جیسے لوگ ایسا سوچتے ہیں ورنہ تو دنیا جہاں کے شراب خانے اپنی جہولوں کے ساتھ جوائی سے لے کر بڑھاپے تک رہتی ہی وقت گزارتے ہوئے اس دنیائے گزرتے ہیں۔“ وہ بوڑھا خرابی بختا تھا۔ اس نے اپنی بیگم کو کافی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ جوائی کے ذکر سے وہ ہانوں کے متعلق سوچتا ہوا اس کی بیٹی تک پہنچ گیا تھا اور وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اب تک مرہبان کا پتہ نہیں مل سکا۔ کم و بیش اس سے ملاقات کی تھی اور اسے یہ یاد تھا کہ وہ ان دنوں کراچی میں ہے اور کبھی وقت بھی کر کے اسے لاہور لاسکتا ہے۔ پھر جوائی کے بارے میں اس کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ کم و بیش یہ بھی جانتا ہے کہ اس نے سوچا ہے۔ بیٹھ کر لے گیا تھا اور اس کے بعد پھر اس کی نہیں دکھائی دی تھی۔

یہ اس کے دماغ سے جو معلومات حاصل ہوئی وہ یہ تھیں کہ بختا وکے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کی شادی ہو گئی تھی اور اسی کی بیوی نے ایک بچی کو جنم دیا تھا۔ بختا وکے ایک ننھی سی پوتی تھی۔ دو سال پہلے ابھی شادی انکار کر رہا تھا کیونکہ وہ جوڑو کرانے کا شوقین تھا۔ اُن دنوں فن میں وہ بلیک بلیٹ حاصل کر چکا تھا۔ تیسری ایک نوجوان لڑکی تھی جو اس وقت کوٹھی میں موجود نہیں تھی۔ سیمیلیوں کے ساتھ کہیں ابر گئی ہوئی تھی اور ڈونے وقت سے پہلے لوٹ کر آنے والی تھی۔ میں نے بختا وکے فون پر معلوم کیا پھر اس کے دماغ سے نکل آیا۔

خیال خرابی کے دوران میں آہستہ آہستہ ملتا رہا چلتے چلتے پتہ نہیں کتنی دور آ گیا تھا۔ پھر وہاں سے لوٹ کر ایک ریستوران میں بیٹھ کر جانے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد مرہبان کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ اب لاہور کی بی والی تھی۔ پچھل سیٹ پر اپنے خالو کے ساتھ بیٹھی تھی جنہیں وہ اُنکل کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ اگلی سیٹ ڈرائیو کار چلا رہا تھا۔ اس وقت اس کے ادا اُنکل کے درمیان اسی جن کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں جو بیگم سے اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ اس کے اُنکل اس بات انکار کر رہے تھے کہ کوئی جن ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ عاشق ہو کر اس کی مدد کر رہا ہو۔ اس سانس دہائیوں باتیں بڑی مضحکہ خیز گنتی ہیں۔

مرہبان نے کہا: ”اُنکل میں آپ کو قائل کروں گی۔ ذرا میری دلجوئی سے کسی نہ کسی وقت پھر مجھ سے رابطہ قائم کرنے کا تو آپ کو اس کا ثبوت مل جائے گا۔“ اس کی بات ختم ہوتے ہی میں اس کے اُنکل کے دماغ پر فائض ہو گیا۔ پھر بولا: ”مرہبان، میں حاضر ہو گیا ہوں۔ لاہور کو اور میں آؤں یہ مشق کی تو بہن ہے۔“ مرہبان نے جو کہہ کر اپنے اُنکل کو دیکھا پھر گھوٹ کر بولی۔

”تم اتنے ہی عشق کی باتیں کرنے لگے؟“ میں نے اس کے اُنکل کی زبان سے کہا: ”خیر تم نامان ہوتی ہو تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ روزِ نہایت تم مجھ سے محبت کرنے لگو گی۔ بہر حال میں اس رات کا انتظار کروں گا۔“ ابھی میں تھا اسے اُنکل کو کسی نہ کسی طرح ایک جن کے وجود کا یقین دلاتا ہوں یہ کہہ کر اس کے اُنکل اپنی جیب میں ٹٹولنے لگے۔ ایک جیب سے انھوں نے چھوٹی سی نوٹ بک نکالی۔ پھر اپنا قلم نکال کر اس نوٹ بک کے ایک صفحے پر لکھنے لگے۔ ”ماں ڈیر“ وہاں پہلے بختا وکے نام لکھا جنہوں اور متعلق معلومات فراہم کر رہا ہوں کہ بختا وکے دو جوان بیٹے اور ایک جوان بیٹی ہے۔ بڑے بیٹے کی شادی ہو چکی ہے اور اس کی بیوی نے ایک بچی کو جنم دیا ہے جس کی عمر تقریباً چار ماہ ہے۔ ایک بچہ بختا وکے جوڑو کرانے کا ارادہ ہے۔ اس نے ایک بلیٹ حاصل کیا ہو ہے۔ اس کی جوان بیٹی بہت زیادہ خوبصورت ہے اور اس وقت اپنی سیمیلیوں کے ساتھ ایک ٹھکانے کے لیے گئی ہے۔ ڈونے وقت تک اپنے خالو پر اس کے آگے۔“

”ہاں نوٹ بک کے ایک صفحے پر لکھو ان کے نام۔“ بختا وکے نے جوائی کو فون پر بھی کھوا دیا۔ پھر اس کے نیچے سے جوائی سے براہِ راست نہ مل سکا۔ خواہ مخواہ قانون کی ڈھکائی ڈھنگی۔ ڈرائیو سے اور سہولت سے کام لے رہا تھا۔ بختا وکے کو جو کہیں سوچ سمجھ کر فی الحال تم اپنے اُنکل کے ساتھ وہاں جا کر قریب آ کر۔ یہاں وہ تمہیں لے جائے ہیں۔ اس کے بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔“

میں نے اُنکل کو ایک دماغی جھٹکا سا لگا۔ وہ جو کہ اپنے ہاتھ میں اس چھوٹی سی نوٹ بک اور قلم کو دیکھنے لگا تھا۔ اُنکل نے کہا: ”اُنکل آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ اُنکل تھا نا کہ جن کا ایک وجود ہے۔ وہ ابھی آپ کے

اندھا لگا تھا اور آپ اس نے کچھ باتیں کھوائی ہیں۔ لائیے ذرا دیکھیں تو کیا لکھا ہے؟“

”اُن دنوں نے اس نوٹ بک کو اپنے درمیان رکھ کر ایک ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ پھر اس کے اُنکل نے تیرن ہو کر کہا: ”ہاں تو بختا وکے متعلق پوری معلومات لکھی ہوئی ہیں لیکن کیا یہ معلومات صحیح ہو سکتی ہیں؟“ مرہبان نے یقین سے کہا: ”بہل صحیح ہوں گی۔ سو فیصد صحیح ہوں گی۔ اس میں نے اتنی ادری ہر وہی ہے کہ میں ان معلومات پر شدید شکریں کرتی۔ آپ کو کچھ دیر بعد یا صبح تک پتہ چل جائے گا کہ یہ سب کچھ درست ہے۔“

اس کے اُنکل نے جوائی سے کہا: ”کال ہے۔ اس نوٹ بک کے صفحے پر میرے ہی ہاتھ کی تحریر ہے اور میں اپنی تحریر کو خوب پہچانتا ہوں اسے میں نے ہی لکھا ہے۔ اگر کوئی جن مجھ میں سما گیا تھا اور اسی نے یہ سب کچھ لکھا ہے تو مجھے اس پر بڑی حیرت ہے۔ خود کرنا ہوگا اور اپنے آپ کو سمجھنا ہوگا کہ اس دنیا میں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بولی: ”آپ خود کو سمجھاتے رہیں۔ یہ معلومات حاصل ہوتے ہی مجھے ایک تہ دیر سوچو گئی ہے۔“

”کیسی تہ دیر؟“ میں نے کہہ کر جھجھکے ساتھ کیا گیا۔ وہی میں اس بچی کے ساتھ کروں گی۔ جو بختا وکے ننھی سی پوتی ہے۔ میں نے اُنکل کے ہاتھوں کی۔“

اس کے اُنکل نے کہا: ”بیٹی! یہ غیر قانونی حرکت ہوگی۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔“

”اُنکل میرے ساتھ اور میری والدہ کے ساتھ بھی بہت سی غیر قانونی حرکتیں کی گئیں۔ کوئی اُن کو پوچھنے والا اور ان کی مدد کرنے والا نہیں تھا۔ انھوں نے میری زندگی گزار دی ہے۔ اس کے متعلق میں سوچتی ہوں تو میرا خون کھولنے لگتا ہے۔ آپ مجھے نصیحت نہ کریں۔ قانون کا واسطہ نہ دیں۔“

”جھجک ہے میں قانون کا واسطہ نہیں دوں گا لیکن تم اپنی ان کی مٹا کر کچھ نہ ہی ہو تو اس حرکت کی مٹا کر مجھے سمجھو کہ میں کتنی کو تم اُنکل کے ہاؤس کی۔ میں کسی غلط نیت سے نہیں لے جاؤں گی۔ میرا فرض ہوگا کہ میں اس بچی کی حفاظت کروں۔ ان لوگوں نے مجھے آسرا چھوڑ دیا تھا۔ میری دل کو چھوڑ گیا تھا کہ وہ مجھے چھوڑنے سے عذر میں اس بچی کو نہیں چھوڑوں گی۔ اس

نشی کے ساتھ انصاف کروں گی لیکن اس کے بڑوں کی ایسی کی تیری کر کے رکھ دوں گی۔
میری خیال خزان کا سلسلہ ٹوٹ گیا میرا سر لے لے چلتے

آیتا پہلے میں معروف ہو گیا تھا آدمی چالی پینے کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ دستوران آہستہ آہستہ خالی ہوا ہے اور اب ہرجائے والے لوگ میری طرف دیکھ رہے ہیں میں نے دردناک کی طرف دیکھا تو ایک نیم خیم شخص دونوں ہاتھ کر پر رکھے ہوئے کھڑا تھا۔ اس کی بڑی بڑی موچیں تھیں۔ تو غور آٹھوں سے وہ مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو مجھے کھڑے ہوئے تھے۔

میں اس تو غور آٹھ کے ہدمکش کو نہیں جانتا تھا اس لیے میں سر ہٹا کر پیالی کی باقی چائے پینے لگا چھوٹی دیر بعد میں نے دیکھا تو وہ میرے قریب آچکا تھا اور میرے دوسری طرف بیٹھتے ہوئے اس نے ایک لمبا سا چاقو نکال لیا تھا۔

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کا پایا ہاتھ میرے رکھا ہوا تھا اور وہ دائیں ہاتھ سے چاقو دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ مشورہ دو ہزار روپے میرے سامنے رکھ دو اور میری محنت کا صلہ بھی ہزار روپے چاہیے یعنی کل تین ہزار روپے مجھے دو۔ تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔

میں نے پوچھا۔ تم کس بات کے تین ہزار روپے مانگ رہے ہو؟

۔ دو ہزار روپے اس شخص کے جتنے تم نے ایلر لورٹ پر دھوکا دیا اور اس سے مال بانٹا لیا۔ ایک ہزار میرے یعنی لیون بھلو کو غنڈہ ٹیکس کے ہیں۔ میں اس کے لیے لاکر دے رہا ہوں۔ دو ہزار روپے پہنچاؤں گا تو بے بھی میری محنت کا صلہ ملنا چاہیے۔

میں نے پوچھا۔ اچھا تو تم غنڈہ ٹیکس وصول کرنا چاہتے ہو اگر میں تمہاری مطلوبہ رقم نہ دوں تو؟
۔ تو بیاں سے تمہاری لاکش آنٹھانے والا بھی کوئی نہیں ہو گا کیا اس ملانے میں میرے راز سے مشیت ظاہر ہو جاتی ہے؟

اس کی یہ بات سننے ہی میں اس کے دماغ پر تھامیں ہو گیا۔ اس کے بائیں ہاتھ کی پتیلی اونچی مڑنے لگی ہوئی تھی۔ اس نے دائیں ہاتھ میں پڑے ہوئے چاقو کو بھر لپٹا انداز میں اپنی پتیلی پر مارا تو چاقو کی لڑک

پتیلی کو پار کرتی ہوئی لکڑی کی میز پر پورست ہو گیا۔ اسی وقت میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تھا اس کے ملنے سے جو خچر نکلی تھی۔ اس کے ہاتھ سے چاقو کا کوسرہ چھوٹ گیا تھا۔ دردناک سے پرکھتے ہوئے اس کے ہاتھ ساتھ میری طرف ایک لپٹے تھے۔ میں نے فوری طور پر چاقو کو اپنی گرفت میں لے کر اس کی پتیلی سے باہر نکالا۔ پھر لٹکاتے ہوئے کہا۔ تم خیردار آگے نہ بڑھنا۔ وہ میں تمہارے غنڈے استاد کی گردن کاٹ کر پھینک دوں گا۔ وہ دونوں سہم کر پیچھے ہٹ گئے۔ اسی وقت میں نے پھر ہدمکش کے دماغ پر تھامیں پھر چاقو اس کی پتیلی میں پورست کر دیا۔ چاقو اس کی پتیلی کے پار ہو کر پھر لکڑی کی میز پر ٹھس گیا۔ اب اس کی دونوں پتیلیاں زخمی تھیں۔ بائیں پتیلی سے خون بہہ رہا تھا اور دائیں پتیلی چاقو کے ساتھ میز سے چبکی ہوئی تھی۔ میں نے اٹھ کر اپنے شانے سے سفری بیگ کو نکلانے ہوئے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں میرے ہر لمحہ بھی پیدا کیے ہیں تم جیسے ہدمکشوں کو ہدمکش کرنے وقت یہ سوچنا چاہیے اور آج کے واقعے سے پھر حاصل کرنا چاہیے۔

یہ کہہ کر میں آگے بڑھنے لگا۔ دونوں ہدمکش مذہب میں تھے کہ کیا کریں۔ استاد کے پاس جا کر ان کی جان بچائیں یا مجھ پر حملہ کریں۔ میں نے ان کے قریب آ کر کہا۔ اگر تم دونوں کو بھی حسرت ہے تو مجھ پر حملہ کر کے دیکھ لو۔ میں تم دونوں کا بھی پھر کڑوں گا۔ ورنہ ایک طرف ہٹ جاؤ اور مجھے راستہ دو۔ وہ دونوں ایک طرف ہٹ کر تیزی سے اپنے استاد کی طرف چلنے لگے۔ میں بڑوں سے باہر نکل آیا۔۔۔ باہر بڑوں کا مالک سما ہوا کھڑا تھا۔ میں نے جب سے چائے کی قیمت نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھی وہ اس سے کہا۔ اخوس ہے کہ پولیس اور قانون کے ہوتے ہوئے یہاں ایسے تماشے ہوتے ہیں ویسے کیا آپ مجھے کوئی نوبہ سولہ گا راستہ بتا سکتے ہیں؟
بڑوں کے مالک نے کچھ سوچ کر قریب کھٹ ہوتے ایک لکڑی خور کو روک کر بلا اور اسے اس کوئی راستہ بتانے کے بعد بلا کر صاحب کو وہاں پہنچا دیا۔ میں اس کا شکریہ ادا کر کے رکتہ میں بیٹھ گیا۔ چہرہ دکتہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ کوئی نوبہ سولہ

اس جگہ کا پتہ تھا جہاں ابھی مرہان اپنے اکل کے ساتھ بیٹھے ہی والی تھی۔ اس کو کھنچی میں اس کے اکل کے ایک چاقو صاحب رہتے تھے اور ان کی فینیلی تھی۔ مرہان وہیں تیار کرنے والی تھی، میں رکتہ میں بیٹھا دائیں بائیں دیکھتا جا رہا تھا۔ میرے ذہن میں اپنے چچا کی کوئی کا پتہ محفوظ نہیں تھا۔ ان دنوں میں نے اپنی چھوٹی کوئی اتنی دولت دی تھی کہ وہ زمین کے ساتھ ایک کوئی خرید کر بیٹھنے لگی تھیں۔ میں اس کو کھنچی کا بھی نمبر اور پتہ بھول گیا تھا۔ اسی لیے میں دائیں بائیں دیکھتا جا رہا تھا۔ اس خیال سے کہ شاید کوئی ایسی کوئی نظر آجائے جسے دیکھ کر گزری ہوئی کچھ باتیں یاد آجائیں اور ان یادوں کے حوالے سے میں ان کو پتیلیوں کو بچان لوں۔

رکتے والے نے مجھے سولہ نمبر کی کوئی کے سامنے پہنچا دیا۔ میں نے اسے منہ مانگا کر لے کر نہایت کر دیا۔ پھر مرہان کے دماغ میں بھاگ کر معلوم کرنے لگا کہ اب وہ کتنے فاصلے پر ہے۔ پتہ چلا کہ وہ لاہور شہر میں داخل ہوئی ہے اور ان کی گاڑی مال روڈ پر سے گزر رہی ہے میں کوئی کے سامنے والے راستے پر چلنے لگا۔ اس وقت یہ زمانہ میں میرے رشتے دار ادھر سے اُدھر چھٹکے ہوئے اور جھنگ جھٹک کر یاد آ رہے تھے جب رشتوں کی لڑائی کرنے کی بات آتی ہے تو پہلے وہ لوگ یاد آتے ہیں۔ جن سے بے انتہا محبت ہوتی ہے مجھے اپنی چھوٹی سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اس کے بعد ایک بہت ہی پیاری سی شخصیت تھی جسے میں بہت چاہتا تھا اور وہ تھی میری چچا زاد بہن زینب۔ زینب کو میں نے گود میں گھلا رکھا تھا۔ ایک ماں کی طرح اس نے اپنا کوشش کی تھی میری چچی انہی فینیلیں میں تھیں کہ اسے ادھر میں جاتی تھیں۔ اپنی محبت اور جسم کی خوب صورتی پر بڑا زور رکھنے کے لیے اسے میرے پاس چھوڑ کر چلی جاتی تھیں۔ کیونکہ وہ مجھے اپنا بھتیجا نہیں بلکہ ملازم سمجھتی تھیں۔

میں نے کئی برس تک ایک ملازم کی طرح اپنے ہی چچا کے گھر میں زندگی گزار دی تھی۔ وہاں میں نے بہت سے ایسے ایسے پورے مزاج کے خلاف تھے۔ ہر ایک کی خدمت کرتا تھا لیکن شاہینہ کے کام کر کے وہ دل خوش ہوتی تھی۔ اس کی چچی کو میں نے صرف گود میں بالائی نہیں تھا بلکہ ملازم تھا۔ جب بھی اسے جھوک گئی اسے فیڈر سے دوہہ دیا کرتا تھا۔ ایک ماں کی طرح اس کی پرورش کرنا تھا۔ ایک ایک طرح اسے پیاد دیتا تھا۔ جب وہ جوان ہوئی تو صرف ایک ایک ایسی بہن تھی جو مجھے بن کا پیار دیتی تھی اور میری

قدردانی تھی۔
افسوس کہ ایسے بابائے رشتوں کے چک اتنے برسوں میں وہ ہندلا گئے تھے۔ اگر ان کے ہرے و تھوڑے ہوتے ان کی آنکھیں مجھے یاد ہوتیں تو میں ان آنکھوں میں جھانک کر ان کے دماغ میں کچھ پہنچ جاتا اور ان سے رابطہ قائم کر لیتا۔ جب تک میں ان سے دور رہا۔ مشکل بنا رہا اور ان کی یادوں کو اور ان کی محبت کو ذہن سے جھٹکا دیا۔ کیونکہ میں ایسی ایسی ماسٹس گوارہ ہوں کہ اپنے باپوں کو ان حالات میں بھلا دے ہی پڑتا ہے۔ نہ بھلائی تو ان کی بایوں غلاب جان بن جاتی ہیں اور مشکل مراحل میں وہ اس قدر یاد آتے ہیں کہ ان مراحل سے گزرنا دشوار ہو جاتا ہے اور انسان بہت محنت ہر کر اپنے رشتوں کی طرف ٹوٹ جاتا ہے۔ ہر حال اب لاہور پہنچ کر خصوصاً چھوٹی ارد تھا۔ ہمیں سے ملنے کی بہت زیادہ بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ میری کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں انھیں کہاں تلاش کروں۔ اس وقت کوئی تبدیروں سے کہ موقع بھی نہیں تھا۔ کیونکہ مرہان اب بالکل قریب پہنچ رہی تھی۔

میں نے مرہان کے اکل کے دماغ پر تھامیں ہو کر اس سے کہا۔ مرہان! میں پھر گیا ہوں اور تمہیں یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ طاق محمود لاہور پہنچا ہوا ہے۔ میں اسے بھٹکا کر اس کو کھنچی کی طرف لے آیا ہوں جہاں تم بھی پہنچنے والی ہو۔ وہ تمہیں کو کھنچی کے سامنے ہی ملے گا۔ میں پھر وہیں جا رہا ہوں اور وہاں جا کر طاق محمود کے اندر سما جاؤں گا۔ ہماری ملاقات وہیں ہوگی۔

تھوڑی دیر بعد ہی اس راستے کے ایک سر پر اس کار کی مینڈ لائنس نظر آئی۔ میں کوئی کے سامنے کھڑا ہو گیا وہ کار آہستہ آہستہ رنگینی ہوئی میرے سامنے آکر رکنی۔ اس کا دروازہ کھول کر مرہان باہر نکلی چھوٹی۔ طاق تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

میں نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ میں طاق نہیں تھا لاہور ہوں۔

مرہان نے مجھے غصے سے دیکھا۔ پھر جلد ہی اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ اگر تم کسی انسان کے جسم میں سما گئے ہو تو انسانوں کی طرح گفتگو کرو۔ دیکھو۔ ایک اکل قریب آ رہے ہیں۔ ان کے سامنے تو عشق نہ جتنا ہے۔ یہاں سمجھنے کی؟
چہرہ اپنے اکل سے مخاطب ہو کر بولی۔ اکل ان

سے لیے۔ یہ انسان کے رُپ میں لوطا نانی محمود ہیں لیکن اس وقت دینی حضرت ہیں۔ جن کی مہر و گدگ کا ثبوت میں آپ کو ہے چکی ہوں۔

اُس کے اکل نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے مسکرا کر کہا میں ابھی تقریباً گھنٹہ پہلے آپ کے اندر سما گیا تھا اور اپنے کار میں بیٹھ کر اپنی نوٹ بک میں معلومات لکھی تھیں۔ میں وہی ہوں اور سمجھتا ہوں کہ آپ کو کچھ سے مل کر خوشی ہوئی ہوگی۔ حالانکہ جن جھوٹوں سے مل کر کبھی کو خوشی نہیں ہوتی۔

وہ ہنسنے لگے بولے۔ "بھئی آپ بڑے دلچسپ جن ہیں۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہو رہی ہے۔ تکیہ تشریف لائے اسے اپنا ہی گھر تھیں۔"

میں نے ان دونوں کے ساتھ کوٹھی کے احاطے میں داخل ہونے سے منع کیا۔ میں ایک شرط پر چل رہا ہوں اور یہ کہ کوٹھی کے اندر آپ جو بھی آپ کے رشتہ دار ہوں، ان کے سامنے یہ نہ ظاہر کیا جائے کہ میں کوئی چن ہوں۔ میں طاق محمود بن کر رہی۔۔۔ آپ لوگوں سے باتیں کرنا رہوں گا میرا تعارف طاق محمود کی حیثیت سے کر لیا جائے۔

وہ راضی ہو گئے۔ کوٹھی کے اندر ان کے معتد رشتہ دار تھے طاق محمود کی حیثیت سے ان سے میرا تعارف کرایا گیا۔ مرعانہ بہت جلد پہنچتی اور نمازی میں مجھ سے اور بھی معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی کہ بخدا وہ کے پاس کیسے پہنچا جائے اور اُس کی بوبی کو کیسے حاصل کیا جائے۔ وہ اس سلسلے میں میری مدد بھی حاصل کرنا چاہتی تھی حالانکہ اس کا مزاج ایسا نہیں تھا۔ وہ ایسی خود مرستی کی خود ہی سلسلے کا کر لیا کرتی تھی اور مشکل مراحل سے تباہ کر جانے کی عادی تھی لیکن میں نے ایک گھنٹہ پہلے اس کے اکل کے ذریعے نوٹ بک میں یہ لکھوا دیا تھا کہ اسے دانشمندی سے کام لینا چاہیے اور ابھی بخدا وہ کا سامنا نہیں کرنا چاہیے ورنہ غواہ غواہ خانوئی گرفت میں آجاسکے۔ اُس کے اکل نے بھی یہی سمجھا تھا۔ اس لیے وہ سسٹنٹ میری مدد حاصل کرنا چاہتی تھی۔

اب اس نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ بخدا وہ کی بوبی کو اٹھا کر لے آئے گی اور اسے بتائے گی کہ اپنے خاندان کی کوئی بچی اغوا کر لی جائے یا ماں سے الگ کر دی جائے تو پورے خاندان والے کتنے بڑے ایلے سے دوچار ہوتے

ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ بچی کے غائب ہونے کا کیا تو عمل ہو رہا ہے۔

مرعانہ کو کچھ دیر تک نشے دار میں کے درمیان بیٹھنا پڑا۔ ایک بزرگ بتا رہے تھے کہ اب سے نوٹ کرنا اٹھا رہے ہیں پہلے کرم دین ان کے ہاں آیا تو انہوں نے مرعانہ کو مرعانہ کی پوروش کے سلسلے میں باؤں سرور لے جایا کرتا تھا۔ مرعانہ یہ باتیں بڑی دلچسپی سے لے رہی تھی۔ کیونکہ وہ بھی بچپن میں لاہور شہر میں رہا۔ پوروش باقی رہی تھی لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ دین میں اسی کو تھی میں آکر اس کے نام پر پیسے خرچ رہتا تھا۔

رات کے کھانے تک باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کرم دین سے باتیں شروع ہوئی تھیں۔ بخدا وہ ایک بزرگ ان کے رشتہ دار میں لے پوچھا کہ اب مرعانہ کا کیا ارادہ ہے۔ مرعانہ کے اکل نے کہا کہ ارادہ بڑا ہی خطرناک ہے جو سلوک مرعانہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ وہی سلوک مرعانہ ان کے ساتھ کرنا چاہتی ہے۔ بخدا وہ کے خاندان میں ایک سختی سی بچی ہے جو بخدا وہ کی بوبی ہے۔ مرعانہ ان بچی کو اٹھا کر بیان لانا چاہتی ہے اور بیان لے کر چھپا کر رکھنا چاہتی ہے اور یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ کون بچی کے غائب ہونے سے دلائل کیا رد عمل ہوتا ہے۔ مرعانہ بخدا وہ کو ایک بزرگ تک سنبھالنا چاہتی ہے۔ اس کوٹھی میں بسنے والی عورتوں نے دلی زبان کا اعتراف کیا کہ ایک بچی کو اس کی ماں سے جدا نہیں کیا جاسکے۔ وہاں بھی مرعانہ نے یہی دلیل پیش کی۔ بچہ بڑا ہے۔ ویسا ہی کا مثلاً ہے۔ انھوں نے میری ماں کا جلا ہونے پر مجبور کیا تو کیا میں ان کے ساتھ وہی سلوک نہیں کر سکتی۔ اگر نہیں کر سکتی اور یہ غیر انسانی سلوک ہے پھر میرے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا۔ جب تک ظالموں کا نڈلا جائے اور ان کی غلطیوں کو ان کے ہی منگے نہ جانے اس وقت تک انھیں معاف نہیں کرے گی اور نہ کو اس بچی پر ظلم کرنے جا رہی ہوں۔ میں اس غلطی نہیں ہوں۔ میں اس بچی کو بیان لا کر آپ ہی دیکھ کر حوالے کر دوں گی۔ میں وہ بچی ہے کہ تو آپ دیکھ کر اس کے ساتھ میں کتنی محبت سے پیش آئی ہوں۔ تو اس بچی کے بڑوں سے ہے۔

میں بخدا وہ کے دماغ میں جھانکنے لگا اور اُس کے پورے خاندان کے افراد کو دیکھنے لگا۔ وہ لوگ اس وقت ڈانٹنگ نہیں ہو رہے تھے رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ بخدا وہ کی جوان بیٹی بھی واپس آگئی تھی اور وہ سب منس بول رہے تھے۔ ڈانٹنگ نہیں کے ایک گوشے میں بخدا وہ بیٹھا ہوا ڈراپچ چپ سا تھا۔ بو اور بیٹی کے سامنے قراب پیٹے کے بعد وہ بہت کم بولتا تھا۔ بڑی احتیاط کے ساتھ کھانا کھا کر اپنے کمرے میں چلا جاتا تھا۔ یہ اس کی روز کی عادت تھی۔ میں فرما فرما دیاں ہر ایک کے لب و لہجے کو یاد کر کے ہر ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا تاکہ وقت و فرت ان تک پہنچ سکوں۔ بخدا وہ اور ان کی بوبی تک پہنچتی ہی چلا تھا۔ ان کے بعد میں نے ان کے چھوٹے بچے کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ وہی لڑکا تھا جس نے جڑو کرانے میں بلیک بلیٹ حاصل کیا تھا اور پچھا فضا خاک کا فائزر بھیجا جاتا تھا۔ اس کے بعد میں نے اُس کی نوجوان بہن کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ اوڈن ٹمر کی لڑکی تھی اور کچھ مغرور بھی تھی لیکن اپنی خالی سے بہت یاد کرتی تھی۔ میں اُس کی بھابی یعنی بخدا وہ کی بوبی کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا لیکن وہ دماغ سے اٹھ کر باہر تھی۔ کیونکہ کمرے میں چھوٹی بچی رہ رہی تھی اور اُس کا شمار بھی اُچھ کوڑوں سے چلا گیا تھا۔ وہ دو میاں بوبی لیے تھے کہ جن کے دماغوں تک میں اس وقت نہ پہنچ سکا۔

پھر اسی وقت مرعانہ میرے پاس آگئی اس نے مجھے تنہا دیکھ کر کہا۔ کیا تم میرے افتخار میں کھڑے ہو؟ میں انتظار نہ بھی کروں تب بھی تم میری تماشہ نہ کیاں آتی ہو کیا یہ جھوٹ ہے؟ وہ مسکرا کر بولی کہ تم واقعی دل کی باتیں سمجھ لیتے ہو۔

مرعانہ میں یہ پوچھنے لگی ہوں کہ بخدا وہ کے گھر تک کیسے پہنچا جائے۔ کیا تم اس کو کوٹھی تک پہنچ سکتے ہو؟ "اُن بچی بھی سکتا ہوں اور تمھیں پہنچا بھی سکتا ہوں۔" مرعانہ نے بولے وہاں سے اس بچی کو اٹھا کر لایا جاسکتا ہوگا۔ بچہ کھائے لیے کیا نہیں کر سکتا۔ کاشش کرم میرے لیے

میں تمھارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟ "یہ سنا ایک مرد واد بھر کر کہا۔ "محبت!" وہ بھر غصے سے تھلائی اور مجھے گھونٹے ہوئے بولی۔

"کبھی کبھی جی چاہتا ہے کہ میں بخدا وہ نوج لوں مگر پھر یہ سوچ کر چپ رہتا ہوں کہ اپنے منہ سے نہیں بول رہا ہے۔ جبراً افسوس میں اس وقت بہت مجبور ہوں اور تم سے قسمی مول نہیں لے سکتی۔ کیا تم کوئی دوسری بات نہیں کر سکتے؟"

میرے پاس محبت کے سوا اور کوئی دوسری بات نہیں ہے۔ یہ محبت ہے جو مجھے جھٹا ہے پاس بھیج کر لے آئی ہے۔ کاشش کرم آئینہ دیکھ کر یہ سمجھ سکتیں کہ تم ایک خطرناک فائزر ہونے کے ساتھ ایک بے حد حسین لڑکی بھی ہو اور کسی کے بھی دل پر محبت کر سکتے ہو۔

وہ بونٹوں کو بھیج کر پھر ایک گری سانس چھوڑ کر بولی۔ "میں تم سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتی۔ خدا کے لیے میری تعریفیں نہ کرو۔ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی تعریفیں سن کر خوش ہو جاتی ہیں مجھے مرد کمزور میں خوش ہو جاؤں گی عورت سمجھ کر تعریف کر دے تو تمھیں اپنا دشمن سمجھوں گی۔ ہر حال ہم دونوں سے مرٹ کر باتیں کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اس بچی کو کس طرح بیان لاسکتے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "میرا کام ہے۔ تم میرے ساتھ دلائل تک چلنا اور اس بچی کو لے کر چلی آنا۔ نہایت آسانی سے سا کام ہو جائے گا یہ بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے۔" وہ چند لمحوں تک مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی کہ ایسا نہیں ہو سکتا کرم ہمیشہ کے لیے میرے دلتے سے مرٹ جاؤ۔ مجھ سے دور چلے جاؤ کبھی میری مدد کے لیے نہ آؤ۔ میں نے حیرانی سے پوچھا کہ تم کیا کہہ رہی ہو اتنا زبردست کام کرنے کے لیے جا رہی ہو میری مدد کے بغیر کوئی قدم اٹھاؤ گی تو قانون کی گرفت میں آ جاؤ گی یا دشمنوں کے جنگل میں چھینس جاؤ گی۔

وہ اذہم کہہ کر بولی کہ تم کیا مجھے بڑھل کم محبت اور ڈر لوک سمجھتے ہو۔ اگر تم نہ ہوتے تو کیا میں یہ کام انجام نہیں دے سکتی تھی؟ کیا مجھ میں صلاحیتیں نہیں ہیں؟ "میں اتنا جانتا ہوں کہ تم میری مدد کے ذریعے خوشبو کے جزیرے سے واپس آتی تھیں اور میری مدد کے بغیر کوئی بہت بڑا کام نہ انجام نہیں دے سکتیں۔ اور بخدا وہ کے گھر جاؤ گی تو کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گی۔" اس نے اپنا اٹھ میری طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "اُو" خطرناک واکر میں تنہا دلائل جا کر اس بچی کو لے آؤں اور

بخاؤ کے ساتھ وہی سلوک کروں جو میرے ساتھ کیا
کیا کیا ہے اور اسے ایک جوتھا کر ملا دیجی رہوں تو وہ مدد
کرو کہ تم میرے لئے میرا چھوڑ دو گے۔
میں جینا چھوڑ سکتا ہوں۔ نہیں نہیں چھوڑ سکتا۔
تم خواہ مخواہ شرط نہ لگاؤ۔ اگر تم میری مدد قبول نہیں کرو
گی تب بھی میں چپ چاپ تمہارے کام آتا رہوں گا۔
میں سمجھی یہ برداشت نہیں کروں گا کہ تم کسی مصیبت میں
مجھے جاؤ اور میں خاموش تماشا بن رہوں۔
وہ ہنسنے سے طنز لگائی ہوئی کوئی کے اندر چلی گئی۔
اس وقت بڑے وہ مکیسی ڈراما روم دین یاد آگیا۔ میں
نے اس کے داغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ جھٹل کے
ساتھ مکیسی روکے پر مانتھ تھا۔
میں نے اس کے خیال کو مکیسی کے ڈیش بورڈ کی
طرف منتقل کیا تو وہ کچھ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ پتہ
نہیں وہ پانچ ہزار روپے ڈیش بورڈ میں کہاں سے آ
گئے تھے۔ میں نے وہ ڈراما سکرین کو صاف کرنے کے لیے
ایک صافی ڈیش بورڈ کے اندر رکھی تھی۔ جب میں نے صافی نکال دیکھی
اُسے کھلا تو روپے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ داغ پر بہت
زور دیا کہ یہ روپے کہاں سے آسکتے ہیں۔ کیا کسی مسافر نے
جھول سے رکھ دیے ہیں لیکن میرا داغ کتابے کو کوئی مسافر
ایسا نادان یا بوجھ نہیں ہو گا کہ روپے اپنی جیب میں
اپنے پرس میں یا اپنے بیک میں رکھنے کے بجائے میرے
ڈیش بورڈ میں رکھے۔ پھر یہ خیال آتا ہے کہ یہ چوری کی
رقم ہو اور کسی مسافر نے اپنے آپ کو گرفت سے بچانے
کے لیے روپے میرے ڈیش بورڈ میں چھپا دیے ہوں۔
پانچ ہزار روپے پانے کے بعد بھی اس کا داغ
نہیں گونگا رہا تھا۔ وہ اس کو جس میں تھا کہ وہ روپے جس
کے ہر سکتے ہیں اور وہ ان روپوں کو کس طرح ان کے
مالک تک پہنچا سکتا ہے۔ وہ سوچنے لگا۔ میری گھر والی
ضد کر رہی ہے کہ یہ اللہ کی دین ہے۔ اس نے دیا ہے
تو ہمیں رکھ لینا چاہیے۔ اتنے روپے سے ہم اپنی بیٹی
کی شادی دھوم دھام سے کر سکتے ہیں لیکن میں ڈرنا
ہوں۔ پتہ نہیں یہ روپے سرمے کے ہیں یا لال کے کہاں
سے آئے ہیں جس نے رکھ دیے ہیں۔ اللہ کی دین یوں
نہیں ہوتی۔ وہ محنت کرنے والوں کو دیتا ہے اور آسمان
کی طرف منہ اٹھا کر مانگتے رہتے ہیں۔ یہ بھی روپوں کی بارش
نہیں ہوتی۔ آج تک مجھی ایسا نہیں ہوا۔ بھرا ج کیسے ہو گیا؟

میں اس کی سرچ میں اسے قائل کرنے لگا کہ وہ
اُسے دکھ لینے جا رہیں۔ بہت دیر تک میں اس کے
اٹھا رہا اور وہ انکار کرتا رہا۔ آخر میں نے کسی مذکر کے
قائل کر دیا کہ وہ یہ روپے کچھ عرصے تک امانت کے طور پر
اپنے پاس رکھے گا۔ اگر اس کا کوئی دعوے دار پیدا ہو گا
پھر وہ اس رقم کو اپنی بیٹی کی شادی میں صرف کر سکتا ہے
بات کے لیے وہ راضی ہو چکا تھا۔ میں اس کے کمرے
نکل آیا۔
آج رات کے بعد مرانے اپنا لباس تبدیل کیا۔
ایک چٹن اور بنیان چن لی تاکہ چلنے پھرنے اور چلنے
دونے میں آسانی ہے۔ میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ
کر اس کو کوئی کی طرف روانہ ہو گیا۔ کار میں ڈرائیو کر رہا
اس کو کوئی کے قریب پہنچ کر میں نے اسے بتایا کہ وہ کچھ
دیر کو کوئی ہے۔ میں گاڑی کو گھر کی سڑک پر کھڑی کرنا ہوں
میں بھی رہنا۔ میں اپنا کام کر کے جاؤں گا۔
اس نے سختی سے کہا۔ نہیں تم نہیں جاؤ گے۔
جاؤں گی اور تم یہاں بیٹھے رہو گے۔ میں تمہیں دکھانا چاہتی
ہوں کہ یہ کام میں بھی کر سکتی ہوں۔
میں نے گاڑی کا کراک یو ٹرن سے کر کوئی کے مکان
روک دیا اور اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا رہا۔ مرانہ کا دے
نکل کر کوئی کے احاطے کی طرف چلے گئی۔ میں نے ہل
اور اس کی بوی کے داغ میں جھانک کر دیکھا تو بخاؤ
سورج کا تھا اور اس کی بوی کھڑکیاں اور دروازے بند کر
تھی جب مرانہ کو کوئی کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی
اس وقت بخاؤ کی بوی بیرونی دروازے کو بند کر
آ رہی تھی۔ میں اس کے داغ پر قیاس کر رہا تھا۔ پھر اسے
گھرا کر اس کے کمرے میں پہنچا دیا تاکہ وہ دروازہ بند نہ
کر سکے۔ اچھر مرانہ اپنے پرس میں تالا کھولنے کا سالا
لے کر آئی تھی لیکن جب وہ دروازے پر پہنچی تو اسے جلا
ہوئی کہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ لیے قدموں چلتی ہوئی
دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ ساتھی ایک بہت
ڈانٹا کہ تم تھا اور ایک زیدہ اوپر کی طرف چلا گیا تھا۔
میں اُسے پہلے ہی بتا چکا تھا کہ بخاؤ کی بوی اور بیٹا
والے کمرے میں رہتے ہیں۔ پتی بھی اُنھی کے پاس ہی
دو لیے قدموں چلتے ہوئے ڈانٹا کہ تم کو کوئی
جس نے نہ سمجھا پہنچ گئی۔ پھر رہنے پر مجھی لیے قدموں
چڑھنے لگی۔ اس نے ترمیم ایک گاڑی لڑی پستی ہوئی تھی

لڑی کو سامنے کی طرف کھینچ لیٹے وہ نقاب بن جاتی
تھی۔ رہنے پر چڑھتے وقت اس نے اس کو پی کھینچ کر
نقاب بنالیا تھا اور اپنے چہرے کو چھپا لیا تھا۔ تاکہ
کسی سے سامنا ہو تو کوئی اس کو قاتلون کے سامنے نمائش
نہ کرے۔
وہ اوپر پہنچ گئی۔ اوپر ایک کمرے کی کھڑکی سے جھانک
کر اس نے دیکھا۔ ایک اچھا قد آور، ٹیم ٹیم نوجوان بستر پر
سو رہا تھا۔ زیدہ پاؤں کی روشنی میں وہ دھندلا دھندلا سا نظر
آ رہا تھا۔ مرانہ نے اندازہ لگا لیا کہ وہی نوجوان جو دو کر لے
لا رہا ہے۔ وہ لیے قدموں وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ دوسرے
کمرے کی کھڑکی سے اس نے جھانک کر دیکھا تو ایک بڑے
سے جنگ پمیاں بیوی سو رہی تھی اور بوی کے پاس ہی
ایک چھوٹی سی کھڑکی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ ٹھہری تھی
بی بی تھی جسے ڈانٹا کہ کھلا گیا تھا۔
مرانہ نے اپنے پرس میں سے ایک چھوٹا سا تالا نکالا
اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اس تالے سے دروازے
کو کھولا جانتی تھی۔ خواہ مخواہ انہی کلیدیں برداشت کر
تھی۔ اُسے اگر وہ میری مدد قبول کر لیتی تو میں اس گھر کے
کپڑوں کے ذریعے ہی تمام دروازوں کو کھولا سکتا تھا۔ جیسا کہ
بڑی دروازے کو میں نے پہلے کے ذریعے کھولا تھا لیکن
"میری مدد حاصل نہیں کرنا چاہتی تھی اور اس وقت میری
گوری یہ تھی کہ میں اس کمرے میں سوئے دالے میں بیوی
کے ساتھ ایک نہیں پہنچ سکا تھا۔ ان کے کمرے کے کونے کو سنا
تھا تھا وہ نہ میں انھیں ٹریپ کرنے کے بعد دروازہ
کھلا دیتا۔
مرانہ دلاسی کو کشش کے بعد مرانہ نے دروازے کو
کھلا لیا۔ بڑی شاطر اور فحش لڑکی تھی جس بات کا ارادہ
کر لیا۔ اُسے پورا کر کے ہی رہتی تھی۔ وہاں بھی کمرے میں
پہنچے کے بعد وہ پاؤں ڈباؤ کر کے چلتے ہوئے بستر تک پہنچ
گئی۔ پھر اس نے اُس کے سے پتی کو کھلا لیا۔ پتی ڈرا سا
سکھلا مگر میری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی صرف وہی نہیں
نکلا۔ ماں باپ بھی گری نیند سو رہے تھے۔ وہ اسی
نہلے قدموں چلتی ہوئی کمرے سے باہر آ گئی۔ پھر وہ
پہنچے کو بڑی سختی سے کمرے میں پہنچی۔ اسی وقت چلے گئے
تھا تھا کوئی اور نہ تھی۔ اس کے رٹنے کی آواز زارت
کھینچنے میں گونجنے لگی۔
مرانہ بدعاس ہونے والی لڑکی نہیں تھی لیکن اب

لیتے قدموں چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اُسے
تیزی سے لیٹے اترتے ہوئے ڈونے کی ضرورت پیش
آئی۔ ڈونے کے دوران قدموں کی چاب بھی گونجنے لگی۔
پتی کا شور اور قدموں کی دھمک ایسی تھی کہ بیگم اپنے
کمرے سے دوڑتی ہوئی باہر آئیں۔
ایک بھاگنے والی نقاب پوش عورت کی گرد
میں کچی کر دیکھ کر وہ چہینے چلائے گئیں اور اس کے پیچھے
ڈونے گئیں لیکن اس کے قریب پہنچنے سے پہلے مرانہ
کو کوئی سے باہر آ گئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی میں نے گاڑی
اسٹارٹ کر دی۔ وہ ڈونے ہونے لگی کار کی پچھل سیٹ کی
طرف گئی اور دروازہ کھولتے ہوئے بولی تھوڑی
میں نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کو کوئی کی طرف
دیکھا تو بیگم چہیتی چلائی باہر آ گئی تھیں اسی وقت اوپر
منزل سے کسی نے جھانک لگا لی۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ
وہی بیک سیٹ والا نوجوان ہو گا۔ کار ڈرائیو کرنے کے
دوران میں نے اس بیک سیٹ کے داغ میں جھانک کر دیکھا
تو واقعی وہی تھا اور تیزی سے ڈونے گاڑی کے پیچ
گیا تھا اور کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کرتے ہوئے پس
کر رہا تھا اور اُسے کو کوئی کے احاطے سے باہر نکال رہا تھا۔
میں نے مرانہ سے کہا۔ پتی کو فوراً چپ کرادو۔ وہ کو کوئی
والا نوجوان ہمارا تعاقب کر رہا ہے اور وہ کسی وقت بھی
کار کی رفتار بڑھا کر ہماری گار کے قریب آ سکتا ہے۔ پتی
کے چہینے چلانے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان کوئی چلائی
پتی اسی کار میں ہے۔
وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی پتی کو چپ کرانے کی
کوشش کرنے لگی۔ مجھی ہو ہو مجھی ہا ہا کی آواز سن سکتے
تھے اور مجھی پریشان ہو کر کہنے لگی۔ اب چپ بھی ہو جاؤ
غدا کے لیے روانہ نہ کرو۔ جتنا دانا ہے۔ گھر پہنچ کر دینا۔
میں تعجب وہاں لے جا کر فیدہ سے وہ دو چاروں کی بھولا
بھولاؤ گی۔ بہت اچھی بیٹی ہے۔ شاہنشاہ چپ ہو جاؤ۔
میں نے انکی سیٹ سے کہا۔ بچے زبان نہیں سمجھتے۔
وہ بھلائی بات بھلا کیا سمجھے گی۔ بس کسی اور طرح سے
چپ کرادو۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ وہ تعاقب کرنے والا ہماری
کار کے قریب آجائے۔ میری کوشش تو یہی ہے کہ میں
اُسے ڈانچ دینے کی کوشش کروں۔ اسی لیے میں مختلف
تعلیوں سے گزر رہا ہوں۔
وہ پریشان ہو کر بولی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ

بچے کیسے چپ کرانے جاتے ہیں۔ میں نے بھی کسی بچے کو
گود میں لے کر نہیں کھلا ہے۔
میری نظریں دندا اسکرین کے پادھیں میں ڈالنیو
کر رہا تھا۔ گیسٹر بدل رہا تھا اور لوٹنا بھی جا رہا تھا۔ دیکھتے
تم نے کسی بچی کو گود میں نہیں کھلایا ہوگا لیکن عورتوں کی
کچھ تو سوجھ بوجھ تم میں ہوگی کہ بچوں کو کس طرح گود میں لیا
جاتا ہے اور روتے ہوئے بچوں کو کس طرح ہنسایا جاتا ہے
یا چپ کرایا جاتا ہے۔

میری بات ختم ہوتے ہی اچانک بچی چپ ہو گئی میں
نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا کہ شاید وہ دوبارہ روئے گی
لیکن وہ خاموش رہی۔ میں نے دندا اسکرین کے پار دیکھتے
ہوئے پوچھا: یہ چپ کیسے ہو گئی۔ تعجب ہے، تم نے کیسے لے
چپ کر لیا؟

وہ پھلی سیٹ سے بھے ذرا ڈانٹ کر بولی: بس تم
کا ڈرائیو کرتے رہو اور مجھے پلٹ کر نہ دیکھنا۔
بچی حیرت انگیز طور پر یوں چپ ہو گئی جیسے کاد
کی حدود دفعتاً میں اسے اس کا پسندیدہ کھانا مل گیا ہو یا چاک
اس کی جھوک مٹا دی گئی ہو یا کسی نہ کسی طرح اس کی ضد
پوری کر کے اسے جلا دیا گیا ہو۔ مردانہ نے بڑی سختی سے
مجھے پیچھے پلٹ کر دیکھنے سے منع کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ
عقب نہ اٹھنے کا رُخ مل کر دیکھوں۔ چہرہ میں نے ارادہ
بدل کر ٹپلی پیٹھی کے آئینے میں دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس
نے بچی کو سینے سے چسوا رہا تھا۔

مردانہ کے سامنے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔
اُسے مجبوراً ایسا کرنا پڑا تھا لیکن ایسا کرنے کے بعد وہ
عجب سی جذباتی الجھنوں میں گرفتار ہو گئی۔ اُسے عجب سا
احساس ہوا رہا تھا۔ بچی نے اس کے سینے سے لگ کر اس
کے اندر کی عورت کو جھینٹا مٹھوڑا کر دیا تھا۔ مردانہ فقط
عورت تک کم اور مرد زیادہ تھی یعنی اس کے مزاج میں عورت
جن نہیں تھا۔ اگر ہوگا بھی تو اس کے اندر کہیں بہہ رہا تھا۔
چھپا ہوگا جو کہ آج ایک سختی سی بچی کے ذریعے ظاہر ہو
رہا تھا۔

وہ لڑکی جو اجماعی ماں نہ بنی ہو اور قادی بھی اس
کی نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے زندگی کے کسی موڑ پر
ماں کا رول ادا کرنا پڑے۔ ادا ایک بچی کو چپ کرانا پڑے
اور اسے اپنے سینے سے لگانا پڑے اور اپنی سوتی ہوئی قتا
کا دروازہ کھول کر دینا پڑے تو اس کے کیا احساسات اور

انمازات ہوتے ہیں ماں بانوں کو وہی لوکی سمجھ سکتی ہے
میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ بچی کو جنم دینے والی ماں نے اس
تک اسے اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلایا ہوگا۔ مردانہ
اسے اپنے دل کی دھڑکنیں پلا رہی تھی۔
لیے موقع پر میں مردانہ کو جھپٹنا نہیں چاہتا تھا
اس کے اندر کے عورت پن کو بیلار رکھنا چاہتا تھا۔
لے میں نے راستہ بدل دیا۔ کوئی کی طرف جانے کے
ایک لمبے راتے پر ہو لیا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ مردانہ کو
اس بچی کے ساتھ لگے دھننے کا موقع ملے۔

اس وقت وہ بچی دو ماؤں کے درمیان سے گزرتی
تھی۔ ایک ماں تو اس کی اپنی تھی۔ بچاؤ کی ہوا ہو رہی
سے مجبور ہو کر اچھڑت رہی ہوگی۔ اچھڑت رہا بچاؤ
ماں نہیں تھی اور جرم ماں کے جھیلن کو اب سمجھنے
تھی۔ عورت کیا ہوتی ہے؟ اس کے اندر اس سوال کا
جواب ابھڑ رہا تھا اور وہ اس جواب کو تسلیم کر رہی تھی کہ
عورت خواہ مخواہ ہی کوشش کرے۔ وہ مرد کا لباس تو
پسین سکتی ہے۔ مرد کے انداز میں بول سکتی ہے۔ مرد کے
انداز میں چل سکتی ہے۔ مرد کے انداز میں جوڑو کر کے
ایک سیٹ حاصل کر کے فزادی جسم بنا سکتی ہے۔
پسند کے اندر کے عورت پن کو کبھی نہیں سکتی۔ زندگی کے
کسی مقام پر سوانیت ابھرتی ہی آتی ہے۔

میں مردانہ کو اس کے حال پر چھوڑ کر بچاؤ
لوں پہنچ گیا۔ اگر دوسری ماں کے ترشہ سے کا اندازہ کرنا
بچاؤ۔ اس کی بیوی اس کا بیٹا۔ اس کی جوسب کے
سب ڈانگ رو میں اس کو جمع ہو گئے تھے اور اس کا
پر متصروف نہ ہے تھے کہ وہ بچی کیوں اٹھائی گئی؟ کون
اسے لے گیا ہے۔ آخر بچی کو کون لے گیا؟ کون
سے بچہ لے لے والا جو دیا آنے والی چور اس کے گھر
سے بچی کو سامان تیار کر لے جا سکتی تھی۔

وہ لوگ آپس میں بحث کر رہے تھے اور ان کا
کی امید رکھتے تھے کہ ان کا فائز مٹا اس بچی کو واپس
آنے کا لیکن ماں کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ بچاؤ کی
رو کرنا پڑا بہ حال کر رہی تھی۔ زیادہ کر رہی تھی۔
رہی تھی۔ میں نے بچاؤ کے دماغ کے ذریعے اس کی
آواز اس کے لب لہجے کو سن لیا۔ چہرہ اس کے دماغ
پہنچ گیا۔ مجھے ایسا غموس ہوا جیسے اس کا دماغ میرا
پہچانا ہے۔ اس کے لب لہجے کو میں پہچانتا ہوں۔

بدول چکا ہوں۔

میں نے اندر اضطراب پیدا ہونے لگا۔ آخر بچاؤ کی
ہو کر ہے؟ میں یہ جلد از جلد معلوم کرنا چاہتا تھا۔
اس کے لیے میں بچاؤ کے بٹے کے دماغ میں
پہنچا تو پتہ چلا کہ اس کا نام زہیر ہے۔ زہیر کا نام سننے
یہ ایک اندر بھی سی تھڑھڑاہٹ پیدا ہوئی۔ پھر میں
نے زہیر کے دماغ سے جیسے ہی قتا بہینہ کا نام سنا، ایک
پلے کے ساتھ پاؤں تھنڈے پڑ گئے۔ گاڑی پھر آگے
لے جھنڈی اچانک ہی ایک جھٹکے سے ٹک گئی۔ پچھلی
بٹ سے مردانہ سے بیچ کر پوچھا: یہ کیا حرکت ہے تم
نے اس طرح گاڑی کیوں روک دی؟

میں جیسے مردانہ کی آواز نہیں سن رہا تھا۔ وہ اپنی
اڈلی میں شاہینہ کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ میرے
بچاؤ کی لڑکی تھی اور وہ ہستی تھی جسے میں نے گود میں کھلایا
تھا۔ جسے میں نے سینے سے لگا کر فیڈر سے دودھ پلایا
تھا۔ وہ میری گود میں چلی تھی اور آج میں نے اس کی گود
اچاڑ دی تھی۔ یہ ایسا زبردست المیہ تھا اور ایسا جھنجھوڑ
لینے والا واقعہ تھا کہ میں تھڑا کر رہ گیا۔ اپنے آپ میں
فراوانہ آہیں میں نے بھرن لیا اور اسی کو بھنی کے استے
پاؤں کی زلفاں بڑھانا چلا گیا۔

مردانہ پوچھ رہی تھی کہ اب تم کہاں جا رہے ہو لیکن
میں جیسے اپنے آپ میں نہیں تھا۔ بڑبڑانا جا رہا تھا۔
میں نے کہا کہ آج جا رہا تھا۔ وہ میری بات سے۔ وہ میری
آواز نہیں سنی ہے۔ وہ چلی لوکی ہے جس سے مجھے
انہی سننے کی محنت ملی۔ جسے میں نے ماں کا اور باپ
کا پلار دیا۔ اس کے گھر بیٹھی اور بس کی محنت دی میں
سناؤں اس کی گود اچاڑ دی ہے۔ میں یہ برداشت
نہیں کر سکتا۔ تم اچھی اور اسی وقت اس بچی کو اس کی گود
میں پہنچاؤ گی۔

پچھلی سیٹ سے مردانہ کی جیت بھری آواز سنائی
دے۔ وہ پوچھ رہی تھی یہ کیا تم جن نہیں ہو؟

ماں ڈان میں جن ہوں۔ یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟
ایسا کہنے وقت میں ڈرنا لگا تھا کہ پتہ نہیں
چلے گا شاہینہ کی محبت میں اور جذبات کی رو میں بہہ کر
پوچھ رہا تھا۔ وہ مجھے یاد نہیں رہا تھا۔

مردانہ نے پوچھا: اگر تم جن ہو تو بچاؤ کی ہو چکی
ہو گی یا جو کچھ بھی ہو۔ اس سے رشتہ کیسے ہو گیا؟

کیا اس بچی کی ماں جنات کی نہیں ہے؟

میں بچاؤ کر رہی تھی۔ اس وقت شاہینہ کی محبت اس
کے انسا اور اس کی قتا کی ترپ لے لیے سمجھ رہی تھی کہ
میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ سارا وہ بیان اس کی طرف لگا
ہوا تھا۔ مجھ سے فوراً ہی کوئی ایسا جواب نہ بن سکا کہ میں
کے ذریعے میں مردانہ کی تسلی کر دوں۔ بلکہ اس میں جس نے
طابق عموماً کا روبرو اختیار کیا تھا۔ تب سے بڑی کامیابی
کے ساتھ فریاد کی شخصیت کو چھپا رہا تھا۔ اس دوران
صرف مٹی ایک ایسی مٹی تھیں جن کے سامنے میں نے اپنے
آپ کو طار کر دیا تھا اور نہ کوئی مجھے پہچان نہیں سکا تھا۔
مٹی کو ششماں آخر وقت تک مذکورہ رہی لیکن میں نے
یہ اعتراف نہیں کیا کہ میں فریاد ہوں اور اس بات پر میں
نے اسے ناراض بھی کر دیا تھا اور وہ مجھ سے دوبرہن ہو گئی
تھی جس کا اب مجھے افسوس نہیں تھا۔

میں نے منہل کر بات بنانے کی کوشش کرتے ہوئے
کہا: "میں نے اس کا مطلب یہ تھا کہ بچاؤ کی ہو طابق
عمود کی بہن ہے اور یہ بات سراسر غلط ہوگی کہ تم مجھے اپنے
منقصہ کے لیے استعمال کر رہے ہیں یعنی میں طابق عمود
کے اندر سما یا ہوا ہوں تو میں اس کا نقصان کروں۔ یہ انیال
ہے کہ تم بھی اس کا نقصان برداشت نہیں کر سکتی۔"

وہ بولی: میں بہت دیر سے اس کش مکش میں مبتلا
ہوں کہ اس بچی کو اٹھا کر میں نے اچھا کیلے یا برا؟ میر
دل کہہ رہا ہے کہ مجھے ایک ماں کی گود سے اس کی بچی کو
لے کر نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں نے جانے اندر سے کیا غسوس
کر رہی ہوں۔ میں نے اسے بیان نہیں کر سکتی تھیں کہ کوئی
بادیہ کے دماغ میں بھی یہ بات آئی کہ میں اس بچی کو
واپس لے جا کر دوں۔ آپ خود بھی گاڑی میں بیٹھ کر
اس طرف چلے ہو تو میں مذہنیں کروں گی، تمہے جھگڑا
نہیں کروں گی۔ جو حالات پیش آئیں گے، ان سے منٹ
لوں گی اور دیکھوں گی کہ بچاؤ سے کسی دوسرے انداز میں
کس طرح انتقام لیا جاسکتا ہے؟

میں نے اطمینان کا سانس لے کر اس کا شکریہ ادا کیا
تو وہ بولی: شکریہ تو بعد میں ادا کرنا لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ
جب تمہے بچاؤ کی فیل کے متعلق پوری معلومات مل
کر لی ہیں اور اکل کے ذریعہ وہ معلومات نوٹ تک
میں کھو کر گھر تک پہنچی تھیں تو کیا اس وقت تھیں یہ
نہیں معلوم ہوا تھا کہ بچاؤ کی ہو طابق عمود کی بہن ہے؟

”ہاں اس وقت مجھے پتہ نہیں چل سکا تھا یہ سرسری معلومات حاصل کر کے تھکے پاس پہنچ گیا تھا۔“ اگر وہ سرسری معلومات تھیں تو اب ایک کام کیا کریں؟ مجھے پتہ نہیں چل سکا تھا یہ سرسری معلومات حاصل کر کے تھکے پاس پہنچ گیا تھا۔“ اگر وہ سرسری معلومات تھیں تو اب ایک کام کیا کریں؟

وہ بار بار ایسے سوالات کر رہی تھی جن سے میں الجھ جاتا تھا۔ واقعی اس نے بڑے سختی کی بات بیان کی تھی۔ میں نے جواب دیا: ”میں جن جوں اور کسی وقت بھی وہاں جا کر معلومات حاصل کر سکتا ہوں اور یہ معلومات اچھی میں نے بیان کی تھیں۔“

تھوڑی دیر کے لیے جاسے دو مہینہ فاموشی چھا گئی۔ میں نے اس کے داغ میں جھانک کر دیکھا تو کچھ کسمپاسبی تھی اور وہ اسے سمجھا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سرسری جارہی تھی۔ اگر بتا دے کہ وہ طابق غمزدگی میں ہے تو قضا طابق غمزدگی اس سے ملاقات کرنا پڑے گا۔ جن کا فرض ہے کہ وہ بچھڑے ہوئے جہاں ہیں کہ ایک دو سر سے ملائے۔

اس کی سوچ پرچہ کر میں نے بھی سی سوچا کہ مجھے برصورت میں اپنی بہن سے ملنا چاہیے۔ ایک مدت کے بعد ہمارا سامنا ہونے والا تھا۔

سامنا ہونے کی بات آتی تو ایک لمحے یاد آ کر میں تو اپنے اصلی روپ میں نہیں ہوں۔ شاہینہ مجھے اپنے بھائی جان یعنی فراد کے چہرے سے پہچانتی ہے۔ طابق غمزدگی کا چہرہ اس کے لیے امینی ہو گا۔ وہ بھی تسلیم نہیں کرے گی کہ میں ہی اس کا بھائی جان ہوں۔

میں عجیب کش کش میں مبتلا ہو گیا۔ ایک تو اس کو دیکھنے کے لیے دل تڑپ رہا تھا۔ دوسرے مجھ پر غمزدگی کی بات طابق غمزدگی کے روپ میں تھا اور اپنی بہن کا بھائی ہونے کے باوجود امینی تھا۔ تیسری اور سب الجھن والی بات یہ تھی کہ مرزا میری اور شاہینہ کی ملاقات کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ ہماری ملاقات ہونا چاہیے۔ ایسے میں مرزا کے سامنے اس سے ملاقات بھی نہیں کر سکتا تھا اور اپنا رشتہ بھی نہیں جاسکتا تھا اور دھرم میں نے یہ غلام کیا تھا کہ شاہینہ طابق غمزدگی کی بہن ہے۔ اس طرح میں انکار بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مجھے اپنی بہن سے اس وقت نہیں ملنا ہے۔ کوئی مجبور یا اغراض کام آنے والا

نہیں تھا۔

میں نے گاڑی کو گلیوں میں ادھر سے ادھر لٹکاتا رہا۔ اسے کو اور طویل کر دیا تاکہ کچھ سوچنے اور سمجھنے کا موقع ملے۔ چہرے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ شاہینہ کے سامنے اچھی اس لیے کار آمد نہ ہو گا کہ وہ مجھے پہچان نہیں سکے گی۔ جوں یا اس کی طرف سے سر دھری ہو گی۔ اچھی مجھے لازم کر لینا چاہیے اور اس سے ملاقات سے گریز کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں نے مرزا سے کہا: ”میرا اس کو بھی کرنا چاہیے۔“

اچھی جانا مناسب نہیں ہے کیونکہ تم بھی کو چھوڑ کر لاؤ گی اور میں ایک چور کی حیثیت سے اپنی بہن کے سامنے نہیں چاہتا۔ میں کسی دوسرے وقت چلا جاؤں گا اور اس وقت پہلے کی طرح کار میں بیٹھا رہوں گا۔ تم بھی کوئی ان کے حوالے کر دینا۔

وہ بولی: ”بھینہ میں نے بھی کو چھوڑا۔ اب لیکن میں اسے واپس لے جا کر دوں گی تو یہ چور ہی کا نام ہو گا۔ پر سے دھل جائے گا اور وہ بخاری بڑی احسان مند ہو گا۔ ایک تو بھائی کی محبت، دوسرے بھائی کے لیے بھی کہ واپس یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ وہ اور زیادہ بخار و عقیدت مند بن جائے گی۔ اس لیے ہمیں وہاں جانے اور غرض نہیں کرنا چاہیے۔“

میں اندر ہی اندر کچھ دوسرا سا ہو گیا۔ یہ مرزا کا کوئی باتیں نکال رہی تھی کہ جن کا مقصد جواب میں پاس نہیں ہوتا تھا اور مجھے ٹھیک کر سوچنا پڑتا تھا کہ جواب کیا کہنا چاہیے۔ اس وقت بھی میں چپ رہا۔ وہاں میں دیکھ رہی ہوں کہ تم میری برائت کا جواب میں سے پہلے بہت دیر کے لیے چپ ہو جائے ہو۔ چہرے پر کچھ سوچنے سمجھنے کے بعد جواب دیتے ہو۔ ایسا تو مجھے بھی نہیں ہوا۔ تم کو جن برساتی بخاری ماحول دماغی کو کہا گیا ہے۔ مجھے تو صاف طوطے سے بھیج میں آ رہا ہے کہ تم سے کچھ چھپا ہے۔ ہمارا وہ رہ کر باتیں بناتے ہو۔ تم پتہ نہیں کیوں ایسا سوچ رہی ہو۔ میں تمہارے کچھ نہیں چھپا رہا ہوں۔ ہر حال وہ تو بھی اب قریب آ گیا ہے۔ ہمیں وہاں تنہا جانا چاہیے۔

”دیکھو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں ایک چیز وہاں سے چھوڑ کر لاؤ گی۔ دوبارہ اسے واپس کرنے وقت جھجک محسوس ہو رہی ہے۔ میں بزدل اور ڈرورک نہیں ہوں لیکن مجھے خرمندگی سے جانے کے لیے تمہارا

تھے ہمارا میری طرف سے یہ کہہ سکتے ہو کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا اس لیے تمہارے ساتھ اس بچے کو واپس کرنے آگئی ہوں۔“

لیکن میں نے وہاں جانے سے سختی سے انکار کیا اور کہا: ”مجھے طابق غمزدگی کوئی دھجی نہیں ہے۔ ہر صوف ہمدردی کے طور پر کہہ رہا تھا کہ وہ بچہ اس کی بہن کو رہا کرنا چاہیے کیونکہ ہم اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اگر تم تنہا نہیں جاؤ گی۔ بچے کو واپس نہیں کر دے گی تو میں اس سلسلے میں کرنی بات نہیں کروں گا۔“

ایسا کہتے ہوئے میں نے کوئی کے سامنے کار کردک دیا۔ وہ چند لمحوں تک تھکتے تھے۔ فاموشی بھی طلاق رہی۔ اس کی بات نہ لے کر پرتے فتنہ آگیا تھا۔ چہرہ ایک لمحے سے دروازہ کھل کر باہر نکلی اور تیز قدموں سے طابق غمزدگی کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ وہاں کوئی کے لان میں ہمارا اور اس کی بوی کھڑے ہوئے۔ اب تک اپنے تعاقب کرنے والے مجھے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ کسی کو اپنی طرف متوجہ کر کے بڑے بڑے ہراس کی گردن میں بچی کو دیکھ کر ہمارا دیکھ کر بوی نکلی۔ ہانے بڑی تیزی سے کون بزمیری بچی کہاں تھی۔ تم اسے کہاں سے لاری ہو؟“

مرزا نے ایک ہاتھ اٹھا کر اسے دھتکتے ہوئے کہا۔ ”میں آگے نہ بڑھوں اس بچی کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ میں اسے اس کی اس کے توالے کروں گی۔“

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ کر کوئی کے اندر جانے لگی۔ شاہینہ کو اس کے سامنے سسٹنہ اندر بھیج دیا تھا تاکہ اسے دھتکتے کے آواز دور دور تک نہ پھیلے۔ اس کے ساتھ اس کا شوہر بزمیری بھی تھا۔ وہ دونوں ڈانٹنگ لگ رہے تھے۔ زبیر اسے تسلی دے رہا تھا: ”شاہینہ! حوصلہ نہ کرو۔ ہمارا مقصد اس کے تعاقب میں گیا ہوا ہے۔ تم بھلا رہنا۔ وہ جلد ہی ہماری بچی کہے گا واپس آئے گا۔“

ایسا کہتے ہی اس نے آہستہ سے سر کر دیا۔ اس کی طرف دیکھا۔ شاہینہ نے بھی سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ چہرہ پر لڑائی کی بچی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑی ہوئی اور جھنجھٹی ہوئی۔ مرزا کے پاس آئی پھر بچی کو کچھیں کر لپٹے بیٹھے

مرزا نے غم نہ کھڑی اپنے دل اور روح کی گراہیوں سے بھر پور رہی تھی کہ اگر وہ بچی کو اسے جاکر بتا دے

سے انتقام لیتی تو اس کے دل کو اور اس کے ضمیر کو اتنا سکون نہ ملتا جتنا کہ بچی کو اس کی ماں کی گردن میں واپس پہنچا کر واپس ہو رہا ہے۔ زبیر نے اس سے کہا: ”بچہ بڑی عمدہ ہیں۔ آپ نے ہم کو اتنا بڑا احسان کیا ہے جسے ہم زندگی بھر نہیں بھلا سکیں گے۔“

اسی وقت ہمارا اور اس کی بوی اندر پہنچ گئی۔ بخار کو کی بوی نے یہ بات سننے ہی اپنے بیٹے سے کہا۔ ملے بیٹا، تم کس کا احسان مان رہے ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہی لوگ بچی کو اٹھا کر لے گئی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے جھگڑنے والی لوگ کو اسی لباس میں دیکھا تھا۔ یہی تینوں اور بنیان بنے ہوئے تھے۔“

شاہینہ اپنا دانا بھول گئی۔ یوں بھی اسے بچی مل گئی تھی۔ اس کے لیے سے گھٹ گئی تھی۔ اس لیے اب وہ تعجب کے مرزا کو دیکھ رہی تھی۔ زبیر بھی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ہمارا نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا: ”کیوں لوگ کیا یہ سوچ رہے ہیں کہ تھوڑی دیر پہلے ہی اس بچی کو اٹھا کر لے گئی تھیں؟“

مرزا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا: ”ہاں میں نے ہی اسے چھوڑا تھا اور میں ہی اسے واپس لے آئی ہوں۔“

شاہینہ نے حیرانی سے پوچھا: ”تم اسے کیوں اٹھا کر لے گئی تھیں؟“

مرزا جواب دینے سے پہلے آہستہ آہستہ صلیتی ہوئی ڈانٹنگ دم کے وسط میں پہنچی۔ چہرہ اس سے ہلٹ کر بولی: ”تمہارے اس سوال کا جواب دینے کے لیے مجھے اپنی اور ایک شیطان مصفت انسان کی بہت لمبی پڑوسی دہان ملانی پڑے گی۔ لہذا میں اس کی ابتدا کرنے کے لیے تمہارے سر سے غائب ہوتی ہوں۔ کیوں ہمارا دیکھ کر مجھے پہچان سکتے ہو؟“

ہمارا نے اسے غصے سے دیکھتے ہوئے کہا: ”یہ کیا بکواس ہے۔ میں تمہیں کیوں پہچانوں گا، کیسے پہچانوں گا۔“

”بہت گراہتہ ہے جس میں نہ سمجھتی ہوں کہ جو رشتہ تم مجھ سے قائم کرنا چاہتے ہو اس پر تو میں قہر کرتی ہوں لیکن تمہارے خاندان والوں کو بتاتی ہوں کہ میں کیوں جانا ہوں اور بخاری بیٹی ہوں۔“

یہ سننے ہی جیسے اس ڈانٹنگ دم میں ایک ہاتھ کا

ہوا۔ بگم بگماور بیچ کر لڑیں یہ کیا بکواس کر رہی ہے لڑکیاں تو میرے شوہر کی بیٹی کیسے ہو سکتی ہے؟
مرحبانے کہا: اپنے شوہر سے پوچھو کہ یہ سائہ بانو کے شوہر میں یا نہیں۔ آج سے تقریباً اکیس برس پہلے انھوں نے میری والدہ سے نکاح کیا تھا یا نہیں اس کا جواب تم خود اپنے شوہر سے طلب کرو۔
بگماور بچکا کر ایک سونے پر بیٹھ گیا تھا اور چھٹی چھٹی آنکھوں سے مروانہ کو دیکھتا ہوا تھا۔ وہ بھی سوچ رہی تھی کہ اس کا بچہ کب سے اس کی لڑکی کے ذریعے وہ سائہ بانو کی بے انتہا دولت حاصل کرنے کے خواب دیکھتا رہا جس کے لیے وہ سائہ بانو کو پریشان کرتا رہا اور یہاں آنے کے بعد بھی کرم دین کے ذریعے مروانہ تک پہنچا چکا تھا۔ وہی مروانہ وہی تھی سی بیٹی ایک دم سے جاؤ بیسی آؤ پچی ہو کر اس کے سامنے بیٹھ جانے کی اور اس کے خاندان والوں کے سامنے آئے بے نقاب کرنا شروع کر دے گی۔ ایسا اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اور یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔

بگم نے پوچھا: آپ خاموش کیوں ہیں۔ اسے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔ جواب دیکھیے کیا آپ نے مجھ سے چھپ کر کوئی شادی کی تھی؟
وہ چپ چاپ مروانہ کو دیکھتا رہا۔ بنجیدگی سے سہتا رہا۔ اس کی نگاہوں کے تہہ بہ تہہ ہے۔ وہ شاید کوئی منصوبہ بنا رہا تھا۔ میں اس سے پہلے کہ اس کے دماغ کو پڑھتا، اس کے پیٹے یعنی شامینہ کے شوہر زبیر نے بھی پوچھا: آبا جان! آپ خاموش کیوں ہیں؟
جواب کہیں تیس بیٹے؟ کیا یہ لڑکی آپ کی بیٹی ہے؟
بگماور آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چھر چڑی ڈھکائی سے بولا: ہاں جراتی میں ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ مجھ سے بھی یہ غلطی ہوئی۔ میں نے تجاری ماں سے چھپ کر ایک طوائف سے شادی کی تھی۔
اس کی بات ختم ہونے ہی مروانہ نے چیخ کر کہا۔
"ذلیل کہنے میری ماں کو طوائف کہا تو میں یہاں تیری بولی بولی کر دوں گی۔"

زبیر نے غصے سے کہا: لڑکی تم بہت گستاخ اور بدتمیز ہو میرے سامنے میرے باپ کو گالیاں دے رہی ہو۔ اپنی زبان پر قابو رکھو ورنہ میں تمھارا منہ توڑ دوں گا۔
مرحبانے کہا: ابھی تو تم میرا احسان مان رہے تھے

اور یہ احسان تمھیں ماننا چاہیے کہ میں نے تمھاری بیٹی کو واپس کر دیا۔ ورنہ تمھارے باپ نے مجھے جس طرح دھوکا دیا تھا وہی اہتمام میں تمھاری بیٹی سے لینے والی تھی۔ میں جا رہی تھی کہ ان کی پوتی کو بھی ان سے اور سے اوداس بیٹی کی ماں سے جدا کر دوں اور کسی دوسرے ایک کسی طرح میں اپنے لہو کے رشتوں سے جدا ہو کر ان کی گونے کے لیے تڑپتی رہی اسی طرح یہ بیٹی مجھ سے ہے اور تم لوگ اس کے لیے روتے پھرتے رہو۔
اس کی باتیں سن کر شامینہ نے بیٹی کو اپنے پیروں کے ساتھ چپکا لیا۔ جیسے وہ بچہ کھڑے والی ہو مروانہ اسے چھین کر لے جانے والی ہو۔ شامینہ گھبرا کر کہنے لگی تھی اود ایک مومنہ پر بیٹھ گئی تھی۔ زبیر نے کہا: "ٹھیک ہے تم نے بیٹی کو واپس لاکر ہم پر دلائی احسان کیا ہے لیکن میں تمھیں سمجھانا ہوں کہ برسوں کے سامنے نام نہادان کے سامنے ادب سے باتیں کرو۔"

"تم اپنے باپ کو بھی سمجھاؤ کہ وہ بھی میرے بڑوں کی عزت کرے اور میری ماں کو طوائف نہ کرے۔ مگر میری ماں کو وہ طوائف کہہ کر گالیں دیتے ہیں تو یہ گالیں تمھاری باپ کو بھی پڑتی ہے کہ وہ ایک طوائف کے مومنہ ہونے لگتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ تمھارے آبا جان ہیں اور جانتے ہیں کہ میری والدہ سائہ بانو کوئی طوائف نہ تھی۔ نہیں تمھیں جگہ بہت ہی خراب خاندان سے الگ کرنا تھا۔ فرقہ وارانہ فسادات میں چند فتنوں نے انھیں لایا تھا اور دہلی کے ایک بالا خانے پر انھیں پہنچا دیا تھا میں پوچھتی ہوں تمھاری جوان سن کو ابھی کوئی تمھارا نہیں لے جا کر بٹھلائے اور وہاں تمھاری بہن اپنی زبان کے بل بوتے پر ہزاروں مصائب جھیل کر بھی شرفناز نہ ہو گوائے کی کوشش کرے اور کوئی بگماور جیسا آدمی اسے شرفناز زندگی کے سبز باغ دکھا کر نکاح چڑھائے۔ اس کی عزت سے کھیل لے تو کیا تمھاری بہن طوائف نہ کھلائے گی یا ہرجال میں وہ خرافہ زادوں کی سی ہو جائے گی۔ اس کی باتیں سن کر سب کو چپ ہگ مٹی ہوئی۔ اپنی اپنی جگہ کچھ نہ کچھ سوچ رہے تھے اور اس کی بات کی توجہ نہ کر رہے تھے۔ اس کے دل کے درد کو سمجھنے والے آخر سر ہلا کر کہا: تم درست کہتی ہو۔ میں آبا جان سے پوچھتا ہوں کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا اور اگر لڑکی

ہے تو اس غلطی کو بھانا عین خلوت ہوتی لیکن آبا جان! آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ آپ نے اس بڑے کو کیا نہیں بھنا؟"

بگم نے کہا: زبیر تم بیٹے ہو! باپ نہیں ہو کہ اپنے اپنے سوال کر رہے ہو۔ انھوں نے اگر ماضی میں کوئی غلطی کی تھی تو ماضی کے ساتھ وہ غلطی دفن ہو چکی ہے۔ اب نئے نئے شرفے اٹھانا مناسب نہیں ہے۔ یہ لڑکی آج اپنے وصال کے بعد یہاں محض اس لیے آئی ہے کہ تمھارے باپ کی دولت اور عبادتوں سے اپنا حصہ حاصل کرے۔

مرحبانے تمھارات سے اوندھہ کہا۔ پھر نفرت سے بگماور کو دیکھتے ہوئے بولی۔ چپ کیوں کھڑے ہو؟ اپنی بیٹی کو جواب دو کہ میں تمھاری بیٹی بننے کے لیے یہاں آئی ہوں، تمھاری عبادتوں سے حصہ لینے آئی ہوں، یا تم میری دولت اور عبادتوں پر قبضہ چلنے کے لیے مجھے اپنی بیٹی ثابت کرنا چاہتے ہو؟

زبیر نے پوچھا: یہ کیا بات ہوئی؟
مرحبانے کہا: یہی بات ہے۔ اب حقیقت مجھ سے سنو کہ میں تمھارے باپ کی بیٹی نہیں ہوں۔ تمھارے باپ میری ماں سے شادی کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیا تھا۔ چھوڑ دیا تو یوں نہیں کرے کہ بعد میں پیدا ہوئی ہیں نواب سلامت علی کی بیٹی ہوں اور ان کی جائز بیٹی ہوں میری والدہ نواب سلامت علی کی منکوحہ تھیں۔ اب یہ وہ ہو گئی ہیں لیکن جب میری ماں نے مجھے جنم دیا تو تمھارا باپ اور دوسرے کئی پدمعش مجھے اپنی بیٹی بنانے اور میرے باپ بننے کا دعویٰ کرنے کے لیے میری ماں کو پریشان کرنے لگے اور جانتے ہو کہ میں صرف اس لیے کہ میں اس قدر دولت مند ہوں کہ تم کو بھی سوچ سکی ہیں کہ میری ماں اگر جانتی تھی کہ اپنی بے انتہا دولت سے تم میرے سیکڑوں غنڈوں کو خرید سکتی تھیں۔

میں نے تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی ختم کر دی کہ بھوکھن کی کے احاطے کے گیٹ کے پاس ایک کار آ کر رکی تھی۔ پھر اس میں سے وہی نوجوان بلکہ سیلٹر یعنی بگماور اور شامینہ منسوب ہوا آیا۔ اس نے میری کار کی طرف دیکھا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا میری ڈرائیو جگ سیٹ کے پاس آ کر بولا: کون ہو تم؟

میں نے کہا: میں جیو جی تھی ہوں۔ تو ہاں دوست ہوں۔ گھر میں جاؤ۔ وہ پچی واپس آگئی ہے۔ ہم اسے واپس لاتے ہیں۔ تم کہاں سے واپس لاتے ہو۔ وہ پچی تمھیں کہاں

سے ملی تھی؟
میں نے کہا: میں نے ان کی سوالات نہ کر دی۔ کوئی میں چلے جاؤ وہاں تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

اس نے مجھے مشتہ نڈوں سے دیکھا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کو ہوا کو بھی کے پوچھ کر کہا۔ وہاں وہ کار سے نکل کر دوڑتا ہوا کو بھی کے اندر پہنچا۔ اس وقت بگم اپنے شوہر سے کہہ رہی تھیں: ٹھیک ہے جب یہ لڑکی آپ کی بیٹی نہیں ہے تو نقد ختم کیجیے اور اس سے کہہ دیجیے کہ اب یہ یہاں سے چلی جائے۔

بگماور نے کہا: نہیں بگم تم نہیں جانتی ہو یہ لڑکی میری بیٹی ہے اور میں یہاں ثابت کروں گا۔ اس کی ماں کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔

مرحبانے کہا: میں تمھاری بیٹی نہیں ہوں۔ تم کیا ثابت کر دو گے۔ میں تو تمھارا وہ مشرکوں کی کسادی و نیا تمھارا بھائی کا انجام دیکھ کر سبق حاصل کرے گی۔ تم مجھے جہور نہ کر دو کہ میں تمھاری پوتی کو واپس کرنے کے بعد تمھاری بیٹی کو تمھاری بیویاں سے لے جاؤں۔

منصور وہاں پہنچ چکا تھا۔ یہ سننے ہی وہ غصے سے لگا کر بولا: تم کون ہو یہاں کیا کرنے آئی ہو اور ہمارے گھر میں آکر رہیں دھمکا رہی ہو کہ تم جاری ہیں کہ یہاں سے اٹھ کر لے جاؤ گی۔ میں تمھارے ہاتھ توڑ کر رکھ دوں گا۔

مرحبانے تمھارات سے پوچھا: کیا تم نے لڑکیوں پر اپنی مروا بھی کا عجب چلنے کے لیے جوڑو کرانے کا آرٹ سیکھا ہے؟
وہ جراتی سے بولا: کیا تم میرے متعلق جانتی ہو؟

میں تمھارے بارے میں کیا تمھارے باپ کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہوں اور جو کچھ جانتی ہوں۔ وہ سارا کچھ تمھارا بھی میں یہاں تمھارے خاندان والوں کے سامنے سنایا ہوں۔

زبیر نے کہا: منصور تم ابھی آئے ہو۔ اس لیے یہاں کے بدلے بیٹے حالات کے متعلق نہیں جانتے۔ میں مختصر طور پر تمھیں بتا دوں کہ اس لڑکی کا تعلق کسی نہ کسی طرح ہمارے آبا جان سے ہے اور جیسا کہ ان کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے آبا جان خواہ مخواہ اپنی ضد پر آڑے ہوئے ہیں کہ اس لڑکی کو اپنی بیٹی ثابت کر لیں اور بیٹھیں اس لیے کہ یہ لڑکی بے انتہا دولت مند ہے۔

منصور نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: یہ سب کیا ہو رہا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ابھی بچی کا اغوا ایک مشد

بنا ہوا تھا اور یہ بھی واپس آگئی۔ کیسے واپس آگئی ہے کیا
 بی لڑکی اسے واپس لاتی ہے؟
 زیر نے کہا: ہاں اس نے اسے انکار کیا تھا اور
 یہ خود ہی واپس لے آئی۔ انکار کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ
 یہ اباجان سے انتقام لینا چاہتی تھی۔ کیونکہ آج سے
 بیس سال پہلے اباجان نے بھی اس لڑکی کو اس کی ماں
 کی گود سے جدا کر دیا تھا۔

منصور نے اپنے باپ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے
 لگا۔ بخناد نے کہا: ہاں یہ درست ہے۔ یہ میری بیٹی ہے
 اور اس کی ماں اسے تسلیم نہیں کرتی تھی اور اسے جیلینج
 کرتی تھی کہ میں اسے اپنی بیٹی ثابت نہیں کر سکوں گا۔
 اسی لیے اس نے پیدا ہوئے ہی اس لڑکی کو کسی دوسرے
 کے حوالے کر دیا تھا تاکہ میں اسے تلاش نہ کر سکوں۔ مگر
 آج یہ اتنی مدت کے بعد میرے سامنے جوان ہو کر آ
 گئی ہے۔ میں اس کی ماں کے چیلنج کو پورا کروں گا اور
 یہ ثابت کروں گا کہ یہ میری بیٹی ہے۔

مرحانہ نے تختہ دست سے اس کی طرف تھوکتے ہوئے
 کہا: میں تم پر پتھر پھینکتی ہوں اور تمھارے پوسے خاندان
 والوں کے سامنے چیلنج کرتی ہوں کہ میں تمھیں یہاں سے
 پیرس لے جاؤں گی اور وہاں اپنی ماں کے سامنے تمھاری
 ایسی وردگ بناؤں گی کہ تم مرنے لگاؤ گے۔ مگر میں سکو گے۔
 خودکشی کرنا چاہو گے۔ میں تمھیں خودکشی کرنے کا موقع
 نہیں دوں گی۔ تمھیں تڑپ تڑپ کر زندہ رہنے پر مجبور
 کروں گی۔

منصور نے مرحانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: یہ درست
 ہے کہ میرے ابا جان نے تمھیں تمھاری ماں کی گود سے
 الگ کر کے تم پر ظلم کیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں
 ہے کہ تم ہمارے سامنے ہمارے باپ کو چیلنج کرو اور اسے
 اذیتیں دینے کی دھمکیاں دو۔ ہمارے جیتے جی تم انھیں
 لاکھ بھی نہیں لگا سکو گئی۔

مرحانہ نے سنجیدگی سے اور تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔
 منصور تم یقیناً ایک ہیڈلر ہو لیکن میرے سامنے بچے ہو میں
 نہیں چاہتی کہ کسی بھی وقت تم میرے مقابلے میں آؤ۔ آؤ
 گے تو شرمندگی اٹھاؤ گے اس لیے میرا اور تمھارے باپ کا
 جو معاملہ ہے اس میں تم لوگ مداخلت نہ کرو۔ مجھے اس پڑھے
 سے بات کرنے سے دو۔ میں صرف اتنا جانا چاہتی ہوں کہ
 کب تک پیرس روانہ ہو سکیں گے۔ میں دو ایک روز میں

یہاں سے جانے والی ہوں۔
 بخناد نے کہا: میں تمھارا پابند تو نہیں ہوں کہ تم
 کہنے سے پیرس چلا جاؤ مگر ان دنوں میں تمھاری ماں
 وہاں جا کر ملنا چاہتا ہوں۔ تمھیں پالنے کے بعد
 ساتھ پیرس لے جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ میں تمھاری ماں
 دکھا سکوں کہ میں نے تمھیں حاصل کر لیا ہے۔
 مرحانہ نے کہا: پہلو بہی سہی میں تمھارے کہنے پر
 تمھارے ساتھ پیرس چلوں گی۔ کوئی جھگڑے کی بات
 نہیں ہے۔ وہاں جا کر تصفیہ ہو گا۔ بولو، منظور ہے۔
 بخناد نے کہا: ہاں مجھے منظور ہے۔ میں کل ہی
 سے کوشش کرتا ہوں کہ دو چار روز میں میرے محلے کا
 انتظام ہو جائے۔ اس لیے کہ میرا کاروبار چھلکا ہوا ہے لائے
 سمیٹ کر اور اپنے دونوں لوگوں کو سمجھا کر یہاں سے چلا
 ہو گا۔

اچھی بات ہے میں تم سے فن پر بات کروں گی۔
 یہ کہہ کر مرحانہ وہاں سے جانے لگی۔ شاہینہ نے
 اسے آواز دی: رک جاؤ، میں تمھارا شکریہ ادا کرنا چاہتی
 ہوں۔

مرحانہ نے رک کر پیرس کی طرف پلٹ کر دیکھے
 ہرے کہا: شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے دل
 میں ایک انسانی ہمدردی پیدا ہوئی کہ بچے کو اس کی
 ماں کی گود سے جدا نہیں کرنا چاہیے۔ اس ہمدردی کے
 تحت میں نے تمھاری بیٹی تمھیں واپس کر دی۔
 شاہینہ نے کہا: تمھارا نام کیا ہے؟

مرحانہ نے اپنا نام بتایا۔ پھر شاہینہ نے کہا: مرحانہ
 تم ہمارے ہاں عجیب انداز میں آئی ہو پہلے چور ہیں کہ
 آئیں۔ پھر محسن بن گئیں۔ اب میرا اور میرے شوہر کا
 اس گھر والوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ تمھیں کم از کم ایک
 پالی چائے کے لیے پوچھیں لیکن تم میرے گھر کے لیے
 ایک زبردست چیلنج بن کر آئی ہو۔ تم دونوں میں بہت
 پرانی دشمنی بھی ہے اور شاید کوئی رشتہ بھی ہے۔ ان
 حالات میں مجھے تم سے چلنے کے لیے پوچھنا چاہیے
 یا نہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اگرچہ
 میرا میرے شوہر کا گھر ہے لیکن میرے پاس اور
 شوہر کا بھی گھر ہے اور میری حیثیت یہاں ایک بہو کی ہے
 کیا تم میری مجبوریاں سمجھ رہی ہو؟

مرحانہ نے مسکراتے ہوئے کہا: ہاں میں سب کچھ سمجھتی ہوں۔
 تم بہت اچھی برادر میں تمھیں اس اچھائی کے صلے میں

تیار دوں کہ میں تمھارے بھائی طارق محمود سے بہت جلد
 تمھیں ملاؤں گی۔
 شاہینہ نے چونک کر کہا: طارق محمود میرا بھائی۔
 نہیں نہیں اس نام کا تو میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔
 میں اپنی جگہ بیٹھنے بیٹھے پلو بدلنے لگا کیونکہ میں
 پہلے سے اس بات کے لیے تیار نہیں تھا کہ مرحانہ کی
 زبان پر میرا نام آئے گا تو میں خیال خوانی کے ذریعے اسے
 نکر دل کر لوں گا۔ اس نے تو یک بیک میرا نام شاہینہ کے
 سامنے لیا تھا اور شاہینہ کسی طارق محمود کو بھائی کی
 حیثیت سے نہیں جانتی تھی۔

مرحانہ نے پوچھا: کیا تمھارا کوئی ایسا بھیر بھائی
 نہیں ہے جس کا نام طارق محمود ہو؟
 شاہینہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: نہیں
 میرا ایک مدتوں سے بچھڑا ہوا بھائی ہے جس کا نام فراد
 علی تیرور ہے۔ اسے سادی دنیا جانتی ہے اور شاید تم
 بھی جانتی ہو گی۔

شاہینہ کی زبان سے فراد علی تیرور کا نام سن کر مرحانہ
 چونک گئی پھر لبلی: ہاں یہ نام میں نے بار بار سنا ہے کیا
 فراد تمھارا بھائی ہے؟

اس نے کہا: ہاں وہ میرا ایسا بھائی ہے جس نے
 مجھے بچپن سے گود میں بلایا ہے۔ اس نے مجھے ماں کی
 اپنے سینے سے لگا کر فیڈ سے دودھ پلایا ہے۔ جبکہ میری
 ماں مجھے جھوٹا چھوڑ کر چلی جاتی تھی۔ اس نے باپ کی
 مجھے شفقت دی ہے۔ میں اپنے بھائی کو کبھی بھول نہیں
 سکتی اور میں جانتی ہوں کہ جب بھی میرے بھائی جان
 کو میری یاد آئے گی تو وہ مجھ سے ملے ضرور آئیں گے۔

شاہینہ کی باتیں سن کر میں تڑپ رہا تھا۔ جی چاہتا
 تھا کہ اچھی دودھ کر جانوں اور اسے گلے لگا کر کھوں۔ میری
 باری بن میں ہی تمھارا بھائی جان ہوں۔ مجھے بچاؤ۔
 لیکن انفسوس وہ مجھے بچان نہیں سکے گی۔ میرا چہرہ
 ایسا بدلا ہوا ہے کہ یہ چہرہ آتشیں سکتا۔ میرا اصل چہرہ
 مجھے مل نہیں سکتا۔ تم نے ہر پیش گوئی کی تھی کہ مجھے میرا
 اپنا چہرہ مل جائے گا۔ پتہ نہیں کب ملے گا۔ آج میں نرت
 سے اپنی اصل صورت کی تمنا کر رہا تھا۔

دوسری طرف یہ پریشانی بھی تھی کہ شاہینہ نے باطل
 نامی بات کہی تھی جو تھوڑی دیر پہلے میں نے طارق محمود
 کی حیثیت سے یا ایک جن کی حیثیت سے دہرائی تھی یعنی

یہ کہ شاہینہ میری گود میں بی بی برہمی ہے اور یہی بات
 شاہینہ نے بھی کہی تھی۔ اب مرحانہ کا شبہ یقین میں مل
 جائے گا کہ میں اس سے بہت کچھ چھپا رہا ہوں۔ ادھر
 میں جوابات طارق محمود کی کہہ رہا ہوں وہی بات فراد
 علی تیرور کے حوالے سے شاہینہ کہہ رہی تھی۔
 مرحانہ نے اس سے پوچھا: کیا تمھارے بھائی جان
 کی کوئی تصویر تمھارے پاس ہے؟

شاہینہ نے جواب دیا: جب بھائی جان مجھ سے
 بچھڑے تھے تو ان دنوں کی کوئی تصویر میرے پاس
 نہیں ہے مگر ان پچھلے دنوں میرے شوہر ملا اور تنگال
 بڑس کے سلسلے میں گئے تھے۔ وہاں اخبارات میں ان
 کی تصویریں شائع ہو رہی تھیں میرے شوہر وہ تصویریں
 لے آئے تھے۔ وہی میرے پاس رکھی ہوئی ہیں۔

مرحانہ نے کہا: میں تم سے یہ اسحاق کیا ہے کہ
 تمھاری بیٹی تمھیں واپس کر دی۔ اب اس اسحاق کے بدلے
 میں جاؤں گی کہ تم مجھے فراد کی تصویر دکھا دو میں نے
 بڑی شہرت سنی ہے۔ آج میں اس شہور شخص کی صورت
 بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔

زیر نے کہا: ٹھیک ہے تم یہاں بیٹھو۔ میں ابھی
 تصویر لے کر آ رہا ہوں۔

یہ کہہ کر زیر نے ملے کر آہوا کر جانے لگا۔ یکدم
 نے کہا: یہ کیا ہو رہا ہے جولو کی تمھارے باپ کو چیلنج
 کر رہی ہے۔ تم لوگ اسے یہاں بٹھا کر اپنوں کی طرح
 بائیں کر رہے ہو۔

زیر نے زینے کے اوپر سے کہا: اتنی یہ ٹھیک ہے
 کہ اباجان اور مرحانہ کے درمیان ایک چیلنج ہے لیکن یہ بھی
 تو دیکھیے کہ آپ کی پوتی آپ کو واپس مل گئی ہے۔ اس
 کے صلے میں ہم مرحانہ کو ایک تصویر دکھا کر یہاں سے
 رخصت کر سکتے ہیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

یہ کہہ کر وہ اوپر چلا گیا۔ میں مرحانہ کی سوچ بڑھ
 رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جولو طارق محمود اس کے ساتھ
 اتنے دنوں سے لگا ہوا ہے وہی فراد ہو سکتا ہے۔ اگر
 تصویر دیکھ لی جائے تو ہو سکتا ہے کہ تصویر سے حقیقت
 کھل جائے اور پھر وہ تصویر لاکھ لکھ دیکھنے کی گود دیکھو
 یہ تمھاری تصویر ہے۔ تم طارق محمود نہیں فراد علی تیرور۔
 مرحانہ یہی سب کچھ سوچ کر تصویر کا مطالعہ کر رہی
 تھی۔ تھوڑی دیر میں زیر اوپر سے نیچے آیا۔ اس کے

ہاتھ میں ایک بڑے سا نرکی تصویر تھی۔ اس نے اسے مرزا کی طرف بڑھا دیا۔ مرزا نے تصویر کو دیکھی تو کچھ مایوس ہو گئی کیونکہ وہ فراد علی میوند کا چہرہ تھا۔ طارق فواد کیس نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسی وقت ڈرائنگ روم میں فن کی شخصیت بچنے لگی منصور نے آگے بڑھ کر شیفون کا ریسورڈ اٹھا یا۔ پھر میلوکہ کو دوسری طرف کی آواز سننے لگا۔ پھر اس نے حیرانی سے پوچھا: آپ کون ہیں اور آپ کیسے پہناتے ہیں کہ مرزا بہم کی لڑکی جانے ہاں موجود ہوگی؟

میں منصور کے داغ میں بھانک کر دیکھنے لگا تو پتہ چلا کہ مرزا کے اصل اپنی کوئی سے فن کرتے تھے کیونکہ کوئی شخص گزرنے پر اسے اور ہم جی کر لے کر وہاں نہیں پہنچے تھے۔ انھیں اندیشہ تھا کہ ہم فراد علی میوند کے ہاں ہمیں ایک مصیبت میں نہ پھنس گئے ہوں۔ اسی لیے وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ مرزا وہاں ہے یا نہیں؟ مرزا مرزا نے جب منصور کی زبان سے اپنا نام سنا تو بولی۔

کس کا فن ہے کون میرا گھر لے رہا ہے؟

منصور نے ریسورڈ آگے بڑھاتے ہوئے کہا: تمکے نمود ہی بات کر لو۔

مرزا نے آگے بڑھ کر ریسورڈ لیا تو پھر اصل کی آواز پہچان کر بولی: "اے ہاں سب خیریت ہے اور میں بخدا سے آپس کر رہی ہوں اور اب اس کی ہو سے آخری منظر کرنے کے بعد ہاں سے نصرت رہنے ہی والی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں خیریت سے ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسورڈ رکھ دیا۔ شاہینہ نے اس سے پوچھا: مرزا ابھی تو کبھی طارق محمد کا ذکر کر رہی تھیں کہ وہ میرا بھائی ہے۔ کیا تم اس شخص کو جانتی ہو۔ وہ کس طرح میرے بھائی بننے کا دعویٰ کر رہا ہے؟

مرزا نے اس کے پاس آکر مسکراتے ہوئے کہا: اب اس بات کو بھول جاؤ کہ میں نے کسی طارق محمد کا ذکر کیا تھا۔ بہر حال اب میں جا رہی ہوں۔ خدائے جاوید تو پھر کبھی ملاقات ہوگی۔ ابھی تو تمہارے کسے سے بڑی کسی ملاقاتیں ہوا کریں گی اور ان ملاقاتوں کا جو انجام ہو گا وہ تم لوگوں کو معلوم ہوتا ہے گا۔

یہ کہہ کر اس نے اچلتی ہوئی نظروں سے بھاگ کر دیکھی۔ پھر تیز قدموں سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم سے کوئی کے احاطے سے نکل چکر کا رکے پاس آکر اگلی سیٹ کا دروازہ

کھل کر میرے سامنے: شاہینہ بڑھ کر بولی: چلو اب میری ایسی جگہ چلیں گے جہاں اطمینان سے میں تمہارا حال بگاڑ سکوں۔

میں نے انہماں بن کر حیرانی سے پوچھا: یہ تو کب کہہ رہی ہو؟ تم میرا حلیہ کیوں بگاڑو گی۔ میں نے کیا کھنڈ کیا ہے؟

وہ ہنستے ہوئے بولی: کیا تم میں ہو؟

دشک میں جی ہوں اور کوئی بار یہ ثابت کر چکا ہے۔

ہاں تم نے بڑی صحیح معلومات فراہم کی تھیں۔

کہ خاندان کی نفیس بتائی تھی لیکن: کیسے بھول گئے؟

کرتا بہن تمہاری بہن ہے؟

میں جن ہوں۔ شاہینہ میری نہیں طارق محمد کی بہن ہے۔

تم بھاس کر لے رہے ہو۔ شاہینہ فراد علی میوند کی بہن ہے اور جو دعویٰ تم نے طارق محمد کے متعلق کیا تھا۔ وہی بات شاہینہ فراد علی میوند کے متعلق کہتی ہے اس کا مطلب ہے کہ یہ تو فراد علی میوند تھا کہ اندر کس چھپا ہوا ہے وہ میں جن کر میری مدد کر رہا ہے یا پھر شاہینہ غلط کہہ رہی ہے یا تم میں جو کبھی غلط معلومات حاصل کرتے ہو۔ میں نہیں کوئی اتنی زیادہ متعلیٰ ہو گئی ہے کہ اب تمہاری جہن بننے کا بجائے اٹھا چھوٹنے ہی والا ہے۔ ہر تہہ کہ تم مجھے زیادہ ڈابھاؤ اور جو جہن ہے وہ میرے سامنے بیان کرنا۔

میں نے کوئی جواب دینے سے بچنے کا ڈری اشارہ کی۔ پھر اسے آہستہ آہستہ آگے بڑھانے لگا۔ مرزا نے کہا: تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ تم پھر جھوٹ بولی کر مجھے فریب میں مبتلا کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہو۔

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: میں اب یہ تمام سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ تم میں اس بات کو کب تک ایک ساتھ رہنا ہے کیونکہ میں تمہیں تمہاری دلیری کی وجہ سے بہت پسند کرتا ہوں۔ اسی لیے میں نے خوشبو کے جزیروں میں جی جن کر تمہاری مدد کی تھی۔ ہاں میں صاف صاف کہہ دوں کہ میں اب کبھی وجود نہیں ہے جو تم پر عاشق بن رہی ہیں۔ میں ہی مرزا تھا۔

اس نے مجھے بڑی توجہ سے اور تڑپتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا: تم جہن نہیں ہو تو یقیناً اب تک جو کچھ بھی بتاؤ گا وہ سب جھوٹ ہے۔ ابی کمال تھا۔ اس اعتبار سے کیا تم فراد علی میوند ہو؟

میں نے ہاں کرتے ہوئے سر ہلایا۔ وہ پھر میک پر کونور سے دیکھتے ہوئے بولی: کیا تم نے ایک آپ کے ذیلیہ خود کو چھپایا ہوا ہے؟

میں نے انکار میں سر ہلایا: نہیں میک پھر پھر بلا شک سر جری کی گئی ہے میرے بہت سے ایسے دشمن تھے جو قدم قدم پر میرے لیے مذاب جان بنے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی طاقتیں میری جان لینے کے دہچکے تھیں۔ اس لیے میں نے مستقل اپنے چکر کو بدل دیا تھا۔ ارادہ تھا کہ کبھی اپنے اصل چکر کی طرف نہیں آؤں گا لیکن آج اپنی بہن شاہینہ کو بار کچھ احساس ہو رہا ہے کہ میں نے کتنی بڑی غلطی کی۔ مجھے مستقل طور سے اپنے چکر کو نہیں بدلنا چاہیے تھا۔ بس اب ایک امید ہے۔ میری ایک نئی نے پیش گوئی کی تھی کہ مجھے جلد ہی اپنا اصل چہرہ واپس مل جائے گا تو یہاں تک ہوں کہ اب وہ وقت آنے ہی والا ہے۔

مرزا نے پوچھا: وہ وقت کیسے آئے گا۔ تمہارا چہرہ کب بدل جائے گا؟

اس وقت میک اندر شاہینہ کو اپنی بہن کو بلانے کی ایسی گمن پید ہوئی ہے کہ اب میں اپنے اصل چکر کے ساتھ ہی اس کے سامنے جانا چاہتا ہوں تاکہ وہ مجھے پہچان کر میرے سینے سے لگ جائے۔ میں اس جی کو پالنا چاہتا ہوں جسے میں سینے سے لگا کر فراد سے دودھ پلا کر پالتا تھا اور اس ہی کی خاطر اب میں بیرک جاؤں گا اور وہاں پلاٹک سر جری کے ذیلیہ پھر فراد علی میوند کا چہرہ اپناؤں گا اور وہاں سے واپس لاہور آؤں گا پھر اپنی بہن سے ملاقات کروں گا۔

میں روانی میں بولتا جا رہا تھا اور ذیلیہ سامنے بیٹھی میرا منت کے جا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا: میں نے تجھ پر اسے بہت کم تر ہے۔ میرا اتنا دوسرہ کی تمہاری بہت نصیحتیں کیا کرتا تھا۔ پھر میں نے خوشبو کے جزیروں سے لے کر یہاں تک تھکے جتنے کارنامے دیکھے ہیں اب تمہاری امیدیں معلوم کر لینے کے بعد ان کارناموں کو اپنے ذہن میں ڈال رہی ہوں انھیں یاد کر رہی ہوں تو واقعی حیران ہو رہی ہوں کہ انسانی تخیل پر۔ ایک ایسی بہن جو جو اسباب کی ذریعہ بن کر بدو فحش بن چکا جاتی ہے۔ ایسی بلا ہوگی کے نیچے پڑ جائے تو مرنے کے بعد ہی بچھا چھوڑتی ہے اور اس نے دیکھ ہی ہوں کہ تم میرے نیچے پڑ گئے ہو۔

میں نے کون انکھیں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے پھر مسکراتے ہوئے بولی: اور مجھے اس بات پر اعتراض نہیں ہے۔ میں تمہاری دوستی کو قبول کرتی ہوں۔ حالانکہ میں نے بڑا ہی پکارا ارادہ کیا تھا کہ کبھی کسی مرد کو دوست نہیں بناؤں گی۔ بولو منظور ہے دوستی؟

میں نے مسکرا کر کہا: نیکی اور پوچھ پوچھ؟ میں تو جن دن کہ جی تم پر عاشق ہو گیا تھا۔

وہ ایک دم سے چکر کر بولی: اے خوار مجھ سے عشق نہ جتا۔ دوستی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تم پر عاشق ہو گئی ہوں اور تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ محبت ایک مختلف جذبہ ہے جو میرے دل میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہاں دوستی مجھانے کی کہ شش کون کی؟

ہم اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ وہاں مرزا کے اکل اور دوسرے رشتہ داروں نے اس جی کے متعلق سوالات کیے۔ مرزا ایک جگہ بیٹھ کر ساری رواد سننے لگی۔ اس نے بتایا کہ چہرے کے لیے بہت زیادہ محبت پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے اسی گھڑی فیصلہ کر لیا کہ اسے ماں کی گورنہ خدائیں کرے گی۔ لہذا اس نے اپنی گورنہ جاکر واپس کر دیا ہے۔

مرزا کے اس اقدام پر سبھی لوگ خوش تھے اور اسے مبارکبادیں دے رہے تھے اور اس کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے کہ اگلے دن جاؤ تو بخدا وہ اپنے کیے کی سزا خود بخدائے گا۔ تم نے اپنی گورنہ کی ماں کی گورنہ واپس پیچ کر بہت بڑی انسانیت کا ثبوت دیا ہے۔

پھر دیر تک وہاں باہم کرنے کے بعد مرزا تنہائی ملے ہی مجھ سے کہنے لگی: یہ سب کچھ تو ہو گیا لیکن میں اس بخدا سے انتقام کیسے لوں گی؟ بات سے ہے کہ یہ بیرک جائے گا اور میں بیرک پیچ کر اس کی ایسی موت کروں گی کہ وہ زندہ دو کر نہ سکے۔ یہ کہہ کر وہ کی نقا کر تلبے کا لیکن اب میں کیا کروں؟ میں تجھ میں نہیں آتا۔ وہم جی۔ سکر سامنے ہے اور مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا ہے۔

میں نے پوچھا: تو پھر کیا جاہتی ہو کیا اس کی حرمت کی جائے؟

"مشکل تو یہ ہے کہ وہ بوڑھا ہے۔ مجھ سے کمزور ہے۔ اس پر ہاتھ اٹھانے وقت میرا دل بھ پر ملامت کرے گا۔"

کیونکہ خود پر ہاتھ اٹھانا دلیری نہیں ہے۔ دوسری طرف اس کا جوان بیٹا ایک بیڑہ ہے۔ مانا کہ وہ ایک اچھا فائر ہوگا لیکن پھر بھی وہ میرے سامنے بچہ ہی ہے۔ میں اس پر بھی ہاتھ نہیں اٹھانا چاہتی۔ وہ تو ایک دو ہاتھ میں ہی زمین پر لیٹ جالے گا۔

اچھا تو تم یہ چاہتی ہو کہ بچا دیکھو اور ذہن میں مبتلا کیا جائے اور اسے تڑپا یا جائے۔ اس طرح کہ اس پر ہاتھ اٹھانے کی بھی نوبت نہ آئے۔

وہ عرض کر رہی تھی کہ میں یہی چاہتی ہوں۔ ابھی تمھاری بات سن کر یہ بات ذہن میں آئی کہ تم بیٹی چیتھی کے ذریعے ایسا کر سکتے ہو۔

ہوں۔ میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا کہ میں بچا اور کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر سکتا ہوں لیکن تمھاری تشفی کیلئے ہوگی کیونکہ انتقام اسی کو کہتے ہیں کہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دشمن کے تڑپنے کا تماشا دیکھا جائے۔

مرجان نے تائید میں سر ہلا کر کہا کہ یہ بات تو ہے۔ میری تسلی اسی وقت ہوگی جب میں اپنی آنکھوں سے دشمن کو بڑیاں دیکھ دوں کہ وہ میرے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ بیٹی چیتھی کا یہ تماشا دیکھ لے؟

”مکن نہیں ہے کیونکہ ایک وقت میں میں دو کام نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ کہ بیٹی چیتھی کے ذریعے اوجھ میں بنادوں کو اپنا معمول بنادوں اور اوجھ میں وہ تماشا دکھاؤں یاں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جب بنادوں کو اذیتیں اٹھانے لگے تو تم فون کے ذریعے رابطہ قائم کر دو۔ چیتھی پتہ پس جانے کا کہ وہ کس کمرے کے گرد رہے۔ اس کے علاوہ کل صبح تم پھر کبھی پانے سے اس کے گھر چل جانا۔ میں وہاں تمھارے سامنے اس کے تڑپنے کا تماشا دکھاؤں گا۔ اس طرح تمھاری تسلی ہو سکتی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ کل صبح کی بات کل دیکھی جائے گی۔ ابھی تو اس غم بخت کو ذرا سابق سکھاؤ۔ وہیں تھوڑی دیر بعد فون کر کے اس کی خیریت پوچھوں گی۔“

میں نے کہا کہ اچھا، ذرا دیر کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ میں اب بنادوں کے پاس پہنچ رہی ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے چپ سا دھلی اور بنادوں کے داغ میں پہنچ گیا۔ مرجان تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی۔ وہ کہہ کر میری طرف دیکھ رہی تھی۔ چہرہ میں اسے کتا چلو

ہو گیا۔ اب تم ڈرائنگ روم میں جا کر ٹیلیفون کے رابطہ قائم کرو اور اسے بتاؤ کہ تم مرجان بل رہی ہو۔ اس وقت وہ لوگ تھیں بہت یاد کرتے ہیں۔

اس نے میری رائے پر چھا۔ ”جیسے تمھیں یاد ہے کہ میں نے بیٹے ہونے کے لئے اس لیے کہ ابھی تمھیں دیر پہلے تک بخیر اور بخیر نام لے لے کر دیا ہے۔“

تھا اور اپنے گناہوں کا اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ مرجان میری بیٹی نہیں ہے۔ میں وہ لڑکے کے لالچ میں اسے اپنی بیٹی بنا چکا ہوں۔ میں کتنا غمزدگت ہوں۔ یہ کہتے کہتے وہ کئی بار دواڑ سے سرکھٹا چکا ہے۔ اس کا جوان بیٹا جو ایک بیڑہ ہے اسے بار بار سنبھال رہا ہے۔

وہ خوشی سے میرا ہاتھ چمک رہی تھی کہ تم بھی میرے دہان چلو۔

میں نے اس کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کو رکھتے ہوئے کہا کہ اگر تم اسی طرح میرے ہاتھ کو چمک رہی ہو تو تمھارے ساتھ جہنم میں بھی جانے کے لیے تیار ہو۔

اس نے ایک ایک پسیرے کے ہاتھ کو چمکایا اور پھر بولی کہ زیادہ شوخی نہ دکھاؤ۔ چلنا ہے تو چلو۔ یہ کہہ کر پاؤں چمکتی ہوئی ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگی۔

ابھی اس کے پیچھے چلنے لگا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے ٹیلیفون کا دسیور اٹھا یا اور بنادوں کا فون اٹھ کر فون کرنے لگی۔ اتنی رات ہو گئی تھی کہ گھر کے دوسرے افراد اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو گئے تھے۔ صرف ہم دونوں ہی ایسے بے سمان تھے کہ میرا فون کو سلا کر جاگ رہے تھے۔

ٹیلیفون کا رابطہ قائم ہونے ہی میں ان دونوں کی باتیں سننے لگا۔ مرجان نے سب کو کہہ کر پوچھا لیکن ہلا؟ دوسری طرف سے بیگم بنادوں کی آواز سنائی دئی۔

”میں بیگم بنادوں ہوں۔ تم کون ہو؟“

مرجان نے کہا کہ ابھی مجھے زبردستی چمکانا۔ ابھی میں نے سنا ہے کہ جب کوئی بہت زیادہ کسی کو یاد کرنا ہے تو سب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسے بہت چمکانا آتی ہے۔

میں نے یہی معلوم کرنے کے لیے فون کیا ہے کہیں تمھارا بچہ مجھے یاد تو نہیں کر رہا ہے؟

بیگم بنادوں نے چونک کر کہا کہ اسے تم تو وہی لڑکی مہکا نام ہے تمھارا۔ ہاں یاد ہے مرجان! ابھی مرجان مرجان کہہ کر میرے شوہر دلدار سے سرکھٹا ہے۔

مرجان نے کہا کہ جب وہ مرجان کہہ کر دواڑوں سے نکلے گی۔ میں تو انھیں مرجان سے دوہرے میں پریشان ہوتی ہوں۔

بیگم نے کہا کہ میں نے منہ میں خاک نہ کیوں مریں۔ مرجان!۔

مرجان نے کہا کہ میں مر گئی۔ یہ کہہ کر اس نے دسیور کو پھینک دیا۔ پھر مجھے بلایا۔ اب ڈراؤ دیکھو تو کہہ کر کہا کہ حال ہے؟ میں نے بیگم کے داغ میں بھاگ کر دیکھا کہ وہ فون کا رابطہ ختم ہونے پر پھٹک رہی تھیں۔ کیونکہ انھیں مرجان کی ضرورت تھی اور وہ مجھے میں مرجان سے ایسی بات کہہ گئی تھیں جس سے دوستی نہیں ہو سکتی ہے۔ بیگم کے بڑے بیٹے نے زبردستی پوچھا کہ اتنی کیا بات ہے۔ میں کا فون تھا۔

آپ کے کس دہی قیس؟

سے بیٹا۔ میں کیا باتوں میں مرجان کا فون تھا۔ مجھے کچھ یاد ہے۔ مجھے میں کہہ ادا کہہ گئی ہوں۔ اب اس نے اوجھ سے دسیور رکھ دیا ہے۔ میری کچھ باتیں اس کا اس سے کیے رابطہ قائم کروں اور اسے کیے یہاں بلا جائے؟

زبردستی کہ اتنی آپ کو تو بڑی جلدی ختم آجاتا ہے۔ مسرت نہ تھی سے کہ اپنا چاہے تھا۔ آپ جانتی ہیں کہ ادا کی حالت کوئی جا رہی ہے۔ یہ دماغی مرض ہے جس سے ان کا علاج کوئی داکٹر نہیں کر سکتا۔ شاید مرجان کو یہ کہہ دے کہ اس نے ان کے گناہوں اور غلطیوں کو معاف کر دیا ہے۔ تو ان کے ضمیر کو اطمینان ہوگا۔ ادا کو دماغی سکون ملے گا۔

”بیٹا میں تو یہی چاہتی ہوں کہ کسی طرح تمھارے باپ کو آرام آجائے۔ لیکن میں کیا کروں؟ بس بوکھڑے ہیں اسے بڑھایا ہے۔“

”دوسرے بیٹے مسرت نے بھی اپنی ماں کو فلاح سمجھتے ہیں کہ ادا کیسے وقت مرجان سے بھی بات کر کے چاہے ہیں۔ پھر شاید سنا کہ ادا ٹھیک ہے۔ میں یہاں فون کے پاس بیٹھ رہی ہوں۔ اب اگر ادا اسے تو یہی ہی اسے ایڈکٹ کر دے گی۔“

میں نے مرجان سے کہا کہ اس وقت شاید بیٹی فون کے پاس بیٹھ ہوئی ہے۔ وہاں تمام گھر والوں کو یہ توقع ہے کہ شاید تم انھیں بھڑکانو گی۔

مرجان نے فون دسیور پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ میں شاید اسے ٹھیک کرتی ہوں۔

میں نے دسیور پر مرجان کے ہاتھ کے چر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ

میں نے دسیور پر مرجان کے ہاتھ کے چر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ

میں نے دسیور پر مرجان کے ہاتھ کے چر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ

”میں ہیرا دل میں نے چل رہا ہے کہ میں اپنی ہی سے بات کروں۔ میں اس کے سامنے نہیں جا سکتا اور نہ ہی اپنی اپنی چہرہ دکھا سکتا ہوں۔“

”کہاں اس سے کسی ہاتھ لگے تو کہہ دوں گی۔ میں نے معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ میری دواڑ میں گئے کسی بیٹی کی صورت میں چھائی کی حشر سے قبول کرتی ہے۔“

یہ کہہ کر میں نے دسیور ادا کو بڑا ڈاک کیا۔ دوسری طرف سے شامینہ کی دواڑ آواز سنائی دی۔ ہیرا دل میں چل رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ ادا کی بیٹی کتنے شامینہ بل رہی ہو۔

اس نے پوچھا کہ بی بی ہلا، آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔ آپ کوں ہیں؟

میں نے بے سہارے کہا کہ میری بہن اپنے بچے کو بے سہارے بھائی جان کی آواز پہن سکتی ہو تو پھر ان کو لود تلو کر میرا ہم کیا ہو سکتا ہے؟

دوسرے طرف گنگی دوسرے طرف میں پوچھی۔ اس کا دماغ میری طرف پرتا رہا۔ اس کا بچہ ادا بھائی میں ہی تھا۔ چہرہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی کہ میرے ایک ہی بھائی جان ہیں۔ ادا میں فرداد علی بیگم۔ آپ کوں ہیں؟

”میں وہی ہوں۔ بی بی، میں نے کتنی بھائی جان کو بھائی پاتا رہا۔ میں وہی ہوں شامینہ۔“

بولو تو میں اپنی ادا بھائی میں ہوں۔ میں نے اس کے سامنے کیسے بتا دیا۔ اور میری بہن نے کتنی شدت سے چاہی تھی؟

وہ میری بات سننے سے دوہرے میں ہونے لگی تھی۔ اسے ایک ایک واقعہ یاد آ رہا تھا کہ اس کی سہیلی کی میری بی بی جان کو پھر کیسے ظلم کرتی تھی۔ جب شامینہ بڑی ہوئی تو میرے اور اس کے مقدس سار پر تہمت لگائی گئی۔ میں نے ان کی طرف دیکھنے کی لاسوری طور پر کوشش کی۔ لیکن میرا ہاتھ ادا کی طرف سے پھرا رہا تھا۔ ایک بات

زبردستی آواز سنائی دی۔ وہ شامینہ سے پوچھ رہا تھا کہ ایک بات شامینہ فون پر کون ہے؟

شامینہ نے دسیور کے مالوٹھ میں ہاتھ دھک کر کہا کہ ایک صاحب خود کو میرا چھائی بتا رہے ہیں۔ یعنی فرداد بھائی، اور وہ میرے پاس ہی ایک ایک بات مجھے یاد رہے ہیں۔ ان کے لب و لہجے سے بھی ایسا پتہ چلتا ہے کہ وہی گم شدہ آواز ہے۔ ایک حشر سے کہہ رہی تھی میرے کان میں یہ ہے؟

زبردستی کہا کہ یہ باتیں میں یہ جانتی ہو۔ بھائی کی خدمت میں کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ کوئی غلط آواز نہیں ہو سکتا ہے۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جو شخص تم سے ابھی فون پر بات کر رہا ہے۔ وہ قہقراہ بھائی جان فرداد علی ہے۔ لادو بیگم مجھے وہ میں بات کرتا ہوں۔“

یہ کہہ کر اس نے ریور سے لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے فون پر کہا: "زیر میرے مخاطب نہ کرتا میں خبر دیکھتے ہوئے اتنی دیر بیٹھے۔ ہوئے یہ کہ کچھ باتوں کی بات تھیں شاہینہ کے سامنے بے یقینی۔ ظاہر کیے کہ تو جس فون پر بات کر رہا ہے۔ اس کے پاس فریاد علی تو ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ اور یہی بات کرنے کے لیے تم نے ریور شاہینہ کے ہاتھ سے لیا ہے۔ اب تم خود ہی سوچو کہ باتیں بکھے کیسے معلوم ہو سکتی ہیں۔ یہ تو صرف فریاد علی تیور ہی جان سکتا ہے۔"

زیر نے فون کا ہوک کہا: "جی ہاں، آپ درست فرماتے ہیں آپ کی باتوں سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ ہی فریاد علی ہیں لیکن آپ اتنی دیر کیوں ہیں، آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے۔ ہمارے پاس آپ کی تصویر ہے۔ اگر آپ کو شاہینہ سے پھر سے ہوئے کافی مدت گزر چکی ہے، تاہم تقریر سے آپ پہچانے جاسکتے ہیں۔" میں نے کہا: "زیر میری تو بخوبی ہے میں سامنے نہیں آسکتا اگر آؤں گا تو تم مجھے پہچان نہیں سکو گے۔ اس لیے کہ بلا شک سر جری کے ذریعے میرا چہرہ بدل گیا ہے۔ کوئی یقین نہیں کرے گا میں ہی فریاد علی ہو رہوں۔"

زیر نے پوچھا: "اب اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ بلا شک سر جری کے ذریعے آپ کا چہرہ بدل گیا ہے؟" تم کہتے ہو کہ تم جابو گئے۔ ابھی تو میں نے یہی پہچانی کہ ایک ظاہر کیا ہے اس سے پہلے تو ہمارے ابا جان، دوا دل سے منکر اور جابو کے نام کا ذکر کر رہے تھے۔ تو اس میں بھی میری یہی پہچانی کا ہاتھ تھا میں ہی انہیں یہ سزا دے رہا تھا۔"

"کیا آپ نے۔ آپ سزا دے رہے ہیں میرے ابا جان کو؟ مگر کیوں؟"

"اس لیے کہ انہیں جتنی بھی سزا دی جائے۔ جتنی بھی اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔ انہوں نے مر جانا پر ایسے مظالم ڈھائے ہیں۔ اور اس کی انکار کیا۔ انہوں نے کہا ہے۔ اس طرح میں کیا ہے کہ تفرقت اسے گوارا نہیں کر سکتی کسی بھی مذہب آدمی کو ہمارے باب سے باتیں کرتے ہوئے شرم آئے گی۔ میں تمہیں شرم دیتا ہوں جو سکو باب اور بیٹے کے رشتے کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ایک مصنفین کو پوچھ کر تمہارے باب کو کیا سزا ملنی چاہیے سزا کے بارے میں سوچو اور انصاف کو ملائی کی توقع نہ رکھو۔ کیونکہ مر جانا انہیں کسی صورت میں معاف نہیں کرے گی۔"

"اگر آپ وہی ہمارے فریاد علی ہیں تو یہاں انکر باتیں کریں تمام باتیں سہرت سے ہو جائیں گی؟"

"نہیں زیر میری وہ جی جو یہاں ہیں جس کی وجہ سے میں

ابھی نہیں آسکتا۔ پہلی بخوبی یہ ہے کہ تمہارے باب کی خودی میں میں اور مر جانا تم کو لوں سے ملاقات نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہی کا رشتہ ایسا ہے کہ فریاد علی کو گے گے گڑ گڑاؤ گے انسانی سموری کا واسطہ دو گے تو میں کسی حد تک شاہینہ کی خاطر نرم پڑ جاؤں گا۔ مگر مر جانا بھی نہیں مانے گی۔ وہ انتقام لے گی۔ اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک انتقام کے تسلی کی سوتیلی رہے گی میری دوسری بخوبی یہ ہے کہ میرے پاس میرا اپنا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ مجھے نہیں ہے کہ میں بہت جلد اپنی اصلی صورت میں لوٹ آؤں گا۔ مجھے اس کا انتظار ہے۔ اور میں دن ایسا بگاڑا ہوا ہوں کہ اس دن میں سب سے پہلے اگر یہی شاہینہ سے ملوں گا۔ اس کے بعد یہاں اور بھی رشتے والے دوست و احباب ہیں۔ سبھی سے ملاقات کرنا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنے کے لیے مجھے دوبارہ بلا شک سر جری کو ماننے کے لیے۔ پیر کر جانا ہو گا۔ پیر کر کے میں بہت جلد واپس آؤں گا۔ تم شاہینہ سے ملاقات ہو گی۔"

شاہینہ اپنے شوہر کے سر سے سر جوڑے ہوئے ریور سے کان لگا میری باتیں کر رہی تھی۔ اس نے جلدی سے ریور اپنے پاس میں لے کر کہا: "بھائی جان! آپ کو کوئی بھی ہوں میں آپ کو کھانی چاہتا ہوں۔ کچھ کو مخاطب کر رہی ہوں۔ اور آپ کی باتوں سے یہ اندازہ لگا رہی ہوں کہ آپ میرے سر صاحب کو اذیتوں میں مبتلا کرنے کے اندر کڑا رہے ہیں۔ اگر آپ واقعی میرے بھائی ہیں۔ تو میں آپ سے اپنی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ یہ درخواست کرتی ہوں کہ انہیں پہچانیں۔ اگر آپ انہیں مر جانا کی دشمنی سے محفوظ نہ رکھا تو جب بھی آپ اپنی اصلی صورت کے ساتھ میرے سامنے آئیں گے تو میں آپ سے باتیں کر دوں گی۔"

زیر نے دھیمی سرگوشی میں شاہینہ سے کہا: "تم بھائی سے کہو کہ وہ یہاں انکر باتیں کریں۔ ان کی صورت خواہ چھٹی بھسی کیوں نہ ہو۔ ہم انہیں فریاد علی بھائی سمجھ کر ہی باتیں کریں گے۔"

شاہینہ نے یہ سنتے ہی ریور پر مجھ سے کہا: "بھائی جان! میں آپ سے یہی کہنے کے لئے ہند کرتی ہوں کہ آپ اسی وقت میرے پاس ملنا ہیں۔ میں آپ سے دوبارہ باتیں کر دوں گی۔ آپ کا الکار نہیں سنوں گی۔ اور انکار کرنے سے پہلے میں ریور دکھ رہی ہوں۔ میں آپ فوراً پہلے آؤں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریور دکھ دیا۔ میں اپنے ریور کو دیکھنے لگا۔ مر جانا نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

میں نے اسے بتایا: "شاہینہ ہند کر رہی ہے۔ اور مجھے اپنے پاس بلا رہی ہے کبھی سے کہ دیر ہو چکی ہے۔"

مر جانا نے کہا: "باتیں خواہ کچھ بھی ہوں۔ رشتہ کنائی نازک ہو کر کنائی مقدس ہو۔ بلا کھنا فریاد میں انتقام لینے سے باز رہیں

اگر جی

میں نے اثبات میں سر ملاتے ہوئے کہا: "میں جانتا ہوں۔ نہ سے مزاج کو ایسی طرح سمجھتا ہوں۔ تم انتقام کو توئی تمہارے لئے میں حال نہیں ہوتا ہوں گا۔ جولوہم اسی وقت چلتے ہیں۔۔۔ بچنے میں کہ ہماری یہ بحث نہیں ہے۔ اور تمہارے انتقام ہانکس طرح حل ہو سکتا ہے۔"

میں دو دن ڈرائنگ روم سے باہر آئے۔ کار پورج میں لڑی ہوئی تھی۔ ہم اس میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ اسی وقت ایک کمرے کی کھڑکی کھلی پھر مر جانا کے انکل کی آواز سنی۔ وہ کیا بات ہے۔ تم دونوں کو پسند نہیں آ رہی ہے۔ اتنی دات پھر کہاں جا سکتے ہو؟"

مر جانا نے کہا: "انکل آپ آرام سے سوتے رہیں۔ مگر نہ کریں۔ مگر یہی آپ جانتے ہیں گے۔ ایک ضروری کام سے جا رہے ہیں۔" یہ کہہ کر مر جانا نے مجھ سے اسٹیزنگ سیٹ پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ میں نے انکار کر دیا۔ "تم نہیں تم کار بلاؤ گی اور میں ذرا خیال خانی میں مصروف رہوں گا میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ بختور کیا کر رہا ہے۔"

مر جانا کار ڈرائیو کرنے لگی۔ میں تھوڑے دماغ میں پہنچ گیا کہ وقت تو بڑی فزائنگ روم سے اٹھا کر اپنے کمرے میں گئے ہوا تھا۔ اور کہہ رہا تھا: "مجھے ضروری کال کر لے۔ کوئی میرے کمرے میں نہ آئے۔"

یہ کہہ کر وہ فونی فون کو اپنے بیڈ روم میں لے گیا۔ پھر اس کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ ریور اٹھا کر فون ڈال کرنے لگا۔ لیکن کوئی تیار ہی نہیں کر اس کے لئے وہ مر جانا کے لیے بہت ہی خوفناک ہیں۔ اس کا ایک دوست تھا جو اس کی طرح شرابی کبابی تھا۔ اور بڑا مٹھلا تھا۔ ان کا مٹھلا کپڑا کرنے والا وہ دوست مجھے خاصے لباس پہنا کر رکھتا تھا۔ اب بختور اپنی فزائلی کی خدمات میں مل کر رہا تھا۔ اور اپنے دوست کو سمجھا رہا تھا کہ اب سے تقریباً آدھے گھنٹے بعد انکل کو جابو دلطوف سے گھیر لیا جائے اور مر جانا نام کی لڑکی اس کے ساتھ ہو کر کوئی بھی ہوگا۔ دو دن کو گھیر کر یا تو ختم کر دیا جائے یا اس کی طرح اغوا کیا جائے۔ اس طرح کہ ان کی گرفت میں نہ آسکیں کہ لے کر وہ مر جانا سے منٹ لے گا۔

میں نے بختور کے شرابی دوست کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ یہ ریور کرنے کے بعد دوبارہ لے اٹھا کر اپنے غنڈوں کے بعد مر جانا سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد ان کے اس لڑکوں کی حکمت و حیا کو بخیر یاد رہا تھا۔ اس لڑکے کو رابطہ سے میں غنڈوں کے اس لڑکے کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ لیڈر اب اپنے غنڈوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے گھر سے نکل پڑا تھا۔ میں نے مر جانا سے کہا: "ذرا لمبے رستے سے کوٹھی کی طرف چلیں اتنی جلدی کو کوٹھی میں نہ پہنچیں کیونکہ معاملہ نازک نہیں ہو رہا جا رہا ہے۔"

مر جانا نے پوچھا: "کیسا معاملہ؟ شگفتگی کی کسی ہے؟" میں نے انہیں تفصیل سے بتاؤں گا۔ ابھی ایک بھاشا کا تعاقب کر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر خواہش ہو رہی ہے۔

یہ کہہ کر میں پھر اس لیڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ اپنے ایک ماتحت کے گھر پہنچ کر اس سے باتیں کر رہا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے دو چار ساتھیوں کو بلا کر لے آئے۔ میں ان دونوں کے یعنی کر لیڈر اور اس کے ماتحت کے دماغوں میں بار بار بادی جھانک رہا۔ وہ لوگ جہاں جہاں گئے اور جہاں سے رابطہ قائم کیا ان تمام لوگوں کے دماغوں کو پہچاننا ہوا اور ان کے دماغوں میں سمجھنے کے لیے جگہ بنانا۔ پھر یہ نہ دماغی طور پر کار میں حاضر ہو کر مر جانا سے کہا: "میں اب کوٹھی کی طرف چلوں گا۔ میں کیلے۔"

اس نے گاڑی کا رخ کوٹھی کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ "اب بتاؤ کیا بات ہے؟"

میں نے اسے ساری باتیں بتائیں کہ بختور کس طرح ہمارے اطراف حال بھجھا رہا ہے۔ مر جانا نے کہا: "وہ بڑا ہی کمینڈر آدمی ہے اس کا بیٹا اداس کی بہو اس کی جان بچانے کی خاطر ہمیں صلح کے لیے اپنے پاس بلا رہے ہیں اور وہ بد معاشی سے اب بھی باز نہیں آ رہا ہے۔ اب بتاؤ کیا ارادہ ہے؟"

"بس چلتی چلو، ہم ان کی کوٹھی میں جا سکیں گے دیکھیں گے کہ وہ ہمارا کیا دنگا لٹے ہیں؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "واہ مزہ آگیا۔ مجھے ساقی بھی ملا ہے تو میرے ہی عیسیا جی دابے جب جان بوجھ کر خطرات میں چھلانگ لگاتی جاتے ادا لیتے وقت اپنے ساتھی کی حمایت بھی حاصل ہو تو مزہ آجائے۔"

ہماری کار کو کوٹھی کے پورج میں پہنچ کر رک گئی۔ مر جانا نے کار کا بارن دیا۔ پھر ہنگامی سے نکل آئے۔ ہان کی آواز سننے ہی شاہینہ غصہ کی ہوئی باہر آئی۔ اس کے پیچھے زیر بھی تھا پھر وہ مر جانا کے ساتھ مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ ایک جگہ کھڑی رہ گئی۔ اچھے سوائے نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے انتظار تھا کہ اس کے فریاد علی جان آجے ہیں۔ تصویر میں وہی فریاد علی تھا جو تصویر میں نظر آ رہا تھا۔ مگر مجھے دیکھتے ہی وہ مایوس ہو کر میں

اس کے لیے اجنبی تھا۔ میں نے براہ راست کی میز پر بیٹھتے ہوئے کہا: "شاہینہ! میں تمہارا بھائی ہوں۔ میں نے کہا تھا نا کہ مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ میرا حال مجھے اس کا گھر نہیں ہے۔ یہ بھتیجی بھی جو بیوی ہے جب تم مجھے میرے اصل پر سے کے ساتھ دیکھو گی تو اس آئندہ تک میں اپنے بھائی جان کے سینے سے آکر لگ جاؤ گی۔"

وہ گہری بخمگی سے بولی: "میں اپنے بھائی جان کے لیے تڑپ رہی ہوں جب بھی میں آپ کے گھر سے پر اپنے بھائی جان کا چہرہ دیکھوں گی تو وہ دن میری زندگی میں سب سے زیادہ خوشی کا دن ہوگا۔ اس سڈ میں آپ کے دھڑکنے والے سینے میں باپ کی دھڑکنیں محسوس کر دیں گی۔ آپ کی آنکھ میں پہنچ کر ان کی گود میں پہنچ جاؤں گی اور آپ کا پیار ایک بھائی کا ہندسہ بیاہ ہوگا۔ اس دن کا انتظار کرنے کے لیے ہمیں صبر کرنا چاہیے۔ آئیے اندر تشریف لائیے۔ وہاں گھر کے دوسرے لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔"

زیر نے بھی ہاتھ کے اشارے سے اندر چلنے کے لیے کہا: "میں اور مرزا خانہ نہر شانہ چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ وہاں بچا اور اس کی بیوی ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس صوفے کے پیچھے ان کا قد آدمی ایک بیٹھ رہا کہ بر دوں ہاتھ دیکھے بڑی شان سے کھڑا ہوا تھا۔ میں اور مرزا خانہ کے بالکل سامنے مگر ان سے دھڑلایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ زیر نے کہا: "یہاں ہم دوستانہ ماحول میں بائیں کریں گے اور بھگوانا انہوں کی طرح مٹائی جھگڑنے سے پرہیز کرتے ہوئے کوئی ایسا راستہ نکالیں گے کہ جس سے مرزا خانہ کی بیگم سلی ہو جائے۔"

مرزا خانہ نے کہا: "میری تسلی اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ میرے انتقام کی آگ نہیں بجھے گی۔" زیر نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا: "ابھی آبا جان ہم سے کہہ رہے تھے کہ وہ اتنی دیر تک دیوار سے سر ٹکراتے رہے تھے اور مرزا خانہ کا نام لے کر چیختے رہے تھے تو یہ کوئی شیل پیچیں کا کمال نہیں تھا۔ آپ فرماؤ گی تو یہ نہیں ہیں بلکہ آپ لوگ یہاں ہمیں دھوکا دینے کے لیے آئے ہیں، اور اسی لیے بیٹیفون پر بھی ہم سے صلہ طبع قائم کیا تاکہ ہم جو ہو ہو کر آپ لوگوں کو یہاں بلایا میں۔" میں نے پوچھا: "اگر یہ شیل پیچیں کا کمال نہیں تھا تو بھگوانا آبا جان دیواروں سے سر ٹکراتے ہوئے تھے؟" بھگوانہ نے کہا: "میں بتاتا ہوں۔ میں شام سے بہت زیادہ بڑی رہا تھا اور مجھے بہت زیادہ نشہ ہو گیا تھا۔ اس

نشے کی وجہ سے میں نے ایسی حرکتیں کی ہیں۔ اگر تم واقعی فلاح علی تیسو ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔" شاہینہ نے کہا: "ہاں بھائی جان اگر آپ واقعی میرا بھائی جان ہیں تو کوئی ایسا ثبوت پیش کریں جس سے مجھ میں سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔"

میں نے کہا: "میری بہن! میں نے اگر ضرورت محسوس کی تو ضرور ثبوت پیش کر دیں گا۔ فی الحال یہ مجھے لو کہ میں فلاح علی تیسو نہیں ہوں۔ ایک عام سا آدمی ہوں اور میرے ہاتھ پر ایک عام ایڑی لڑکی ہے جو منظر ہے جس پر بچاؤ نہ مل سکے۔ ہم فریادی بن کر آئے ہیں اور انصاف چاہتے ہیں۔ تم لوگ شرافت مہذب اور انسانیت کی حدود میں رہ کر کیا اٹھاتے ہو؟ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

زیر نے کہا: "آپ لوگوں کو قاتلون کہنے لگے ہیں۔ آپ لوگ میرے آبا جان کے خلاف جو بھی قدم اٹھائیں گے وہ فراقی ہوگا۔ آپ لوگوں کو دلہا میر سے کام لینا چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ قاتل کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ جو بھی مرتا ہے وہیسا مرتا ہے۔" مرزا خانہ نے کہا: "میں ظالم کرتا ہے، مگر بھگوانا نہیں ہے۔ منظر کی زندگی وہ بھگوانا کرتا ہے۔ میرا آج بیس برس ہونے کو آئے۔ آج تک تمہارا باپ میرے پیچھے بڑا رہا۔ اور کم دین کے ذریعے معلومات حاصل کرتا رہا۔ بات کرنا کسی طرح مجھ تک پہنچ جائے اور مجھے کسی طرح اپنی بیٹی بنا کر میری دولت اور جائیداد پر قبضہ جالے۔"

زیر نے کہا: "باتیں ہم تمہاری زبان سے پہلے بھی سُن چکے ہیں۔ اسے بار بار دہرائے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف اتنا بھی چاہتا ہوں کہ قاتلون کے مطابق تم لوگوں کو کسی بھی شریف گھر میں گھس کر ایسی کوئی نادر باجرت نہیں کرنی چاہیے اور تمہارے بزرگوں سے کوئی سختی نہیں کرنی چاہیے۔"

میں نے کہا: "زیر! اگر تمہارا انصاف یہی ہے کہ تمہارے باپ کو قاتلون قدرت پر چھوڑ دیا جائے تو کیوں تمہارے باپ کا فیصلہ قاتلون کے مطابق کیا جائے۔ تمہارے باپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے ساتھ ساتھ ہانوس شادی کی تھی اور مرزا خانہ کی بیٹی ہے۔ یہ اپنا تجربہ ہی بیان نہیں ہے۔ ہم عدالت میں یہ ثابت کریں گے کہ یہ غلط ہے اور بھگوانا کے تحت مرزا خانہ اس کی والدہ کی زندگی برباد کر رہا ہے پھر قاتلون کے مطابق جو سزا ہوگی تو وہ قاتلہ کی تم دیکھ سکو گے؟" شاہینہ نے کہا: "اسی جی چوڑی بائیں کرنے کا کوئی

نائدہ نہیں ہے۔ آپ لوگ اپنے اپنے تحفظ کے لیے اور اپنی اپنی باتوں کو جان بوجھ کر دینے کے لیے بڑی بڑی ٹھیک کر سکتے ہیں میں تو صرف اتنا چاہتی ہوں کہ تمہارے درمیان یہاں مجھوتے کی بات ہوئی چاہیے۔"

"شاہینہ! تم میری بہن ہیں۔ میں تمہارے کہنے پر شاید بچاؤ کو معاف کر دیتا اور مرزا خانہ بھی یہی سوچتا ہے۔ بڑا جانی نہیں ہتھیں نہیں معلوم ہے کہ یہ بڑا شخص کس قدر چالاک ہے۔ تم لوگوں نے یہیں یہاں صلح کے لیے بلایا ہے اور یہ شخص ہمیں غڈوں کے ذریعے گھر کر ہماری جان لینا چاہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ تھوڑی دیر پہلے یہاں ڈرائنگ روم سے ٹیلیفون اپنے کمرے میں نے جا کر کس سے باتیں کر رہا تھا اور کس طرح غڈوں کو تمہارے لیے ہدایات دے رہا تھا؟"

میری یہ بات سننے ہی بچاؤ کو تک سیدھا ہو کر صوفے پر بیٹھ گیا اور بے چینی سے پہلو ہٹنے لگا۔ زیر نے پوچھا: "آبا جان! کیا یہ سچ ہے؟"

بھگوانہ نے ٹھٹھائی سے کہا: "یہ جھوٹ ہے۔" میں نے کہا: "زیر! تم اور منصور باہر جا کر دیکھو اس وقت تمہاری کوٹھی کے چاروں طرف غڈے اور بدعاش پھیلے ہوئے ہیں اور یہ سب تمہارے باپ کی طرف سے آئے ہوئے ہیں۔"

اسی وقت ڈرائنگ روم میں ایک فوجانہ لڑکی داخل ہوئی۔ وہ بچاؤ کی بیٹی تھی۔ بیگم نے اسے دیکھتے ہی کہا: "سلی! میں نے تمہیں منگے کیا تھا کہ تم ڈرائنگ روم میں نہ آنا۔"

سلی نے آگے بڑھتے ہوئے اور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "میں اپنے کمرے میں رہ رہی ہوں۔ میرے دل میں بے چینی تھی کہ ذرا فریاد علی تیسو کر دیکھوں۔ مگر یہ عذاب تو کوئی اور ہیں۔"

زیر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "ابھی بات ہے؟ میں باہر جا کر دیکھتا ہوں کہ غڈے وہاں موجود ہیں یا نہیں؟" وہ جانا ہی چاہتا تھا کہ بچاؤ نے ڈانٹ کر کہا: "زیر! یہاں محکمہ دیتا ہوں کہ تم ڈرائنگ روم سے باہر قدم نہیں نکالو گے۔"

زیر نے کہا: "مگر کیوں آبا جان! اگر تصدیق کر لی جائے تو کیا خدا کے کیا آپ نے واقعی غڈوں کو یہاں آنے کی دعوت دی ہے؟"

"ہاں یہ درست ہے۔ تمہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دونوں اب یہاں سے زندہ واپس نہیں جائیں گے۔ میں نے انہیں گھیرنے اور ان کی مرگت کرنے کے پورے انتظام کر لیے ہیں۔"

منصور نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: "آبا جان! آپ نے خواہ مخواہ اتنی زحمت کی۔ آپ کا کیا اس قابل ہے کہ ایسا ان دونوں کی مرگت کر سکتا ہے اور ان کو ایسا سبق سکھا سکتا ہے کہ پھر کبھی آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔"

اس کی بات سن کر مرزا خانہ اپنی جگہ سے اٹھی اور چلتی ہوئی ڈرائنگ روم کے باہر یہاں سے تک گئی، اور اس صوفے کے بند کر کے اندر سے چھٹی چڑھا دی۔ اس کے بعد وہاں سے پلٹ کر بولی: "اس صوفے سے باہر کوئی آدمی اندر نہیں آئے گا۔ منصور! میں تمہارا سانسے ہوں۔ آؤ اور اپنی حسرت پوری کرو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ تم کبھی بچے ہو۔ تم نے ایک سیٹ اپنی کمرے باندھ کر یہ سمجھ لیا ہے کہ بت بڑے ماسٹر ہو۔ جب تک تمہیں بخور کریں نہیں دیں گی، اس وقت تک تمہارے سر سے غم نہیں اترے گا۔"

اگر میں چاہتا اور مرزا خانہ کو اس مقابلے سے روک سکتا تھا کیونکہ منصور کتنی ہی خطرناک فاسٹر ہو، پھر بھی وہ مرزا خانہ کے فولادی جسم سے ٹکرائیں سکتا تھا اور نہ ہی اس کی طرح لڑنے کا تجربہ رکھتا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ منصور کو کچھ سنا چاہیے۔ دندنہ اور زیادہ مغرور ہونا چاہئے کہ مرزا خانہ کے ذہن کو میں بڑھ چکا تھا۔ وہ منصور سے مقابلہ کرنا فتح کرنے کے لیے نہیں، اس کی گونٹ مالی کے لیے آگے بڑھ رہی تھی۔ اس وقت تک وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہو گئے تھے۔ صوفوں کے درمیان کافی جگہ تھی سو وہ بڑی آسانی سے پیڑ سے بدل کر ایک دوسرے پہنچے کر سکتے تھے۔

پھر منصور پیڑ سے بدل بدل کر لڑنے کے پوز بنانے لگا۔ اس کے پوز بنانے کے انداز میں بڑی جاہلیت تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ کچھ بہت ہی خطرناک قسم کا حملہ کرنے والا ہے۔ اس کے مقابلے میں مرزا خانہ بڑی سہولت سے آہستہ آہستہ اس کے جواب میں پیڑ سے بدل رہی تھی۔ پھر اچانک ہی منصور نے کرنا لڑنے والوں کی طرح جیخ مار دی۔ پھر فوڈ بننا ہوا تو یہی سے جڑتا ہوا مرزا خانہ پر حملہ آور ہوا۔ اس نے فائیں ہاتھ کی پھینکیں سے پھر بائیں ہاتھ کی پھینکیں سے متواتر دو چار حملے کیے لیکن تمام حملوں کو مرزا خانہ روکتی چلی گئی اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتی گئی۔ جب

پچھلے ہفتے کی جگہ دہری تو اس نے کیا مگر مصلو کا ہاتھ پکڑ کر دوسری طرف ایک جھٹکے سے گھبرا دیا۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھا بڑی آسانی سے گھوم گیا۔ گھومتے ہی مر جانے اس کی کہ پر ایک زہد کی لات ماری۔ وہ ٹھٹھرتا ہوا آگے کی طرف دوڑ لگتا ہوا صوفے پر بیٹھتی ہوئی اپنی ماں کے آگے جا کر گر ادا اس کا سر ماں کی گود میں بیٹھ گیا۔

مر جانے حقائق سے کہا: ابھی تمہاری عمر یہی ہے ماں کی گود میں ہی رہو تو بہتر ہے۔

وہ کیا رنگی! اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بیٹ کی گونوا نظر سے مر جانے کو دیکھنے لگا۔ پہلی بار حاکم کرتے وقت اس کے شاخ میں یہی بات تھی کہ مقابلے میں ایک لڑکی ہے۔ قہر وہ ہے اچھی ذہنی ڈول والی ہے پھر بھی مولیٰ جیسے وہ جارحانہ شانے جیت ہو جانے کی نیکین اب اسے پتہ چلا تھا کہ مر جانے کتنی ٹھیکر تیلی ہے۔ اس بار اس نے پھر پختہ بدل کر کرکٹ کے بوڑھے بنائے۔ اسی لگتا تھا جیسے پھر کھڑی ہتھیلیوں سے حملہ کرنے کا نیکین کیکلنگ اس نے مر جانے پر چھلانگ لگائی فلائنگ لگ مارنے کا ارادہ تھا نیکین مر جانے نیچے بیٹھ کر اس کو ایک ہاتھ سے ہٹا کر مصلو کا دبا۔ چونکہ وہ فلائنگ لگ کی وجہ سے فضا میں اڑتا ہوا آ رہا تھا چنانچہ اس کے ایک ہاتھ کے معمولی سے ٹھٹکے سے دوسری طرف اڑتا ہوا گیا ادا ایک صوفے سے ٹکراتے ہوئے دوسری طرف الٹ گیا۔

اس کی ماں ایک دم سے سینہ پیٹتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ہاتھ زیر میرے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے تاؤ دلانے کے لیے کہا: "منصور! بڑے شرم کی بات ہے۔ ایک لڑکی سے ہار رہے ہو۔"

منصور ایک دم سے جھجھلا کر خروش پر سے اٹھ ادا صوفے کو چھلانگ ہوا، دوڑتا ہوا مر جانے کو مارنے کے لیے اس طرح آیا کہ غصے میں پختہ ابھی جھول گیا۔ طرانی کے وقت بیٹھا ہونے والے اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے۔ ان کی شامت آجاتی ہے۔ مر جانے نے پھر اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر دوسری طرف گھماتے ہوئے اور لات دیکھ کر کہتے ہوئے کہا: "بائے وقت کے بچے! میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھانا جاتی۔ اگر ایک ہاتھ ہی پر لگتا تو تم سے بروہت نہیں کر سکتے۔ اب باز آ جاؤ اور دیکھو کہ مجھ سے جیتنے کے لیے ابھی تمہیں ایک عمر دیکھا رہے ادا ابھی بڑی مشغول کی مزدور تے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی منصور نے پھر بیٹھ کر پختہ بل کر اس پر چھلانگ لگائی تھی وہ ایک طرف ہٹ گئی۔

منصور پھر فضا میں اڑتا ہوا میرے پاس آ کر گر گیا۔ اس کی بیٹھ چٹکتے ہوئے کہا: "انھوں بائیں۔ ابھی تم جان باقی ہے۔"

اس نے جھجھلا کر ایک الٹا ہاتھ میری طرف گھمایا مجھے مارنا چاہتا تھا نیکین میں پیچھے کی طرف ہٹ گیا۔ اس کا وار خالی گیا۔ مر جانے نے آگے بڑھ کر اس کی ٹانگ پر حملہ کیا اسے پکڑ کر گول پکڑ دینے لگی۔ پکڑ دیتے دیتے اسے فضا میں لپک سے اچھال دیا۔ منصور جھپٹیں مارتا ہوا صوفوں کے دوسری طرف دو جا کر وہاں لٹکے ہوئے ایک فی صوفے سے ٹکرا کر گر پڑا۔ گر پڑا۔ بڑی شدید جوش کی آتی تھیں۔ پھر بھی مر جانے کی رعایت برت رہی تھی۔ اس نے اب تک اپنا ہاتھ نہیں دکھایا تھا۔ وہی صوفے سے ایک بیک کی طرح اسے گھلایا ہی تھی۔ شاہین نے پریشان ہو کر کہا: "مر جانے! بس کرو۔ یہ تو خون خواہش شروع ہو چکا ہے۔"

مر جانے نے کہا: "بس تو تمہارے دیو کی طرف سے پکڑ میں تو بالکل سیدھے مارے انداز میں اپنی جگہ کھڑی ہو گئی۔ تمہارا دیو یہی ایک ایک کر مجھے مارنے آتا ہے۔ تم لوگ اسے کیوں نہیں روکتے؟"

زیر بختا ادا دیکھ سبھی منصور کی طرف دھڑکتے ہوئے گئے ادا سے بھاننے لگے کہ اسے مجھ کو بوجھ سے کام لینا چاہیے میں نے شاہین سے کہا: "میری بہن! تمہاں کے تماشے دیکھ رہی ہو۔ تم نے صلیح کے لیے مجھے بلایا تھا۔ مجھے ہن کے رشتے کا واسطہ دے کر کہا تھا کہ میں تمہارے سسر کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤں لیکن دیکھو، تمہارے سسر نے ہمارے لیے پختہ کی ایک فوج باہر بلا کر رکھی ہے۔ ایسی صورت میں اب تمہاں اپنے الفاظ واپس لینا چاہئیں ادا آئندہ بہن ادا بھائی کے رشتے کا حال نہیں دینا چاہیے۔ میں اس بڑھے، ذلیل آدمی کو ٹھٹھری سی سزا دے کر یہاں سے جاؤں گا ادا تم دیکھ لو گی کہ میں فرماؤں گی یہ سسر کی بیٹی کے ذیل سے طرح اسے ناپا بچاتا ہو۔"

یہ کہتی ہی میں بختا کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر اسے زینے کی طرف دوڑنے لگا۔ وہ اوپر زینے کی طرف دوڑتے ہوئے چڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا: "میں بہت ہی ذلیل ادیکہ آدمی ہوں۔ میں نے ان لوگوں کو جو صلیح کے لیے یہاں آتے ہیں، ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ غنڈوں کو یہاں بلایا ہے میں اپنی اس غلطی کی سزا خود چھٹکتے جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے کہتے وہ زینے کی اونچائی پر یعنی اوپر منزل پہنچ گیا تھا۔ پھر وہ لوکھڑا کر وہاں سے گرا ادا اوپر سے رخصتا دیا۔ زینے کی طرف آنے لگا۔ نیکین ادا شاہین پیٹنے لگیں۔ زیر بختا ہوا اپنے باب کو سنبھالنے کے لیے گیا لیکن آخر وقت تک بختا پیچھے رہنے سے لڑھکتا ہوا لوہا نہ ہوتا ہوا نیچے رن پر آ کر ٹھٹھریا تھا ادا گری گری سائیں یوں سے رہا تھا جیسے دھنکے والا ہو۔

دوسری طرف منصور اپنی منہ سے باز نہیں آ رہا تھا۔ وہ بک لکی سے مار کھا کر اپنی توہین عروس کو رہا تھا ادا کی نہ لکھ کر جانے کو ایک ہاتھ منہ دیکر نہ چاہتا تھا۔ اس کی درت مدہ گئی تھی کہ اس کا کوئی داؤ کا میاں ہو جائے۔ وہ ٹھٹھرتا ہوا گیا تھا ادا اپنی چوڑوں کو سنبھالنے کے بعد آہستہ آہستہ مر جانے کی طرف کھانے کا پتہ نہاتے ہوئے بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر وہ اس کے عین مقابل آ کر ٹھٹھریا گیا تب مر جانے نے کہا: "تم اس طرح باز نہیں آؤ گے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اس تم پر ہاتھ اٹھاؤں؟"

اس نے گائی کہ اسے کہا: "تم کیا ہاتھ اٹھاؤ گی؟"

گائی سنتے ہی مر جانے بھڑک گئی۔ اس نے اچانک ہی لڑائی کا پوز نہاتے ہوئے پیچھے مارتے ہوئے اس کی طرف اپنے ہوئے ایک ہاتھ اس کے منہ پر دھیر دھیر کیا تو منصور اکیم سے گھوم کر چکر مار کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ادا بھائی کا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہاتھ نہیں تھا وہی اس کا تھی جو اس کے منہ پر لگی تھی۔

میں نے شاہین سے کہا: "بیٹے! تم اپنی نند سلٹی کر لکر اسے کرے میں چلی جاؤ اب باہر کے غنڈے آئے اند آئے والے ہیں۔"

شاہین نے جیلتی سے پوچھا: "عدوانہ تو اندر سے بند ہے۔ غنڈے کیسے آئیں گے؟"

میں نے سسکا کر کہا: "میں خود انہیں بلاؤں گا۔ تم اندر بلی جاؤ۔"

وہ آگے بڑھ کر سلٹی کا ہاتھ تمام کر ہم سے مدد ہوتی چلی گئی۔ پھر وہاں تک روٹ کر مدد آنا دے گشتے میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہاں دوسرا ادا وہاں تھا۔ اس عدوانے کو باہر کے وہ لوگوں کے اندر کی صفے میں جا سکتی تھی لیکن تماشہ دیکھنے کے لیے کھڑی ہو چکی تھی۔ سلٹی بھی اس تماشے میں دیکھنے لگی تھی۔ اسے بھائی کے مار کھانے ادا باب کے نہ غمی ہونے کا لڑکھائی نہیں تھا۔ شاید وہ دونوں کے کڑوتالی جاتی تھی ادا بھائی تھی کہ ان کے ساتھ مناسب ملوک کیا جا رہا ہے۔

میں نے وہاں تک دو دم کے بیرونی عدوانے کے پاس پہنچ کر اس کی چٹائی گرا دی۔ پھر عدوانے کو کھولتے ہوئے بدعا خوں کے بیڑ کو آواز دی: "اند آ جاؤ، پھر مجھے دو دم لوگوں کو ملارے ہیں۔"

یہ کہہ کر سلٹی پیچھے ہٹ گیا۔ ٹھٹھری دیر بعد ان کا لیڈ کمرے میں داخل ہوا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ میری مرضی کے مطابق آگے بڑھتا ہوا وہاں تک دو دم کے وسط میں چلا گیا۔ اس کے پیچھے اس کے ماتحت کے بعد دیکھنے آئے لگے۔ وہ قعدہ میں دس تھے جب وہ لوگ اندر پہنچ گئے تو میں نے مر جانے کو اشارہ کیا۔ وہ میرے پاس آ گئی۔ پھر ہم دونوں فوراً ہی باہر نکل کر عدوانے کو بند کرتے ہوئے اوپر باہر سے اس کی چٹائی لگا کر مار دی۔ اگر مجھے گھر مر جانے نے کارا شارت کی ادا اپنی کو بھی کی طرف ڈرنا تو میرے لگی ڈھال بچاؤ کی کو بھی میں بد معاشوں کا لیڈ میری مرضی کے مطابق اپنے لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ وہ وہاں تک دو دم میں جب چاہ کرے رہیں جب تک وہ کوئی حکم نہ دے۔ کوئی حرکت نہ کرے مر جانے کا منہ ٹھٹھرتا ہو رہی تھی۔ جب ہم عدوانہ نکل گئے تو میں نے اس لیڈر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اس کے بعد گھر میں نے ان کے بارے میں کچھ معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا مر جانے کہہ رہی تھی: "بڑا مزاحیہ آج کے تماشے میں۔ واقعی وہ دونوں باب بیٹھے، میں کبھی نہیں بھولیں گے۔"

"مرہ تو بہت آیا مگر یہ بتاؤ میری قربت میں مرو آیا یا نہیں؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "تمہارا جواب نہیں ہے۔ اول تو میں کسی سے دوستی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اب دوستی ہوئی ہے تو یہ میرے معیار اور میرے مزاج کے مطابق ہے۔ فرماؤ! میں نے تمہاری بہت تعریفیں سنی تھیں۔ تم دے دیے ہو، شاید آئندہ ملاکوں میں تیرے چلنے کے تم اس سے بھی اچھے ہو کر شش کرو کہ میرے ساتھ اچھے کر کر ہو۔ مجھے چھوٹا بہن نہیں ہے۔"

"چھوٹے بہن سے تمہاری مزاحیہ ہے؟"

"کیکی! جہاں ایک مرد اور عورت ملتے ہیں وہاں دوستی کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ عورتی رجعت شروع ہو جائے اور پھر اس کے بعد اس جہت کی آخری منزل یہ ہو کہ جہانی تقاضا قائم ہو جائیں۔ تم شریلی بیٹھتی جلتے ہو تو میرے دماغ کو بڑھ کر بھی معلوم کر سکتے ہو۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ مجھے مرد اور عورت کے عداوتی تعلقات سے سخت نفرت ہے۔ میں خود ایک مرد ہوں ادا مرد کی طرح نند لگ راتی رہوں گی۔"

اس لمحے مجھے دو مانہ یاد آگئی۔ جب اس سے پہلی بار ملاقات ہوئی تھی تب وہ ایک اسمگلر کی خدمت سے زندگی گزار رہی تھی اور جو ڈکرائے کی ماہر تھی۔ ایسی ہی سخت جان تھی جیسی کہ مرچانڈ اب نظر آ رہی ہے۔ دونوں کا مزاج بھی ایک جیسا تھا۔ وہ بھی مردوں کی طرح زندگی گزارنا چاہتی تھی اور واقعی اوپر سے فولاد کی طرح سخت تھی۔ پہلے تو میں نے ہی جھکا تھا کہ محبت کی کمانچ اسے پھلکا نہیں سکے گی لیکن رفتہ رفتہ میری قربت کی حرارت نے اسے صوم کو دیا تھا۔

مرچانڈ نے پوچھا کیا سوچ رہے ہو؟

”انسان فطرت کے خلاف زندگی نہیں گزار سکتا۔ تم چاہے جتنی بھی فولاد بن جاؤ، عورت ہی رہو گی۔ ساری عمر مرد کی طرح زندگی نہیں گزار سکو گی۔ تمہاری زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا موڑ آئے گا جب تمہارے اندر کی عورت بیدار ہونا چاہے گی۔ جیسے اب سے چند گھنٹے پہلے تمہارے اندر بلی بار مٹا پیدا ہوئی تھی“

وہ بولی یہ کیا تم بحث کر کے مجھے قائل کرنا چاہتے ہو کہ مجھے مرد سے عورت بن جانا چاہیے؟

”مرد سے عورت نہیں عورت سے ہی عورت بننا چاہیے لیکن ابھی یہ بات تمہارے مزاج کے خلاف ہے جس لیے میں ہند میں کروں گا اور نہ ہی اس پر مزید بحث کروں گا۔ اس موضوع کو اب ختم کر دو۔ وہ دیکھو تمہاری کو بھی آگئی اس نے کل کو کوئی لمحے اگلے میں پہنچا کر دو گے کیا پھر ہم گاٹھی سے باہر آئے۔ کو بھی کہ برآمدے میں جا رہی ہو بستر بچھا ہوا تھا۔ ایک ملازم وہاں جاگ رہا تھا۔ اسے ہمارا ہی انتظار تھا۔ مرچانڈ نے ایک طرف سے جا کر کھڑے کھانا اگر تم کو تو میں تمہاری فریاد والی شخصیت اپنے نکل پڑھا ہر کروں کیونکہ ان کو گوں نے ہمیں کوئی معمولی آدمی سمجھ کر تمہارے لیے برآمدے میں بستر بچھا دیا ہے۔“

”آدمی کو بڑھتی زندگی گزارنی چاہیے۔ برآمدے میں انسان ہی سونے میں بیٹھ کر فٹ پا پتھر پتھر سوتے ہیں میری زندگی میں اگر کوئی ایسا سوچ آیا تو میں فٹ پا پتھر پر میری سرور دگنا دوں گا۔ انسان کو ہر حال میں خوش رہنا چاہیے۔ ویسے میری اصلیت اس کی پرکھ کر کے کی حماقت نہ کرنا“

”لیکن تم نے تو شاہینہ کے لیے خاندان والوں کے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا ہے۔“

میں نے ایک سر دھاک جھک کر کہا ”یہ عیت بھی ایک عجیب چیز ہے۔ چہرے محبت اگر ماں کی، بسن کی یا بیٹی کی ہو تو اس کی

بات ہی کچھ ادا ہوتی ہے۔ شاہینہ سے برسوں کے بعد ملنے میں مجھے کیا ہو گیا میں اپنے آپ کو کنوئل نہیں کر سکا۔ مجھے خود کو ظاہر نہیں کرنا تھا لیکن میں یہ کرنا چاہتا تھا کہ شاہینہ مجھے اجنبی کی حیثیت سے قبول کرتی ہے یا نہیں۔ اس کے اعتبار سے اجنبی بن کر گیا اور واقعی اعتبار سے فرادین کے سامنے خود کو پیش کرتا رہا مگر انہوں کو اس نے مجھے بھی اجنبی کی حیثیت سے پوری طرح قبول نہیں کیا۔ اس کی الجھن بھی دوست تھی۔ ویسے بات یہ ہو رہی تھی کہ مجھے خود کو ظاہر نہیں کرنا تھا لیکن میں نے پوچھ لیا وہ بہن کی محبت تھی جس نے مجھے با نقاب کر دیا۔ ہر حال اب تم جا کر سو جاؤ، رات کے دو بجے ہیں۔“

وہ ہنسی پاتے ہوئے بولی ”مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ میں اس کے آگے آؤں۔“

”کمرے کے آرام وہ بستر پر رات گزاروں اور تم یہاں برآمدے میں بیٹے رہو۔ میں نے جب تک تمہارا اصلیت کو نہیں جانا تھا اس وقت تک تمہارے ساتھ محبت ہی بدترین سے پیش آتی رہی۔ لیکن تمہاری اصل شخصیت کے پیش نظر اب میں شرمندگی محسوس کرتی ہوں۔ میں تمہارے نہیں سونے دوں گی۔“

”تم مجھ اس بات کو احمیت دے رہی ہو۔“

شاہینہ اپنے بیڈ روم میں جا کر آرام سے سو جاؤ۔ صبح ملاقات ہو گئی۔

وہ بولی ”میں میرے ذہن میں ایک تہ میرے ہر وہ یہ کہ جس بیدار دم میں میرے لیے سونے کے انتظامات کیے گئے ہیں۔ تم وہاں جا کر سو جاؤ۔“

”الودم کہاں سوؤں گی؟“

”میری فکر نہ کرو۔ میں اتنے بڑے گھر میں کسی بھی بات کے پاس جا کر سو جاؤں گی، کوئی اعتراض نہیں کرے گی۔ وہ خدا کے مجھے کو بھی کہ اندر آئے آئی جس خواہش کو اس کے لیے وقف کر گیا تھا وہاں اس نے مجھے چھوڑا ہے کہ اگر شخص ہوگی کہ صبح ملاقات ہوگی میں نے شک کو امانت بند کر دیا۔ پھر بستر پر بیٹھ کر جوئے امانت کے اندر سے لیٹے ہوئے میں نے مرچانڈ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ باہر برآمدے پر مجھے جیسے میرے لیے بستر بچھا کر رکھتی تھی۔ اس طرح وہ اس گھر کے کینوں کو اپنے نکل کر اچانک دانا چاہتی تھی کہ طاق طور پر جیسا بھی ہے اسے اجنبی باغیر سمجھ کر برآمدے میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔“

اس کمرے میں تمہاری آواز سکون ملا تو میں نے شاہینہ

باغ میں پہنچ کر اپنی بیوی بھی وغیرہ کے بارے میں معلومات مل گئیں۔ شاہینہ کے بعد پھر بھی مجھے سب سے زیادہ عزیز بن کر نظر آئے۔ دونوں میں، جب میں بہت غریب تھا محتاج تھا پھر بھی نے میرا ساتھ دیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ پھر بھی انتقال ہو چکا ہے۔ یہ معلوم کر کے مجھے واقعی صدمہ ہوا۔

پھر پھر بھی کی زندگی اندر کی شادی شاہینہ کے بھائی نے نہیں کی تھی۔ غریب سے اپنے بچے کا لڑکا تھا۔ بہت ہی خود غرض تھا کہ جوان تھا لیکن میں نے شہل بیٹی کے بچنے کے بعد نہ بھلا کر لیا تھا اور..... خیال خوانی کے خدیوے اسے ایک کر دیا تھا۔ وہ اچھی سوسائٹی کا رسیا تھا۔ میں نے اس کے ہمکنار عبادت گزار میں لگا دیا تھا۔ پھر اس کے پاس نہ رہنے کے لیے جاہت پیدا کی تھی۔ اب یہ بھلا کہ ان خادی کے بعد شاہینہ ایک مذہب پر کے پانچ بچوں کی ماں بن گئی ہے۔ شاہینہ کی ایک بڑی بیٹی کی لڑکی لڑو بن کر آئی تھی، ابتدا ہی سے غلط راستے پر چل رہی تھی۔ ایک بار اپنے کمرے میں جا کر بچانے کی کوشش کی تھی۔ جب میں اس کے خن جوانی سے متاثر نہ ہو سکا تو اس نے مجھے جیادھی کے سامنے ہی طرح بدنام کیا تھا کہ میں اس کی عزت توٹنے اس کے لیے کیا تھا۔ یہ ایسی بھائی تھی کہ اس دن سے میں نے چھوڑ دیا تھا اور پھر بھی کے ہاں بیٹھا ہی تھی۔ پتہ چلا کہ لڑکی بڑی روشن ہے اور وہ ایک چھوٹی سی کو بھی میں رہتی ہے۔ اسے پانچ ہزار روپے ماہانہ خرچ کے لیے دیتا ہے اور اس کے خاں سے خاں سے صاف صاف کر دیا ہے کہ اگر اس نے لڑکا چاہا یہ شادی نہیں کی۔ اپنا الگ گھر نہیں بسایا تو وہ لے کے ماہانہ اخراجات بند کر دے گا۔

یہ چارے خاندانی حالات تھے۔ ہمارے خاندان میں سب سے زیادہ قابل عزت شاہینہ تھی۔ اس کے بعد میری تو کو لیت تھا کیونکہ اس نے اپنی بدوش بلدی تھی اور اچھی طور پر زندگی گذرنے کے ساتھ گزار رہا تھا۔ ایک غزالی کی تھی کہ ہمارے خاندان کی بدنامی کا باعث بنی ہوئی تھی۔ میں نے ہوا چھڑکی وقت اس سے ٹوٹ لگاؤں گا۔ مجھے اپنے پیدائشی مقام شاکر کی طرف بھی جانا تھا۔ وہاں بھی بہت سے مزاحمت کے شہتے تھے جو میرے والد ادا اللہ کے وقت سے مجھے لگتا تھا۔ لیکن یہ اسی وقت تک تھا کہ میرا چہرہ تبدیل ہو گیا اور میں اپنی اصلی شکل میں دنیا والوں اور خصوصاً اپنے خاندان والوں سے اجاب کے سامنے ظاہر ہوتا۔

ان لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد میں

نے سونے سے پہلے ہی اور سوئی کے دواغوں میں جھانک کر دیکھا۔ اپنی ذات ہو گئی تھی۔ وہ دونوں گری نند سوری تھیں۔ میں نے سوئی کی ہسپتال سے اپنے ہاں لاکر رکھا تھا اور دونوں ایک ساتھ رہتی تھیں۔ میں نے ان کے خوابوں میں پہنچ کر انہیں بتایا کہ میں شہریت سے ہوں۔ جب وہ بیدار ہوں گی تو انہیں یہ خواب یاد آئے گا کہ میری طرف سے یہ فیصلہ ہانی ہوگی کہ میں اگر بہن ان لوگوں سے رابطہ قائم نہیں کر رہا ہوں تاہم میں بالکل خیریت سے ہوں اور جلد ہی ان سے باتیں کروں گا۔ پھر میں نے سونے سے پہلے اپنے دماغ کو بلیا تھیں اور آدھیں بند کر کے نیند کی دواؤں میں پہنچ گیا۔

میں نے اپنے دماغ کو تین گھنٹے تک خوابیدہ رہنے کی ہدایت کی تھی۔ پانچ بجے صبح بیدار ہونے کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ دو درمیل کے گھر میں ہوں اور ان کی اجازت کے بغیر مرچانڈ کی خدمت پر خواب گاہ میں سو رہا ہوں لہذا صبح اٹھنے میں ہی باہر نکل جاؤں گا۔ صبح پانچ بجے میری آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میں نے مرچانڈ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ارادہ تھا کہ میں اسے عیند سے بیدار کر دوں اور اسے خواب گاہ میں داپس بھیج دوں۔

اس وقت گھر کے اندر کسی ننھے سے بچے کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں اور اس کی ماں شاید اسے چپ کر رہی تھی۔ یہ ایسی بات تھی کہ اس کے نسل سے مرچانڈ کا ذہن اس سختی کی پہلی کی طرف چلا گیا جو اس کے سینے سے لگی تھی اور وہی تھی چپ نہیں ہونا چاہتی تھی اور اسے چپ کرنے کے لیے مرچانڈ نے جو جتن کیے تھے، اب وہ یاد آ رہے تھے اور اس کے سینے میں ایسی تڑپ ایسی کشش، ایسا جذبہ بیدار ہو رہا تھا کہ اگر وہ نہ سمجھی سچی ابھی موجود ہوتی تو اسے اپنے سینے سے لگا بیٹی اور ایک ماں کے سے انداز میں لے چپ کرانے کی کوشش کرتی۔ وہ عجیب جذباتی انداز میں سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے اچانک ہی اپنے ذہن کو چھین لیا۔ وہ جیسے ہوش میں آکر سوچنے لگی۔ یہ میں کیسا بچنے لگتی ہوں۔ ایک بچہ مجھے بار بار کہوں یاد آ جاتی ہے میں کیوں تمہارے انداز میں ایسا سوچنے لگتی ہوں کہ فریادیں کر رہا تھا کہ کوئی بھی انسان فطرت کے خلاف نندہ نہیں رہ سکتا۔ مود کو مرد کی طرح اور عورت کی طرح زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ شگزار کی جلتے تو زندگی کے کسی لمحہ پر میرے اندر عورت بنی پیدا ہو جانے کا جو قدرت کا طعنے ہے اور فطرت کا تعارض ہے۔ خیالات کی رو میں بہنے کے عدوان وہ پھر چونک گئی،

اور سوچنے لگی۔ افسانہ میں کیا سوچ رہی ہوں جب ایسا وقت آنے کا۔ جب میری زندگی میں کوئی ایسا موڑ آئے گا جو کہ فطرت کے عین مطابق ہوگا افسانہ کی طرح تصور ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ میں ابھی سے کیوں سوچ رہی ہوں۔ ابھی تک کسی طرح بھی اس بات پر قائل نہیں ہو سکتی کہ مجھے عادت بن کر رہنا چاہیے۔ نہیں، میں مردوں کی طرح زندگی گزاراں گی۔ میرا اصل فیصلہ ہے۔

وہ بڑی متعلق مزاج تھی۔ اپنے فیصلے پر ڈھنگے ڈالی ہوئی نہیں تھی۔ اسے اتنی جلدی قائل کرنا ممکن نہیں تھا۔ کتنے سے نکل کر میں کہہ رہی تھی کہ میں نے مرزا سے کہا جیلاوب اسٹو، جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ، پھر میرا آئندہ کا منصوبہ بنائیں گے۔

وہ اٹھتے ہوئے بولی، "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کچھ کچھ رکھا ہے۔ پہلے سے کوئی منصوبہ تمہارے ذہن میں ہے۔" میں نے کہا، "ہاں میں نے بڑی جھنجھک سے غور کیا ہے کہ میں اپنی موجودہ صورت کے ساتھ نہ تو شامینہ سے مل سکتی ہوں نہ بہن کی محبت حاصل کر سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے دوسرے رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملاقات کر سکتا ہوں کوئی مجھے نہیں پہچانے گا۔ بہتر ہے کہ میں یہاں سے ابھی چلا جاؤں اور پلاٹک سرجری کے بعد دوبارہ لاہور واپس آؤں۔ پھر یہاں رہ کر کچھ عرصہ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب میں وقت گزاروں گا۔ میری زندگی تو ہنگاموں سے معمور ہے۔ ہنگامے تو ہوتے ہی رہیں گے۔ میرا چچا چھوڑنے والے ہیں۔ میں وہ سکرلے ہوئے بولی، "شاید میں بھی اپنی تقدیر میں یہی کھاکرائی ہوں کہ قدم قدم پر کوئی مصیبت کھڑی ہے اور میں اس سے غمت کر آئے اور آئے بڑھتی رہوں اور تجربات کا خزانہ حاصل کرتی رہوں۔"

یہ کہہ کر وہ کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ میں باہر لان میں ایک کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ اس کے انکل اور دوسرے رشتہ دار بھی وہاں ابھی خاصی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے گھر کے سارے مرد ہی فوجی تھے اس لیے وہاں کے رشتے اور بچے بھی صبح جیلاوب جلنے کے عادی تھے۔ اس وقت لان میں چلنے کا دعویٰ نہ رہا تھا۔ میں بھی اس میں شریک ہو گیا۔

چلتے بننے کے دوران میں نے ان لوگوں کو چھٹی رات کے واقعات سننے سننے میں بھی لگا کر نہیں کیا اور نہ ہی یہ بتایا کہ انہیں انداز اس کے سسرال والے فریاد ملی محمد علی کی بیٹی کا نام تھا بھی دیکھ چکے ہیں۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ ان لوگوں پر سبقت حاصل

کر کے یہاں تک آنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ میری زندگی میں کوئی ایسا موڑ آئے گا جو کہ فطرت کے عین مطابق ہوگا افسانہ کی طرح تصور ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ میں ابھی سے کیوں سوچ رہی ہوں۔ ابھی تک کسی طرح بھی اس بات پر قائل نہیں ہو سکتی کہ مجھے عادت بن کر رہنا چاہیے۔ نہیں، میں مردوں کی طرح زندگی گزاراں گی۔ میرا اصل فیصلہ ہے۔

وہ بڑی متعلق مزاج تھی۔ اپنے فیصلے پر ڈھنگے ڈالی ہوئی نہیں تھی۔ اسے اتنی جلدی قائل کرنا ممکن نہیں تھا۔ کتنے سے نکل کر میں کہہ رہی تھی کہ میں نے مرزا سے کہا جیلاوب اسٹو، جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ، پھر میرا آئندہ کا منصوبہ بنائیں گے۔

وہ اٹھتے ہوئے بولی، "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کچھ کچھ رکھا ہے۔ پہلے سے کوئی منصوبہ تمہارے ذہن میں ہے۔" میں نے کہا، "ہاں میں نے بڑی جھنجھک سے غور کیا ہے کہ میں اپنی موجودہ صورت کے ساتھ نہ تو شامینہ سے مل سکتی ہوں نہ بہن کی محبت حاصل کر سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے دوسرے رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملاقات کر سکتا ہوں کوئی مجھے نہیں پہچانے گا۔ بہتر ہے کہ میں یہاں سے ابھی چلا جاؤں اور پلاٹک سرجری کے بعد دوبارہ لاہور واپس آؤں۔ پھر یہاں رہ کر کچھ عرصہ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب میں وقت گزاروں گا۔ میری زندگی تو ہنگاموں سے معمور ہے۔ ہنگامے تو ہوتے ہی رہیں گے۔ میرا چچا چھوڑنے والے ہیں۔ میں وہ سکرلے ہوئے بولی، "شاید میں بھی اپنی تقدیر میں یہی کھاکرائی ہوں کہ قدم قدم پر کوئی مصیبت کھڑی ہے اور میں اس سے غمت کر آئے اور آئے بڑھتی رہوں اور تجربات کا خزانہ حاصل کرتی رہوں۔"

یہ کہہ کر وہ کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ میں باہر لان میں ایک کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ اس کے انکل اور دوسرے رشتہ دار بھی وہاں ابھی خاصی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے گھر کے سارے مرد ہی فوجی تھے اس لیے وہاں کے رشتے اور بچے بھی صبح جیلاوب جلنے کے عادی تھے۔ اس وقت لان میں چلنے کا دعویٰ نہ رہا تھا۔ میں بھی اس میں شریک ہو گیا۔

چلتے بننے کے دوران میں نے ان لوگوں کو چھٹی رات کے واقعات سننے سننے میں بھی لگا کر نہیں کیا اور نہ ہی یہ بتایا کہ انہیں انداز اس کے سسرال والے فریاد ملی محمد علی کی بیٹی کا نام تھا بھی دیکھ چکے ہیں۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ ان لوگوں پر سبقت حاصل

کر کے یہاں تک آنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ میری زندگی میں کوئی ایسا موڑ آئے گا جو کہ فطرت کے عین مطابق ہوگا افسانہ کی طرح تصور ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ میں ابھی سے کیوں سوچ رہی ہوں۔ ابھی تک کسی طرح بھی اس بات پر قائل نہیں ہو سکتی کہ مجھے عادت بن کر رہنا چاہیے۔ نہیں، میں مردوں کی طرح زندگی گزاراں گی۔ میرا اصل فیصلہ ہے۔

وہ بڑی متعلق مزاج تھی۔ اپنے فیصلے پر ڈھنگے ڈالی ہوئی نہیں تھی۔ اسے اتنی جلدی قائل کرنا ممکن نہیں تھا۔ کتنے سے نکل کر میں کہہ رہی تھی کہ میں نے مرزا سے کہا جیلاوب اسٹو، جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ، پھر میرا آئندہ کا منصوبہ بنائیں گے۔

اس نے بتایا ہے کہ باپ سوٹ میں مٹریں تک پہنی ہیں اور آج باپ کا دل میں کتنی ہی دعاؤں ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا، "ٹھیک ہے۔ تم معلوم کرو کہ کل کو کونسی نکلیٹ جاسی جاتی ہے۔ پہلے معلومات حاصل کرو۔ میں ابھی تم سے باہر رابطہ قائم کر دوں گا۔"

اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میں نے بخدا کی خدمت میں دعا کی کہ میری زندگی میں کوئی ایسا موڑ آئے گا جو کہ فطرت کے عین مطابق ہوگا افسانہ کی طرح تصور ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ میں ابھی سے کیوں سوچ رہی ہوں۔ ابھی تک کسی طرح بھی اس بات پر قائل نہیں ہو سکتی کہ مجھے عادت بن کر رہنا چاہیے۔ نہیں، میں مردوں کی طرح زندگی گزاراں گی۔ میرا اصل فیصلہ ہے۔

وہ بڑی متعلق مزاج تھی۔ اپنے فیصلے پر ڈھنگے ڈالی ہوئی نہیں تھی۔ اسے اتنی جلدی قائل کرنا ممکن نہیں تھا۔ کتنے سے نکل کر میں کہہ رہی تھی کہ میں نے مرزا سے کہا جیلاوب اسٹو، جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ، پھر میرا آئندہ کا منصوبہ بنائیں گے۔

وہ اٹھتے ہوئے بولی، "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کچھ کچھ رکھا ہے۔ پہلے سے کوئی منصوبہ تمہارے ذہن میں ہے۔" میں نے کہا، "ہاں میں نے بڑی جھنجھک سے غور کیا ہے کہ میں اپنی موجودہ صورت کے ساتھ نہ تو شامینہ سے مل سکتی ہوں نہ بہن کی محبت حاصل کر سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے دوسرے رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملاقات کر سکتا ہوں کوئی مجھے نہیں پہچانے گا۔ بہتر ہے کہ میں یہاں سے ابھی چلا جاؤں اور پلاٹک سرجری کے بعد دوبارہ لاہور واپس آؤں۔ پھر یہاں رہ کر کچھ عرصہ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب میں وقت گزاروں گا۔ میری زندگی تو ہنگاموں سے معمور ہے۔ ہنگامے تو ہوتے ہی رہیں گے۔ میرا چچا چھوڑنے والے ہیں۔ میں وہ سکرلے ہوئے بولی، "شاید میں بھی اپنی تقدیر میں یہی کھاکرائی ہوں کہ قدم قدم پر کوئی مصیبت کھڑی ہے اور میں اس سے غمت کر آئے اور آئے بڑھتی رہوں اور تجربات کا خزانہ حاصل کرتی رہوں۔"

یہ کہہ کر وہ کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ میں باہر لان میں ایک کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ اس کے انکل اور دوسرے رشتہ دار بھی وہاں ابھی خاصی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے گھر کے سارے مرد ہی فوجی تھے اس لیے وہاں کے رشتے اور بچے بھی صبح جیلاوب جلنے کے عادی تھے۔ اس وقت لان میں چلنے کا دعویٰ نہ رہا تھا۔ میں بھی اس میں شریک ہو گیا۔

چلتے بننے کے دوران میں نے ان لوگوں کو چھٹی رات کے واقعات سننے سننے میں بھی لگا کر نہیں کیا اور نہ ہی یہ بتایا کہ انہیں انداز اس کے سسرال والے فریاد ملی محمد علی کی بیٹی کا نام تھا بھی دیکھ چکے ہیں۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ ان لوگوں پر سبقت حاصل

کر کے یہاں تک آنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ میری زندگی میں کوئی ایسا موڑ آئے گا جو کہ فطرت کے عین مطابق ہوگا افسانہ کی طرح تصور ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ میں ابھی سے کیوں سوچ رہی ہوں۔ ابھی تک کسی طرح بھی اس بات پر قائل نہیں ہو سکتی کہ مجھے عادت بن کر رہنا چاہیے۔ نہیں، میں مردوں کی طرح زندگی گزاراں گی۔ میرا اصل فیصلہ ہے۔

وہ بڑی متعلق مزاج تھی۔ اپنے فیصلے پر ڈھنگے ڈالی ہوئی نہیں تھی۔ اسے اتنی جلدی قائل کرنا ممکن نہیں تھا۔ کتنے سے نکل کر میں کہہ رہی تھی کہ میں نے مرزا سے کہا جیلاوب اسٹو، جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ، پھر میرا آئندہ کا منصوبہ بنائیں گے۔

نے اسے انتظار کرنے کے لیے کہا۔ پھر مرزا کو مخاطب کیا۔ "مرزا، میں نے ابھی غلام کے ذریعے معلومات حاصل کی ہیں۔ میرے سر پر جس جلتے کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں اور میں کل یہاں سے روانہ ہو سکتا ہوں۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟" اس نے کہا، "بہتر یہی ہوتا کہ ہم دونوں ایک ساتھ یہاں سے روانہ ہوتے۔ میں نہیں جانتی کہ کیا باپ سوٹ کب تک تیار ہوگا؟ ویسے ابھی میں انکل سے معلوم کر لوں گی۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہم یہاں سے ایک ساتھ سفر کریں۔ اگر میں پہلے وہاں پہنچ جاؤں اور اپنے چہرے کے لیے پلاٹک سرجری کے مسئلے میں معلومات حاصل کر لیاں ہوں اور اس کے انتظامات کر لیاں ہوں تو اس عرصے میں تم وہاں پہنچ جاؤ گی۔ پھر ہماری ملاقات ہو جائے گی۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ میری امی وہاں کہاں۔ بہتی ہیں۔ تم مجھ سے کہاں آکر ملو گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا، "تم پھر بھول گئیں۔ تم یہاں کہیں بھی ہو گی میں تمہاری سوچ کے ذریعے معلوم کر لوں گا کہ تم کب اور کس وقت کس مقام پر موجود ہو گے۔ وہ بھی ہنسنے لگی۔ اس وقت تک گاڑی ہوٹل تک پہنچ گئی۔ وہاں واقعی امام الدین کی عینکس کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کار سے اتر کر اس کے پاس پہنچ کر کہا، "امام دین! کیا حال ہے؟"

وہ مجھے دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑا۔ دھواں سے باہر آتے ہوئے بولا، "باوجہ آپ نے تو پریشان کر دیا۔ ہم سرجرے تھے کہ غصے بد معاشوں نے آپ کو کہیں گھر لیا ہے یا آپ گم ہو گئے ہیں۔ بڑے بڑے بڑے خیالات آ رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں۔"

میں نے جیب سے دوسروں کے نکال کر اسے بتاتے ہوئے کہا، "یہ کل سے ہے کہ آج تک کی تمہاری دبا ڈی ہے۔ اسے دکھاؤ اور اب مجھے عینکس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کارڈ ملی ہے۔"

اس نے کہا، "باوجودی! میں نے تو آپ کو کہیں گھمایا پھر ایسا نہیں ہے۔ ایک ہی بار عینکس میں بٹھایا تھا۔ اس کے دوسروں نے نہیں ہوتے۔"

میں نے کہا، "لیکن تم کل سے آج تک گاڑی ریزرو رکھے ہوئے ہو۔ اس کے دوسروں نے ہوتے ہیں۔ زیادہ بحث نہ کرو۔ دکھاؤ۔"

یہ کہہ کر میں نے دوسروں کے اس کی جیب میں پھونکی دیے۔ پھر واپس گاڑی میں بیٹھ گیا۔

مرجان نے پوچھا: کیوں ہوئل کے اندر نہیں جاؤ گے؟ میں نے جواب دیا: میں ابھی ہوئل سے سوٹ کیں لانا نہیں چاہتا کیونکہ ہوئل کا کمرہ دیر نہ رہنا چاہیے۔ پچھلی رات ہمیں سونے کے لیے بڑی تکلیف ہوئی تھی۔ رات سے میں سونا بڑا تھا۔ آج میں ہوئل میں رات گزاراں گا اور کل صبح کی فلائٹ سے کراچی کے لیے روانہ ہو جاؤں گا تاکہ وہاں سے کل رات کو بیرس کے لیے روانہ ہو سکوں۔ یہ ابھی کا پروگرام ہے۔ ہم آئندہ اس پر بحث کریں گے اور کہیں پوچھیں گے کہ کل مجھے یہاں سے روانہ ہونا چاہیے یا نہیں؟

مرجان نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "اول تو میں متنبی دیاں سے تہا جانے نہیں دلاں گی۔ جس ساتھ چلیں گے۔ لیکن اگر یہ ضروری ہے کہ تم مجھ سے پہلے بیرس پہنچ کر اپنی بلائک سر جری کے لیے اشتغال کرو تو پھر رات میں تمہیں اپنے سے دور رہنے نہیں دوں گی۔ ہم آج رات جاگے رہیں گے۔ گھر میں گھر چلنے گے پھر کہیں بیٹھ کر خوب باتیں کریں گے۔ اس کے بعد تم کل یہاں سے روانہ ہو جانا۔ ایک طرح مجھے شبہ ہو گیا کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت اچھا وٹ گزارا دیا ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: میں بھی تم جیسا دوست یا کر بہت خوش ہوں اور تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ تم انتظار کرو، میں اپنا سوٹ کیں لے آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں ہوئل کے اندر داخل ہوا۔ میجر نے بھی مجھے دیکھتے ہی پریشانی کا اظہار کیا اور پوچھا کہ میں کل سے کہاں غائب ہو گیا تھا؟

میں نے اسے اٹھاسیدھا جواب دیا۔ پھر اس سے کہا کہ پورے میل سوٹ کیں لگوادیں، میں ہوئل کا کمرہ چھوڑ رہا ہوں کرایہ میں بیٹھ کر ادھر جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پورٹر میرا سوٹ کیں لے آیا اور باہر لے جا کر گاڑی کی ڈیوٹی میں رکھ دیا۔ وہاں سے جو کچھ اچھے رہنمائی کے تلاش میں چل پڑے۔ تاکہ ناشتہ کیا جائے۔ میلو ڈروڈ سے گزرتے وقت چائنا ایک فٹ پاتھ کی دکان پر نظر پڑی وہاں پیریاں، تلہ جاتی تھیں اور بہت سے لوگ بیٹھ کر کھاتے اور اُدھر کھڑے ہوئے یا کہیں فٹ پاتھ پر کھڑے ہوئے کھا رہے تھے۔ میں نے وہاں کا دوک دی۔ مرجان نے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے سنا کہ آج فٹ پاتھ کا ناشتہ کیا جائے۔ لاہور کی پیریاں اور لاہور کے کھانے کی بجائیں بہت ہی لذیذ ہوتی

ہے خدا کا کہہ دیکھو۔ تم تو کیاں چین گزار کر گئی ہو ایک بعد یہاں کھاؤ گی تو مزہ آجائے گا۔"

میں نے کہا کہ باہر نکل کر کھانا کھاؤ پوریوں کا کھانا اور دوسری طرف تلی والے کو دگلاں کھانی تیار کرنے کو کہنا دیر بعد ہماری حلوہ چیزیں کار میں پہنچ گئیں اور ہم دھول سیٹ پر بیٹھ کر کھانے لگے۔ مرجان نے کہا: "واقعی ہوا کی تہ سے زیادہ مزہ مٹھے آ رہا ہے کیونکہ میں برسوں پہلے کھانے کھا رہا ہوں۔ یہاں پاکستان آنے کے بعد اب مجھے اپنے ملک کے کھانے نصیب ہو رہے ہیں۔"

مرجان نے پوچھا: "تم نے مجھ سے متعلق کچھ نہیں بتایا میں اسے بتانے لگا کہ وہ کن طرح سر سے پاؤں تک بڑی طرح زخمی ہے۔"

مرجان نے کہا: "اسے تو اور زیادہ مڑا ملنی چاہیے۔ میں نے کہا: ایک تو اس کی عزت زیادہ ہے۔ دوسرے اس میں بروا شت کرنے کی قوت نہیں ہے تیسرے یہ کہ وہ اس وقت اس بڑی طرح زخمی ہے کہ اسے مزید اذیتیں نہیں پہنچاں جاسکتیں۔ اگر ہم نے تمہارا اسے تکلیف پہنچی تو وہ مرنے لگا۔ اور تمہارا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسے مار ڈالا جائے۔ اسے زندہ رکھ کے ہی بڑا پانا چاہیے۔"

مرجان نے تاہم میں سر ہلا کر کہا: "ہاں میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ ویسے ایک سنا ہے کہ وہ بیرس جانے کے لیے آگیا ہوگا نہیں کیا تم قتل پستی کے ذریعے اسے وہاں جانے کے لیے مجبور کر سکو گے؟"

میں نے کہا: "ہاں جب ایسا وقت آئے گا اور وہ بیرس جانے سے انکار کرے گا تو تم تمہاری سر جری آنا۔ میں اس سے منٹوں کا اور اسے اس قدر مجبور کروں گا کہ وہ دھڑا ہوا تمہارے پاس آئے گا اور تمہاری والدہ کے قدموں میں گرا جائے گا۔"

"فریاد کرتے تمہارے اچھے ہو۔ تم نے میری کتنی ہی تکلیفیں سناں کر دیں۔ تم نے قدم قدم پر مجھ پر احسانات کیے اور ہمیشہ بہت وقت پر کام آتے رہے اور اب میری جان بچا رہی ہے۔ میں تمہارے جیسے ہمدرد کو اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھ رہی ہوں اور یہ سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری زندگی کا یہ انعام دیا ہے کہ مجھے تم مل گئے ہو۔"

ناشتہ کرنے اور تلی پینے کے بعد ہم شالامار باغ کی طرف گئے جہاں بہت دیر تک بہت اچھا وقت گزارا۔ بظاہر اس قدر دلچسپ مزاج تھی اور اس کو فٹ میں بھی تھیں میرے ساتھ بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھی شالامار باغ

ہماحول کچھ اتنا اچھا تھا کہ وہاں پہنچ کر آپ ہی آپ مرجان نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا تھا اور ہم دونوں بڑی دیر تک گھومتے رہے۔ اس کے بعد ہم گھر واپس آ گئے۔ پھر کرام یہ تھا کہ پہلے نیند پوری کریں گے۔ اس کے بعد پھر تفریح کے لیے نکلیں گے۔

میرا دل تو یہ چاہتا تھا کہ اس کا ساتھ نہ چھوڑ دوں لیکن یہ سوچ کر کہ آج ساری رات اس کے ساتھ جاگنا ہے، میں بیدار رہ کر اس کے ساتھ گھر گیا۔ شام کو چار بجے میں بیدار ہونے اور نہانے اور کپڑے بدلنے کے بعد پھر اس کا روم میں بیٹھ کر، ہم دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ فی الحال ہماری زندگی میں کوئی بگاڑ نہیں تھا۔ بڑے سکون اور اطمینان سے اپنا وقت ایک ساتھ گزار رہے تھے۔ ہماری اس دوستی میں ایک چھپا چھپا سا راز تھا۔ ایک ان کی محبت تھی جو ابھی تک ہم میں سے کسی کی زبان پر نہیں آئی تھی۔ ہمارے لیے ساتھ گزارنے والا ایک لمحہ بہت ہی حسین اور خوشگوار تھا۔

میرے دل میں ہوس نہیں تھی کہ مرجان سے دوسری لاکھوں کی طرح کھل کھلا عشق شروع ہو جائے اور پھر نہ تو کمزوری سر ہو جائے۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ بات چیت میں اس قدر نرمی کے اس مقام پر پہنچ کر مجھے مبرا کرنا آ گیا تھا۔ اس وقت سے محبت کی مڑنیں ملنے لگیں تھیں۔ اسی لیے بڑے اطمینان سے مرجان کے ساتھ وقت گزار رہا تھا اور کسی بھیجھوٹے انداز میں عشق کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔

ہم نے وہاں کی تاریکی عمارتوں کی سیر کی۔ ایک کھنڈہ ٹھکانے پر۔ مرجان نے خوشبو کے جزیرے کا ذکر بھی کر دیا تھا۔ اس وقت مجھے یاد آیا تو میں نے بتایا کہ کراچی میں مجھے شہزاد نامی ایک شخص نے پھیر لیا تھا اور شہزاد کے ساتھ مجھے ایک کونٹھی میں قید کر دیا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کا تعلق انڈونیشیہ کے جزیرے سے تھا اور اب وہاں جو لوگ آباد ہوئے تھے وہاں جاتے تھے کہ جزیرے میں ایسے ہی لوگ آئیں جن کے غلوں ٹکڑاؤ نہ پہنچ کا ہو یا مرجان سے انہوں نے بھی بات بہت ناک ہو۔ انہیں پورا یقین ہے کہ جن کا قصہ فرما رہے۔ حقیقتاً اس کیونکہ میں بھی کام کر رہی ہے۔

مرجان نے کہا: میں خود بھی یہی سمجھتی تھی لیکن شہزاد کے تعلق اور تمہارے متعلق میری معلومات زیادہ نہیں تھیں۔ میں اب بھی شہزاد میں مبتلا ہو رہی تھی۔ پھر اس جن کا عمل میں بہت مشکل تھا۔

میں نے کہا: بہر حال وہ لوگ اس خوشبو کے جزیرے

کو دوبارہ آباد کر رہے ہیں اور اس طرح آباد کر رہے ہیں کہ ہم ادھر کا رخ ہمیں نہ کر سکیں اور کسی صورت سے بھی وہاں نہ پہنچ سکیں اور جو لوگ پہلے خوشبو کے جزیرے میں تھے ان میں سے ایک ایک آدمی کو وہاں سے نکال دیا گیا ہے اور جو نئے لوگ آباد ہو رہے ہیں وہ پچھلے لوگوں سے تعلقات قائم نہیں کرتے ہیں۔ نہ ان سے باتیں کرتے ہیں۔ نہ ہی ان سے ملاقاتیں کرتے ہیں اس طرح انہوں نے خوشبو کے جزیرے کو مکمل طور پر تنہا کر دیا ہے۔ اب ہر مکان کو شش کر رہے ہیں کہ فریاد یا کوئی دوسرا شخص شہزاد کی کسی چیز سے اس جزیرے سے کسی بھی نہ پہنچ سکے۔

باتوں کے بعد ان ہم وہاں سے کار میں بیٹھ کر رادی کی سیر کرنے کے لیے گئے۔ رادی کے بل کو یاد کرنے کے بعد مجھے اچانک وہ مگر یاد آئی یہاں میں بیٹھ کر کتنی ہی عجیب کی مشقیں کیا کرتا تھا۔ میں نے مرجان سے کہا: "ادھر دیکھو۔ ادھر در بہت دھواں ایک جگہ ہے جہاں کھنڈہ دھت ہیں وہاں بالکل دیرانی اور سناٹا ہوتا ہے۔ وہیں بیٹھ کر میں نے پہلے بیٹھنے کی مشقوں کو اگے بڑھا دیا تھا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ایک بار پھر اس جگہ چلوں اور اسے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ ایک عقیدت ہے اس جگہ سے کیونکہ وہیں سے میں نے عروج حاصل کیا ہے۔"

مرجان نے گاڑی کو ایک طرف پارک کرتے ہوئے کہا: "اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو چلو وہاں تک ہم پیڈل چلتے ہیں۔ ہم گاڑی کو وہاں لاک کر کے آگے بڑھ گئے اور ادھر چلے گئے جہاں کبھی میں اپنی جہاز کا، اپنی تعلیم کا اور اپنی شہزاد کا ابتدائی وقت گزارا کرتا تھا۔ بہتر تری سے ادھر بڑھنے لگے کیونکہ ہم ادھر آ رہے تھے۔ پہلے وہاں سے واپس آنا چاہتے تھے۔ مگر یہاں کا موسم تھا اس لیے تاریکی دیر سے چھلتی تھی۔ ہمیں اطمینان تھا کہ ہم ادھر آ رہے تھے پہلے واپس آ جائیں گے کچھ دیر تری سے چلنے کے بعد مرجان نے مجھ سے پوچھا: تم صرف نیلی بیٹھنے کی صلاحیت رکھتے ہو یا اپنے کپڑے سے بھی اٹھنا پڑے ہیں؟ میں نے کہا: میں نے بھی جو ڈھکڑے کا باقاعدہ مشق کی ہیں اور جب کبھی ٹیل بیٹھنے کا کام نہیں آتی ہے تو اپنی جہاز کی قوت کا ادراک دیکھنا بہت مشکل ہے۔ مگر ابھی وہاں سے واپس آنا چاہتے تھے۔ مگر یہاں کا موسم تھا اس لیے تاریکی دیر سے چھلتی تھی۔ ہمیں اطمینان تھا کہ ہم ادھر آ رہے تھے پہلے واپس آ جائیں گے کچھ دیر تری سے چلنے کے بعد مرجان نے مجھ سے پوچھا: تم صرف نیلی بیٹھنے کی صلاحیت رکھتے ہو یا اپنے کپڑے سے بھی اٹھنا پڑے ہیں؟ میں نے کہا: میں نے بھی جو ڈھکڑے کا باقاعدہ مشق کی ہیں اور جب کبھی ٹیل بیٹھنے کا کام نہیں آتی ہے تو اپنی جہاز کی قوت کا ادراک دیکھنا بہت مشکل ہے۔ مگر ابھی وہاں سے واپس آنا چاہتے تھے۔

ٹھنکے کی ادا ہو کر کے ہر شخص کی اچھی خاصی تربیت حاصل کی تھی۔ وہ تیزی سے جھاگ رہی تھی اور میں بھی جھاگ رہا تھا۔ اس میں اچھے میں ایک فرق تھا۔ سگریٹ اور دوری دھپیلوں نے میرا ایسا ختم کر کے دکھ دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجازت کے مقابلہ میں دوڑتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ میں اس سے بہت پیچھے رہ جاؤں گا۔

ہر حال ہم آگے پیچھے دوڑتے ہوئے جلد ہی اس جگہ پہنچ گئے جہاں میں تھیں کیا کرتا تھا۔ وہاں چاروں طرف نتھوں کے جھنڈے تھے جیسے تلے کی دیواریں کھڑی ہوں۔ بیچ میں کھلا میدان تھا۔ وہاں بیچ کر میں نے مر جانے کو ڈانڈی کر وہ رک جاتے۔ وہ بھڑکی۔ پھر ہنستے ہوئے بولی تو دیکھو تم مجھ سے زیادہ ہانپ رہے ہو اور کہتے پیچھے رہ گئے ہو؟

میں نے ہانپتے ہوئے کہا: "ہاں تم دوست کہتی ہو اس کی وجہ یہ کہ میں بہت زیادہ سگریٹ پیٹا ہوں۔ اس لیے سانس بھول رہا ہے اور جھلے دونوں میں سے بہت سی ٹھیکوں سے عین کیے ہیں۔ اب سوچنا رہا ہوں کہ تو یہ کرنا چاہیے؟"

وہ مجھے گھور کر بولی "اچھا، تو تم جو س پرست ہو۔ ایسی باتیں کہتے ہوئے نہیں شرم نہیں آتی؟"

"ہاں شرم تو آتی ہے اسی لیے میں نے تو یہ کہی ہے؟"

وہ مجھے بے یقینی سے دیکھتی رہی۔ پھر آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی "اے ہاتھ میرے ہاتھ میں دوا دوا دوا کرو کہ آئندہ کسی ٹھکی سے دوستی نہیں کرو گے۔"

میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا: "یہ تم سے دوا دوا کرتا ہوں کہ کسی سے دوستی نہیں کروں گا؟"

"اور اگر دوستی کرو گے تو میں تمہاری دشمن بن جاؤں گی؟"

"مجھے تمہاری دشمنی منظور نہیں ہے۔ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا؟"

پھر میرا مطلب ہے کہ جو جسمانی تعلقات پر منحصر نہ ہوتے وہ بولی: "تمہاری معلومات محدود بھی ہو سکتی ہیں پھر بھی ہے کوئی بات یہ کہ لوگوں نے ایسی زندگی گزار لی ہو اور اگر ہم گوارا دیں اور تمہارے کہنے کے مطابق فطرت کا تقاضا ہو اور قدرت کو یہ منظرہ جو کہ میں اپنے اندر کی عزت کو بیدار کرنا تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس مقام پر پہنچ کر میں تمہارے لیے عزت میں جاؤں گی لیکن ابھی حذر کرنا۔ ابھی میرے ایک مخلص دوست بن کر ہو اور وعدہ کرو کہ گئی ہوں سے تو یہ لوگ اور آئندہ کسی کو بری نظر سے نہیں دیکھو گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "ٹھیک ہے، تم جیسی رہنما مجھے مل گئی ہے۔ قدم قدم پر تم مجھے خوشی دے رہی ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سنبھلتا چلا جاؤں گا؟"

وہ بخوشی ویر تک میری آنکھوں میں جھانکتی رہی پھر بڑے ہی غصے سے انداز میں بولی: "میں نے جو ڈر کر لیا تھا ڈاکٹر اور ڈی سے سیکھا ہے۔ اس نے مجھے فوٹا دیا ہے۔ لیجئے۔" وہ بیچ بیچتا ہے میں کہ مجھے اتنی سی عمر میں بہت زیادہ پتہ چل گیا کہ وہ دیا ہے صرف ٹھنکے کہ میں نہیں بکڑ دیکھا تھا۔ کالینڈر بھی وہ دکھاتا رہا ہے۔ ایک بار اس نے مجھ سے کہا تھا: "بھئی، تم بہت عرصے تک رہا جانی رہیں اور مجھ سے بھی ہو چھپاتی رہیں۔ اب جبکہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم ایک ٹھکی ہو تو میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں مرد ہو کر یہ بات کر رہا ہوں کہ جب بھی کوئی مرد محبت کی تم کھائے تو کبھی اس کی زبان پر پھر ورس نہ کرنا۔ مرد کسی بھی ٹھکی پر کسی بھی مرحلے پر اپنی محبت کا مزاج نہیں بدل سکتا ہے۔ میں نے ماشر سے پوچھا تھا کیا سارے مرد وہوں کے ہوتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا تھا: "نہیں۔ سارے مرد ویسے ہیں ہوتے لیکن مرد جب ایک عورت کے قریب آتا ہے تو پھر وہ اس عورت کے ساتھ وعدہ نہیں کیا تو یہ کہ وہ اس کے لیے پرانی ہو جاتی ہے پھر وہ کسی نئی کی تلاش میں نہ دھبے کرنے کی سوچتا ہے؟"

میں نے مر جانے کی باتیں کر کر مسکراتے ہوئے پوچھا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میرے وعدوں پر پھر ورس نہیں کرو گی؟"

اس نے جواب دیا: "پھر ورس اس وقت تک کہ میں جب تک کہ تمہارے لیے شجر ممنوعہ نہ رہوں گی۔ جس دن تمہاری باتوں کے قریب میں آ جاؤں گی یا تمہاری محبت سے زبرد ہو جاؤں گی تو اس وقت سے تم پر شبہ کرنے لگوں گی۔"

نارے وعدوں پر مجھے ہر دوسرے نہیں رہے گا؟

اسا کہتے ہوئے اس نے بری آہستگی سے اپنے ہاتھوں کی ریت سے مجھ کو الیا اور ایک طرف بڑھتے ہوئے بولی: "اچھا تو یہی وہ جگہ ہے جہاں تم پہلی بیٹھی کی مشقیں کیا کرتے تھے؟"

میں نے کہا: "تم کتنی خوبصورتی سے موضوع کو بدل رہی ہو؟ وہ دروازہ جا کر لٹ کر بولی: "ہاں تم مجھے یہاں یہ جگہ لہلہ لہنے لگے تھے یا اپنے مطلب کی باتیں کرنے؟"

میں نے سوچا، جبکہ تو دکھاؤں گا ہی، ساتھ میں کچھ عزت باتیں ہو جائیں تو کیا حصالہ ہے؟

"اس کا جواب میں نے ہی ہوں اگر میرے دل میں محبت رہی ہوتی کہتے لیکن ابھی تو اس موضوع کو ختم کر دوا دے مجھے تاکہ وہ کہاں بیٹھ کر مشقیں کیا کرتے تھے۔ یہاں تو اتنی کھلی جگہ تھی کھلی جگہ پر تنہا کیسے جاتی جاتے گی۔ وہ تو ہوا سے بچھ لاتی ہو گئی؟"

میں نے کہا: "پہلی بیٹھی کی ابتدائی مشق شیخ مینی ہے جب شیخ مینی کی مشق مکمل کر لی تھی تو اس کے بعد کسی کی مشقیں شروع کی تھیں۔ اس کے لیے مجھے یہاں آنا پڑا تھا؟"

مر جانے پر پوچھا: "یہ انتہی کیا چیز ہے؟"

میں نے کہا: "میں دیواریں کی سخت پر ایک چھوٹا سا فوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے ٹھیک سامنے بیٹھ کر اسے لہلہ ہوتے اس پر لگا کر جاتے ہوئے اس طرح دیکھا کہ اس کے آنکھوں سے دھتکتے ہیں اور ماخ کی ساری سوجھیں اپنے لیے پھر کوڑ کو دیتے ہیں۔ یہ شیخ اتنی تیزی سے ادا کی گئی تھیں کہ اس کے آہستہ آہستہ وہ نقطہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا تھا۔"

پھر میں اس نقطہ کو بڑھا یا جاتا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھنے والا فوٹا جھل پڑتا جاتا ہے اس نقطہ کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے۔"

اسا کہتے وقت میں چاروں طرف اس سخت کو تلاش کیا تھا۔ اچانک مجھے وہ سخت نظر آیا۔ میں نے چونک کر فوجی مر جانے اور دیکھو، وہی ہے وہ سخت۔ جہاں میں نے اس کا لگا تھا۔ آؤ دیکھو۔ وہ نشان یہاں سے نظر آ رہا ہے۔"

میں اس کو سخت کے قریب لے گیا۔ وہاں ایک سیاہ فوٹا لگا ہوا تھا۔ میں نے کہا: "دیکھو یہ پہلے ایک چھوٹا سا نقطہ تھا جس سے بڑھتے بڑھتے میں نے جائزہ کے دائرے کے اندر آ گیا اور یہ جائزہ کے برابر والا دائرہ بھی میری نگاہوں کے اندر آ کر اوجھل ہو جاتا تھا۔ اندر کی سیاہ دائرہ روشنی میں تبدیل ہو جاتا تھا۔"

مر جانے بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی۔ اس نے میری بے چارہ "آتا پڑا دائرہ نگاہوں کے سامنے کیسے اوجھل ہو جاتا تھا اور جب ایسا ہوتا تھا تو یہ سیاہ دائرہ روشنی میں کیسا ہو جاتا تھا؟"

میں نے کہا: "میں یہ الفاظ میں نہیں جھجھا سکتا۔ اس پر تو عملی تجربہ کیا جاتے تب ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ ہاں مجھے یاد آیا، ایک دن میں اس جگہ سے بری طرح زخمی ہو کر ایک جادوگر کے پاس پہنچ گیا تھا۔"

مر جانے نے میری بات سے پوچھا: "جادوگر کے پاس؟"

"ہاں اس جادوگر کا نام بھی تھا تھا۔ مجھے ایک شخص یہاں سے زخمی حالت میں اٹھا کر لے گیا تھا۔"

"تم زخمی کیسے ہو گئے تھے؟"

"ایک دن میں یہاں بیٹھا شیخ کرنے میں بے مہر طرف تھا۔ میں نے اس جائزہ کے دائرے میں اس قدر توجہ مبذول کر دی تھی کہ مجھے آس پاس کا ہوش نہیں رہا تھا لیکن اس ٹپ پر توجہ ہٹ جایا کرتی ہے۔ اسی وقت میں نے اس ٹپ سے تو انکھیں کھل گئیں۔ میں نے اٹھ کر دیکھا تو اُدھر سے دو شخص ہاتھ میں ہاکی لیے آ رہے تھے۔ پھر پیچھے میں نے دیکھا تو اُدھر سے بھی کچھ لوگ لائیں گے لیے میری طرف بڑھ رہے تھے پھر تو یوں ہوا کہ چاروں طرف سے ایک ایک دودھ شخص ہاتھ میں کچھ کچھ کوئی ٹوکٹی ہتھیار بکڑے میری طرف بڑھنے لگے۔ وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر کر مارنا چاہتے تھے اور ان میں قیصر نامی میرا ایک بھتیجی دشمن تھا۔"

میری باتیں سنتے سنتے اچانک ہی مر جانے نے جیغ کر کہا: "وہ دیکھو۔ تمہارے وہ دشمن ہاکی لیے نظر آ رہے ہیں؟"

میں نے چونک کر دیکھا تو ایک طرف سے دو آدمی ہاکی لیے ہماری طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔ میں نے پیچھے ہٹ کر دیکھا تو پیچھے بھی تین آدمی لائیں گے لیے ہوئے تھے پھر دائیں بائیں بھی کچھ لوگ نظر آتے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لائیں ہاکی کے حوزہ تھی۔ وہ سب لوگ چند قدم آگے بڑھنے کے بعد ٹپ گئے۔ ہمیں چاروں طرف سے انہوں نے گھیر لیا تھا اعلان سب کے چہرے اٹھاؤں میں چھپے ہوئے تھے۔"

اس کا یہ مطلب تھا کہ یہ لوگ مجھے فوٹا کی حیثیت سے جانتے ہیں یا پھر پر شبہ کہہ رہے ہیں اور میری پہلی بیٹھی سے محفوظ رہنے کے لیے پہلے ہی خطا ہو کر میرے سامنے آئے ہیں۔ ان کی یہ احتیاط کام آ رہی تھی کیونکہ میں کسی کی آنکھوں میں چھانک کر ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا کیونکہ ان کی آنکھیں

نقاب کے چھوٹے چھوٹے سوراخوں کے نیچے تھیں۔

اس سے پہلے کہ ہم ان سے کوئی سوال کرتے، اسی وقت ایک تہہ نائی دیا۔ پھر ان کے پیچھے سے ایک شخص نکل کر ہمارے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ وہ شہزاد تھا۔ وہی شہزاد جس نے کوئی میں کھٹکھٹ کے ساحل پر قتل کے جن کا تماشا دکھا کر مجھے جانتا لیا تھا اور میرے ساتھ شہزاد کو بھی ایک کونٹھی میں لے جا کر قید کر دیا تھا۔

میں نے مر جانے سے کہا: "مر جانے! میں سمجھ گیا ہوں۔ یہ لوگ کون ہیں۔ یہ وہی شہزاد ہے جس نے مجھے کراچی کی ایک کونٹھی میں شہزاد کے ساتھ قید کیا تھا اور میں اپنے ایک مہنگی دوست کی مدد سے بچ نکلا تھا۔ آج اس نے مجھے پھر گھیر لیا ہے۔" شہزاد نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "نور باد صاحب! آپ ہیں کہیں کہ آپ کو گھیرائیں گے بلکہ میں خود کو قربانی کا کرنا کر ایک بار پھر آپ کے سامنے آ گیا ہوں۔ آپ چاہیں تو مجھے ذہنی آزادی دے کر مر سکتے ہیں لیکن ان نقاب ہڈیوں سے بچ کر نہیں جاسکتے۔ دیکھئے، میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ فریاد ہوں یا نہ ہوں ہم اپنی تسلی کے لیے آپ کو کچھ بے تک قید کرنا چاہتے ہیں تاکہ خوشبو کے زریزے میں خوابا بدی قائم ہو رہی ہے اور جو بڑے بیانیے پر اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اس میں کوئی مداخلت نہ ہو جو کہ آپ کی طرف سے خواہ ہے اس لیے آپ کو ہم اپنی حراست میں رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ آپ خاموشی سے جانی بچنے کر گئے تھے؟

میں نے کہا: "شہزاد! میں کئی بار تمہیں یقین دلا چکا ہوں کہ میں فریاد علیحدہ نہیں ہوں۔ تم لوگ کیوں خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ مجھے تم کو حراست میں لینے والا کام دینے والے کیوں تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں لیکن تمہارے ساتھ مجھے مر جانے کا فو تو بھی دیا گیا تھا۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ اس وقت مر جانے بھی تمہارے ساتھ ہے۔ یک نہ شدہ شہزاد اب میں مر جانے کو بھی تمہارے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"دیکھو، شہزاد! میں کل یہاں سے پیرس کے لیے روانہ ہونے والا ہوں اور وہاں مجھے بہت ہزوری کا کام ہے۔ مر جانے بھی جانتا ہی ہے۔ تم میں حراست میں رکھ کر وہاں جانے سے اپنا کام کرنے سے نہ روکو۔ تم چلے جاؤ یا ہماری نگرانی کرتے رہو اور یہ دیکھو کہ ہم واقعی یہ ملک چھوڑ کر جاتے ہیں یا نہیں جب ہم پیرس چلے جائیں گے تو تم لوگوں کو ہماری ذات سے کوئی اندیشہ نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بولا: "ہاں میرے پاس بھی کچھ ایسی ہی باتیں ہیں جن سے تم دونوں کو پاکستان سے باہر کسی دوسرے علاقے میں لے دیا جائے۔ اگر تم لوگ پیرس جانا چاہتے ہو تو میں ابھی تم کو ہوں کہ تم لوگوں کو پیرس بھیجا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر نکال کر اسے آن کے رابطہ قائم کرنے لگا۔ مختصری طور پر اس نے رابطہ قائم ہوا تو اس نے کہا: "میں شہزاد کو ہوں اور اس وقت ہم نے طارق محمود کے ساتھ مر جانے کو گھیر رکھا ہے۔ یہ دونوں یہاں سے کل پیرس روانہ ہوئے ہیں اور جو سے درخواست کر رہے ہیں کہ انہیں حراست میں لیا جائے لیکن کل پیرس روانہ ہونے کا موقع وہاں جاتا ہے آپ انہیں اپنے طور پر پیرس بھیجا سکتے ہیں تو مجھے بتائیں اس کے مطابق عمل کروں گا؟

ٹرانسمیٹر پر کسی نے جواب دیا: "تم کہہ دو۔ جو اس وقت اگر طارق محمود کے سامنے باتیں کر رہے ہو وہ میری آواز کا سن کر کیا ہو گا جب میں نے مینو کو کہہ کر رابطہ قائم کیا تھا۔ طارق محمود فریاد نہ ہو۔ اگر ہوا تو وہ میرے بھی درمیان میں گیا ہو گا اور اب میں احتیاطاً یہ ٹرانسمیٹر رکھ کر ادائیگی سے دست بردار ہو کر گھر میں جا کر بیٹھ جاؤں گا اور یہ خبری طور سے دلوں کا کوئی مجھے سے ملاقات نہ کرے اور نہ ہی ان میں گفتگو کرے۔ بہر حال پیرس جانے کا معاملہ یہ جسک طارق محمود اور مر جانے کو کسی صورت سے چھوڑنا نہ جائے۔ انہیں حراست میں لے کر اسی جگہ بھیجا دیا جائے جہاں تم سے کہا گیا تھا۔ یہ تھوڑی دیر بعد فیصلہ کر کے کہ انہیں کہاں بھیجا جانا چاہیے اور اندیشہ آگے۔"

اور وہ ٹرانسمیٹر پر باتیں کر رہا تھا۔ اور میں نے مر کو جاپانی زبان میں مخاطب کیا۔ میں جانتا تھا کہ مر جانے مارشل آرٹسٹ کی ہے یہ زبان بھی ہے۔ جب میں نے اسے جاپانی میں مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولی دیکھا تو جاپانی جاننے والا نہ تھا۔ یہ ان باتوں کا موقع نہیں ہے۔ میں نے پوچھا چاہتا ہوں کہ اس وقت کیا کیا جاتے ہیں یا تو تم سے خود کو حراست میں دے کر وہاں رہنا قید میں گزار رہے ہو یا ان سے مقابلہ کیا جاتے۔ مقابلے میں ہمیں شکست ہو سکتی ہے اور کامیابی بھی ہو سکتی ہے۔

مر جانے نے کہا: "ہم خود کو حراست میں نہیں دے رہے۔ ان سب کے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور لٹاکیاں ہیں۔ ہم میں سے کچھ بھی نہیں کو شش کروں گی کہ کسی سے لٹاکیاں

رہو تو آئیں گے لیکن میں جو میں برطانت کرنے کی عادی ہوں۔ لڑائی خیر مذاق۔

میں نے بالکل تیار ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔ ہم ابھی شروع نہیں کیا۔ دونوں کو انہیں بھال بھال کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا: "تم لوگ زبان میں باتیں کر رہے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا: "تم لوگ کراچی میں تھے یہاں کیسے آئے ہو؟" اس نے جواب دیا: "ہماری معلومات بہت وسیع ہیں۔ میں تمہارا کیا کر رہا ہوں۔ جب میں نے دیکھا کہ تم لوگ ہر جانے والی فائٹ میں ہار رہے ہو تو میں بھی دوسری فلائٹ سے یہاں چلا آیا۔ میرے ملاکان نے ڈانٹ کئے ہیں ان کے لئے تھکے متعلق یا کسی بھی دشمن کے ملحقہ معلومات حاصل کرنا بہت آسان ہے۔ بہر حال ہم جلد رہ رہے ہیں نہ کہا: "ہاں بھگتار ایک کام کرو۔ ہمارے لئے اپنے ان فیروں سے دو لاٹھیاں مانگ کر لے آؤ؟"

یہ کہتے ہی میں اس کے سامنے بر قاضی ہو گیا۔ وہ ہلٹ کر کھڑے ہوئے اپنے لوگوں کے پاس گیا۔ وہ چاروں طرف سے گھوم رہے تھے۔ اس نے دو آدمیوں سے کہا کہ اسے دو لاٹھیاں دیں۔ ان لوگوں نے پہلے تو انکار کیا، ذرا چپکائے۔ پھر اس نے دیکھا کہ تم سب میرے کرنے کے لوگ ہو۔ میں جو حکم دوں گا، وہی لاؤں گا۔ لاٹھیاں دیکھ کر حوالے کر دو۔ دو آدمیوں نے دو لاٹھیاں کے حوالے کر دیں۔ اس نے انہیں ایک ایک ہاتھ میں تھا لیا۔ پھر انہیں ہاتھ سے پاس آیا۔ میں نے اور مر جانے نے فریاد اس کے کمر سے لاٹھیاں چھین لیں اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے کمر کو آگے چھوڑ کر کہا: "بھئیے! اس بات پر خیریت مذاق! اور یہ ہم لاٹھیاں چلاتے ہوئے اس میز سے نکلنے کی کوشش کرنے کی بجائے ہی دیکھئے وہاں ابھی اٹھا اٹھا ہوا شہزاد ہے۔ وہ لاٹھیاں سے بہتر سے بدل بدل کر تم پر سے لے کر رہے تھے اور ہم بھی ان کے حملوں کو روک کر حملہ کرتے جا رہے تھے۔

میں اور مر جانے نے اس کے حیدر وادے پر سے واقف تھے۔ اس نے اس کی فزائی اسٹائی لڈائی ہوتی تو ہم ان سب پر حملے جاتے۔ لیکن وہاں دلائی باؤزی پوری تھی اور ہم اس نے نہیں تھے۔ لیکن لیسے ناؤزی بھی نہیں تھے کہ لاٹھیاں دھتھ میں آجائے۔ ہمارا پچاؤ نہ ہو سکیں۔ دلوں جو لڑائی پوری تھی اس میں جلدی دلائی ہوئی تھی۔ ہم ان پر جانا چلے نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی حملہ کرنا تھا۔ مختصری طور پر میں کہتی ہی جو میں کھانے کے بعد میں نے سوچا کہ لاٹھی بھی خاموشی لاٹھیاں لڑ رہی ہوں گی۔ کیونکہ کبھی کبھی اس کے لئے کہنے کی کڑائی آجاتی تھیں۔ آخر میں نے سوچا کہ اس

طرح ہم پچ کر نہیں نکل سکیں گے۔ زخموں سے چوڑ ہو جائیں گے اور وہ ہمیں نیم مرہ کرنے کے بعد یہاں سے ٹھیکٹ کر لے جائیں گے۔

میں نے سوچا کہ میری اس شخصیت کے لوگوں پر ظاہر ہو چکی ہے۔ پھر یہ کہ جب میں پیرس جا کر کسی شکل میں آؤں گا تو ہمیشہ میکاپ میں چھپا رہیں ہر سکون گا۔ اس کے بعد تو لوگ مجھے اس جہیز سے پہچانتے ہی نہیں گے۔ تو اب اپنے آپ کو کیوں پہچانوں گیوں نہ اپنی پہلی پہچانی کو استعمال کروں۔

یہ سوچتے ہی میں نے شہزاد کے دماغ پر قابض ہو کر لڑنے لڑنے لے پیچھے پر تجربہ سورا کا تو وہ پیچ پیچ کر کہنے لگا: "ارے! کچھ تو یہ کیا کر رہے ہو؟" اڑاٹی کھڑا، بند کر دو۔ میں نے تم لوگوں سے یہ نہیں کہا تھا کہ اتنی زبردست جنگ مفرح کو دینا۔ ان لوگوں کو چھوڑ دو! اب سکر ساتھ جاگ ملو!

اس کی بات سن کر لڑنے والوں کے ہاتھ مست پڑ گئے۔ دھلے تعجب سے بکھڑے تھے۔ شہزاد نے ایک طرف جھانک کر کہا: "آؤ، آؤ، اب اسے ساتھ آؤ۔ ان لوگوں کو ہمیں چھوڑ دو۔"

وہ سب کرانے کے بعد صاف تھے اور شہزاد نے حکم پزل کرنے کے لئے آئے تھے۔ اس کا دوسرا حکم اس کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گئے۔ کیونکہ انہیں صرف اپنے معاوضے سے طلب تھا۔ لہذا اس کا حکم ملتے ہوئے وہ اس کے پیچھے چلے گئے اور میں تنہا چھوڑ دیا۔ کچھ دور جا کر ایک شخص نے تھکے سے پوچھا: "شہزاد جی! یہ کیا بات ہے۔ آپ نے تو حکم دیا تھا کہ آج ہے، انہیں زخمی کرنا پڑے لیکن قابو نہ رہا۔ پھر آپ نے انہیں چھوڑ دیوں کیا؟"

میں نے بھی ایک شہزاد کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے کہا: "میں میری مرضی ہے۔ تم لوگ پچ جاپ میرے ساتھ چلتے رہو میں نہیں تمہاری باقی رقم بھی ادا کروں گا۔ آؤ اب میرے ساتھ! وہ ایک طرف بڑھ گئے۔"

میں نے مر جانے کا ہاتھ تھاما اور پچ جاپ دلوں سے تیزی سے اپنی کاری کرتے جانے لگا۔ میں خاموش تھا کیونکہ وہاں میری شہزادے رابطہ قائم کر کے ہوئے تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ہمارے کارنگ پیچھے سے پہلے نہ میری دماغی گرفت سے آزاد ہو۔ پھر ہمارا پیچھے کرے۔

مختصری دور آگے جانے کے بعد میں نے اس کے دماغ کو آڑھ چھوڑ دیا تو وہ چلتے چلتے ٹھک گیا۔ پھر اور اڑھ دیکھتے ہوئے بولا: "یہ کیا ہے؟ کہاں آ گیا ہوں؟ تم لوگ وہاں سے کھڑے ساتھ ساتھ کہاں جا رہے ہو۔ وہ دونوں کہاں ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ان کے بعد اور مر جانے کو کھڑے؟"

ایک شخص نے کہا: "باؤزی! تم عجیب لڑی ہو۔ پہلے تو ان کے ساتھ لڑنے مر رہے تھے یہاں لے کر آئے جیسے تم نے ان پر حملہ کیا تو تم نے حکم دیا کہ انہیں نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور اس نے تمہارے ساتھ چھین۔ اب ہم

تہلے ساتھ چل رہے ہیں؟
 شہزادہ پنا سر کھجا کر سوچتے ہوئے بولا: اچھا۔ اس کا مطلب یہ
 ہوا کہ جہ پر شہنشاہی کا اثر ہو رہا ہے۔ اسے مشکل ہوگئی۔ میرا نہ کیا دیکھ رہا
 ہو۔ دیکھو! وہ لوگ ابھی دُور نہیں گئے ہوں گے۔ چلو، ان کا پیچھا کرو۔
 ان میں سے ایک آدمی نے کہا: واد جانی جان! اپنے شک سے
 سوج کر کہیں ان کا پیچھا کرنا چاہتے یا نہیں۔ اب کے تو ہم ان دُور
 کا سر توڑ دیں گے۔ بولو، اجازت ہے؟
 اس نے کہا: بالکل اجازت ہے۔ آخر تم لوگوں کا منہ
 دیکھنے کے لئے تو میں تم کو یہاں نہیں لایا ہوں۔ منہ مانگا معاوضہ لے
 رہا ہوں۔ چلو، جلدی دو کر جاؤ اور انہیں تلاش کرو۔
 وہ دوڑ کر جانے لگے۔ اسی وقت میں شہزادہ کے دماغ پر
 قابض ہو گیا۔ وہ فوراً ہی پہنچ کر بولا: اے اے! کہاں جا رہے ہو، وہاں
 آؤ، میری بات سنو۔
 دوڑنے والے ٹوک گئے۔ پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ
 بولا: ابھی میں کیا کروں؟ میں نے غلطی سے یہ حکم دیا تھا۔ کوئی
 بات نہیں، اب وہ لوگ چلے گئے ہیں تو جانے دو۔ واپس آ جاؤ ہم
 اپنے اپنے گھر چلیں گے۔
 ان میں سے ایک بدعاش نے کہا: اے اے، تم تو کوئی بالکل کے
 بچے معلوم ہوتے ہو کبھی یہ حکم دیتے ہو، کبھی دوسرے حکم دیتے ہو سیدھی
 طرح ایک بات کہیں نہیں بولتے؟
 میں نے پھر شہزادہ کے دماغ کو آنا چھوڑ دیا۔ وہ پکڑا کر
 وہ گیا۔ اور اُدھر دیکھتے ہوئے اپنے ساتھی بدعاشوں کے آس نے
 پوچھا: یہ کیا ہوا؟ کیا میں نے پھر تم لوگوں کو روکنے کا حکم دیا تھا؟
 "ہاں، ایک شخص نے کہا: پہلے تم نے یہیں چلنے کا بھی حکم دیا
 پھر نہ لے کر حکم دیا۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟"
 اس نے کہا: تم لوگ میری بات نہ مانو۔ جو حکم دوں اس
 پر عمل نہ کرو۔ سیدھی طرح دوڑتے ہوئے جاؤ اور انہیں تلاش کر
 کے پکڑ کر آؤ۔
 ایک بدعاش نے کہا: یہی کمال کی بات کرتے ہو۔ خود ہی
 کہتے ہو کہ تمہاری بات نہ مانیں۔ تمہارا کوئی حکم مانیں پھر نہیں دیتے
 دوڑ کر انہیں پکڑنے جائیں پھر پھلا ہم یہ حکم کیوں مانیں؟
 اس نے کہا: یہی تم لوگ سمجھتے کیوں نہیں۔ وہ لوگ دُور
 نکل جائیں گے۔ جاؤ یہاں سے۔ ان کا پیچھا کرو۔
 وہ پلٹ کر جانا ہی چاہتے تھے کہ میں پھر اس کے دماغ پر
 قابض ہو گیا۔ وہ پھر اٹھا کر اپنے ساتھیوں کو مارنے کے لئے بولا۔
 مارنے کے بغیر، اگر میں پاگل ہوں تو کیا تم لوگ بھی پاگل ہو۔ میں اگر کسی
 کی جان لینے کا حکم دوں تو کیا تم جہان کے لوگ سب لیتے آؤ؟

کی طرح واپس چلو اور میرا حکم مانو کہ میں اس خون فریے سے
 رہنے کے لئے کمر لہاؤں۔
 وہ اسے بدعاش گھور کر غصے سے لے دیکھنے کے لئے اُٹھ کر
 فیصلہ کیا کہ اس بالکل کے بچے سے اپنے مخالف نے کیا رقم لے کر، اس کی
 طرح پٹائی کر کے یہاں سے چلے جانا چاہئے اور پھر وہ اپنے فیصلے پر عمل کرنے
 لے میں شہزادہ کے دماغ سے نکلا آیا۔
 ہر بڑی تیزی سے یہاں پہنچے۔ مہر جانے جسے پوچھا دیکھا
 میں تم سے بات کروں؟
 "ہاں، بولو، کیا کہنا چاہتی ہو؟"
 "کہنا تو نہیں چاہتی۔ صرف یہ سوچتی ہوں کہ جب تم غافل
 رہتے ہو تو کبھی یہی پہنچی میں صرف نہ رہتے ہو۔ اس لئے میں جانتا
 چاہ رہی تھی کہ ایسے وقت میں یہاں پہنچ کر چلے جائیں؟
 تم کسی بھی وقت مطالب کر سکتی ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہاں
 کو خیال خالی کا سلسلہ چند سیکنڈ کے لئے ڈالے گا۔ پھر میں یہیں رہتا
 دوں گا کہ میں دیکھتی خاموش ہوں یا خیال خالی میں یہ صرف ہر دلی
 ابھی تک میں شہزادہ کو کنٹرول کر رہا تھا۔ میں نے وہاں ایسا بھی کر دیا
 ہے کہ اس نے ایسی پاگل پن کی حرکتیں کرائی ہیں کہ اس کے بدعاش غلط
 خود اس کے دشمن بن گئے ہیں اور اپنے معاوضے کی رقم وصول کرنے
 کے بعد اس کی پٹائی کر رہے ہیں؟
 وہ سکر لے کر بولے: آج بہت دُور کے دُور کی بدعاشی دیکھ
 پٹائی ہوئی ہے۔ والٹر کو میری پٹائی ایسے ہی کرتا تھا کبھی لوگوں
 کے ڈھیر پر کبھی فولادی زرات کے ڈھیر پر۔ واؤ، بچ سکنا تھا میں
 گڑی تھی اور زخمی ہوتی تھی۔ ویسے پٹائیاں خوب بڑی ہیں۔ مگر وہ ان کی
 کے ساتھ کی جانے والی تھیں یاد آئیں۔ مجھ پر تو زیادہ اثر نہیں ہو سکتا،
 تم اپنی سناؤ۔
 میں نے تمہاری طرح فولاد بننے کی مٹھیں تو نہیں کی ہیں۔ میں
 زندگی میں ایسے فولادی راستوں سے گزر کر آتا ہوں کہ یہیں سے ہوا
 ہوں۔ اب جو میں غلطی میں تو اتنا اثر نہیں ہوتا۔ ہر چوٹ قابلِ برداشت
 ہو جاتی ہے۔ میں بھی ٹھیک ہی ہوں؟
 اس وقت تک کافی اندازہ چیل چکا تھا۔ ہم چلے ہوئے اپنی
 کار کے پاس پہنچے گئے۔ میں نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کلاب
 میں ڈیرا بڑھ کر دیا۔ تم میرے پاس بیٹھو۔ وہ دوسری طرف کلاب
 کھول کر میرے پاس دلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ پھر ہم دلی سے
 ہو گئے۔ راستے میں مہر جانے اپنے بدن کو ہلاتے ہوئے دھڑکتے
 ہوئے کہا: مارا کھڑا موزا گیا۔ لیکن اگر تم ٹھیک ہی بیٹھیں گے تو
 تو اس وقت تک مجھ کو مارا نہیں چکا ہوتا، یا تو وہ بھی مارا کر کے
 چھوڑ جاتے یا میرے گردہ کے گھسیٹ کر وہاں سے لے جاتے ہیں۔
 ۲۳۲

پتہ نہیں، ہمارا کیا حشر ہوتا۔ ویسے تم بھی خوب ہو؟
 "خوب کا کیا مطلب چاہو؟"
 مطلب یہ کہ میں اپنے آپ کو خوب سمجھتی تھی۔ اپنے اندر اتنا
 اعتماد تھا کہ اگر وہ چاہے پر کس دشمن ہوں تو میں تنہا ان سے مقابلہ کر لوں گی
 لیکن یہ سنجیدہ ساتھ چوں تو یہ نہیں سوچا تھا کہ میرا کیا حشر ہو گا۔ اب
 تم نے تو یہ سوچنے کی ضرورت نہیں دی۔ تم تو سنجیدہ دلوں کو بھی
 تھاکرے چھکاتے ہو۔ اس لئے اگر میں خوب ہوں تو تم بہت خوب ہو۔
 دُور کی جڑی خوب ملی ہے؟
 "یعنی کمال ہے۔ تم اس لفظ خوب کا استعمال خوب کر رہی ہو؟
 وہ ہنسنے لگی۔ میں نے بھی ہنسنے ہوئے کہا: مہر جانہ تہلے کے ساتھ بہت
 اجازت کر رہا ہے۔ ایسا وقت میں نے بہت کم گزارا ہے کہ میرے ساتھ
 بنگلے میں رہے ہوں اور اس کو بھی ملتی رہی ہو۔ تہلے کے ساتھ کوئی شہ
 نہ ہونے کا باوجود ایک ایسی اپنا بہت ہے۔ ایک ایسا اپنا ہے جس
 کا جہ سے میں آؤں گی کا لفظ استعمال کر رہی ہوں؟
 "یہ سب احساسات کبھی مجھے ایسے ہی ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں اگر تم
 مجھے کچھ ڈھکڑ کر دینے کا ارادہ کرو گے تو پھر جس میں تم سے ملاقات ہونے تک میں
 اپنے آپ کو بالکل تنہا تھا کسی محسوس کوئی نہیں۔ میرا دل نہیں لگے گا۔ اگر تم
 اسے شہنشاہ کو کہو کہ دوستی سمجھو تو میں یہ جہوں کی کہتا ہے بغیر مسئلہ دل
 نہیں لگے گا۔
 "میں دوستی کے اس جذبے سے بہت خوش ہوں۔ تم سے بچنے
 کے بعد یہ خیال مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ اگر تم جہاں کہیں بھی ہو۔ مجھے یاد
 آ رہی ہو۔ دوست ہی چاہتا ہے کہ دوسرا دوست اسے یاد کرتا ہے
 اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی تمہیں برابر یاد کرتا رہوں گا اور جس
 میں تمہارا شہادت سے انتظار کر رہا ہوں؟
 جانے دو میان تھوڑی دیر غامضی ہو چھوڑنے سے اس
 بچاؤ کا یہ سوچ رہی ہو؟
 وہ مسکرا کر بولی: تعجب ہے، سوچ رہا تھا جانتے ہو اُدھر پھر
 کچھ پوچھ رہے ہو؟
 "ہاں، جو میرے بالکل اپنے ہوتے ہیں۔ میں ان کی سوچ نہیں
 دیکھتی۔ میں سوچتا ہوں۔ پتہ نہیں کہ کیسے اپنے زبانے اپنی کسی کیسی
 ذاتی باتیں سوچ رہے ہوں گے۔ اس لئے میں ان کے دماغ میں
 نہیں جھانکتا۔"
 "تمہاری بہت اچھی عادت ہے۔ اب مجھ پر سوچ کر چھک
 میں گھر میں جاتی ہوں۔ تم کہتے ہو کہ دماغ میں یہاں تک ہے جو بولو
 ڈاکٹر صاحب نے وعدہ کر دیا کہ آئندہ میرے دماغ میں آئے سے پہلے مجھ سے
 اجازت لے لیا کرے؟
 "ٹھیک ہے۔ وعدہ کرتا ہوں۔ میں تم سے اجازت لے کر ہی
 ۲۳۳

تمہاری سوچ پر چڑھا کر دیا؟
 وہ بات بدل کر بولی: ایک بات ہے، مہر جانہ اگر ماکھانے کے
 بعد بھوک بہت زور کی لگی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟
 میں نے کہا: ہاں، مجھے بھی بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔
 اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے بھی خوب ماکھا کیا ہے؟
 وہ قہقہے لگاتے لگی۔ میں بھی ہنسنے لگا۔ حقاً ہی دیر بعد تم کو بڑا
 روڑے سے گزرتے تھے۔ میں نے کہا: کسی اپنے بچوں میں کھانے کے چلنے
 کیوں نہ چم پھر ڈٹ پاتھ پر کھائیں۔ یہاں کی نہاری بہت مہربان ہے۔
 وہ راضی ہو گئی۔ میں نے ایک بیک گالا ڈی روکنے کی اور بچوں کے
 ملازم کو بلا کر وہی نہاری لانے کا ہڈر دیا۔ پھر ہم باہر کھانے گئے۔ اسی
 باہر میں زندگی میں پہلی بار کسی روکنے سے روکنا تھا۔ لیکن وہاں باتوں میں
 محبت تو تھی لیکن محبت کے پیچھے کوئی پرس نہیں تھی۔ بڑی ہی سچی کھجی
 سی محبت تھی۔ لگا دھاتی اور ہم بڑی سادگی سے اس شے کی ابتدا کر
 رہے تھے۔
 وہی اور نہاری کی پلٹیں آ گئیں۔ ہم نے کھانا شروع کر دیا۔ میں
 نے کہا: مہر جانہ، جب اپنے ملک سے باہر جانے کے تو ہمارے ملک کا
 یہ لڑکھانہ کھانا نہیں نصیب نہیں ہو گا۔ اس لئے جب تک یہاں رہو، اپنے
 ہی ملک کے کھانے کھاؤ رہو۔
 وہ بولی: مجھے تو انگریزی کھانے بالکل پسند ہیں۔ بہت ہی برا
 کہ پیرس جانے کے بعد مجھ پر وہ کھانے زہر مار گئے ہوں گے۔
 "تمہیں رفتہ رفتہ ان کھانوں کی بھی عادت ہو جائے گی۔
 کھانا ختم کرنے کے بعد ہم نے بن اکیلا۔ پھر دوسری جگہ پر جانے
 پئی۔ اس کے بعد ہم پھر کلاب میں کھانا کھانے کے لئے نکل گئے۔ جاری تقریبی
 تھی کہ کلاب میں پھر کھانا کھانے کے ایک مہر سے دوسرے مہر تک میں
 ہوتی کھانا کھانے پر گھوم رہے تھے کسی ایک میں جا کر وقت گزارا نہیں چاہتے
 تھے۔ جاری غور محسوس تھا کہ ہم بالکل تنہا ہیں۔ تنہائی کے لئے مہر کا دل
 نہیں تھا، ادنیٰ کا کھانا کھانے اور ہم دشمنوں سے ٹک کر رہے تھے۔ اور
 دواہ دلی جانا نہیں چاہتے تھے۔ لہذا ایک کا ہی ایسی جگہ تھی جہاں میں
 تنہائی میسر ہو رہی تھی۔ جہاں ہم کھانا کھانے میں باہر کھانے کے لئے کوئی چیز
 بھاری باہر کھانے والا نہیں تھا۔
 مہر جانہ نے کہا: ہر سون رات جب سے میں نے اپنی اپنی کھجی
 ہوتی ڈاکٹر ہی چھٹی ہے جسے میرے انداز تقاضا کی گئی ہے۔
 میں جب بھی تنہا ہوتی ہوں تو سوچتی ہوں کہ دشمنوں سے ایسا انتقام دوں
 کہ وہ سارے کے سارے میری اسی کے سامنے موجود ہوں اور میری اسی کے سامنے
 اڑ پڑاں لگا کر دلوں کو ان سے جلدی کی جھجک مانگتے ہیں اور میں اس
 وقت ان سے کوئی بچوں کے ایک ماں کو اس کی اولا سے جدا کرنے کا یہی
 انجام ہوتا ہے جو تم لوگ شکست ہے جو۔

میں نے کہا: "میں تہلے جذبات کو سمجھتا ہوں۔ ایک تو تم نے پیرا ہونے کے بعد سے اب تک اپنی ہی کی صورت میں دیکھی اور ان کے حالات معلوم بھی ہوئے تو وہ لیے دردناک تھے کہ جسے تم کو کیا دنیا کی کوئی اولاد بھی برداشت نہ کرتی۔ تہلہ رانگتے سے بھر کر مٹا ایک لازمی بات ہے:

"ہم ابی تدبیر کو ہی گئے کہ سلسلے دشمن ایک ہی دن میری اسی کے سامنے حاضر ہو گئیں اور میں ایک ساتھ ان تمام لوگوں کو کوئی کی انھوں کے سامنے سزا دے سکوں؟

میں نے تکی لینے کے انداز میں کہا: "اعلیٰ ان رکھو، یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں یوں بیٹھی کے ذریعے تہلے ایک ایک دشمن کو پیرس بلاؤں گا۔ اگر تم کبیر میری اور رکھو سے ملنے اور ان سے اتفاق لینے کے لئے مہرستان جاؤ گی تو یہ ہلکا جگر ہو گا۔ وہاں جانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ پس کچھ ایسا سہل کرنا ہو گا کہ جارا کوئی آدمی ان سے جا کر ملاقات کرے اور میں اپنے اس آدمی کے ذریعے ان کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا پھر انہیں بھٹی کا چاچ بچانا میرا کام ہو گا۔ میں انکل سے کہوں گی کہ وہ خود مہرستان جائیں یا اپنے کسی سمجھ دار آدمی کو کبیر سید ہی اور گھوکے پاس بھیجیں۔ ان کے پتے جانے سے پاس موجود ہیں۔ جب وہ وہاں جائیں گے تو تم ان سے رابطہ قائم کر لینا؟

"لیکن جو بھی شخص جائے، وہ میرے بھال سے راز ہوئے سے پہلے مجھ سے ملاقات کرے تاکہ میں اس کے لب و لہجے کو یاد رکھ سکوں اور اس کے ذریعے کسی دقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔ بیشک ہے، کل صبح انکل سے اس سلسلے میں کوئی آخری بات طے کر لی جائے گی؟

رات کے ایک بجے مر جانے نے کہا: "اب میں گاؤں ورائز کوئی گئی تم میری سیٹ پر آ جاؤ۔ تمہیں زیادہ ڈرا ہو گئے ہیں کوئی چاہے۔ ہم دونوں ہی تھکے ہوئے ہیں۔ اس لئے دونوں کو وقت بانٹ کر ڈرائیو تک کرنا چاہئے۔"

وہ ڈرائیو تک سیٹ پر آ گئی۔ میں اس کی جگہ چلا گیا۔ بہادر دین موضوعات پر ملتے جلتے تھے۔ مر جانے نے کہا: "اب اپنے دماغ کی کچھ داستانیں سناؤ۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تمہاری زندگی میں کتنی لوگیاں آئی ہیں اور تم کتنوں سے متاثر ہوتے رہے ہو؟"

میں نے کہا: "اب رات گزرنے کے لئے اور ایک ساتھ بیٹنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی داستان چھٹی جائے تو میں تمہیں تین چاروں کی داستان خصوصیت سے سناؤں گا۔ کیونکہ ان تینوں نے ہی مجھے متاثر کیا اور تمہیں اپنی اپنی جگہ سے حد خطرناک بھی بنائیں اور بہت زیادہ محبت کرنے والی بھی۔ ایک دوسرے کے درمیان بھی جو آپس میں دنیا

میں نہیں ہے۔ تیسری اس وقت ہے جو حتمی جیتی کے علم میں مجھ سے مر جانے کی بات ہے اور ان دونوں وہ برائیاں ہیں میری اسی جیتی کے پاس جارا بڑی ہوئی ہے؟

میں نے پہلے سے سونامی کے متعلق بتایا۔ پوری داستان سننے کے بعد مر جانے نے کہا: "اس میں شک نہیں کہ وہ محبت کرنے والی عورت ہے لیکن بہت زیادہ مفرور ہے اور تم سے جس انداز میں اب بچھا چھڑانے کے ہے تو اس کا جوابی رد عمل یہی ہونا چاہئے کہ تم بھی اب اس کا خیال نہ چھوڑ دو۔"

"میں چھوڑ چکا ہوں اور اب سے زخمی کے جزیرے سے آ جاؤں۔ میں نے اس سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے اور یہ مہتمم ارادہ ہے کہ آئندہ اس سے رابطہ نہیں رکھوں گا لیکن؟

"لیکن کیا؟" اس نے پوچھا۔
"ہی کہ جب جس پیرس پہنچاں گا تو وہ ضرور مجھ سے ملاقات کرنے آئے گی؟

وہ اسے کہنے لگا کہ تم پیرس میں ہو؟
"تم یہ بھول گئی ہو کہ اس کے پاس نہ گھٹنے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ وہاں وہ میری نو پائے کو تیر کی طرح میری طرف آئے گی؟
مر جانے نے پوچھا: "جب وہ تم سے نفرت کرنے لگی ہے یا تم سے بچھا چھڑانے لگی ہے تو پھر وہ تمہارے پاس کیوں آئے گی؟ کیا یہ تہلہ رانگ خوش بھی نہیں ہے؟"

"نہیں، یہ خوش بھی نہیں ہے۔ وہ محض اس وجہ سے آئے گی کہ میری نو پائے ہی لئے جسے ہو گا کہ میں یہاں پیرس میں کیا کر رہا ہوں میری کسی ملک میں یا کسی شہر میں بھی آسا اور ایسی ہوئی ہے کہ میرے ساتھ جڑا لے بھی چلے آتے ہیں۔ وہ اسی شخص کی بنا پر مجھ سے ملنے یا مجھ سے دور رہی سے دیکھنے کے لئے ضرور آئے گی؟

اسی لمحے مر جانے کے اندک انداز سے مر جانے نے پیرس میں آکر عورتوں کی طرح جیسے چلتے ہوئے ہوتی۔ پھر وہ بڑے گھٹکے سے ہوں گے۔ وہ دیکھنے کی تم متاؤ گے اور پھر تہلے درمیان دوستی ہو جائے گی؟

میں نے ہنسنے سے کہا: "یہ بات نہیں ہے۔ تم بھولی ہو ہو۔ ذرا میری طرف دیکھو۔ میرا چہرہ دیکھنے کے بعد کیا تم یہ کہو گی کہ میں مفرور ہوں۔ وہ مجھ سے بچاؤ کر آئے گی لیکن جب رتی ہو گا چہرہ دیکھنے کی تو مایوس ہو جائے گی۔ میں اسے غریب میں مبتلا رکھنا گا۔ وہ جس اندر کے چھپے ہوئے فرد کو نہیں پاسکے گی، غامض چہرہ نماش ہو گا۔ وہ پریشان ہوئی ہے گی؟

"اس کی پریشانیوں سے تم لطف حاصل کرو گے؟
"ہاں! مہر تو آئے گا؟

جس سے ملنا لگا وہ تہلے۔ ہی کو پریشان کر کے لطف حاصل کیا جاتا ہے؟

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ اب مجھے لگاؤ وہ نہیں رہا۔
"دعہ کرو کہ تم کسی بھی مصلحت کی بنا پر دوبارہ اس سے دوستی نہیں کرو گے؟

"میں وعدہ کرنا ہوں۔ وہ جس انداز میں مجھ سے بچھا چھڑا چاہتی تھی، اس سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اب میرا اور اس کا ساتھ نہیں بچے گا۔ اسی لئے میں نے خیال خرافی کا رشتہ بھی ختم کر دیا تھا۔ اب اگر پیرس میں ملاقات ہوئی تو وہ بہت ہی مختصر ملاقات ہوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس سے دوبارہ دوستی نہیں کروں گا؟

"تم نے یوں لو لکھ کر زیادہ اہمیت دی ہے۔ اب بتاؤ باقی دو کون ہیں؟"

میں اسے زمانہ کے متعلق نکلنے لگا کہ وہ پہلے پہل جب مجھ سے ملتی تو بالکل مر جانے کی طرح مروی ہوتی تھی۔ مر جانے تو پھر بھی عورتوں کا لباس پہن لیتی ہے لیکن زمانہ بھی عورتوں کا لباس نہیں پہنتی تھی۔ بہت مر جانے میں مروی کو رہتی تھی اور مردوں کی طرح پائیں کوئی تھی اور مردوں کی طرح مرد کی ہڈیوں سے مر جانے کی طرح تھی۔ جو ڈور لگائے گی تو ایسی ماسٹر طرح کی کوئی اس کے قلعے پر چڑھ کر تھیں۔ وہ جین بھی تھی اور سنگین بھی کسی معاملے میں بھی عورتوں کی طرح جھک کر دوسروں کا کوئی فیصلہ قبول نہیں کرتی تھی؟

مر جانے نے زمانہ کی دوت پر بہت زیادہ مہر دی کا اظہار کیا اور اس سے محبت زیادہ عقیدت بھی ظاہر کی اور تسلیم کیا کہ زمانہ سونیا سے ہزاروں بار بہتر تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ زمانہ اس وقت زندہ ہوئی تو شاید مر جانے اس کی ایسی تعریفیں نہ کرتی۔ جو نہ کہ اب وہ جیسے پاس داس نہیں آ سکتی تھی۔ اس لئے مر جانے نے تعریفی انداز میں انھیں بھی کر رہی تھی اور مرد دی بھی۔

دیر تک جانچنے کے سبب چلنے کی طلب ہو رہی تھی لیکن وجہ پکے تھے اور اس کے تمام پرل بند ہو چکے تھے۔ ہم اور اصرار چلنے کے لئے بیٹھ گئے۔ پھر وہ لمبے لمبے ہنسنے پہلے وہاں ایک پھر ٹپ سے پرل میں جاسے لگ گئی۔ وہیں ہم نے کار روک کر چائے پی۔ چلنے کے دوران مر جانے نے کہا: "اب تیسری کے متعلق بتاؤ؟"

میں اس دقت کے متعلق بتانے لگا کہ اس میں دو فرمایاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بے حد حسین ہے۔ دوسری تعریف یہ کہ ... میں بچتی کے علم کو روک کر حال کیا ہے اور پرل لگائی ہے تہا شفیق کی ہیں۔ جس کی دہر سے ملی تھی کہ پہلے میں وہ مجھ سے بھی بہت سے جاتی ہے۔ پچھلے دنوں دشمنوں نے اس کے ساتھ غیر اساتذہ لڑکے لیا۔ لستانی دو این دیں اور ایسے انکسٹن لگائے کہ وہ

دماغی طور پر بالکل بے کار ہو گئی۔ کچھ عرصے تک تو اپنا مٹی بال بھی بھڑکے رہی یہی سچی بیعتی کا علم اب بھی مجھ سے ہوئے ہے اس کا دماغ اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ وہ خیال خرافی کے قابل نہیں رہی ہے ان دنوں مٹی کی پناہ میں ہے۔

مر جانے نے پوچھا: "اور تم اس بیمار صینہ کی عیادت کے لئے خیال خرافی کی پرواز کرتے ہو؟"

"تم خود ہی بتاؤ۔ کیا لٹے دنوں کے تعلقات سہلے جاسکتے ہیں یا ختم کئے جاسکتے ہیں پھر ایسی صورت میں جبکہ وہ میری بہترین دوست ثابت ہوئی تھی اور آج جبکہ وہ بے یار و مددگار ہے اور بیامہ ہے تو کیا میں اس کی خبر گیری نہ کروں؟

"نہیں، مضر و کر۔ میں جس میں کوئی یقین دی بات کہ رشتہ جو ہے وہ دوستی کی حد تک رہنا چاہئے۔ دوستی کی حد سے لگے دوستی کا خلوص پھر باقی نہیں رہتا۔ دوستی میں دوست کو کچھ نہ کر اس سے کچھ لینے کی توقع نہیں کرنی چاہئے۔ تم محبت لینے ہو تو جواب میں ہم نہ مانگو۔ اس لئے کہ ہم سے محبت نہیں ہوتی۔ ایک ملتی جلتی ہو رہا ہے۔ میں دیکھتی تو نہیں کہ کوئی لیکن آخری حد تک یہ گوشش کر دینا کہ تمہارے ساتھ ایسی دوستی ہو، ایسی دوستی ہو کہ تم میری ذات سے کسی قسم کی توقع کرنا بھول جاؤ۔ میں نے ہنسنے سے کہا: "وہ سائیز میں راب ہوئے ہیں اور مہر دونوں میں پر پھاری جو کبھی کسی عورت کی طرف مائل نہیں ہوتے اور بچپن سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک تہا زندگی گوارا دیتے ہیں۔ اگر لوگوں کی بھڑ میں رہیں بھی تو خود ان سے دور رہتے ہیں۔ کیا تم مجھے پر پھاری بنانا چاہتی ہو؟"

"نہیں، میں یہ نہیں چاہتی لیکن جس طرح ایک شریف عورت کو زندگی گزارنے کے لئے ایک مرد کا ہونا پڑتا ہے، اسی طرح ایک مرد کے لئے صرف ایک عورت کافی ہونا چاہئے۔ اس لئے اگر تم اس دقت سے شادی کرو گے تو میں بھی اعتراض نہیں کروں گی۔ کبھی برا نہیں مانوں گی لیکن صرف عشق کرو گے؟ تو میں اس عشق کو ہر کام میں دوں گی اور اس سلسلے میں تم جتنے دلائل دے گے میں نہیں ہوں کہوں گی کہ یہ کہیں جہاں شادی نہیں ہوتی، وہاں اعتماد کا رشتہ قائم نہیں ہوتا جہاں عورت کو مرد کے ساتھ ساری زندگی کا جتنی حال نہیں ہوتا اور اس مرض سے اور ادوائیں حال ہوتی تو پھر وہاں محبت نہیں ہے، صرف وقتی رشتے کی ہوس ہوتی ہے؟

مجھے تو قی نہیں تھی کہ مر جانے مجھے اس دقت سے شادی کرنے کا مشورہ دے گی۔ میں سمجھ رہا تھا جس طرح اس نے سونیا سے حد اور بچا لے کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح اس دقت کے لئے بھی وہی حارہ روئے لکھے گی۔ میری یہ خوش فہمی تھی۔ میں اس کے حراج کو سمجھ نہیں پا

رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اس کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا۔
 مختصری دیر پہلے میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں چوری چھپے اس کی سوچ
 نہیں پڑھوں گا۔ اس لئے میں اپنے وعدے کے مطابق عمل کر رہا تھا۔
 لیکن اس کی اس بات نے کہ مجھے جس قدر سے شادی کر لینا چاہئے تھی
 ایجاد کیا تھا۔ وہ سنیہ کے معاملے میں عام مردوں کی طرح حاسد نظر
 آئی۔ لیکن رتی دیتی کے معاملے میں اس نے بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیا۔
 صورت اور عیاں تھاری کہاں نہیں ہوتی تھیں۔ میں نے اس کے اصل مزاج کو
 سمجھنے کے لئے اپنے وعدے کے خلاف اس کے خیالات کو پڑھنا
 شروع کر دیا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ وہ خود بھی تو مردانہ خصوصیات
 رکھتی تھی اور اس دینی کے حسن و شباب کی جو بریں نے تفریق کی
 تھی، اس نے اس کو ایسی باتیں کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔
 لیکن میں مرجانہ سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ تم مجھے شادی
 کا مشورہ دے رہی ہو اور خود ایسی حرکتیں کرتی ہو جو کہ عام لوگوں
 کی ہی نہیں کرتیں۔ اس دنیا میں بہت کم ایسی لڑکیاں ہیں جو بھاری
 طرح مردوں کو کہتی ہیں اور مردوں کو کوسو جیتی ہیں۔
 کس دینی کے متعلق اس کی سوچ اگر میں اس کو بتاتا تو اسے
 مشہور جانا کہ میں نے اس کے خیالات پڑھ لئے ہیں۔ اس لئے میں
 نے وہ بات نہیں بھڑکی۔
 رات کو ہم تین نیچے کوٹھی میں واپس آ گئے۔ کیونکہ راستے
 میں پولیس کی ایک گتی جیٹھا جات نے ہیں۔ رکھا تھا اور کہا تھا کہ
 یہیں آخری رات کو لوں گھوڑا منانیں چلائے۔
 میں نے کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر گاڑی ایک طرف
 کھڑی کر دی۔ پھر سیم بلائیے میں آ گئے۔ وہی دقت کوٹھی کا دروازہ کھلا
 اور مرجانہ کے انکل باہر آئے اور مارا مٹکی سے بولے "مرجانہ! تم صبح
 سے غائب ہو کہم آؤ تم میں اطلاع تو دینا چاہئے تھا کہ کہاں رہ
 گئی تھیں۔ ہم یہ حد پریشان ہو رہے تھے؟"
 "انکل! آپ خواہ مخواہ پریشان ہوتے ہیں۔ یہ جانتے ہیں
 کہ میں کسی کی دھونس میں آنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ لڑا بھی جاتی
 ہوں پھر میرے ساتھ ایک بچہ کا سایہ ہے تو اس میں پریشان مجھے
 کیا بات ہے؟"
 "بیٹی! بے شک تمہارے پاس اپنے تحفظ کے بہت سے
 ذرائع ہیں۔ اس کے باوجود دشمنوں کو کمزور نہیں سمجھا جائے۔ میں
 ایک فوجی آدمی ہوں۔ اس لئے جب بھی مجھ کا ہر لڑکا ہوں تو لینے
 دشمنوں کو شکستہ زور دیکھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جو لڑکیاں بلی کیلنا
 چاہتا ہوں، جو داؤ میں آزمانا چاہتا ہوں، وہی داؤ وہ آما
 سکتے ہیں۔ اس طرح اگر سوچا جائے تو ذرا نیت بڑھتی ہے اور ذرا
 نئے داؤ پیچ اور تحفظ کی تدبیر ذہن میں آتی ہیں۔ بہر حال مجھے

اطمینان ہوا کہ تم واپس آ گئی ہو۔ آئندہ بھی اتنی دیر کے لئے جانے
 کا پروگرام ہو تو وقتاً فوقتاً اپنی خیریت سے باخبر کرنی رہنا۔"
 اس نے کہا، داخلہ طاق یہاں سے کل کو بیٹھے جانے
 گئے۔ ہر کوئے کو جمع ان کے لئے ایک سیٹ پر زور کر لیں۔ دوسری
 بات یہ ہے کہ اپنا ایسا کوئی آدمی ہمیں دیں جسے سندھوستان بھیجا
 سکے۔ وہاں وہ کبیر بییدی اور گھوسے کے گا ادران کے متعلق مزید
 معلومات حاصل کر کے میرے پاس آئے گا۔ میں ان کے پاس جانے
 سے پہلے ان کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔
 انکل نے پوچھا "کیونکہ تیار لا جن تو ساری معلومات حاصل
 کر لیتا ہے۔ پھر کبیر بییدی اور گھوسے کے متعلق کچھ نہیں معلوم کر
 سکے گا؟"
 مرجانہ نے کہا "معلوم کر لے گا لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ
 مہار کوئی آدمی وہاں جانے دے جن آدمی کے اندر جو دیکھنا چاہتا
 ہے وہ آدمی جو اپنی معلومات حاصل کر سکے گا۔ اس کے مقابلے میں میرے
 ساتھ سینے والا جن ان کے اندر دینی معاملات کے متعلق کچھ
 تفصیلات حاصل کر لے گا۔ اب تو آپ بھول گئے ہیں گے؟"
 "ہاں! اب بات میں آ رہی ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں کونسا
 کسی شخص کا انتظام کر لیں گا۔ جو سندھوستان جا سکے۔ اور کچھ؟"
 "شکر یہ انکل! آپ میری وجہ سے بڑی زحمتیں اٹھا رہے ہیں
 اس دقت بھی آپ کو میری ہی خاطر چھوڑا؟"
 "کوئی بات نہیں بیٹی! ہم تو تھکائے ہیں۔ ہر دن پریشان رہے ہیں
 اب ہمیں پانے کے کھنڈر نہیں چاہئے۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ
 رہی تھی۔ بہر حال تین بج کر پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔ اتنی رات تک
 جاگنے کی وجہ، جاگتے رہنا تو دلوں کو سوجاؤ۔"
 وہ بولی "انکل! میں نیند نہیں آ رہی ہے۔ طارق کل وہاں سے
 چلے جائیں گے اس لئے آج رات ہم جاگ کر بائیں کرتے رہنے کو اذیت
 چاہتے ہیں؟"
 "ہاں، ٹھیک ہے۔ ویسے بیٹا تم سے ایک بات کہہ دوں گا۔
 اور آؤ؟"
 وہ ایک طرف جھک گئے۔ مرجانہ ان کے پیچھے گئی۔ میں ان کے
 دماغ میں تنہا کھڑی رہ گئی۔ وہ مرجانہ سے قوی آواز میں کہہ رہے
 "بیٹی! کیا تم طارق عسکری میں دیکھی ہے؟ میرا مطلب یہ
 کہ اسے پہنچ کر رہی ہو؟"
 "ہاں کوئی بات نہیں ہے، انکل! طارق بہت اچھا انسان ہے
 وہ میرا بہت اچھا دوست ہے اور میں بھی بہت اچھی دوست بن کر
 رہنا چاہتی ہوں۔ اس سے آگے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے؟"
 "ہاں، یہی تو میں سوچ رہا تھا کہ سب بچہ کا سایہ ہے؟"

وہ کسی انسان کو پسند نہیں کر سکتی۔ اگر پسند کرے تو اس سے محبت نہیں
 رکھتی۔ محبت کر لے تو شادی نہیں کر سکتی۔ اس پر حادی سے دلا
 اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔
 مرجانہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ رہی تھی۔ اس نے مسکراہٹ
 دیکھ کر تے ہوئے کہا "تین کے متعلق آپ کی یہ معلومات پرانی
 ہے۔ دیکھئے آج کل جتنا تب بھی بڑی ترقی کر گئے ہیں؟"
 میں دماغی طور پر واپس آ گیا۔ پھر میں نے بھنار دی خبر لی۔
 زارت کو وہ آرام سے سو رہا تھا۔ پتہ چلا کہ پوٹوں کی تکلیف میں کچھ
 آرائشی ہے لیکن وہ چلنے بھرنے کے قابل نہیں ہے۔ لیٹر پر پڑا
 ہے اور اس کا بڑی تیزی سے علاج کیا جا رہا ہے۔ میں نے اس کے
 بہرہ دماغ کو ٹرائل میں لے کر طبیات دیں کہ اسے اب جانے
 بہرہ میں جانے کے متعلق تجویز کی سے سوچنا چاہئے۔ اور پھر میں نے
 انعامات کرنے چاہئیں۔ مگر فلا تراض کریں یا کوئی کاٹ پش تے
 ہی ہوا نہیں کرنا چاہئے۔
 اس کے غریبہ دماغ سے نکلنے والی سوچیں یہ یہ وعدہ کیا کر د
 لی جانے کے انعامات کل ہی سے شروع کر دے گا اور کسی کا دھٹ
 پڑا نہیں کرے گا۔
 مرجانہ ہنس کر واپس آ گئی۔ اس کے انکل کوٹھی میں چلے
 گئے۔ اس نے آتے ہی پوچھا "تم ہماری خیال خوانی میں مصروف
 تھے؟"
 میں نے اشارت میں سر ہلایا۔ وہ گھور کر بولی "میں نے منع کیا
 اور تم نے وعدہ کیا تھا کہ میری اجازت کے بغیر تم میرے دماغ
 میں آؤ گے اور نہ ہی میرے خیالات پڑھو گے؟"
 میں نے کہا "میں تم سے سچ کہوں یا جھوٹ؟"
 "لا بولی! سچائی دوستی کی بنیاد ہے۔ اگر یہ بنیاد نہ رہے
 تو کئی کئی عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی۔"
 "تو پھر سنو! میں نے تمہارے دماغ کے ذریعے تمہارے انکل
 کی باتیں کیونکہ وہ جب بائیں کرتے کہنے کے لئے تمہاری ایک طرف
 اٹھتے تو مجھے کچھ شک ہوا تھا کہ شاید وہ میرے خلاف پوٹوں میں
 دھڑکے ہوئے ہو۔ اس کو معذرت کہ میں نے سچ پر چین کا حق
 نہیں سہا۔ اس پر کوئی انسان عاشق نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی اس سے
 ان کے دل سے اس سے بڑا دلی کو سکتا ہے۔ تمہارے اس
 سے انکل اچھا جواب دیا تھا اور میں مطمئن ہو کر کھڑے رہا۔ دماغ
 میں دقت واپس آ گیا تھا۔
 "تو تم یہاں جھوٹ بول رہے ہو۔ تم اس کے بعد بھی ہاری باتیں
 بول رہے؟"

نہیں مرجانہ! میں اسی وقت تمہارے دماغ سے واپس آ گیا تھا۔
 کیونکہ مجھے بھنار کا خیال آ گیا تھا۔ میں نے سوچا جب تک تم اپنے
 انکل سے بائیں کر رہی ہو اس وقت تک میں بھنار کو ٹرائل میں لے
 کر لے مجبور کروں کہ وہ اب صرف پیرس جانے کے متعلق سوچے اور وہاں
 جانے کی تیاریاں کرے۔ مجھے بھی کاکوشی ملنے آئیں۔ مگر لے تراض
 کریں، وہ کسی کی بھی پڑا نہ کرے۔ میں ابھی لے ٹرائل میں لے کر رہی
 بائیں بھنار دیا تھا اور وہ اس بات پر لڑائی چڑھ گیا کہ وہ کل ہی سے پیرس
 روانہ ہونے کی تیاریاں شروع کر دے گا؟
 "یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ لے دقتا فوقتاً ٹرائل میں لے کر
 مجبور کر دینا چاہئے۔ اس طرح وہ جلد ہی پیرس پہنچے گا اور تم آئندہ
 میری مرضی کے بغیر میرے خیالات نہیں پڑھو گے۔ کیوں؟ ٹھیک ہے
 ایک بار پھر وعدہ کر دو۔"
 "میں وعدہ کر چکا ہوں اور ایک ہی وعدہ کافی ہوتا ہے۔"
 اس نے مجھ کی طرح وعدہ کرنے کے لئے کہا تھا کہ اس کی پر
 تریں سہل گئی۔ واقعی ایک دوست کے دماغ میں بغیر اجازت نہیں پہنچنا
 چاہئے۔ جب تک کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہیں ہو سکتے۔ دوسروں
 کی باتیں کچھ اور کیونکہ جن سے ہماری دشمنی ہوتی ہے۔ جن سے
 ہمیں خوشیاں پڑتا ہے۔ ان کے مانعوں پر تو بغیر اجازت قابض ہوا جا
 سکتا ہے لیکن مرجانہ سیسی دوست کے دماغ میں واقعی بغیر اجازت
 نہیں پہنچنا چاہئے۔ اس کے لئے نجی معاملات ہیں، ذاتی چیزیں ہیں۔
 ان کے متعلق مجھے معلومات حاصل نہیں کرنی چاہئیں۔ اس کا حق ابھی مجھے
 نہیں پہنچتا ہے۔
 ہم ایک گھنٹے تک باغیچے میں بیٹھے رہے۔ بڑی چھی اچھی باتیں
 کرتے رہے۔ ایک دوسرے کی باتوں میں دلچسپی بھی لیتے رہے اور متاثر
 بھی ہوتے رہے۔ سب جی چاہتا تھا کہ ہم پوری رات باتیں کرتے رہیں اور
 ساری دنیا کو بھول جائیں۔
 بے شک مرجانہ ایکسٹنڈنگ سے لڑا ہے۔ وہی کوئی کرنا بہت
 کرنے کا دوسرے ہی تھی۔ آج میری زندگی کا پہلا دن تھا کہ میں اتنی
 آہستگی سے مرجانہ کی محبت میں اس کوئی کوئی نہ تھا۔
 صبح چار بجے جبکہ گھر والے بیدار ہوئے تھے، ہم کھانے کے
 لئے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میرے لئے ایک کمرہ مخصوص کیا گیا تھا
 (میں اس کمرے کو گیا تھا کہ مرجانہ میرے کمرے میں سوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔
 میں نے سوئے سے پہلے اس کا بائیں اور اس دینی سے رابطہ قائم کر لیا
 پتہ نہیں کیوں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں مرجانہ کے کمرے میں اس کے متعلق
 زور دے اور اس سے بائیں کروں اور جو وقت مل جائے، اس میں
 اپنی نیند پوری کرنے کے بعد دوبارہ بیدار ہوں اور اس کو بیدار کیا

وہ مجھ پر حجاز کے تعلق سوچتے ہوئے گئے۔ بیشک، وہ بڑے اچھے انڈاز میں میرے دل و دماغ پر اپنا قبضہ جاری رکھی۔
دوسرے دن صبح میری آنکھ کھلی میں معزوری دیر تک لستر پر چڑھا ہوا حجاز یاد آ رہی تھی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس کے

خیالات پڑھوں۔ لیکن میں نے اس خواہش کو ذہن سے جھٹک دیا اور اس بات کا مقصد ارادہ کرنے لگا کہ مجھ سے دیانت دارین کر دینا چاہئے میں نے اب تک بڑے فراڈ کئے ہیں۔ سوینا، دیمانہ اور سوئی جیسی محبت کرنے والی بیستوں کے ساتھ میں نے وفا بھی کی اور وفا بھی ان کی نصیحتوں میں کامیابی آتا رہا اور ان سے محبت بھی بولتا رہا کبھی بھی مصلحتاً ان کو بھی ڈیتا رہا لیکن حجاز کے لئے میں نے سوچا کہ اس سے جو وعدہ کیا ہے اس پر مجھے عمل کرنا چاہئے اور اس کی بکاوہ کے بغیر اس کے خیالات نہیں پڑھنے چاہئیں۔

یہ سوچ کر میں نے حجاز کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا: ہیلو حجاز! کیا میں تمہارے پاس رہائی طلب کر حاضر ہو سکتا ہوں؟

وہ مسکرا کر بولی: ہاں! آ جاؤ، ابھی میں تمہارے متعلق سوچ رہی تھی معزوری دیر پہلے ہی آنکھ کھلی ہے مگر پیچھے بتاؤ، اس سے پہلے تو تم میرے دماغ میں نہیں تھے۔

مجھے تمہاری دوستی کی قسم۔ میں ابھی تمہارے پاس آیا ہوں میں بغیر حجاز سے بھی تمہارے خیالات نہیں پڑھوں گا۔ تم کسی طرح بھی مجھے آزما سکتی ہو۔

اس نے ملن ہو کر پوچھا: ناشتہ کی میز پر کب آئیے ہو؟
"ہاں، ملن وغیرہ فائدہ ہو کر کوئی ڈھنگ کا لباس پہنوں گا اور آ جاؤں گا۔"

دونوں صابکس پہن گئے؟
"تم بتاؤ، تمہاری پسند کے مطابق پہنوں گا۔"

وہ ہر کراچی میں تم سے ایک بار نیوی بولکر کا سوٹ پہنا تھا، مجھے وہ بہت پسند ہے۔ دہی پنن کر آج آئو پورٹ تک میرے ساتھ چلتا۔ میں نہیں اس سوٹ میں دیکھ کر اوداس کہوں گی۔

میں نے کہا: میرا بھی تو کچھ حق ہوتا ہے کہ میں تم سے ایسی ہی کوئی خواہش کروں؟
وہ ہنسنے لگی: ہوتے بولی دیکھی خواہش؟ کیا چاہتے ہو تم؟

"میں چاہتا ہوں کہ تم بھی جیسے آسمانی رنگ کا کوئی شلوار سوٹ پہنو۔ بہت اچھی لگے گی۔"

وہ مسکرا کر بولی: ابھی بات ہے۔ میں اب ساتھ نرم میں جاری ہوں خدا حافظ!

وہاں موجود تھی اور اپنے اقدار سے بچنے سے ناشتہ لگ کر میز پر کھڑی تھی پتہ چلا کہ ملازم بازار گیا ہوا ہے۔ ہم دونوں وہاں بیٹھ کر ناشتہ کرنا لگے۔ حجاز نے بتایا: وہ دن کے ٹائیٹ سے سیٹ وغیرہ میرے پاس اب تمہاری رہائی میں صرف تین گھنٹے رہ گئے ہیں۔ ہم ابھی چائیں

روانہ ہو جائیں گے اور کاس میں بیچ کر معزوری دیر کر دیں گے۔ دوپہ کے سے پہلے ایرپورٹ پہنچ جائیں گے۔ وہاں تمہارا سامان بیچ جائے گا اور اس کی بھی تمہیں ہی آفت کرنے کے لئے وہاں آجائیں گے۔ ہلو! ہلو!

ہے نا؟
مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد ہم کاس میں بیچ کر پھر آوارہ گردی کے لئے نکل گئے۔ کل سے ہی ہوا تھا اور اس میں یکسانیت کا محسوس نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ ایک صحت کی قسمت، اس کا حسن، اس کا مزاج، اس کی باتیں، اس کی آوازیں ابھی ہوا کی

کڑھو بڑھو رنگ دیتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اس لئے کبھی یکسانیت کا محسوس نہیں ہوتا۔
دونوں نے کچھ پیچھے پل ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ وہاں اس کا

انکل اور دوسرے دو چار عزیز بھی آئے تھے۔ وہاں یہ سامان بیچا گیا تھا۔ سامان کیا صرف ایک سوٹ نہیں تھا اور ایک بیک تھا۔ یہ شلوار سے لے کر کتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک چھوٹی ٹیپو نظر آئی۔ میں پوچھا یہ کیسا ہے اس پر حجاز مسکراتے ہوئے: انکل نے کہا یہ حجاز

سامان ہے۔
میں نے پلٹ کر اس کی طرف تیراکی سے دیکھا تو وہ لپٹی: انا

میں بھی تمہارے ساتھ جا رہی ہوں۔
میں نے تعجب سے پوچھا: کیا مطلب؟ تم میرے ساتھ

جاؤ گی؟
وہ مسکراتے ہوئے بولی: ہاں، ابھی جاؤں گی۔ میں ابھی

کیوں ہے؟ کیا مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہئے؟
"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ مگر تم مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

"میں نہیں سر راز دینا چاہتی تھی۔ اب بتاؤ سوئی کاس۔ اس کا پتہ کیا ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ سفر میں نہ لے سکے۔"

ہم کو بڑے گھر درگاہ کے کھڑے پڑھنے کے جہاں لپٹا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا: تو یہ ثابت ہو گیا کہ میں تمہارے بغیر نہیں

سکتا اور تم میرے بغیر یہاں نہیں رہ سکتی تھیں۔ اس لئے میرے ساتھ رہی ہو۔
"جی نہیں۔ ابھی تو کوئی بات نہیں ہے۔ وہ اپنے دماغ میں چھپاتے ہوئے بولی: تم کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو نا۔ میں تو

ایک ضرورت کی وجہ سے جا رہی ہوں۔
"کیسی ضرورت؟"

"میں یاد ہو گا کہ میں خوش فہمی کے جزیے سے بہت سے بزرگ رہا ہوں۔ کئی انٹیلیجنٹ افراد اگلے کر آئی تھی۔ وہ سب زندگی کے والد کے سامان کے طور پر لگے ہوئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ وہاں بینک

کی انڈسٹری کھول کر کچھ نقد پیر وہاں رکھ دوں۔ لا کر لے کر کچھ بے جا رہائش وہاں رکھوں۔ کچھ پڑی لے آؤں اور خاندان کے

سکھوں۔ کیا خیال ہے؟
"ہاں، ابھی بات ہے۔ لیکن مال و دولت کی حفاظت کوئی

پڑتی ہے۔ میں تم سے تاثر کیوں دینا چاہتی ہوں کہ میری وجہ سے یہ مال و دولت کی حفاظت کے لئے تم کراچی میں سے ساتھ جا

ی ہو۔
وہ مسکرا کر بولی: چلو، تمہارا دل کھنے کے لئے کھڑی ہوں کہ

بے خبری نہیں رہ سکتی تھی۔ بس لئے میں نے سوچا کہ یہ نوعِ مراتب تمہارا ساتھ بھی لے کر آکر اس کا بھی ہو جائے گا۔ ایک دن

میں وہاں سے واپس آ جاؤں گی۔ انکل سے سامی باقی طے ہو چکی ہے۔ انکل نے کہا ہے کہ وہ دونوں کے اندر میرا پورٹ مال

لے کر آکر ایک ایسے آدمی کا انڈسٹری کریں گے جو چند دن جا کر

وہاں آکر اور گھر سے ملاقات کر کے۔ یہ بتاؤ کہ جو شخص بھی یہاں

جائے گا تم اس کے دماغ میں کیسے پیچو گے؟ کیا میرے ذہنیے؟
"ہم جہاز کی سرخیان طے کرتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئے

ایک ایئر پورٹ پر۔ میں نے آگے بڑھنے کے لئے راستہ بتایا ہوا تھا۔ میں دکھائی۔ ہر جہاز وہاں بیٹھ گئی۔ میں نے پیچھے ہٹے ہوئے کھڑے

ایک کنبہ تکم اس سے باقی کر دی تو میں تمہارے ذہنیے اس کے دماغ میں پیچوں گا۔ میرے یاد رکھوں گا اور جب بھی وہ بتائے

گا تو میں اس کے ساتھ لگا رہوں گا۔
جب جہاز کی پرواز کا وقت آیا تو ہم نے اپنے اپنے سیٹوں

پر باندھ لئے معزوری دیر لہجہ جہاز خاصی ہندی پر سننے گیا تھیں نے

میں کبھی کبھی ایک ہی بات سوچتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ دہی ایک

بات دونوں کی زبان سے ایک وقت نکلتی ہے۔ کیا ایسا تمہارے ساتھ بھی

نہیں ہوا؟
وہ تاہم میں مسکرا کر بولی: ہاں، ایسا ہو سکتا ہے۔ چلو اس

بار بھی معاف کرتی ہوں؟
"بھئی! یہ تو بڑی محبت ہو گئی۔ اگر آؤ کبھی ایسا ہوا کہ میں

لے ایک بات تم سے کہہ دو اور یہی بات تم اس وقت سوچ رہی ہو

گی تو تمہارا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ میں تمہارے خیالات چھتا ہوں

بائی گاؤ! حجاز! میں نہیں بہت چاہتا ہوں اور کبھی یہ نہیں چاہوں

گا کہ خیالات کوئی کر کے وعدہ خلافی کر کے تمہیں ناراض کر دوں۔ تم دود

پہلی جاؤ اور میں تمہارے حجاز نہیں۔ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں

چھڑوں گا اور نہ ہی تم سے کہے ہوئے وعدے کو توڑوں گا۔ چھڑوں

ذرا کا خوش میسر۔ میں غلام سے رابطہ قائم کر کے اسے کہتا ہوں کہ وہ

آج کا ٹیٹ کسٹ کرے۔ میں کی باپوں کو کراچی سے پیرس کے لئے

روانہ ہوں گا۔
وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولی: پیچ! کیا تم میرے لئے ایک

دودن اور دوک جاؤ گے؟
میں نے کہا: کیوں نہیں۔ تم چاہو تو میں پیرس ہی نہ جاؤں۔

تمہارے ساتھ چپک جاؤں لیکن تم خود ہی سوچنا کہ اگر میں پہلے ہی وہاں

پہنچ کر اپنے لئے ہاسٹل سر جری کے لئے میں اختتامات کر لوں تو یہ بہتر

ہوگا کہ نہیں؟
وہاں یہ بہتر ہوگا۔ میں تمہیں زیادہ رکنا نہیں چاہتا۔ بس ایک دن

اور دوک جاؤ۔ میرے کچھ چاہتا ہے۔
اس سے باقی کرنے کے بعد میں نے سیٹ کی پشت سے ایک

لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور غلام کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک چوڑے کمرے

میں بیٹھا ہوا سیٹ سے باقی کر رہا تھا اور جو باقی سامی سے کر رہا تھا ان

کا جواب دہ رہا تھا۔ تنہا میں انسان ایسی ہی ہاتھوں سے جی جی کرتا ہے۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چوک کر بولا: "تمہارے آقا!"

کیا آپ یہاں پہنچے ہیں؟
میں نے کہا: ہاں، اس وقت میں طیارے میں ہوں اور تقریباً

ساتھ چار یا پانچ بجے تک کراچی کے ایر پورٹ پر ملوں گا۔ تم وہاں

آ جانا۔
"جی آقا! میں سامی کو لے کر پہنچ جاؤں گا اور کوئی حکم؟"

"کیا تم سے پیرس جانے کی تیاریاں مکمل کر لی ہیں؟ ٹکٹ کتنے خرچ

ہو چکے ہیں؟
"جی ہاں، ٹکٹ کتنے خرچ ہو چکے ہیں۔ لیکن میں آپ سے ایک

درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا : کچھ ، کیا کہنا چاہتے ہو ؟

آٹا ! یہاں سے کچھ ملک کا ایک آدمی ملا۔ وہ بتا رہا تھا کہ میرے قبیلے کے لوگوں پر مصیبت نازل ہو رہی ہیں۔ وہ بہت سے مسائل میں گھرے ہوئے ہیں۔ میں یسین کہہ کرے یسین ہو گیا ہوں۔ ایسے وقت مجھے

دل ہل جانا چاہئے۔ اور ان کی کچھ مدد کرنا چاہئے۔

• بے شک تمہیں مانا جاتا ہے۔ میں تمہیں روکوں گا تمہیں ایسا کرو کہ تم افریقہ جانے کے لئے ٹکٹ تبدیل کرلو اور میری سیٹ بھی کینسل کرادو۔ میں آج نہیں کل یہاں سے روانہ ہونا چاہتا ہوں۔ تم معلوم کرو کہ کل کون سا طیارہ جارہا ہے۔ کل نہ ہو سکے تو پرسوں تک ضرور سیٹ دیندو جو ملتی پاتی ہے۔ میں بخود ہی دیر بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا تو مجھے معلومات حاصل کر کے بتا دینا۔

اس سے رابطہ کرتے ہی میری نظریں دھڑک اٹھیں۔ دلی سیٹ کی طرف گئیں۔ دلوں سے ایک نہایت ہی خوبصورت و فخریہ اڑنے کا شاید ہاتھ زخم کی طرف جاری تھی۔ وہ ڈرائیو سے پہنچتی ہوئی میسرے کے قریب سے گزرتی۔ میں چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہ گیا اور اسے پہچان بھی لیا۔ وہ میسرے کی بڑی صاحبزادی خزانہ تھی۔ یعنی شاہینہ کی بڑی بہن تھی۔ وہ دوسرے دو خزانہ نظر آتی تھی لیکن جب وہ میسرے کے قریب سے گزری تو پتہ چلا کہ دودھ کے ڈھل سہلے ہوئے ہیں۔ اس کے چہرے پر ایک اچھی خاموشی اور مروت کی کسی پہنچتی تھی جو میں معصومی تھیں، شاید بلیک بھی معصومی ہوں۔ چہرے پر گہرا ایک اپ متعجبی سے گھر گھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔ دین کسا ہوا لگا تھا۔ جیسے خوبصورتی سے بازو رکھ لگایا ہو۔

میں اس کے دماغ تک پہنچ کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ خزانہ اس جہاز سے کیوں سفر کر رہی ہے۔ کیا وہ تنہا ہے یا کوئی ساتھ ہے؟ کیا اس کی حرکتیں پہلے ہی کی گئی ہیں۔ لیکن یہ سب معلوم کرنے کے لئے میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ میں نے اس کے چہرے کو اس کی آنکھوں کو بغور نہیں دیکھا تھا۔ وہ فوراً ہی میرے قریب سے گزرتی تھی اور میرا اس سے بچھڑے ہوئے سختی حدت گزرتی تھی کہ مجھے اس کا لب دلو بھی یاد نہیں تھا۔ اور نہ ہی میں نے پہلے کبھی اس کی آنکھوں میں حیا تک کو دیکھا تھا کہ مجھے یاد رہی تھی۔ وہ تو رشتے کی پہچان تھی کہ میں نے اسے ایک ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔

میں نے جہاز سے کہا : دیکھو، ابھی یہاں سے ایک عورت گزر رہی ہے اور ہاتھ زخم کی طرف گئی ہے۔ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میسرے کی بڑی صاحبزادی خزانہ ہے یعنی شاہینہ کی بڑی بہن ہے جس سے تم مل چکی ہو۔ اب میں خزانہ کے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ تم یہاں سے جلد اور اوپر تو اٹھ کر طرف، اس سے سامنا ہو تو کسی طرح اسے چپ کر گفتگو کرو۔ جب وہ تم

سے باتیں کرے گی تو میں اس کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔ وہ اٹھنے سے پہلے بولی : ٹھیک ہے، میں جا رہی ہوں۔ اس نے ہم لوگوں نے ناشتہ کیا تھا اور اب تین بجنے والے ہیں۔ بھوک لگ رہی ہے۔ کیا میں آئیر پورٹس سے کچھ کھانے کی فرمائش کروں۔ شکراؤں گے؟

• ہاں، بھوک تو مجھے بھی لگی ہے۔ کھانے کے لئے بھی کروں گا۔ ہر جہاز سے باس سے اٹھ کر ہاتھ زخم کی طرف جانے کی ہیں۔ اس کے دماغ میں موجود رہا۔ جب وہ ٹوائف کے پاس پہنچی تو خزانہ ایک ٹوائف کے ساتھ جا چکی تھی اور دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میرا دل اس دوران میں ایک آئیر پورٹس سے کھانے کی فرمائش کی۔ آئیر پورٹس نے سکرا کر کہا : معلوم ہوتا ہے کہ تم ادھر جا رہی ہو۔

• ابی بات نہیں ہے۔ بس آج مجبوراً ہم وقت پر نہ کھا کھائے۔ یہاں سے کھانے کے لئے؟

• بس ہاں کھاؤ گا سا ناشتہ ہو گا اور کافی مل جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ آج پہنچنے تک اس سے ملتی ہو جائے گی۔

مرحانہ نے سکرا کر کہا : یسٹ کیہ، تم بہت خوبصورت ہو؟ وہ سکرا کر بولی : شکریہ کہہ کر اسے طلب تو سمجھ میں آگیا کہ ناشتہ معاوضہ ہو گا۔ یہ خوبصورتی کی تعریف کیوں کی؟

• اس لئے کہ اس کی تعریف کے لئے میں یہاں ہوں۔ میں کسی بھی قسم کی کوئی دیکھتی ہوں تو اس کا نام ضرور پوچھتی ہوں۔ ہتھوڑا نام کیسا ہے؟ وہ بولی : میرا نام شکریہ ہے؟

اسی وقت ہاتھ زخم کا دروازہ کھلا اور خزانہ باہر نکلی۔ مرحانہ نے اس کی طرف دیکھ کر آئیر پورٹس سے کہا : شکریہ! ڈال ان کو بھی دیکھو۔ یہ بھی کتنی حسین ہیں۔ میں ان کا بھی نام پوچھ کر ہوں گی؟

خزانہ ان دونوں کو اپنے متعلق باتیں کرتے دیکھ کر ٹھٹھکی گئی۔ اس نے اس کی طرف متعلقہ کے لئے ہاتھ ڈھلے ہوئے کہا : ہلو میرا نام میرا نام مرحانہ ہے۔ کیا میں ہتھوڑا نام پوچھ سکتی ہوں؟

خزانہ اس سے صاف کھاتے ہوئے اس کے دماغ تک پہنچ کر اس کے دماغ میں میرا نام خزانہ ہے۔ دیکھو میرا نام کیوں پوچھتی ہو؟ میں چہرے میں حسرت کا نام پوچھتی ہوں اور اپنے ذہن میں خزانہ رکھتی ہوں۔ یہ میری اپنی ہے۔ میں دیکھتی رہتی ہوں کہ خوبصورتی کے نام کی خوبصورتی ہوتے ہیں یا نہیں؟

مرحانہ خوب باتیں بناتی تھی۔ میں اس کے دماغ سے نکلی اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پوچھ رہی تھی : تمہیں میسا نام کیسا لگا؟

مرحانہ نے جواب دیا : بہت خوبصورت۔ تم جتنی حسین؟

اس وقت اس سے ہتھوڑا نام خزانہ ہی مرنا چاہئے تھا۔

خزانہ کو اس نے اپنی سیٹ کی طرف جانے کی۔ بخود ہی دیر دیر سے قریب سے گزر کر اپنی سیٹ پر پہنچ گئی۔ اس دن اس کا ایک ساتھی بیٹھا ہوا تھا۔ خزانہ نے اسے بھانے کے لئے سکھاتے ہوئے کہا : تم چہرے پریشان ہو کر سہنے لگے ہو۔

اس کے ساتھی نے کہا : سونچا ہی پڑتا ہے میرے کیرئیر کا سوال ہے۔ ساری عمر کی ملازمت میں جی جانے کا اور ایک نایابی میں نہیں لگے گی۔ مجھے بیل کی ملازمت کے پیچھے رہنا پڑے گا۔ میں تنہا ساتھ ساتھ دھڑکی کے بڑی طرح چھین گیا ہوں۔

• اگر میں اتنی بڑی ہوں تو میرا ساتھ چھوڑ دو۔ کیوں میرے پیچھے لگے ہوئے ہو؟

خزانہ نے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے منہ پھیر لیا۔ اس کا ساتھی اسے منانے لگا۔ میں پچھ چپ ان کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ ان کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ یہی اس کے اور کبھی اس کے دماغ کو ٹھوٹا جا رہا تھا۔ جہاز دیکھ کر اپنی جگہ پر خاموشی سے بیٹھ گئی تھی اور کچھ جگہ جگہ

کروں خیال خزانہ میں غصہ ہوا۔ خزانہ کا ساتھی کسی بھری جہاز کا ایک آفسر تھا۔ بخود ہی دیر دیر میں نے غصے سے اس کے دماغ میں اس کی سرچ سمانی ہوئی تھی۔ جیسے کسی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے دماغ کے دلوں کو دیتا ہوں۔ اسی طرح کوئی خزانہ کو سرچ کے ذریعے باتیں دے رہا تھا اور یہ باتیں جتنی کہ جس نے مجھے چرنا دیا تھا۔

کوئی اور بھی تھا جو جتنی پہنچ جاتا تھا اور اس وقت سرچ کے پردوں کے ذریعے پڑا کرنا ہوا اس طیارے میں پہنچا ہوا تھا اور اس نے خزانہ کو اپنی معمول بنایا ہوا تھا۔

میں بخود ہی دیر دیر کے دماغ میں چپ چاپ بیٹھا ہوا اس جہتی خیال خزانہ کی سرچ کو سنتا رہا۔ وہ خزانہ کو باتیں دے رہا تھا اور میں اس کی سرچ کے لب دلو پوچھ کر اپنے ذہن میں نقش کر رہا تھا۔ پھر میں نے سچا کہ خزانہ اور اس آفسر کے درمیان کو بھول گیا۔ جا رہا ہے۔ اسے نہیں بخود ہی دیر دیر معلوم کروں گا۔ ابھی صبح سے زیادہ ضروری ہے تھا کہ میں اس جہتی پہنچ جانے کے لئے کے دماغ میں پہنچ جاؤں۔

پھر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور چپ چاپ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ سب سے پہلے میں نے یہ معلوم کیا کہ وہ اس طیارے میں کسی کس کے دماغ تک پہنچ چکا ہے۔ پتہ چلا کہ خزانہ جس کسی سے بھی باتیں کرتی ہے۔ جس کسی سے ملتی رہی ہے، ہر اس شخص کے دماغ میں وہ پہنچتا رہے گا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مرحانہ کے دماغ میں بھی پہنچ چکا ہے۔ کیونکہ مرحانہ اس سے مل جاتی تھی۔

• بس، بس کا علم ہوتے ہی میں نے فرما ہی بخود ہی دیر دیر کے لئے خیال خزانہ کا دلوں سے قطع کیا۔ پھر ایک کا دلوں سے اس پر کھانا ہوا۔ کچھ کس وقت تک مخالف بات نہ کرنا اور بات کر کے پھر نہ کرنا واجب تھا کہ میں تم سے مخالف نہ بننا چاہوں۔

• وہ کا دلوں میں نہیں لے کر جہاز کی طرف بڑھا دیا۔ ہر جہاز نے اسے پڑھا۔ چہرے پر اس میں ڈال لیا۔ اسی وقت آئیر پورٹس سے اسے لئے ناشتہ کی ٹرے آئی تھی۔ اور ایک میسرے اور ایک جہاز کے لئے رکھ دی۔ وہ بخود ہی دیر دیر میں نے بھی کھانا شروع کر دیا لیکن خاموش رہا۔ اس جہتی پہنچ جانے والے کے دماغ میں پہنچتا رہا۔

تاریخ کو یہ دہر کر جہاز میں دلوں میں ملایا۔ میں تھا اور میرا دلوں سے نکال گیا تھا۔ اس عرصے میں میرا دلوں سے دلی کا یہ خیال تھا کہ میرا دلوں کے علاوہ کوئی تیسرا بھی شیطانی پہنچ جانے والا ہو رہے جو مرنے والی ایک بہن ڈھنڈھ کے دماغ میں چھپا رہا تھا۔ اور وہ جہاز سے دلوں سے چھپا رہا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ شیطانی پہنچ میں پوری مہارت نہیں نکال سکتا ہے۔ اسلئے بات کا اندیشہ تھا کہ میرا دلوں سے جتنی پہنچ چکا تھا تو میں اس کے دماغ کو بڑی طرح متاثر کریں گے اور اسے شیطانی پہنچ کامل کرنے کے قابل نہیں کیوں گے۔ آج کے عرصے کے بعد وہ شیطانی پہنچ جانے والا ہو چکا تھا۔ یہ بھی تھا۔ اس کے خزانوں کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ میں اس کے دماغ میں چپ چاپ حیا تک باؤں دے اس کا نام لے ڈی فرینک تھا۔ وہ ایک بڑی طاقت کا آدمی تھا۔

تھا اور اس طے تک کے لئے جاسی کے فرائض انجام دیتا تھا۔ چونکہ ارمی فرینک ملایا میں وہ کوڑا کے دماغ میں آخر چھپا رہا تھا۔ اس لئے کوڑا کے ذریعے میرے لب پیچے تک پہنچ چکا تھا اور میرے دلوں سے بھی اس کے دماغ تک پہنچ گیا تھا۔ لیکن میں چھپنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ چپ چاپ معلومات حاصل کرنا رہتا تھا کہ میرا کہاں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ پچھلے دنوں نکال میں جب میں نے اپنی موت کا ڈوڑھ لکھا تھا تو اس وقت بھی موت ایڈی فرینک یہ جاتا تھا کہ میں زندہ ہوں اور بڑی طاقتوں سے بچھنے کے لئے موت کا ڈوڑھ لکھیں کہ خود کو چھپا رہا ہوں۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایڈی فرینک نے میرے زندہ رہنے کی بات اس حکومت کو نہیں بتائی جس کا وہ راجنٹ تھا۔ وہ رائل ایڈی فرینک دوسری چاہیں جانے والا اور میری خود مرضی انسان تھا۔ وہ صرف اپنی آمدنی، اپنا منافع اور اپنا عیش و آرام دیکھتا تھا۔ اس کے علاوہ ہمیشہ اپنی حفاظت کا خیال رکھتا تھا۔ ایک حکومت کا تابع فرمان ہونے کے باوجود اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ کوئی بھی حکومت سے اور خزانہ میں سے چھپ کر نہ کرے۔ کبھی اس کے مقابلے میں : آئے دن وہ مارا جائے گا۔ یہی دوسری کس اس سے بھی اپنی حکومت کو اطلاع دی تھی کہ کوڑا دشا پھر چکا ہے۔ کیونکہ اس کے دماغ تک

اب میں نہیں پہنچ سکتا۔ اس نے یہی پروٹ دی تھی جس میں شبہ کی گنجائش تھی یعنی اس نے کہا تھا کہ کس طرح رسوائی کو کا کے ذریعے سانس روک کر اپنے دماغ کے تمام دوشوں سے نڈر کرتی ہے اور کئی ٹیبلٹیں بھی جانتے والا اس کے دماغ تک پہنچا جائے تو پہنچ نہیں سکتا اور یہی تاثر قائم کرتا ہے کہ شاید رسوائی مر جاتی ہے۔ اسی طرح جو سکتا ہے کہ فرد نے بھی لوگ انکے دشمن کی ہوں اور اپنے دماغ کو مسکرت کر لیا ہو۔ اپنے دماغ کے تمام دوشوں سے نڈر کر لے ہوں اس لئے وہ فرد کے دماغ تک پہنچنے سے نا صواب ہے۔ یہ شکوک و شبہات کے بعد وہ اپنی ذمہ داریوں سے بچ نکلا تھا۔

ادھر ایک شخص سے ایڈی فرینک کو میری کوئی خبر نہیں تھی کیونکہ وہ اس قدر معروف تھا کہ میری خبر لینے کی اسے ضرورت نہیں مل رہی تھی۔ پھر یہ کہیں اس کے لئے کسی نقصان کا باعث نہیں بنا تھا۔ نہ وہ مجھے مجبور تھا اور نہ میں اسے۔ آج پہلی بار میں اس کی سیٹی پہنچی ملے دماغ سے متعلق تھا تھا۔

میں نے نا سستہ فتم کو کھنکھانے کے بعد کافی کی پیالی اٹھا کر کہا۔

”مرجانہ! اب ہم باقی کر سکتے ہیں۔“

اس نے پوچھا وہ تم نے مجھے خاکوش پہنے کئے کیوں کہا تھا؟ اتنی دیر سے تم کیا معلومات حاصل کر رہے تھے؟“

”میں بتاؤں گا تو تم پر یس کر جان لو کہ وہ جاؤ گی کہ ایک انٹیلیجنسی جانتے والا اپنی ٹیم پہنچی کے ذریعے اس جہاز میں موجود ہے۔“

مجانہ نے ہنسی سے پوچھا وہ کیا واقعی کوئی اور بھی ٹیم سیٹی پہنچی جانتے والا ہیں؟

”ہاں، ہمیں مشورہ ہے کہ تم نے تعاقب حاصل کیا تھا۔ اس پر جن کی ریشیت سے مراد ہے اور اسے اپنی مملکت بنا کر اس سے اپنا کام نکال رہے۔ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ یہ تو میں نہیں بتاؤں گا پہلے یس کر دو جب سے تم نے خوشبو کا وہ جزو جو خالی کر لیا ہے اس وقت سے ہلکے دوشوں کی تعداد دو گنی جا رہی ہے۔ لاہور میں تو تم نے دیکھی ہی تھا کہ شہزادے کے کئے کے دشمنوں کے ذریعے میں کیسے بگڑا تھا۔ وہ لوگ کسی طرح میں پھلو کر نہیں قید کرنا چاہتے ہیں اور ہر صورت سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میرے بچے فراد علی تھوڑا سا بڑا ہے یا نہیں؟

”وہ شخص جو خیال خانی کے ذریعے اس طیارے میں موجود ہے کیا تم اس کے دماغ تک پہنچ سکتے ہو؟“

”ہاں۔ میں اسے پہچان لیا ہے۔ بہت عرصے سے وہ میرے اور رسوائی کے پیچھے چلا رہا تھا اور مجھے اسے ملنے میں ہلکے متعلق اطلاعات بھی کرتا رہا تھا۔ دو بعض اوقات اس کا ایجنٹ بھی ہے اور اس کے علاوہ وہ ذاتی طور پر مجھ دو سیکور و سٹنڈر بھی کرتا ہے۔“

مجانہ نے پوچھا: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جب چاہے نہا ہے

دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔

”ہاں۔ یہ مجھری ہے۔ یہ آج سے بہت پہلے ہی میرے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ لیکن ان دنوں مجھے سے غفلت بہت زیادہ تھی۔ میں ابھا ہوا ہے۔ اسے علم نہیں ہے کہ میں اس جہاز میں موجود ہوں۔ یہ شخص کا جزو جو خالی کرنے کے بعد شہزادہ کی جاسے پیچھے نہیں تھا کہ اس کی سیٹی پہنچی جانے والے ایڈی فرینک کو بھی مجبور کیا جا رہا تھا کہ اس کے پاس میں سیٹی پہنچی جانے والے کو پکڑنے کی کوشش کرے جو جن کو یہ بات ساتھ لگا رہا ہے۔“

مجانہ نے کہا: یہی بات ہے تو ایڈی فرینک نے فریڈا سے پوچھا تھا کہ

”ہاں۔ اس نے شہزادہ کو پکڑ رہا ہے۔ دماغ میں جاکر لوگ لپٹے اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں نے ان لوگوں سے جو جزو خالی کر لیا ہے وہ

میں ہی ہوتا ہے ساتھ میں یہ کہ رہتا ہوں۔“

”تو پھر اس نے دشمنوں کو تباہی امیت بنا دی ہوئی؟“

میں نے انکار میں سر ملاتے ہوئے کہا: ”نہیں اس نے میرے دشمنوں کو میرے متعلق کہ نہیں بتایا ہے۔ اس کا وجہ یہ ہے کہ وہ مجھے

اور رسوائی سے زندگی کے سوا کچھ اور بھی جھوٹ کرنا نہیں چاہتا۔ شاید اس نے وہ چاہتا ہے کہ اگر وہی وہ ہائی گرفت میں آئے تو ہم اسے دست کر

یا اس کے احسان مند ہو کر اسے صاف کر دیں۔ وہ ٹیبلٹ کے علم میں رسوائی سے اور مجھ سے کتر ہے۔ اس وجہ سے وہ ہم سے ہمارا رہتا ہے۔“

مجانہ نے پوچھا: وہ تم سے رابطہ قائم کر کے وہ کیوں نہیں کر لیتا؟

”میں نے کہا کہ وہ ٹیبلٹ کے علم میں ہم سے کتر ہے اور اس کا

میں بھی مبتلا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ جس دن وہ ہمارے پاس آئے گا ہم اسے فریب کر دیں گے اور اسے اپنا غلام بنا کر رکھیں گے۔ اس

خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ میں ابھی تک اس سے بے خبر ہوں اور اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔“

”کیا اسے اس بات کا ذریعہ نہیں ہے کہ کبھی تم نے اپنے آپ کو فراد کی حیثیت سے ظاہر کر دیا تو ایڈی فرینک کے پاس اس سے

باز پرس کرے گا کہ اس نے جان بوجھ کر فراد سے غفلت برتی تھی اور

جان بوجھ کر اپنے آقاؤں سے تم کو چھپا کر رکھا تھا۔“

میں نے جواب دیا: میں یہ تمام باتیں اس کے دماغ سے علم

کرے گا کہ فراد تو ہر نہیں سکتا۔ ہر سکتا ہے کہ کوئی دوسرا ٹیبلٹ پہنچی ملنے والا ہو گا۔ ہر اس کے دماغ تک پہنچی نہیں سکتا۔ ہر اس کے دماغ تک پہنچی نہیں سکتا۔ ہر اس کے دماغ تک پہنچی نہیں سکتا۔

”ہاں۔ یہ مجھری ہے۔ یہ آج سے بہت پہلے ہی میرے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ لیکن ان دنوں مجھے سے غفلت بہت زیادہ تھی۔ میں ابھا ہوا ہے۔ اسے علم نہیں ہے کہ میں اس جہاز میں موجود ہوں۔ یہ شخص کا جزو جو خالی کرنے کے بعد شہزادہ کی جاسے پیچھے نہیں تھا کہ اس کی سیٹی پہنچی جانے والے ایڈی فرینک کو بھی مجبور کیا جا رہا تھا کہ اس کے پاس میں سیٹی پہنچی جانے والے کو پکڑنے کی کوشش کرے جو جن کو یہ بات ساتھ لگا رہا ہے۔“

مجانہ نے کہا: یہی بات ہے تو ایڈی فرینک نے فریڈا سے پوچھا تھا کہ

”ہاں۔ اس نے شہزادہ کو پکڑ رہا ہے۔ دماغ میں جاکر لوگ لپٹے اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں نے ان لوگوں سے جو جزو خالی کر لیا ہے وہ

میں ہی ہوتا ہے ساتھ میں یہ کہ رہتا ہوں۔“

”تو پھر اس نے دشمنوں کو تباہی امیت بنا دی ہوئی؟“

میں نے انکار میں سر ملاتے ہوئے کہا: ”نہیں اس نے میرے دشمنوں کو میرے متعلق کہ نہیں بتایا ہے۔ اس کا وجہ یہ ہے کہ وہ مجھے

اور رسوائی سے زندگی کے سوا کچھ اور بھی جھوٹ کرنا نہیں چاہتا۔ شاید اس نے وہ چاہتا ہے کہ اگر وہی وہ ہائی گرفت میں آئے تو ہم اسے دست کر

یا اس کے احسان مند ہو کر اسے صاف کر دیں۔ وہ ٹیبلٹ کے علم میں رسوائی سے اور مجھ سے کتر ہے۔ اس وجہ سے وہ ہم سے ہمارا رہتا ہے۔“

مجانہ نے پوچھا: وہ تم سے رابطہ قائم کر کے وہ کیوں نہیں کر لیتا؟

”میں نے کہا کہ وہ ٹیبلٹ کے علم میں ہم سے کتر ہے اور اس کا

میں بھی مبتلا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ جس دن وہ ہمارے پاس آئے گا ہم اسے فریب کر دیں گے اور اسے اپنا غلام بنا کر رکھیں گے۔ اس

خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ میں ابھی تک اس سے بے خبر ہوں اور اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔“

”کیا اسے اس بات کا ذریعہ نہیں ہے کہ کبھی تم نے اپنے آپ کو فراد کی حیثیت سے ظاہر کر دیا تو ایڈی فرینک کے پاس اس سے

باز پرس کرے گا کہ اس نے جان بوجھ کر فراد سے غفلت برتی تھی اور

جان بوجھ کر اپنے آقاؤں سے تم کو چھپا کر رکھا تھا۔“

میں نے جواب دیا: میں یہ تمام باتیں اس کے دماغ سے علم

کرے گا کہ فراد تو ہر نہیں سکتا۔ ہر سکتا ہے کہ کوئی دوسرا ٹیبلٹ پہنچی ملنے والا ہو گا۔ ہر اس کے دماغ تک پہنچی نہیں سکتا۔ ہر اس کے دماغ تک پہنچی نہیں سکتا۔ ہر اس کے دماغ تک پہنچی نہیں سکتا۔

”ہاں۔ یہ مجھری ہے۔ یہ آج سے بہت پہلے ہی میرے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ لیکن ان دنوں مجھے سے غفلت بہت زیادہ تھی۔ میں ابھا ہوا ہے۔ اسے علم نہیں ہے کہ میں اس جہاز میں موجود ہوں۔ یہ شخص کا جزو جو خالی کرنے کے بعد شہزادہ کی جاسے پیچھے نہیں تھا کہ اس کی سیٹی پہنچی جانے والے ایڈی فرینک کو بھی مجبور کیا جا رہا تھا کہ اس کے پاس میں سیٹی پہنچی جانے والے کو پکڑنے کی کوشش کرے جو جن کو یہ بات ساتھ لگا رہا ہے۔“

مجانہ نے کہا: یہی بات ہے تو ایڈی فرینک نے فریڈا سے پوچھا تھا کہ

”ہاں۔ اس نے شہزادہ کو پکڑ رہا ہے۔ دماغ میں جاکر لوگ لپٹے اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں نے ان لوگوں سے جو جزو خالی کر لیا ہے وہ

میں ہی ہوتا ہے ساتھ میں یہ کہ رہتا ہوں۔“

”تو پھر اس نے دشمنوں کو تباہی امیت بنا دی ہوئی؟“

میں نے انکار میں سر ملاتے ہوئے کہا: ”نہیں اس نے میرے دشمنوں کو میرے متعلق کہ نہیں بتایا ہے۔ اس کا وجہ یہ ہے کہ وہ مجھے

اور رسوائی سے زندگی کے سوا کچھ اور بھی جھوٹ کرنا نہیں چاہتا۔ شاید اس نے وہ چاہتا ہے کہ اگر وہی وہ ہائی گرفت میں آئے تو ہم اسے دست کر

یا اس کے احسان مند ہو کر اسے صاف کر دیں۔ وہ ٹیبلٹ کے علم میں رسوائی سے اور مجھ سے کتر ہے۔ اس وجہ سے وہ ہم سے ہمارا رہتا ہے۔“

مجانہ نے پوچھا: وہ تم سے رابطہ قائم کر کے وہ کیوں نہیں کر لیتا؟

”میں نے کہا کہ وہ ٹیبلٹ کے علم میں ہم سے کتر ہے اور اس کا

میں بھی مبتلا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ جس دن وہ ہمارے پاس آئے گا ہم اسے فریب کر دیں گے اور اسے اپنا غلام بنا کر رکھیں گے۔ اس

خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ میں ابھی تک اس سے بے خبر ہوں اور اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔“

”کیا اسے اس بات کا ذریعہ نہیں ہے کہ کبھی تم نے اپنے آپ کو فراد کی حیثیت سے ظاہر کر دیا تو ایڈی فرینک کے پاس اس سے

باز پرس کرے گا کہ اس نے جان بوجھ کر فراد سے غفلت برتی تھی اور

جان بوجھ کر اپنے آقاؤں سے تم کو چھپا کر رکھا تھا۔“

میں نے جواب دیا: میں یہ تمام باتیں اس کے دماغ سے علم

سے کہ: میں ایک لڑکی خزانہ سے اس کا نام پوچھ رہی تھی، لیکن میں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔
میں نے کہا: یہ دیکھ جاؤ گے جو خوش قسم کے جزیرے ہیں میرے ساتھ تھے۔ تم ابھی اس کے پاس پہنچ کر اسے لائق دلاؤ کہ آئندہ بھی اس کے ساتھ رہیں۔ میں نہیں جاؤں گا۔ اور نہ ہی کبھی میری طرف رخ کر دے گا۔ اگر تم نے ہم دونوں میں سے کسی کی طرف بھی کبھی رخ کیا تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں نہیں رہتا ہرگز۔
ایڈی فریک نے کہا: مجھ کو یہ کہنا چاہیے کہ میں نے اسے اس کی طرف بھی آپ لوگوں کی طرف نہیں آؤں گا۔ اور اب میں اس کے سر پر جانے کی طرف پہنچ کر اس سے معافی مانگتا ہوں اور ان کو لائق دلاتا ہوں ان کے دماغ میں بھی نہیں جانوں گا۔ وہ میری طرف سے ملحق رہیں۔
اس کی باتیں سننے کے بعد میں نے مزاح سے کہا: دیکھ ایڈی فریک تمہارے پاس کہہ کر یہ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اس کی باتیں سن تو ہیں لیکن سہجائے گا۔

یہ کہہ کر میں غصہ کر دیکر اسے خزانہ کی طرف متوجہ ہو گیا وہ اپنے ساتھی سے باتیں کرنے میں اور اپنے ناخوشہ مکالمے میں مصروف تھی۔ اس کا ساتھی آفسر ایک یوٹھاکا آدمی تھا اور ان جوان خزانہ کے نامزدانہ لڑکیوں کے ہرگز پر اثر جانے سے شاق ہو کر اس وقت اس کے ساتھ لاہور سے کراچی کی طرف سفر کر رہا تھا اور اس کی اسی عاشقہ مزاجی یا ایک نوجوان لڑکی کی چاہت نے اسے مجھ سے ملنے کو دیا تھا۔

میرا نہ جیسے مجھے مخاطب کو نہ ہونے کا: ایڈی فریک مجھ سے دعوہ کر رہا ہے کہ کبھی میرے دماغ میں نہیں چلے گا۔ میں اس کی بات پر یقین کرتی ہوں لیکن تم سے بھی یہ وعدہ نہیں ہے ہوں کہ تمہیں آؤ وقتا ایڈی فریک کے دماغ میں تمہارے کراؤ اس کے ذہن کو گریہ کرید کر یہ معلوم کرنا ہوگا کہ کہیں وہ تم سے چھپ چھپ کر ہلکے دماغ سے کچھ معلومات تو حاصل نہیں کر رہا ہے؟

تم اطمینان رکھو۔ وہ ایسا ہرگز نہیں کہے گا۔ اس لئے کہ وہ ایک بہت ہی بزدل آدمی ہے۔ بہت جلد ہی کیسے سبھی کیسے بھٹکے ہوئے اور کیسے کے بعد اس علم کو شراب میں ڈوب رہا ہے۔ اور اپنے دماغ کو گڑبڑ کرنا چاہتا ہے۔ وہ مجھ سے سہا ہوا ہے۔ مجھ سے ہائے خلافت کوئی حرکت نہیں کرے گا۔

میرا نہ کو اطمینان دلانے کے بعد میں نے ایڈی فریک کے پاس پہنچ کر پوچھا کہ میں نے اس آفسر کے ساتھ کیا چکر چلائے ہیں۔ مجھے کس طرح سے تعلیمات سناؤ۔

دیکھئے گا: جناب۔ آپ نے خزانہ کو دیکھا ہے۔ وہ بے حد جین اور کوشش ہے۔ ہم اپنے تمام مدد کے لئے ایسی لڑکیوں کو بھیجنا چاہتے ہیں

جو دولت کی چوٹی پر ہوتی ہیں۔ خزانہ میں سے ایک ہے۔ ایسی لڑکیوں کی دولت کی خاطر اپنے ملک کے خلاف جاسوسی کرنے کے لئے بھی تیار ہوتی ہیں۔ خزانہ میں سے ایک ہے جو شہر کے گلیوں پر اپنے منہ سے شہاب کو مین کر رہی ہے اور اس طرح بڑے اہم راز کھلتے ہیں۔
میں نے انھیں سب کی طرف اشارہ کر دیا۔ میرے ہاتھوں میں تھا۔ اتنی دھڑ سے کہ اس کے سر کے بال اڑنے لگے تھے۔ لیکن وہ ہتھوڑ کی گاہوں کے لئے ہلکی ہلکی پوری نظر آ رہی تھی۔ وہ شروع سے تیار رہا راستے پر پہلے ہی تیار تھیں۔ میں نے یہ سب سنا تھا کہ وہ تیار کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ملک کو بھی تیار کرنے کے لئے ایسے اقدامات کر رہی ہیں کہ دولت کے لئے پہلے ہی ملک کے اندرون کو جاننا کہنے کی ہے۔ یہ ہے کہ فریک کے ہاتھ پر لگاؤ کی قیادت اب دولت کی خاطر کر رہی تھی۔

میں نے پوچھا: کیا تم نے اسے ملک کا کوئی دوسرا راز معلوم کر لیا ہے؟
نہیں۔ وہ آفسر اس وقت خزانہ کے ساتھ بیٹھا ہے۔ اس کا نام اشرف خزانہ ہے۔ وہ فرج سے رشتہ دار ہو چکا ہے۔ ہمارے اس کا نام آگیا۔ کوئی دوسرا راز ہم تک پہنچا ہے۔ لیکن ہمارا ملک صرف فرجی راز کے چھپے ہیں۔ جہاں تک وہ فوشی ہے۔ ہوتی ہے کہ ہم اس کی طرف توجہ دیکھ لیں۔ وہ کوئی اور راز ہمارے پاس ہے۔ ہمارا ملک اس کا راز ہی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک کے لوگ دینی بنیادوں میں مضبوطی اور اس کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کو منشیات کا عالمی بنادیا جائے۔

پھر ذرا دیکھ کر مجھے سمجھنے میں آ گیا۔ اشرف خزانہ فرجی راز سے رشتہ دار ہونے کے بعد ایک ممبر کے ذریعہ آفسر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ ہم اس ذریعہ آفسر کے ذریعہ فوشی دواتیں بازاروں میں بیچنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے ہم اشرف خزانہ کو پاس ہے۔ یہی چیز ہے۔ اسے چھپانے کی ابتدائی نو پتر چل رہی ہے۔ ہمارا بنادیا خزانہ فرجی راز آفسر یہ چل رہا ہے۔ ادب بھی بڑی شکل سے چل رہا ہے۔ کوئی نہ کہنے خزانہ میں حسین عورت کا چہرہ چمکتا چل رہا ہے۔

خزانہ اسے کچھ جاننا ہی ہے؟
ایڈی فریک نے جواب دیا: ہر انسان کی کوئی نہ کوئی کھوکھلی ہے۔ اشرف خزانہ اب بڑھاپا ہو چکا ہے۔ اس کے چہرے میں انسان کی جوانی تو نہیں رہی مگر کس باقی رہتی ہے۔ اس عمر میں بھی آندھنی ہے۔ کوئی تین صحت مند چلتا ہے۔ اور خزانہ اس کی آندھنی کے مطابق چل رہی ہے۔ وہ چلے ملک میں تین ماہ وہ کوئی ہے۔ وہ دوسری لڑکیوں کے لئے بھی ٹرنگ رہی کہ وہ کس طرح بڑے لوگوں کی نفسیات کو کھو کر انہیں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ خزانہ نے تیار کیا اشرف خزانہ کو دیکھا ہے۔ وہ نے سب کچھ شروع کیا۔ ایسے اٹھائے دیے ہیں۔ وہ مشرقی دنیا ہے۔ اور اشرف خزانہ کی طرف بڑھتے ہوئے پہنچا ہے۔

اشرف خزانہ کی طرف بڑھتے ہوئے لگا ادا یاں سے بڑے ہی سستے انداز میں گزرتے گئے۔
ایک جگہ بظاہر لگتا ہے کہ وہ بڑے بڑے کی کوشش اشرف خزانہ اس پر فریاد مقرر ہے۔ ہمارے ملک کے شہر میں متاثر ہو گیا ہے۔ لیکن وہ بڑا ہی باہول آدمی ہے۔ ہمارا گلاس سے یہ کیا جانے کہ ہمارے سے کراچی چلو تو وہ میری بات ماننے سے اس لئے انکار کر دیتا ہے کہ یہ اس کے عمل کے خلاف بات تھی۔ اس وقت وہ اپنے راز کے سولت میں بھی توجہ دیکھنے کے حق میں نہیں رہتا تھا۔ خزانہ کی طرف بڑھتے ہوئے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسے کام لیا جائے۔ اور میں بھی اس کے ذریعے اشرف خزانہ کو خزانہ کی بات کے آگے بڑھایا کروں۔

میں نے کہا: کام سونپا گیا تو میں نے خزانہ سے رابطہ قائم کیا۔ خزانہ نے مجھے بتایا کہ اشرف خزانہ نے اب ہمارے ہاتھ میں لگا لیا ہے۔ وہ خود ہی اس کا موقع نہیں دیتی ہے۔ اس نے طرح طرح کے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ایک دھماکے ہونے والی پکڑشیں جینا کر رکھ لیں۔
فرجی صاحب: میں اکثر آپ کے دماغ میں چپ چاپ بیٹھ کر دیکھتا رہتا ہوں۔ اب آپ کے طریقہ کار کو سمجھتا رہتا ہوں۔ میں دونوں آپ کو خوش ہو کر خبر دے رہا ہوں کہ میرا راز کھل گیا ہے۔ میرے دماغ میں بھی یہ بات آئی کہ میں بھی جڑوں میں اشرف خزانہ کو اپنے تمام مدد کے لئے استعمال کروں۔ میں نے خزانہ کو کھانا کھاندا وہ اسے آغوش میں لینا چاہا ہے۔ تو خزانہ نے یہ راز بیان کر کے اس پر ایک جین مانتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص اسے سب سے اہم حال کرے گا یا اسے اپنی آغوش میں لے گا تو اس کے نتائج بڑے خفین گے۔ اگر اشرف خزانہ کی باتوں پر یقین نہ کرے کہ اشرف خزانہ کو حال کرنا چاہے تو خزانہ کی آغوش میں چلی جائے گی۔ اس کے بعد میرے اشرف خزانہ سے فرجی لینا چلے گا۔

میں نے فرجی فریک سے پوچھا: تم نے جن جن کو کون سا راز دلوا دیا؟

اس نے کہا: وہ میرے ہاتھ میں ہے۔ جب اشرف خزانہ نے خزانہ کو کھانے کے باوجود کہ وہ جن کی وجہ سے اس کی بات نہ مانی۔ تب میں نے اپنا راز دلوا کر شروع کیا۔ میں نے اشرف خزانہ کی جوانی کے دماغ میں پہنچ کر اسے ہر راز ان کا راز شروع کر دیا۔ اس پر جنہی حالت طاری ہوئی اور یہ ظاہر کیا کہ اس پر ہم سوار ہو گیا ہے۔ تب اسے ہم وطن جہاز ٹھونک کر دیکھتے ہیں کہ اسے ہمت کر کے کھانے کی کوشش کرے۔ اس طرح کتنے ہی عاملوں کو بڑا کر اس لڑکی کے سرے میں لائے۔ اس کی کوشش کی گئی۔ لیکن یہ سب سوار لے کر لائے۔ اس کا راز اور جب بھی کوئی عامل اس لڑکی سے یہ کہتا تھا کہ کون اس کا بچہ چھوڑ دینا چاہتے تھے تو اس کا بچہ اس لڑکی کی زبان سے یہ کہتا

تھا۔ میں اس کا بچہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس لئے کہ اس کے باپ نے میری وجہ سے کراہ لگا دیا ہے۔
آخر ایک عامل اس لڑکی سے پوچھا کہ کس طرح جن جن کا بچہ چھوڑ سکتا ہے۔ تب میں نے اس لڑکی کے زبان سے کہا کہ میں جن جن اشرف خزانہ سے بات کرنا چاہتا ہوں میری اس خواہش کے مطابق لڑکی کو ایک کمرے میں بند کیا گیا۔ پھر اشرف خزانہ اس بند کمرے میں اپنی بیٹی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: بیٹے، تم بتاؤ کہ مجھ سے تنہائی میں کیا کہنا چاہتی ہو؟
اس نے اس لڑکی کی زبان سے کہا: میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں اس وقت ایک جن جن ہوں اور خزانہ ہی بیٹی کے اندر سایا ہوا ہوں۔ میں تمہارا اور تمہاری بیٹی کا بچہ ایک ہی شرط پر چھوڑ سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم سے جو عمر میری مجبور خزانہ کو خواب کیا ہے۔ لہذا اب خزانہ کے اندر میں کا بار ہوں گا اور خزانہ کو چلے کے گا۔ اس پر یقین بنا چوں۔ وہ راز عمل کرنا پڑے گا۔ اگر تم اس کے کئے پر عمل نہیں کرو گے اور انکار کرو گے تو میں تمہاری بیٹی کی جان لے لوں گا۔ اسے بڑا پتا ہو گا کہ اس طرح آؤ تیس لے لے کر مار ڈالوں گا۔ اس پر بھی تمہاری بات نہ مانی تو میں تمہاری دوسری اولاد کو بھی اپنا شکار بناؤں گا۔

تم میری بات نہیں مالتو کہ تم تھاری لڑکی پر چڑھتین نازل ہوں گی اور وہ دماغی مریضہ کی رو کر جانے گی!

اشرف انصاری مذہب میں مبتلا ہو گیا۔ ہمارے ہاں ہر ماہ سے وقت اس کا بغیر اسے ملاست کرنا تھا جس نے اس کے ضمیر کی بجلی دھچی تو پھر اس کی جہی کو پریشان کرنا شروع کیا۔ آدھ اس نے شکست مان لی۔ غزالہ سے کہہ دیا کہ وہ ایک زمانہ اس کے مطابق ایسے اقدامات کرے گا کہ وہ اسے فروغ کرنے والے دکانداروں کو چھوٹ بل جائے گی اور وہ پولیس کے چھاپوں کو خاطر میں لائے بغیر نشہ آور دوا میں فروغ کرے گی۔

پھر یہی ہونے لگا۔ تمام دکانوں سے نشہ آور دوا میں نسخوں کے بغیر فروخت ہونے لگی ہیں۔ پھر جب لاہور میں یہ بات عام ہوئی تو آپ ہم نے سوچا کہ کراچی جیسے بڑے شہر میں بھی یہی کیا جائے۔ یہی سوچ کر غزالہ اب اشرف انصاری کو اپنے ساتھ لاہور سے کراچی لے جا رہی ہے۔

ایڈی فرنیٹک کی تمام باتیں سننے کے بعد میں نے اس سے کہا: ایک طرف تو تم میری حمایت کرتے ہو بلکہ مجھ پر احسان کیا ہے کہ جنھوں کو میری خبر نہیں ہونے دی۔ دوسری طرف تم میرے دوست ہو مگر میرے کسی مالک کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ یہ کیسی دوغلی حرکتیں ہیں۔ کیا میں اس بات پر کبھی تم سے خوش رہ سکتا ہوں؟

وہ بولا: میں ساری دنیا سے اپنی فطرت کو ادراپی اندوننی سوچ کر چھپا سکتا ہوں۔ آپ سے چھپا نہیں سکتا۔ آپ میرے دماغ کو گردید کرید کر معلوم کر لیں گے کہ میں ہمیشہ ہی دوغلی حرکتیں کرتا آیا ہوں۔ جس حکومت کا ملک کھانا ہوں اس کا بھی دغا دار نہیں ہوں۔ اگر دغا دار ہوتا تو آپ کے متعلق انھیں بہت پہلے ہی اطلاعات فراہم کر دیتا۔ اسی طرح جب بھی میں اپنی حکومت کا کام کرتے وقت کبھی اپنے منافع کو کسی دوسری طرف زیادہ حاصل ہونے دیتا ہوں تو میں اسی طرف زیادہ توجہ دیتا ہوں اور اپنے فرائض کو پس پشت ڈال دیتا ہوں۔ یہی بات آپ کے ساتھ ہوئی۔ ایک طرف تو میں آپ کا دغا دار بنا رہا ہوں دوسری طرف یہ سوچا کہ شاید آپ کو کبھی اس بات کا علم نہیں ہو گا کہ نشہ آور دواؤں کو آپ کے دوڑے شہر میں چھپانے کا سہارا میرے ہاں ہے۔ اس لیے میں بے خوف ہو کر یہ حرکتیں کر رہا ہوں۔ اب جبکہ آپ وہ بیان میں آگئے ہیں تو میری کیا مجال ہے کہ اب آپ کو یہ بھی پڑھا

سکون لیکن میری ایک مجبوری کا آپ خیال کریں: میں نے پوچھا: وہ مجبوری کیا ہے؟

”میری حکومت کے بڑے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لاہور کی حکومت کے سامنے مجھے جواز دینا پڑے گا۔ آپ مجھے بتائیں کہ میں انھیں کس طرح سمجھاؤں اور کیسے یہ باطل کر آئندہ میں اشرف انصاری کو ٹریپ نہیں کر سکتا گا۔“

”یہ بڑی آسان سی بات ہے۔ کوئی مجبوری تھادی نہیں ہو سکتی۔ تم ان سے یہ کہہ دینا کہ جب بھی تم اشرف انصاری کو ٹریپ کرنا چاہتے ہو تو کوئی آغائی سی قوت آگے آجاتی ہے اور تھادی ٹیلی میٹھی کو ناکام بنا دیتی ہے۔ تم پریشان ہو کر اس قوت کو کیسے معلوم کرو کہ وہ کیا چیز ہے اور بہت جلد تھادی کو کچھ میں نہیں آئی ہے۔ تم اپنی قسم کے خزانوں سے لے کر سکتے ہو۔ ہر حال یہ سن لو کہ اشرف انصاری کراچی پہنچنے کے بعد دوسری فلائٹ سے پھر اپنے خاندان میں واپس چلا جائے گا۔ اور آئندہ تم اس کی بیٹی کو باس کے خاندان کے کسی بھی فرد کو اپنا نشانہ نہیں بناؤ گے۔“

”مجھے بات ہے۔ میں اپنے آفسز سے کسی طرح ملٹ لوں گا اور اشرف انصاری کو کیا آئندہ میں آپ کے ملک کا وزع بھی نہیں کروں گا۔ اب اجازت ہو تو میں غزالہ کے ذریعہ اشرف انصاری کو یہ خوشخبری سنا دوں کہ آئندہ اس کی بیٹی دماغی مریضہ نہیں بنے گی۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ کرنا ہو گا میں کروں گا۔ اب ہم ہمیشہ کے لیے میرے ملک سے واپس چلے جاؤ۔ آج کے بعد میں انھیں ٹیلی میٹھی کے ذریعے یہاں دیکھنا نہیں چاہتا۔ ہاں یاد آ رہا ہے کہ ایک کام کر سکتے ہو۔“

”فرمائیے۔ آپ کا حکم تم انھوں پر۔“

”میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ خوشبو کے جڑے میں جو نئے لوگ آباد ہو رہے ہیں وہ کون لوگ ہیں۔ کتنے شہر کے انجینئرز اور کاروباری اہمیت کے لوگ ہیں اور وہیں کوئی دھندلا ہونے والا ہے۔ وہی جو آپ سے پہلے ہونا آ رہا تھا یا کچھ اور۔ میں یہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور تم ان معلومات کا ذریعہ بن سکتے ہو۔“

”فرما دیا صاحب آپ یقین کریں کہ خوشبو کے جڑے میں مجھے باطل الگ رکھا گیا ہے۔ میں وہاں کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ ہاں اگر کبھی کوئی ایسا موقع آکر میری ڈیوٹی وہاں لگائی گئی ہو تو میں ایسا نہیں کرے گا۔ یا کوئی ایسا موقع

سنانے سے گور گیا جو کہ اس خوشبو کے جڑے سے تعلق رکھتا ہو۔“

”میں آپ تک اس شخص کو پہنچا دوں گا۔ آپ اس کے دماغ کے ذریعہ خوشبو کے جڑے میں پہنچ جائیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ میں آپ کی خاطر اس خروج میں لگا رہوں گا۔“

”شکریہ ادا کرنا ایک امید ہے کہ تم میرا یہ کام فرما کر دے۔ اچھا۔ خدا حافظ۔“

اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میں نے جانا کہ وہ تمام باتیں تھیں جو کہ ایڈی فرنیٹک سے ملے پانچویں تھیں۔ میرا یہ سن کر خوش ہوئی کہ خوشبو کے جڑے کے متعلق معلومات پہنچنے بجائے کسی دن حاصل ہو جائیں گی۔ دوسرا اطمینان اور خوشی یہ تھی کہ ایڈی فرنیٹک اب اس کی مرضی کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جھلنے لگا رہا ہے۔ قوت بھی ہوئی غزالہ کی طرف دیکھا۔ میں اس غزالہ اور اشرف انصاری کو چھپنا نہیں چاہتا تھا۔ اب تو وہ کراچی پہنچنے کے بعد ہی لاہور واپس چھپے جا سکتے تھے اور میں کراچی پہنچ کر غزالہ کی خبر لینا چاہتا تھا۔“

مرحانہ نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ”تم کتنے بالکل ہو۔ یہاں بیٹھے ہی بیٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک اتنے بڑے جرم کو جنم دے دیا جو لاہور سے کراچی تک پھیلنے والا تھا۔ نشہ آور دوا میں جو عام ہونے والی تھیں۔ تم نے اس کو روک دیا تو ابھی تھا اور مکمل کا ہے۔“

میں نے کہا: افسوس تو اس بات کا ہے کہ میرا ہر لوگ برائی کی ابتدا کرتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ برائی کرنا اور اسے پھیلانا انسانیت ہی آسان ہوتا ہے لیکن اس کی روک تھام کرنا اور بدعتی چھلپتی ہوئی برائیوں کو جڑ سے ختم کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے لیے برسوں لگ جاتے ہیں۔ اب بہن لوگوں کو رشوت لینے کی عادت پڑ گئی ہے۔ جو لوگ نشہ آور دوا میں فروخت کرتے ہیں اور چھاپے ملنے والے پولیس والے بھی برائے نام چھاپے مار رہے ہیں اور رشوت لے کر اس شخص کو جنم دے رہے ہیں تو میں کہاں کہاں کسی کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا رہوں گا اور ان کی اصلاح کرنا رہوں گا۔ یہ تو انھیں سی بات ہے کہ اپنے ملک کے سات کوڑوں لوگوں کے دماغ میں فروغ دے گا جہاں کہ انھیں انسان بنادوں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ سات کوڑوں کو کوئی بھی انسان نہیں ہے۔ نہیں ان میں تو میں ادم و نون میں میری طرح تھادی طرح اور بھی بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اپنے ساتھ اپنے ملک اور اپنی قوم کی پھیلائی چاہتے ہیں اور جو

اخلاق و ضابطے کی پابندی کرتے ہیں۔ قانون کا احترام کرتے ہیں۔ اس کے باوجود جو جرم پھیل رہے ہیں جیسا کہ میں نے لکھا کہ یہ میرے کسی کی بات نہیں ہے کہ میں ان کو تھام لوں سکتا۔“

اتنا کہہ کر میں چپ ہو گیا۔ ایک اشرف انصاری کو تو واقعی میں کراچی سے واپس لاہور بھیج سکتا تھا۔ اس کے ذریعے کراچی میں بڑھنے والے جرائم کو روک سکتا تھا لیکن لاہور کے کتنے ہی بڑے بڑے میں کراچی جاتے ہیں اور کراچی کے کتنے ہی بڑے بڑے میں لاہور آتے ہیں۔ ان کے درمیان کاروباری رابطہ ہوتا ہے۔ رابطوں کے تسلسل سے جرائم اور رشوت خوردی اور منافع کا لالچہ ہر وقت اور جھلکا جاتا ہے۔ ایسا ہوا ہے اور ہوتا ہے گا۔ جب تک کہ لوگ بے لوثی کو اور مذہب کو اور اچھے طریقوں کو سمجھنے کی از خود کوشش نہ کریں اور اس پر عمل نہ کریں۔

تقریباً پانچ بجے ہم کراچی پہنچ گئے۔ غلام سالی کے ساتھ ہمیں اپنے آقا تھا۔ میں غلام کے ساتھ ہوٹل میں ٹھہرنے کے لیے جا رہا تھا لیکن مرحانہ کے ساتھ ہم نے دینے کے گھر جا لیں گے اور اس کے والدین سے ملاقات کریں گے۔ مرحانہ نے یہ بتا دی کہ جو امانت میں نے ان کے پاس رکھی ہے اسے کل میں بنک میں رکھنا چاہی ہیں۔ اس کے بعد میں ٹھہرنے کے ساتھ ہوٹل چلوں گی۔ تم کو یہ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم کہیں دہراؤ میں کہیں دہراؤ اور اس طرح ساری رات گزار دے۔ تو پھر میرا یہاں آنے کا فائدہ ہی کیا ہو گا جیکہ ہم ساتھ وقت گزار نہیں سکیں گے۔ مرحانہ کی خوشخبری کے مطابق میں نے غلام سے کہا کہ وہ تنہا ہوٹل جا کر کالے پلے ایک ڈبل روم حاصل کرے۔ ہم رات کو کسی وقت وہاں پہنچیں گے۔ میں نے سالی کو اس سے ملے لیا۔ پھر ہم ایک کچھ میں بیٹھ کر دینے کے گھر پہنچ گئے۔ دینے دینے کے والدین نے پہلا گروم خوشی سے استقبال کیا۔ دینے کے والد نے اور کہا کہ وہ ہمیں کھانا دلانے بغیر وہاں سے جانے نہیں دیں گے۔ لہذا ہم رات کے کھانے تک وہاں ٹھہر گئے۔ مرحانہ کچھ دیر کے لیے دینے کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں چلی گئی۔ میں نے کھانا کھا کر کیا ساہارہ۔ مرحانہ نے مجھے اس کے دماغ میں جھانکنے سے منع کیا تھا۔ اس لیے میں نے اپنے وعدے کو برقرار رکھتے ہوئے دینے کے دماغ میں جھانکنا شروع کر دیا۔

وہ دونوں خواب گاہ میں پہنچ کر ایک دوسرے کے

کے ایک رہی تھیں۔ زہینہ شکایت کر رہی تھی کہ مجھ کو قہر سے کھینچ لیا گیا ہے کہ میں مجھ سے بغیر نہیں رہ سکتی۔ انہوں کو کوٹ بدل بدل کر بڑی دیر بعد سونے کے قابل ہو سکتی ہیں۔ بڑی دیر سے نیند آتی ہے۔ جب تک نیند نہیں آتی۔ تم باوجود آتی رہتی ہو۔ آج کو میں تھیں جانے نہیں دوں گی۔

مرحبا نے کہا۔ ”مجوری ہے۔ برا مانا فردی ہے کہ جو قاطع کل بیان سے چسپ روانہ ہونے والے ہیں۔ میں ایک رات ایک دن ان کے ساتھ گورانا چاہتی ہوں۔“
زہینہ نے جاسوسانہ انداز میں پوچھا۔ ”اچھا تو تم نے قاطع سے دل لگا لیا ہے اسی لیے مجھے بھول گئی ہو؟“
مرحبا نے نالا چکی سے کہا۔ ”غوردار! آئندہ ایسی باتیں میرے متعلق نہ سناؤ۔“
جیسے درمیان درستی ہے۔ اس سے آگے ادب کچھ نہیں ہے۔ ہاں کل بھبھلائی رہا ہے جو مجھے لگا تو میں بیان ایک رات تھکے پاس گزاراں گی۔ اب تو خوش ہونا۔“

رات کو کھانے کے بعد ہم زہینہ کے گھر سے ایک ٹیکسی میں روانہ ہوئے۔ پھر میں نے ٹیکسی کے ڈرائیور کو ایک ہرنل کے سامنے رکنے کے لیے کہا۔ ”مرحبا نے پوچھا کہ کیا غلام اسی ہرنل میں ٹھیل ہوا ہے؟“
”نہیں بیان غلام اور اشرف انصاری ٹھیلے میں ہیں۔“

میں نے آؤ میں بتاتا ہوں کہ میں کیا کرنا ہے۔“
میں ٹیکسی سے اتر گئے۔ میں نے ڈرائیور کو کرایہ دے کر اسے رخصت کر دیا۔ ہرنل میں داخل ہوتے ہوئے مرحبا سے کہا۔ ”میں غلام کے سامنے جانا نہیں چاہتا۔ مجھے یہ سوچ کر خرم آتی ہے کہ میرے خاندان میں اس کے میسر ایک فاحشہ ہو چکی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اسے قتل کر دوں۔“
یوں بھی اس کو سزا موت ملنی چاہیے کیونکہ وہ ملک و قوم کی فحاشی ہے۔ میں نے زہینہ سے قتل کر سکتا ہوں اور نہ اس کے سامنے جا کر بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم وہاں جاؤ۔ میں تمہارا دماغ میں موزوں رہوں گا اور تمہیں کاغذ کرتا رہوں گا کہ تمہیں وہاں کیا رہنا ہے۔ میں بیان دلاتی ہیں بیچا تمہارا احتیاط کرنا۔ تم بیان سے کرو نمبر ۳۳ کے دروازے پر پہنچ کر دستک دو۔“

وہ وہاں سے چلی گئی۔ میں ساسی کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کے طائر روئیں وارہن کو سہلانے لگا۔ ایک بیرسنے آکر پوچھا کہ کیا چاہیے۔

میں نے اسے کافی کارڈ دیا۔ وہ چلا گیا۔ وہ ایک متوسط دیسے کا ہرنل تھا۔ جس کی دوسری اور تیسری منزل پر مسافروں کے لیے رہائشی کمرے بنے ہوئے تھے اور ان کے کھانے کے لیے میز بھی ہوتی تھیں۔ تھوڑی دیر میں مرا نے وہاں پہنچ کر نمبر ۳۳ کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے اشرف انصاری کی آواز سنائی دی۔ کون ہے؟

مرحبا نے جواب دیا۔ ”میں آپ کے لیے فی الحال اپنی ہوں لیکن آپ سے ایک فردی کا کام ہے۔ دروازہ کھولیں۔“
غلام نے ناگوار سے کہا۔ ”پتہ نہیں کون ہے۔ یہ چھوٹے جوتوں میں خیر نے کاہنی پتھر سے تھوڑا سا لوہا آکر دھڑک رہا ہے۔ اسے کسی طرح مل دیا جائے۔“
اشرف انصاری نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”نالغہ کے لیے بھی دروازہ کھولا ہی رہے گا۔“

یہ کہہ کر اس نے دروازہ کھول کر گھبراہٹا ہوا ہرنل میں داخل ہو گیا۔ اشرف انصاری نے غصے سے پوچھا۔ ”یہ کیا حرکت ہے۔ تمہیں اجازت کے بغیر تمہارے کمرے میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔“
مرحبا نے کہا۔ ”میں اجازت کی محتاج نہیں ہوں۔ میں وہ جی ہوں جو ان دنوں تمہاری بیٹی کو پریشان کر رہا ہے۔“
دروازہ بند کر دیا اور اندر سے میری باتیں سن رہا۔

جی کا ذکر سننے ہی اشرف انصاری نے دروازے کو بند کر دیا۔ غلام نے مسکراتے ہوئے مرحبا کی طرف بڑھے۔ ہونے لگا۔ ”اچھا تو تم اس ڈرک کے اندر سما کر آئے ہو؟“
غلام جیسے ہی قریب پہنچا، مرحبا نے ایک ہلکا سا طعنے اس کے گال پر کھینچ دیا۔ ہلکا اس لیے کہ غلام مرحبا کا بھائی ہے۔ ہر گز نہ بدنامت نہیں کر سکتی تھی۔ اگر اس کا سخت ہاتھ پڑا تو غلام کا منہ نیڑھا ہو جاتا۔ وہ چھوڑ کر بے پرکش ہو جاتا۔

مرحبا نے اسے ہاتھ پکڑنے کے بعد کہا۔ ”میں آہل پیچ کی فاحشہ ہو چکی ہوں۔ وہ دیر ہو رہی ہے۔ تمہاری قربت بھلا نہیں کر سکتی۔ تم ملک اور قوم کی غلام ہو۔ تم نے اشرف انصاری کو اپنے حال میں پھنسا کر جہنم بھیلانے کا ہوشیار بنایا۔“
ہوا ہے اس میں اب تمہیں کامیابی نہیں ہوگی۔“
ہلکا سا طعنے پکڑنے کے بعد غلام کی آنکھوں کے سامنے ٹانگے ناچنے لگے۔ ”تمہارے بھائی کے ساتھ ایک کرسی پر گھر پر بیٹھی ہو۔ پھر اسے کہتے ہوئے کہا۔ ”تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تو تمہارے ہی گھر پر ایسا کیا تھا۔“
مرحبا نے اشرف انصاری سے کہا۔ ”میں اشرف

تمہارے لیے خرم سے ذوق مرنے کی بات ہے کہ تم اپنے ملک میں ختم کا زہر پھیلا رہے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے اپنی بیٹی کی جان بچانے کے لیے غلام راہ پر چلنا منظور کیا۔ لیکن اگر تم فرسٹ شاس ہونے تو اپنی بیٹی کی زندگی کو بھی داؤ پر لگاتے لیکن ایسا نہ کر سکتے اور کیوں نہ کر سکتے کی وجہ تمہاری اخلاقی کمزوری ہے۔ اگر تم اس حرکت کے جال میں نہ جھپٹتے تو تمہاری بیٹی پر بھی یہ مصیبت نہ آتی۔“
تم کسی امتحان میں مبتلا نہ ہوتے۔“

اشرف انصاری خرم سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس نے جیسے ردال محال کو پسینہ پوچھتے ہوئے کہا۔ ”میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو لیکن تم میرے لیے قابل احترام ہو کہ مجھے تعجب کر رہی ہو۔“
میری غلطیوں کی نشاندہی کر رہی ہو۔ میں حق حق قابل معافی نہیں ہوں۔ مجھے بڑی بھلائی مل رہی ہے۔ میں نے تمہاری باتیں کر کیں ہیں۔ اب میں ہوں۔ اولاد کو مزا ملے تو برداشت نہیں کر سکتا۔ اپنی جان پر پھینکنے کی بات آئے تو اس سے دریغ نہیں کروں گا اور نہ ہی بھیجی کیا ہے۔ ایک بائیں اہل عزت کے جال سے نکل جانا اور میری بیٹی پر اور میرے گھر والوں پر کوئی آج نہ آئے تو پھر میں اپنی غلطیوں کی تلافی کروں گا۔“
غلام نے ہنسا۔ ”ایسا ہو سکتا ہے۔ تمہیں اپنی غلطیوں کی تلافی کا موقع مل سکتا ہے۔ اسی لیے میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ یہ تمہیں دلائے گا کہ میرے کہنے پر تمہاری بیٹی کو دماغی مریضی نہیں ہے۔“
گیا اور نہ ہی تمہارے گھر کے کسی فرد پر کسی طرح کی آج آئے گی۔ کوئی تم سے دشمنی نہیں کرے گا۔ تم دوسری غلامت سے ناپورا رہا۔ جاؤ اور جہاں تمہارے نشہ اور دوا فروخت کرنے کے لیے چھٹ دی ہے۔ وہاں سختی سے اُن کا حاسب کرنا اور سختی سے اُن کے افسانوں کا بھی حاسب کرنا۔ جس قدر تم اپنی غلطیوں کی تلافی کر سکتے ہو۔ کرتے رہو۔ اگر کیا کرتے رہو گے تو میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتی ہوں کہ تم کسی کی بھی دشمنی کا شکار نہیں ہو سکو گے۔ میں درپردہ تمہاری حفاظت کرتی رہوں گی۔“

اشرف انصاری نے اسے پلے اسان مندی سے دیکھا۔ پھر بے یقینی سے بولا۔ ”بیٹی تم کون ہو۔ تم ایسے دعوے کیسے کر رہی ہو جبکہ میری بیٹی پر کسی طرح کا جناتی عمل ہوتا رہا ہے۔ کیا تم جادو کرنے جانتی ہو؟“
مرحبا نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ”میں یہ کوئی جناتی عمل نہیں تھا اور نہ ہی میں جادو جانتی ہوں۔ آپ اچھے خاصے

تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ باتیں اب پرانی ہو گئی ہیں۔ کسی لڑکی پر جی سوار ہونا ہے نہیں جو کچھ بھی تھا۔ وہی بیٹی کے ساتھ ہوا۔ وہ بیٹی کا عمل تھا۔ میں نے اس بیٹی کا نوکر دیا ہے اور اسی لیے تمہیں یقین دلانے آئی ہوں کہ اب بے غور ہو کر واپس جاؤ۔“
تمہیں باخفا خاندان والوں کو کچھ نہیں ہوگا۔“
”بیٹی تم کون ہو مجھے اس قدر حوصلہ ہے کہ وہی ہو۔ اب جبکہ تم نے مجھے یقین دلایا ہے تو میں بے یقینی سے کام نہیں لوں گا اور یہ نہیں پوچھوں گا کہ تمہارا دعویٰ کون کا عمل ہو گیا تو میری بیٹی کا کیا ہے۔“
”میں اب تمہیں ان باتوں کی پورا نہیں ہے۔ تم نے یہ بات درست کسی کو وطن کے لیے اپنی بیٹی کی زندگی کو داؤ پر دست کیوں نہیں لگا سکتا۔ میں دوسری غلامت سے واپس ہاؤں گا اور تمہارے کمنے کے مطابق اپنی غلطیوں کی تلافی کرنا نہیں گا۔“
”جس لیے مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟“
”جس لیے ایسی باتیں مرقی ہیں جو جاز میں رہتی جاتی ہیں۔ میں اپنے متعلق زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی۔ جب آپ گھر پہنچیں اور آپ کو پتہ چلے کہ آپ کے یہاں اس دامان ہے اور آپ کی بیٹی کو کوئی پریشانی نہیں ہے اور آپ اپنی غلطیوں کی تلافی کر رہے ہیں ایسے جواز کی روک تھام کرتے جا رہے ہیں تو ایسے وقت مجھے یاد کر دیجئے گا کہ مجھے اس بیٹی کا مدد مل جائے گا۔ پھر وہ غلام سے مخاطب ہوئی۔“
”میں تمہیں عذر دیتی ہوں کہ وہ دن کے اندر یہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلی جاؤ۔ میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتی۔ یہاں تم نے جتنے جوارم اور گندہ کی پھیلانی ہے۔ اس کی نذر دینا نہیں چاہتی لیکن اپنے ملک میں تمہیں برداشت بھی نہیں کروں گی۔“

غلام نے سمجھنے پر انداز میں کہا۔ ”مجھے ایسی مزارت سناؤ۔ میں اپنا وطن چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں۔“
”غلام! تم پاکستان کو اپنا وطن نہ کہنا۔ تمہاری میسر غلام لوگوں کا جو جسم بیچ کر ملک کو چھوٹی بھرتی ہیں۔ اُن کا یہ وطن نہیں ہو سکتا۔ تم نے جہاں ہیں۔ میں نے تمہیں ملک کی ہے اور بڑے بڑے افسروں کو بھانسنے کے گھر گئے ہیں۔ ایسی ملک میں جاؤ۔ تمہیں وہاں پناہ ملے گی۔ یہاں ہم تمہارا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ یاد رکھو۔ اگر تم نے وہ دن کے اندر یہ ملک نہ چھوڑا تو تمہیں وہی ذہنی اذیتیں پہنچانی جائیں گی جو اشرف انصاری کی بیٹی کو پہنچانی جاتی

تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ باتیں اب پرانی ہو گئی ہیں۔ کسی لڑکی پر جی سوار ہونا ہے نہیں جو کچھ بھی تھا۔ وہی بیٹی کے ساتھ ہوا۔ وہ بیٹی کا عمل تھا۔ میں نے اس بیٹی کا نوکر دیا ہے اور اسی لیے تمہیں یقین دلانے آئی ہوں کہ اب بے غور ہو کر واپس جاؤ۔“
تمہیں باخفا خاندان والوں کو کچھ نہیں ہوگا۔“
”بیٹی تم کون ہو مجھے اس قدر حوصلہ ہے کہ وہی ہو۔ اب جبکہ تم نے مجھے یقین دلایا ہے تو میں بے یقینی سے کام نہیں لوں گا اور یہ نہیں پوچھوں گا کہ تمہارا دعویٰ کون کا عمل ہو گیا تو میری بیٹی کا کیا ہے۔“
”میں اب تمہیں ان باتوں کی پورا نہیں ہے۔ تم نے یہ بات درست کسی کو وطن کے لیے اپنی بیٹی کی زندگی کو داؤ پر دست کیوں نہیں لگا سکتا۔ میں دوسری غلامت سے واپس ہاؤں گا اور تمہارے کمنے کے مطابق اپنی غلطیوں کی تلافی کرنا نہیں گا۔“
”جس لیے مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟“
”جس لیے ایسی باتیں مرقی ہیں جو جاز میں رہتی جاتی ہیں۔ میں اپنے متعلق زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی۔ جب آپ گھر پہنچیں اور آپ کو پتہ چلے کہ آپ کے یہاں اس دامان ہے اور آپ کی بیٹی کو کوئی پریشانی نہیں ہے اور آپ اپنی غلطیوں کی تلافی کر رہے ہیں ایسے جواز کی روک تھام کرتے جا رہے ہیں تو ایسے وقت مجھے یاد کر دیجئے گا کہ مجھے اس بیٹی کا مدد مل جائے گا۔ پھر وہ غلام سے مخاطب ہوئی۔“
”میں تمہیں عذر دیتی ہوں کہ وہ دن کے اندر یہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلی جاؤ۔ میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتی۔ یہاں تم نے جتنے جوارم اور گندہ کی پھیلانی ہے۔ اس کی نذر دینا نہیں چاہتی لیکن اپنے ملک میں تمہیں برداشت بھی نہیں کروں گی۔“
غلام نے سمجھنے پر انداز میں کہا۔ ”مجھے ایسی مزارت سناؤ۔ میں اپنا وطن چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں۔“
”غلام! تم پاکستان کو اپنا وطن نہ کہنا۔ تمہاری میسر غلام لوگوں کا جو جسم بیچ کر ملک کو چھوٹی بھرتی ہیں۔ اُن کا یہ وطن نہیں ہو سکتا۔ تم نے جہاں ہیں۔ میں نے تمہیں ملک کی ہے اور بڑے بڑے افسروں کو بھانسنے کے گھر گئے ہیں۔ ایسی ملک میں جاؤ۔ تمہیں وہاں پناہ ملے گی۔ یہاں ہم تمہارا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ یاد رکھو۔ اگر تم نے وہ دن کے اندر یہ ملک نہ چھوڑا تو تمہیں وہی ذہنی اذیتیں پہنچانی جائیں گی جو اشرف انصاری کی بیٹی کو پہنچانی جاتی

تھیں۔ نمونہ ابھی دیکھ لو۔ دیکھو ایک دو تین۔
 تین کہتے ہی میں نے غزالہ کے ذہن کو ہلکا سا جھکا
 دیا تو وہ چیخ مار کر ہڑا کر اُدھر سے اُدھر ڈمکنا لگی مگر
 پرہیز جی بیٹھے اس نے کئی پہلو بدل لیے۔ چہرہ میں اس
 کے دماغ کو جھٹکانے کو اسے کرسی پر سے کھڑا کر دیا پھر دوسرے
 جھٹکے میں کرسی پر بٹھا دیا۔ ساتھ ہی میں اسے چھینے کا ہارن
 نہیں دے رہا تھا کہ بھونک بھونک کا حامل تھا اس کے چھینے
 چلانے پر وہاں بھیڑ بگ مانی۔ وہ نہ کہو تھا کہ کڑی نقدت
 کی تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ مرزا نے پوچھا کہ کون کسے مزاج
 میں۔ کیا تھا راوہ ایڈی فریک تھیں ان ذہنی اذیتوں سے
 بچا سکتا ہے۔ اگر بچا سکتا ہے تو وہ دون کے اندر اسے اپنے
 پنجاب کے طور پر استعمال کرنا۔ میں دیکھوں گی کہ وہ ایڈی
 فریک میرے ساتھ چلے میں کیسے بغیر ہے۔ ویسے یاد رکھو
 صرف دون۔ وہ دون کے بعد اگر تم بیان رہیں تو میں ان
 تمھاری تبرکات نشان بھی نہیں ہرگاں۔
 یہ کہتے ہی مرزا نے وہاں سے پلٹ کر دروازے کے
 پاس گئی۔ پھر اُسے کھل کر باہر جانا چاہتی تھی کہ شرف
 انصاری نے التیامیز مجھے میں اسے غائب کیا بیٹی، ذرا
 رک جاؤ، اچھے یہ تو تباہ کر میں چہرہ اپنی عنص سے کیسے مل
 سکتا ہوں۔
 شاید یہ بھی نہ مل سکیں۔ یہ ہمارا چلی اور غری ملافا
 ہے لیکن اس چن کی طرح ہمیشہ تھا ہے اس پاس موجود
 رہوں گی۔ جیسی نے تجھیں نقصان پہنچانے کی کوکوشش
 کی تو وہ بری طرح بچھتا ہے گا۔
 یہ کہہ کر وہ دروازہ بند کرتے ہوئے وہاں سے اُٹے
 گئی۔ میں انصاری کے دماغ میں موجود تھا۔ مرزا کے
 جانے ہی اس نے غصے سے غزالہ کو دیکھتے ہوئے کہا اب
 تم بتاؤ کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں تم نے واقعی مجھے
 مان لو کہ کچھ ماننا تھا۔ تجھیں مجھ سے محبت نہیں تھی اور
 یہ میری بدترین حماقت تھی کہ میں انصاری کی پستی میں گر پڑا۔
 اپنے خاندان کا، اپنی عزت کا، اپنے بڑھاپے کا میں نے
 خیال نہیں کیا۔ اب وہ لوگ مجھے تعین ملا کر گئی ہے تو
 مجھے خدا پر جھڑسے ہے کہ اب مجھ پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔
 تم ابھی بیان سے نکل جاؤ۔ آئندہ اپنی منہوس صورت دکھانا
 غزالہ نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔ آپ میری تو بہن
 کہہ رہے ہیں۔
 انصاری نے اسے گالی دیتے ہوئے کہا کہ اس
 روٹی نے تجھیں ملا کر مارا تھا تو بڑی عزت ہوئی تھی مجھ کو

اس سے پہلے کہ میں تعین ہونے لائن۔ ہاں سے چلی جا
 اُس نے ایک جھٹکے سے اُٹھ کر اپنی اپنی بھائی
 چہرہ ہاتھ پختے ہوئے اس کرسی پر باہر چلی گئی تھی
 ایڈی فریک کے رابطہ قائم کیا۔ اس نے اپنے دماغ
 میں مجھے موجود پاتے ہی کہا۔ فریڈیہ کیا حکم ہے؟
 میں نے کہا۔ ایڈی۔ یہ جو تمھاری ایجنٹ غزالہ ہے
 اسے میری طرف سے وارننگ بل بھیجی ہے کہ یہ ہلکا ہلکا
 ہمیشہ کے لیے چھوڑے۔ میں یہ کام تمھارے سپروکٹر
 ہوں کہ دون کے اندر اسے ہمارے ملک سے باہر جانے
 پر مجبور کر دو۔ وہ دون کے بعد میں اسے اپنے وطن کی کسی
 گندی نالی میں بھی دھنکا پسند نہیں کروں گا۔
 ایڈی نے کہا۔ میں آپ کے حکم پر عمل کروں گا لیکن
 براہ راست غزالہ کو یہ ملک چھوڑنے کے لیے نہیں کہیں
 درجنے اپنے اہل و عیال کے ساتھ جوابدہ ہونا پڑے گا
 کہ میں نے غزالہ کو کہیں مجبور کیا تھا اور جو کھیل پسند
 کھیلا جا رہا تھا اسے کیوں بند کر دیا۔ میں کسی دوسری طرح
 اسے مجبور کروں گا اور ذہنی پویشیاں میں مبتلا کروں گا تاکہ
 وہ دون کے اندر ہاں سے چلی جائے۔
 میں نے کہا۔ تاہم اسے ہاں سے بچانے کے لیے خواہ
 کوئی بھی طریقہ اختیار کرو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے
 میرا کام ہو جانا چاہیے، بس میں جا رہا ہوں۔
 یہ کہہ کر میں نے اس سے رابطہ توڑ دیا۔ مرزا اس
 وقت تک میرے سامنے والی کرسی پر ابھر بیٹھی تھی میں
 نے اسے بتا دیا کہ میں نے ایڈی فریک کو غزالہ کے سلسلے میں
 کیا کام سپور کیا ہے اس کے بعد میں نے گالی باول اٹھا لیا
 مرزا کے ساتھ اس ہزل میں آگیا جہاں غلام نے ایک کمرہ
 بنائے لیے تھی کہ کمرہ دالیا تھا۔
 میں مرزا کے ساتھ اس کمرے میں بیٹھ گیا۔ وہاں
 بیٹھ کا کمرہ تھا۔ مرزا نے کہا۔ بیان تو ایک ہی بیڈ ہے۔
 بات تو باطل ٹھیک ہے۔ ہاں میں نے یہ سوچا
 کہ یہ کمرہ دیکر دیکر کیا ہے کہ تمھارا مزاج مرزا ہے۔ تمھارے
 اندر محبت بن نہیں ہے نہ ہی ہم میں اور کوئی رشتہ ہے ہم
 دونوں دوست ہیں اور ہمارے درمیان بے لوث دوستی ہے۔
 نہ کسی سے کچھ لینا نہ کسی کو کچھ دینا۔ ہم بری شرافت سے بیان
 رات گزار سکتے ہیں۔
 وہ بولی۔ ہاں گزار تو سکتے ہیں لیکن اس بات کی کیا
 ضمانت ہے کہ تم شرافت سے رات گزارو گے؟
 ہم کوئی نہ کر دوں گی تو جو نہیں کہیں ہم جس کی قسم

اب اسکل۔ پھر یہ کہ جس آج کی رات یہ آزما لیا جاوے
 ہم ایک ساتھ گئے عرصے تک چل سکتے ہیں کیا ایک ساتھ
 یہ کہہ کر میں گزارہ کر سکتے ہیں۔
 یعنی کہ تم مجھے چیلنج کر رہے ہو کہ میں ایک مرد کی طرح
 جاؤں ساتھ بیان رات نہیں گزارا سکتی میرے راند عورت
 میں موجود ہے اور میں تمھارے بڑے اثر آفاصل کی بات سے ایک
 رات میں محبت کرنا شروع کر دوں گی تو آؤ۔ میں یہ ثابت
 کر کے دکھا دوں کہ میں کتنی مستقل مزاج ہوں۔
 میں نے بستر پر گرتے ہوئے پوچھا۔ اب کیا ارادہ ہے
 دنا جا رہی ہو یا پچھل رات کی طرح جاگنے کا پروگرام ہے۔
 اس نے پوچھا۔ کیا تعین بند کر رہی ہے؟
 "نہیں نہیں آ رہی ہے۔ میں ابھی کافی رات تک جاگ
 رہا ہوں لیکن صبح تعین تک جاگ رہا ہے۔ اپنا اکاؤنٹ
 ہونا ہے۔ لاکھ حاصل کر کے اس لیے بیٹھی ہوں۔ میرا ہاتھ
 لگے ہیں۔ بہت سے ایسے کام ہیں جن میں کل غنا ہے تو
 تیرے ہر کام کو ہم کچھ دیر تک جلتے رہیں۔ باتیں کر سکتے ہیں
 ہر سوکر صبح جلدی اٹھ جائیں۔"
 وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ میں نے آرام سے اپنے
 تھکانے پھیلاتے ہوئے کہا۔ تم بھی آرام سے لیٹ جاؤ۔
 میں کوئی دیر لمبی اسی طرح نیند آجائے گی۔
 وہ بیٹھے سے پرہیز کر رہی تھی حالانکہ بستر پر اُٹھنا
 بہانہ ہی ایک دوسرے سے دور کر لیت سکتے تھے لیکن
 ہمارے سر ملنے جا کر وہاں ٹیک دگا کر نیم دلا ہو گئی۔ چہر
 ان دھاس مرد کو محبت کے لیے اور عورت کو دے کے لیے
 یہ ایسا راز بنا دیا گیا ہے جس کی تہہ تک پہنچنے کے لیے
 اللہ سے توار رہتے ہیں۔ اگر تیرے کچھ لیا جائے کہ دونوں ہی
 ہاں ہیں اور دونوں ہی ایک دوسرے کے ذہنی کن کر اور
 کی لاپی کے بغیر دوست بن کر رہ سکتے ہیں اور کسی مقام پر
 ان تعلقات استوار کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ بھی
 اسی طرح ہے۔ نہ ضرورت پیش آئے تو یہ دستور دوستی بھائی جا
 گئے۔ اس کے کہ خیالات اور جذبات ہوں تو مرد اور
 عورت کے درمیان کبھی جھگڑا نہ ہے۔
 میں نے تائید میں سر ہلایا۔ وہ اس دوران باتوں سے
 اس دماغ میں یہ بات بٹھا چاہتی تھی کہ وہ تجھیت
 بات کوئی راز نہیں ہے اور مجھے اسے باز کے طور پر چھنا
 نہ پسند ہے اس کے متعلق سوچنا نہیں چاہیے بلکہ شرافت
 علامت چھ کر سوچنا چاہیے۔
 ہم کافی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کر رہے۔ وہ

سنا نہیں چاہتی تھی۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ ہم ایک دوسرے
 کی ضرورت اس طرح محسوس کر رہے تھے کہ نیند میں ڈوب
 کر ایک دوسرے سے الگ نہیں ہونا چاہتے تھے۔ کوکوشش
 یہی تھی کہ زیادہ سے زیادہ وقت جاگتے ہوئے ایک دوسرے
 کو دیکھتے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے اور
 ایک دوسرے کی باتیں سنتے ہوئے اور ایک دوسرے کو
 پسند کرتے ہوئے گزار دیں۔
 میں اس کے دماغ میں جھانک کر اس کے چہرہ خیالات
 کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔ یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ بحیثیت ایک
 عورت میرے ساتھ بند کر رہے ہیں ایک ہی بستر پر گھڑی
 ہے۔ شرابا دی ہے یا اسی طرح سونے سے تڑپ رہی ہے۔
 پر اخلاقی پابندی تھی کہ میں اس کے خیالات نہ پڑھوں اس
 لیے میں پرہیز کر رہا تھا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ عام
 عورتوں سے باطل ایک تھک تھی اور وہ عورت کی کیفیت
 سے خوف زدہ نہیں تھی اور نہ ہی میرے ساتھ بند کر رہے ہیں
 خوابا ہی تھی۔ ایسا ہوتا تو وہ بند کر رہے میں بھی نہ دیتی۔ اُسے
 اپنے آپ پر اعتماد تھا۔ وہ دلچسپی اور اپنے آپ کو اپنا ہر
 کرتی تھی کہ اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو تو وہ اکل
 بات سے نمٹ سکے۔ ویسے زبردستی کا تو میری طرف سے
 کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔
 ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر آہستہ آہستہ
 میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت
 دی کہ میں زیادہ دیر نہ سو سکوں بلکہ ایک گھنٹے کے بعد ہی
 میری آنکھ کھل جائے۔ یہ ہدایت دے کر میں نے آنکھیں بند
 کر لیں۔ چوتھو مندرجہ رہی تھی۔ اس لیے فوراً ہی سو گیا۔ سب
 بلا۔ بات ایک گھنٹے کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے کین
 آنکھیں سے مرزا کی طرف دیکھا تو وہ بستر پر نہیں تھی۔
 کمرے میں آٹھیس سانی نے رہی تھیں۔ وہ تھوڑی
 دیر بعد نظر آئی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ پھر تھوڑی
 دیر بعد نظر آئی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ یہی وہ جنگ ہے
 سامنے ہی اور دوسرے اُدھر شل رہی تھی۔ میں اسے مخاطب
 کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اتنے میں وہ خود ہی جنگ
 کے سرے پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا
 تو میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔
 اگر میں اس کے خیالات پڑھتا تو مجھے اس کے رت
 جلنے کی وجہ انداز کی اندرونی بے چینی کا سبب معلوم
 ہو جاتا لیکن میں دوست کی حیثیت سے اپنا مدد بٹھا رہا تھا
 اور خیال تواری کی ضرورت بھی یہ تھی۔ اس کا نامنا شعور

لکھنا چاہیے، اتنا تجرہ ہونا چاہیے اور شاہ سے کی گئی اتنی ہوتی چاہیے کہ وہ اپنے سامنے والے انسان کو اس کی حرکتوں سے اس کی باتوں سے اس کی چال ڈھال سے پہچان سکے کہ اس کے دل میں کیا ہے۔

میری آنکھیں بند تھیں۔ میں نے کچھ سوچ کر ڈراسی حرکت کی جیسے نیند میں کھسکا رہا ہوں۔ وہ ڈراختا ہوا ہونے لگا۔ پھر ہم دلاز ہو گئی تاکہ میری آنکھ کھلے تو یہ ظاہر کرے کہ وہ سو رہی ہے۔ پھر میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں تو اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ میں چاہتا تو اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے گری نیند سلا سکتا تھا تاکہ وہ رات کو جاگنے اور بے چین ہونے سے محفوظ رہ سکتی لیکن میں اس کے دماغ تک پہنچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ کچھ سوچ کر میں بستر سے اٹھ گیا۔ پھر اوپر اُدھر شعلے لگا۔ اس کے بعد میں نے سوچا کہ مجھے غلام کے پاس جا کر سو جانا چاہیے تاکہ اس کرے میں وہ تنہا اطمینان سے اپنی نیند لے کر سکے۔ یہ سوچ کر میں دروازے کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت مرجانہ کی آواز سنائی دی "سنو کماں جا لے رہو؟"

میں نے ہلٹ کر دیکھا۔ وہ بستر پر آٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے چہرہ لپٹا کر کہا "ہاں ہے ہوتا؟"

"میں چاہتا ہوں کہ غلام کے کمرے میں جا کر اس کے ساتھ سو جاؤں۔ یہاں تھیں تنہائی ملے گی تو تم آرام سے اور اطمینان سے سو سکو گے۔"

وہ بولی "مجھے تنہائی طرف سے اطمینان ہے لیکن میں نہیں سمجھتی کہ میرے اندر ایسی کیا پریشانی ہے کہ میں سو نہیں سکتی تم مجھے چھو دو گرنہ جاؤ؟"

"مرجانہ میں یہاں رہوں گا تو تم۔ سو نہیں سکو گی؟"

"تھیں کیسے معلوم ہو سکے کہ میں سو نہیں سکتی۔ تم یہاں رہ کر نہ دیکھو۔ ہاں یاد آ گیا کہ تم میرے خیالات پڑھ سکتے تھے؟"

"تنہائی دوستی کی قسم۔ میں تمہارے دماغ میں باطل نہیں بھانچتا ہوں۔ میں بھی وعدہ خلافی نہیں کروں گا۔ مجھے تنہائی دوستی عزیز ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ چکا ہوں میں تو سو رہا تھا۔ اچانک آنکھ کھل گئی تو میں نے غصے سے کہا کہ یہاں تنہا اطمینان سے سو سکتی ہو۔ میری موجودگی میں تھیں رات بھر جگاتی رہے گی۔ یہی سوچ کر میں جا رہا ہوں؟"

"وہ جاؤ گے تو میں تنہا رہ جاؤں گی۔ تمہارے یہاں رہنے تک میں ایک لمحے کے لیے بھی تم سے دور ہونا نہیں چاہتی۔"

میں چاہتی ہوں کہ ایک ایک کپل تمہارے ساتھ ہو۔ اب اس کے لیے مجھے بھی ہول سے میں جھکت رہی ہوں۔ "تین" میں اپنی دوستی کو تمہارے لیے عذاب چاہتا۔ ایک طریقہ ہے اگر تم مجھے اپنے دماغ تک کی اجازت دو تو میں ابھی تھیں ٹیلی پیچی کے ذریعہ تمہیں کرسٹال دوں گا۔"

وہ ترہکا کر بولی "ہاں۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ میں سکون چاہتی ہوں اور سکون نیند کے دواں میں ہوتا ہے؟"

وہ ہلٹ کر ستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے لیٹ گئی۔ میں ایک کرسی پر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا اور اس سے بلاناہتم آنکھیں بند کر لو۔ ابھی دیکھتے ہی دیکھتے تھیں نیند آ جائے گی؟"

اس نے عجیبی سے مجھے مسکر دیکھا۔ اپنا ایک ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے لے لیا۔ اس نے یہ مسکراتے ہوئے غصہ مٹا دیا۔ اس کے ساتھ اس تھیں کے ساتھ سونا چاہتی ہوں کہ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے اور میرے سر کے بعد بھی تم اس کرے سے نہیں جاؤ گے۔ وعدہ کرتے ہو؟

"ہاں وعدہ کرتا ہوں۔ اب آنکھیں بند کر لو؟"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے اسے چھیننے لگا۔ آہستہ آہستہ اسے نیند کی طرف مائل کرنے لگا۔ صرف دو منٹ کے بعد ہی وہ گری نیند سو گئی جس کی دلکشی اور بڑھ چالی ہے جب وہ خوابیدہ ہوتا ہے۔ اس وقت مرجانہ کے کمرے سے بڑا ہڑی سکون اور اطمینان جھلک رہا تھا۔ اب اسے اس کا وہرہ کا نہیں تھا کہ کوئی مرد اس کے قریب ہے اور کوئی اس کا بچہ بگاڑ سکتا ہے۔ وہ نہایت اطمینان سے خیال خوانی کے ذریعے سو گئی تھی۔ دو کسٹھوں میں اس نے مجھے غرضمندی طور پر یہ احساس دلایا تھا کہ دیکھو، میں تم پر کتنا اعتماد کرتی ہوں کہ تنہائی خیال خوانی کی تو میں سن کر تمہارے پاس سو گئی ہوں۔

میں کرسی پر سے اٹھ کر ہلک کی بائیں گھومتا ہوا دوسری طرف آیا۔ پھر اسی ہلک پر آرام سے لیٹ گیا۔ لیٹنے کے بعد میں نے اپنے دماغ کو طاقت دی کہ آہستہ آہستہ میں اندر بک کر کوئی کس کے اندر داخلیت ہو رہی ہے۔ آنکھ کھل جانے والے منٹ سات بجے تک سوتا ہوں گا۔ میں وقت منظرہ پر میری آنکھ کھل گئی۔ مرجانہ میری

دلت رُخ کیے مجھے ایک لمحہ دیکھ کر ہادی تھی۔ نظریں ملنے ہی وہ مسکرنے لگی۔ میں نے پوچھا "تم کہے جاگ رہی ہو؟"

"ہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے آنکھ کھل گئی تو تھیں اپنے پاس دیکھا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے اعتماد کو مجروح نہیں کیا۔ فرماؤ، تم بہت لمبے ہو؟"

ہم نے نیند کے لمحہ کو کھل کر تبدیل کیا۔ پھر ناشترہ کرنے کے بعد زینہ کے پاں پہنچ گئے کیونکہ وہاں سے نقد نہیں اور میرے حواہرات کے لیے بیک کی طرف جانا تھا۔

زینہ بھی مرجانہ کے ساتھ جانا چاہتی تھی لیکن اس کے والد نے انکار کرتے ہوئے کہا "تین" میں مرجانہ کے ساتھ ہاؤس کا دیکھ کر مجھے اس سے کچھ فروری ہائیں کرنی ہیں؟"

ہم ان کی کار میں بیک کی طرف روانہ ہوئے۔ میں کار ڈرائیو کر رہا تھا اور پچھل سیٹ پر زینہ کے والد مرجانہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا "مرجانہ تم میری نیند کی طرح ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تھیں زمانے کی تھوڑی سی اونچ نیچ سمجھا دوں کیونکہ یہاں تنہا راکھی بزرگ نہیں ہے۔ ایک تنہائی ماں ہے جس سے تم ملنے کے لیے پیرس جاؤ گی۔ اس سے پہلے تم سے یہ سوال کرنے والا اور جواب ماننے والا کوئی نہیں ہے کہ کل رات تم نے کہاں گزار دی۔ تم جوان لڑکی ہو، تنہائی ہی بچی نہیں ہو کہ کہیں بھی جا کر ایک لہری رات گزار کر آ جاؤ تو کوئی اس کا برا نہ منائے؟"

مرجانہ نے جواب دیا "بہ شک یہ بڑا ماننے والی بات ہے۔ دنیا والے اسے اچھا نہیں سمجھیں گے اور آپ بھی دنیا والوں میں شامل ہیں لیکن میں یقین دلاتی ہوں کہ میں اور طارق بہت لمبے دوست ہیں۔ چاہے درمیان کوئی ایسا تعلق نہیں جس پر میں شرمندہ ہوں، ہم نے نہایت شرافت کے ساتھ پچھلی رات گزار دی ہے؟"

"بہ شک تم نے ایسا کیا ہو گا لیکن کیا یہ یقین کرنے والی بات ہے کہ تم ہوں میں ایک نوجوان لڑکے کے ساتھ تھیں اور سب وہاں سے آئیں تو صرف تنہائی زبان سے کہہ دینے سے کیا دنیا والے یقین کریں گے۔ اگر میں تنہائی بات پر یقین کر بھی لوں تو کیا تمہیں اسے گوارا کرنی ہے۔ میری ایک بیٹی جس پر مجھے بہت زیادہ اعتماد ہے۔ میں بہت ہی گوارا کرتے ہوئے کیا زینہ کو کسی ہونٹ میں لواتے گوارا کرنے کی بات نہ کر سکتا ہوں؟ کیا میری حیثیت اسے گوارا کرے گی؟"

نواہ زینہ خستہ سی ہو چکا زینہ میں نہ ہوا سی طرح تم جتنی ہی بگاڑ ہو جس سے اسے تسلیم کروں گا لیکن یہ خلاف تہذیب ہے۔ میں نے کہا "اگلے آپ بہت اچھی باتیں سمجھا رہے

ہیں لیکن ہم ایسی دوستی کے بندھن میں بندھے ہوئے ہیں کہ اس سے تہذیب پر حرف نہیں آ سکتا۔ میں اپنے ضمیر کو جواب دینا ہے اور وہم اس کے سامنے جوابدہ ہیں اور ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم نے ایسی کوئی غلطی نہیں کی کہ جس کی وجہ سے ہمیں ضمیر کی عدالت میں شرمندہ ہونا پڑے؟"

اگلے دن کمانڈر گریٹ دونوں کو اپنے اوپر اتنا اعتماد ہے۔ تم دونوں کی دوستی اتنی مضبوط ہے تو پھر یہ رشتے والی دوستی کیوں۔ کیوں نہ تہذیب کے مطابق، تہذیبی حکامات کے مطابق اور قانون کے مطابق تم دونوں شادی کر لو؟"

"شادی؟ مرجانہ نے ڈرا پریشان ہو کر کہا۔ ہم نے کبھی شادی کے تعلق سے سوچا ہی نہیں ہے۔ میں آپ کو کیسے سمجھاؤں؟ اگلے ہرہ دست ہیں صرف دوست۔ یعنی کہ جیسے دو مرد آپس میں دوست ہوتے ہیں یا دو عورتیں آپس میں سہیلیاں ہوتی ہیں اور ان سہیلیوں کے درمیان بااں دوستوں کے درمیان کوئی ہونٹ نہیں ہوتی، کوئی بڑائی نہیں ہوتی، نہیں ایسی ہی ہماری دوستی ہے؟"

"تم پر مضبوطی کے بغیر بات کہہ رہی ہو۔ آگ اور پانی بچا رہا ہے اور اس آگ کے ذریعے پانی بچا ہے کہ آگ نہ لے جائے پانی کے ذریعے آگ بجھے تو یہ نہ ماننے والی باتیں ہیں بشیر اور بھری کر کبھی کسی نے ایک گھاٹ پانی پیتے نہیں دیکھا۔ مرد اور عورت کو ایک گھاٹ باندھنے کے لیے کچھ تہذیبی پابندیاں ہیں کچھ اخلاقی ضابطے ہیں اور ان پر عمل کرنا پڑتا ہے لیکن تم ایسی بے نیکی باتیں کر رہی ہو جس پر دنیا کا کوئی بھی سمجھ دار آدمی یقین نہیں کرے گا؟"

"اگلے میں کسی کو یقین دلاؤں بھی نہیں چاہتی۔ میں اپنے اندر باطل آئینہ ہوں اور آئینہ نہیں کی؟"

"تھیک ہے تم یقین نہ دلاؤ۔ تم اپنے اندر آئینہ بن کر ہو لیکن اوپر سے دنیا والوں کو بت سے مجھے نظر نہیں آئے اور ان دھوکوں کے ساتھ جب تم میرے گھر میں داخل ہو گے تو تم سوچو جو بیٹی کی میں ایک جوان بیٹی کا باپ ہوں۔ وہ مجھے میری بیٹی تک پہنچیں گے۔ بدنامیاں بڑھیں گی؟"

"میں سمجھتی اگلے میں آج سے آپ کی دلیز پر نہیں آؤں گی؟"

"دیکھو بڑا ماننے کی بات نہیں ہے۔ میں نے ایک رنگ کی حیثیت سے سمجھا لیا ہے۔ مجھے تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اچھی بات کہوں۔ اب بھی میں یہ کہتا ہوں کہ تھیں طارق مبارک ہو اور زندگی کے کسی مرد

”اِس لیے کہ میں نے غلام کے ذریعے تمہارے لاجو خانے کا بندہ رست کیا ہے۔ ذوالیقب لہذا بیٹ میں تمہارا یہ ایک بیٹ ریڑ و بریج ہے۔ غلام بھول سے تمہاری اچھی لے کر اپنی پورٹ پیچ چکا ہے۔“

اُس نے میرانی سے مجھ دیکھا۔ پھر بولنی یہ کیا اس طرح میں اچانک تم سے قبل جو جان فہم نے یوں میرے جانے کا انتظام میں کیا؟

میں اسے حوصلہ دیتا رہا۔ اسے امید دلانا نہ کہام کہ
میں گے اور پلٹ کر بھی اس کا ساتھ میں دے گا
میں رہا۔ جب ایک وقت آیا کہ اُسے میرا ہاتھ چھو کر کہا
میں مل گئی۔ اُسے لے جانے والا ہمارا جب تک آسمان
ظہرانار ہوا اور نقشے میں تبدیل ہوتا رہا اور بچپنوں سے

فریاد پر کوہی نے کے وقت پھر شام کو کوہی نے کے وقت اور
پھر ایک بار سونے سے پہلے ہم دماغی طور پر بلا کر اس کے ہاتھی
کر لیں گے۔ پھر عصمت ہو جا یا کر اس کے کیوں ٹھیک ہے۔
میں نے کہا "ہاں" ٹھیک ہے تم معنی دار مجھے۔۔۔
لئے کے لیے کوہی اتنی بار آؤں گا۔

میں سکھانے بنئے کسٹم چینگیک کے لیے نگرے بڑھ گیا
 اور وہنا فوقنا اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہ جو نے نہا نہ
 سے نکل کر کلب کے کاؤنٹر پر نہ تھی اور وہاں سے بیلے فین
 پر کسی سے کہہ رہی تھی "میلو" میں میڈیٹاٹ کلب سے بول
 رہی ہوں کہیں بندرست میں میک اپ کا سامان پہنچا دو۔
 جس اپنے چہرے میں دزسی تبدیلی کرنا چاہتی ہو،
 دوسری طرف سے پوچھا گیا "نام،" نیرت نو بے اگر

کسی مہم پر جانا ہوتا تو حکم دیں ہم آپ کے حکام حاضر ہیں! وہ سختی سے بولی۔ میں جانتی ہوں اس پر عمل کرو یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور اس میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔

سونیا سپر مارشل کی تنظیم میں شریک ہو چکی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں ان خیریت کا دن کاوشن ہوں اور زندگی کے کسی موڑ پر بھی سپر مارشل اور ریڈ پاؤں نہیں ہوں۔ ان لوگوں سے جو ابھی پسند نہیں کر رہی تھیں۔ اس نے صدیوں آٹھیرنا اس کی مخالفت مول لینے کے لیے اور مجھ سے ہمیشہ متعلق بہت زیادہ۔ مارشل کے حوالے کر دیا تھا ادب اسے گرائے گی۔

یہ سوچتے ہی میں تھی۔ وہ سپر مارشل کی تنظیم کی بہت ہی سے کماں غلام ہو گئی تھی۔ اس تنظیم کا ہر فرد بلا چون و پسند کی فلاحیٹ سے اگلا ہو سکے لیے ایڈمنسٹریشن کے اندر میرا آپ ہے تو مر جانے کے لیے رہنا کو کو لگو۔

غلام کرنا تو ذمہ داری سہ سہ کر میری پہنچ گیا تھا اور وہ بے شک تنگ کے کاموں میں مصروف تھی۔ ساتھ ہی یہ سے اکوینٹ کھانا داغ میں بھیجا کہ رہا ہو گا کیا میری حرکتوں کو کچھ رہا ہو گا یا میں اس کی ریسوگنٹھ میں کچھ غلطی کر رہی ہوں۔ بہر حال میں دیکھوں گی کہ اگر وہ فریاد ہی ہے تو میں مجھے سے چپ کر کے رہنا ہے یا مجھ پر چپ کر رہے۔

داغ میں جھانکتے کے باوجود مجھے سواٹھ کر رہا تھا۔ اس کی فوج میں چھاپے اپنے اصل چوڑے کو چھاپا کہ اس کی فوج میں چھاپا چھاپے اور دیکھنا چاہیے کہ وہ کون ہے اور اس کے بدن سے فرما دی کہ بولے آ رہی ہے اور وہ فرما ہے تو اپنے اصل روپ میں ہے۔ ایک اب میں چھاپا ہوا ہے۔

سونیا کو میک اب میں مارت حاصل تھی مجھے محکم والوں سے نجات حاصل کرنے میں آدھ گھنٹہ لگ گیا۔ اس آدھ گھنٹہ میں سونیا نے میک اب مکمل کر لیا تھا اور اس کے چکر پر اپنی تبدیلی آئی تھی کہ میں اسے سونیا کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ اب وہ گلاب سے نکلتے کے بعد اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی تھی اور کار کے شیشے نیچے کر دیے تھے تاکہ باہر سے ہوا آتی ہے اور میری ٹوٹے ملتی ہے۔

اور وہ اس سمت کا تعین کرتی ہے جہاں سے تو آ رہی تھی۔ وہ کوئی سمت کا ڈرائیو کر رہی تھی یعنی کوئی مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے ایڈریڈس کی طرف چلی آ رہی

تھی۔ میں اس وقت تک ایک بجی میں بیٹھی سوچ رہی تھی۔ بیٹھ گیا تھا اور ڈرائیو سے کہہ دیا تھا کہ وہ مجھے بھی سونیا میں پہنچا لے۔

میری ٹیکسی چل پڑی تھی۔ سونیا شاید کسی اور گاڑی سے آ رہی تھی اور ٹیکسی کسی اور گاہک سے گزرتی رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے سونیا کو سڑک کے کنارے پارک کرتے ہوئے دیکھا۔ اب وہ کار روکنے کے بعد کڑی کی طرف باہر منہ کیے سوئچ کر رہی تھی اور جیسوس کر رہی تھی کہ کوئی سمت بدل گئی ہے اور وہ تو ایک جگہ سے دوسری جگہ سٹو کر رہی ہے۔

یہ معلوم کرنے ہی اس نے کار کو دوسری سڑک پر موڑ دیا اور اس طرف چلنے لگی جہاں سے میں بھی گئی تھی۔

بجی ڈرائیو مجھے پہلے جس ہوٹل میں لے کر گیا۔ وہاں کوئی کہہ خالی نہیں تھا۔ اس لیے مجھے اسی ہی ہوٹل میں بیٹھ کر آگے جانا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سونیا جو قریب آ رہی تھی۔ میں جھرا سے دور ہوتا چلا گیا۔ وہاں ایک سبک پیچ کر کچھ میری جگہ عسوس کر رہی تھی اور سمت کا تعین کرنے کے بعد وہ پھر آگے بڑھ گئی تھی۔

میں نے دو درمیان آنکھ مچولی کا کھیل جاری تھا اور اس دوران میں تین ہوٹلوں سے گزر چکا تھا۔ کہیں بھی کوئی کہہ خالی نہیں ملا تھا۔ آخر ڈرائیو مجھے ایک اور ہوٹل میں لے گیا جہاں تمام فوٹو گرافیو اسٹار تھا۔ وہاں مجھے ایک کمرہ مل گیا تھا۔

نے لفٹ کے ذریعے اپنے کمرے کی طرف چلتے ہوئے سونیا کے داغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ فوٹو گرافیو اسٹار تک پہنچ گئی ہے اور اب وہاں کے کاؤنٹر پر بیٹھ کر پوچھ رہی ہے کہ فریاد ملی تو یہ نام کا کوئی شخص ال ہوٹل میں آیا ہے یا نہیں۔

کاؤنٹر کیپر نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا جی نہیں اس نام کا کوئی شخص بیان نہیں ہے۔

سونیا نے پوچھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کوئی سا فو بیان آیا ہے یا ہے۔

جی ہاں یہاں تو سوا فراتے چلنے ہی رہتے ہیں آپ کو کس کی تلاش ہے؟

وہ بولی۔ میں وہ نام معلوم کرنا چاہتی ہوں جو ابھی پندرہ منٹ کے اندر اس ہوٹل میں آئے ہوں۔

کاؤنٹر کیپر نے رجسٹر کھولتے ہوئے کہا جی ہاں

نہ خود نامی ایک شخص پاکستان سے آیا ہے اور وہ سونیا میں پہنچ گیا ہے۔

سونیا نے زیر لب طارق محمود کا نام بڑبڑایا پھر ایک کپڑے کا۔ اچھی بات ہے۔ آپ ذرا تائیں مگر ان کے کہہ خالی ہوئے کہیں کہ میں ایک کاؤنٹر ہوں۔ ان سے ملنا چاہتی ہوں شاید انھیں بریں میں میری خدمت کی ضرورت پڑے۔

کاؤنٹر کیپر نے سونیا کو ذرا انتظار کرنے کیلئے کہا تاکہ ایس فیر کا سافر لے کرے میں پیچ چلے جب اس نے کمرے میں پہنچ گیا تو دروازہ بعد کھلی فون کی لٹی بجے لگی۔ میں نے ریسپونڈ کیا کرنا ہی چاہی۔

دوسری طرف سے کاؤنٹر کیپر کی آواز آئی۔ اس نے کہا۔ جناب آپ سے ایک گا نیڈ ملتا ہے۔ کیا آپ ملنا پسند کریں گے؟

میں نے کہا۔ اس کاؤنٹر کا کوئی نام تو ہوگا۔

کاؤنٹر کیپر نے ہم پر ہونچا۔ پھر مجھ سے کہا۔ کاؤنٹر کیپر نے کہا۔

میں نے کہا۔ اچھی بات ہے۔ میں خود ہی نیچے ٹانگ ہال میں آ رہا ہوں۔ وہیں مل لوں گا۔

میں نے ریسپونڈ کر دیا۔ دوسری طرف اس نے ریسپونڈ لکھتے ہوئے سونیا کے کاؤنٹر طاقت بیاں ٹانگ ہال کی طرف آنے والے ہیں۔ آپ سے یہیں بات ہو جائے گی۔

سونیا نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ میں ڈانٹنگ ہال میں رہی ہوں۔ خود ہی ان سے ملاقات کر لوں گی۔

یہ کہہ کر وہ اس ہال کی طرف چلنے لگی۔ اس کا آواز ملتا تھا کہ اس ہال کے کسی گوشے میں بیٹھ کر دروازے کی طرف دیکھتی ہے۔ گ میری ٹوٹے سے تپانے کی کہ میں ایک داخل ہو چکا ہوں اور کسی ٹیبل کی طرف جا رہا ہوں۔ وہاں بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دے سکوں۔ وہ فون سے مجھے ٹانٹے کی کوشش کر رہی تھی۔ اگر میں اس میں ہوا تو میری اہلیت اگلوانے میں ذرا مشکل ہوگی مگر وہ مجھے بے نقاب کر کے رہے گی۔

میں سامی کو گور دیں لے کر اوپر سے چلے حصے کی طرف آیا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے پوچھا۔ فاس کر سٹور میں ہے؟

کاؤنٹر کیپر نے کہا۔ وہ ڈانٹنگ ہال میں موجود ہیں۔

خود ہی آپ سے ملاقات کر لیں گی۔ ویسے جناب آپ کے ساتھ یہ لٹی ڈانٹنگ ہال میں نہیں جاسکے گی کیونکہ وہاں کسی جالو کو لے جانے کی ممانعت ہے۔

میں نے کہا۔ انہیں یہ بت ہی سہا یا ہوا چاہا اور وہاں سے اور اس کی ذات سے کسی نہ کیلیف نہیں پہنچے گی اور نہ ہی کسی چیز کا نقصان ہوگا۔

پھر بھی جناب ہوٹل کے کچھ اہل عمل ہیں۔ ہم پر کب مجبور ہیں۔

میں نے کہا۔ اچھی بات ہے۔ تو میں اس کی کوٹھا پاس چھوڑ کر جاتا ہوں۔ اس کے لیے دو رو کا انتظام کر دو۔

یہ میں اپنا بیٹ جھرتے گی۔

میں نے سامی کو سلاتے ہوئے کہا۔ تم بیان رہا اور اپنا بیٹ بھرو۔ میں اپنا پیٹ بھر کر جلدی دالیں آؤں گا۔

یہ کہہ کر میں ڈانٹنگ ہال کی طرف چل پڑا۔ وہاں داخل ہونے ہی سونیا بھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ میں اس کے دماغ میں جھانک کر اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ کر دیکھا تھا اور اس کی طرف سے انجان بھی بنا ہوا تھا۔ میں ایک میز پر جا کر بیٹھ گیا اور مینو اٹھا کر لپٹنے کے لیے کھانے کا انتخاب کرنے لگا۔

ایک ایک ہی مجھے اپنے قریب سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ گہمہ گہم ہی میرے لیے جھانکھانے کا آرڈر دے دو۔

میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ میرے سامنے میز کے دوسری طرف کو کسی پر بیٹھتے ہوئے طنز یہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ جیسے چیلنج کر رہی تھی کہ مجھ سے کہاں چھوڑے۔

میں نے اس کی طرف ڈانٹ کر اس سے دیکھا پھر اس نے پوچھا۔ کیا تھی مس کر سٹور پر؟

تم خوب جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ انجان بھنے کی کوشش نہ کرو۔ تم گھٹنے بڑے بڑے ہو۔ مجھے سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔

میں نے کہا۔ ایک اپنے اوپر گری بھید کی طاری کر لی۔ پھر کچھ آگاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ مادہ معاف کیجیے گا۔

برو جیو تو اب انفرادی ہیں کیونکہ فون پڑا ہے جسے مس کر سٹور لگا گیا ہے۔ مس کا مطلب وہ لوگ ہیں کہ انہی شادی نہ ہوئی ہو لیکن آپ کو دیکھ کر تو پتہ چلتا ہے کہ پتہ نہیں آپ نے کتنی شادیاں کی ہیں۔

وہ آستکی سے دانت پیسنے کے بعد بولی۔ ٹنٹا آپ

بجاس مدت کرو۔

”دیکھئے نام میں آپ کو کس نہیں کہوں گا۔ آپ حد نہ یاد پڑھ رہی ہیں۔ آپ کس بنا پر مجھے بزدلیا کہہ رہی ہیں کیا آپ مجھے سچے سے جانتی ہیں؟“ اس نے کہا ”تو بھیس صرف جانتی ہی نہیں اچھی طرح پہچانتی بھی ہوں۔ اگر بھیس چھپنا ہی تھا تو صرف چہرہ چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنا لب و لہجہ بھی چھپایا تو نام فرماؤ اور تھادی سب سے بڑی ناکاوی یہ ہے کہ بات کرتے وقت اپنے لب و لہجے کو چھپاتیں بالہ ہے ہو؟“

”یہ میرا بدلہ لینی لب و لہجہ ہے مجھے چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہی فرماؤ کہ لہجہ ہے جسے تم جانتی ہو تو مجھے افسوس ہے کہ اس وقت تم زبردست غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ اور میری ذات سے دھوکا کھا رہی ہو؟“

”دیکھو فراد، یہی طرح خود کو ظاہر کرو۔ ورنہ میں تمھارا شرفزدوں گی۔“

میں یک ایک اچھل کھڑا ہو گیا، کرسی دیکھنے کی طرف لوٹھک گئی۔ پھر میں نے جیخ کر کہا ”کیا تم میرا شرفزدو گی؟ آخر تم کوئی بڑا بیکار نہیں تو کیوں نہیں ہے کیا تمھارے بیسی پر محاکش خود میں ہاں اگر چھپاؤں دیتی ہیں میں پوچھتا ہوں تم کوئی ہو، یہاں بیٹھتے کس کے ہاتھ میں ہے۔ میں اس سے پوچھتا چاہتا ہوں کھٹھادی بیسی عورتوں کو کیاں داخل ہونے کی اجازت کیسے ملتی ہے؟“

میرے اس طرح اچھلنے کرسی کے گرنے اور چیخ و جبر سے ڈانٹنگ ہال میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ جاری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ سونیا ایک دم سے بول کھلائی تھی اسے کوئی نہیں سمجھتی کہ میں اس قدر غصے میں آ جاؤں گا میری ایکٹنگ اس وقت ایسی ہی تھی کہ اب آپ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ قہقہا دہ دھوکا کھا رہی ہے۔ صرف دو باتیں ایسی تھیں جو اسے ابھار رہی تھیں، ایک تو میرے جرم کی بواہ اور دوسری میرا لب و لہجہ جسے میں نے تبدیل نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اٹھانا چاہتا تھا۔

فانٹنگ ہال کا سپردانز تیزی سے جاتے پاس آ گیا تھا میں اس وقت تک غصے میں بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے فائرسکس لینے کی انتہا کی۔ سونیا سے کہا بس یا دام، تم جو کوئی بھی ہو جو کہوں ہو، یہاں کہیں آئی ہو کیا تم انھیں دھمکی دے رہی تھیں؟

اگر اس وقت کوئی سونیا کی جگہ ہوتی تو تیری طرح ہلکا جاتی۔ میری حرکت ایسی تھی کہ وہ وہاں سے ہٹا کر رکھ دیا۔ واپس ہرگز نہ گئے والی تھی لیکن اس کا نام سونیا تھا اور اس نے گھاٹ گھاٹ کا کافی پایا ہوا تھا جسکے تسلیم کرنا جانتی ہی نہیں تھی۔ اس نے فرما ہی بات بنائی تھی ہاں پر مہم کس کر سٹو فرم ہے میں پائرنیٹ طور پر بیرونی ماک سے کئے والوں کے متعلق چھان بین کرتی ہوں۔ یہ شخص پاکر تالا سے آیا ہے اور یہ بزدلیا ہے۔ اگر یہ فالتی محمود کے پاس پھنس پڑے آجائے تو اس نے قہقہا ماسک ایک آپ کیا ہوا ہے اور اسے اپنے ساتھ لے جا کر اس کا میک آپ اتارنا چاہتی ہیں اور اپنی حکومت کو بتانا چاہتی ہوں کہ یہ دھوکے سے چاہا۔ ملک میں آیا ہے۔“

سونیا کو پورا یقین تھا کہ میں ایک آپ میں ہوں اور وہ میرا ماسک اتارنے کی اس کے بعد میں خود ہی لوگوں کے سامنے شرمندہ ہوجاؤں گا اور قانون سے بچنے کی کوشش کوئی گا۔ اس کی باتیں سن کر تمام لوگ اب مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے تھے جیسے انھیں شبہ ہو کہ میں کسی بیرونی ملک کا کوئی جاسوس ہوں جو جیسے بل کروا رہا ہوں بننا ہوا ہے۔

سونیا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا آپ اب لنگ دام سے بیٹھ جائیں۔ میں ابھی یہ ثابت کر دوں گی کہ یہ بزدلیا ہے۔ شرط یہ ہے کہ آپ تمام لوگ اس شخص پر نظر رکھیں کہ یہ یہاں سے اٹھ کر نہ جاسکے۔ اسے کھانے کا موقع دیا جائے۔ اس وقت تک میں فون کے ذریعے اپنے محکمے کے لوگوں کو یہاں بٹاتی ہوں۔ وہ اسے یہاں سے لے جائیں گے اور اس کی صلیت انکوائریں گے۔“

یہ کہہ کر وہ ٹیلیفون کرنے کے لیے جلی گئی میں دھری کرسی پر بیٹھ کر دیر کھلنے کا آؤٹ لینے لگا۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تھے لیکن اب بہت سے مرد اور عورتیں بلیٹ بلیٹ کر میری طرف دیکھ پھرتے تھے۔ میں سونیا کے مانع میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کاؤنٹر کے پاس پہنچے کے بعد ریسپوڈنٹ آفیسر کو فون کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پیرس کے ماسٹر مونس ٹوٹنی سے رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ سپر ماسٹر کی تنظیم کا ماسٹر تھا جو پیرس میں رہتا تھا۔ اس نے سونیا کی آواز سننے ہی کہا۔ ”وہاں ہے؟“

سونیا نے کہا ”یہاں مجھے ایک شخص پر شبہ ہے بلکہ پورا یقین ہے کہ وہ فراد علی تیمور ہے۔ آپ اپنے چند آئیڈیوں کو

ہاں بیچ دیں تاکہ وہ انٹیلی جنس والے اسے ملے جا کر اس کے جیسے سے ایک آپ اتار دیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پاس ایک ماسک ایک آپ ہے؟“

میں ٹوٹنی کی آواز آتی۔ ”دام کا جو حکم ہمیں یہ سن کر میرانی ہوئی ہے اور سرت بھی ہے کہ فراد صاحب ہالے شہر میں شریف لائے ہیں۔ ہم انھیں خوش آمدید کہیں گے۔“ وہ سختی سے بولی جو خوش آمدید کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فراد سے میں منٹا جا رہی ہوں آپ لوگ کوئی مداخلت نہیں کریں گے جو کہ یہی ہوں اس پر عمل کیا جائے۔“ یہ کہہ کر اس نے ریسپوڈنٹ رکھ دیا۔ پھر تیزی سے غلطی ہوئی۔ پیرس پیرس کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گئی اور مجھے گھٹنے لگی۔ اس نے ٹیلیفون پر بڑی خوب صورتی سے مونس ٹوٹنی کو یہ اشارہ دیا تھا کہ انٹیلی جنس والوں کو بھیجا جا۔ میں مونس ٹوٹنی کے آدمی ہی انٹیلی جنس کے آدمی بن کر آنے والے تھے اور مجھے یہاں سے لے جانے والے تھے میں ان باتوں سے انجان بنارہا۔

تھوڑی دیر بعد میرے سامنے کھانا آ گیا۔ میں کھانے میں مصروف ہو گیا۔ سونیا نے میرے چہرے کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”دیکھو میں اب بھی تمھیں متوقع ہے کہ یہی ہوں میں نہیں جانتی کہ تم کسی صحبت میں مبتلا ہو جاؤ گے تم سے کوئی ہمدردی نہیں ہے لیکن میں تمھیں ایک وارننگ دینے کے بعد نقصان پہنچانا چاہتی ہوں اور وارننگ یہ ہے کہ کل صبح ہونے سے پہلے تم پیرس چھوڑ دو ورنہ جہاں سے آئے ہو اسی ملک میں واپس چلے جاؤ۔ میں یہاں تھا اور وجود برداشت نہیں کر سکتی۔“ میں فائرسکس سے کھانے میں ہوں مصروف رہا جیسے اس کی باتوں کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ وہ چڑ کر بولی کہ تم خاموش رہیں ہو۔ بولتے کیوں نہیں؟

”مجھے انٹیلی جنس والوں کا انتظار ہے۔ مجھے جو کہہ کر لونا ہوگا انھی کے سامنے بولوں گا اور میں یہ دیکھتا چاہتا ہوں کہ مجھے کس طرح بزدلیا ثابت کرنی پڑے۔“

یہ کہہ کر میں پیرس کے ماسٹر مونس ٹوٹنی کے دماغ میں ڈھنکیا۔ اس نے سونیا کے حکم کی تعمیل تو کی تھی لیکن اس کے ماتھی یہ سن کر اٹھ گیا تھا کہ فراد علی تیمور پیرس میں موجود ہے۔

”اؤ گاؤں ان کے لیے عذاب جان تھا۔ وہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ اس نے فراد ہی سپر ماسٹر کے بغیر پہنچنے کا بندوبست کیا تھا کہ پیرس میں فراد کی موجودگی کا ثبوت مل جائے تو

مونس ٹوٹنی کو کس کی حمایت کرنی چاہیے۔ سونیا کی یا فراد کی۔ کیونکہ سونیا فراد کے خلاف ہے لیکن سپر ماسٹر کی تنظیم کا کوئی بھی فرد فراد کے خلاف نہیں جاسکتا تھا۔ سب کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔

تنظیم کے غصے ماسٹر تھے وہ براہ راست سپر ماسٹر سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ جو بھی اطلاعات فراہم کرتے تھے وہ سپر ماسٹر تک پہنچ جاتی تھیں اور ان مقامات اتنے جدید تھے کہ منٹوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغامات کا تبادلہ ہو جاتا تھا جب تک میں کھانے میں مصروف رہا، اس وقت تک مونس ٹوٹنی کو جہاں یہ حکم ملا تھا کہ اگر فراد پیرس میں موجود ہو تو سونیا کو کھانے کی کوشش کی جائے کہ بات نہ پڑھے۔ سپر ماسٹر کو اطلاع پہنچانی جائے گی۔... اور اگر یہ چاہے گی کہ فراد پیرس میں نہ ہے تو فراد کو سمجھا جائے گا اور اس سے رابطہ قائم کر کے اسے پھر ایک بار دوستی کی پیشکش کی جائے گی اور اس بار ہمیں طریقے سے اسے اپنا دوست بنایا جائے گا۔ دوسری طرف سونیا کو بھی ناراض نہ ہونے دیا جائے۔

مونس ٹوٹنی نے یہ حکم سننے کے بعد اپنے آدمی میری طرف روانہ کر دیے تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو سب سے آگاہ کر اصل چہرہ دیکھ سکتے تھے اور ان کے ساتھ انٹیلی جنس کے کچھ بھی تھا۔ وہ مجھ کو ایسا تھا کہ میک آپ کے آر پار اس چہرے کی تصویر آ رہی تھا۔

سونیا میرے سامنے بیٹھی ہوئی میری ایک ایک حرکت کو نوٹ لے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”ہاں میک میں کھانے کے دوران کوئی کبھی کو اس قدر گھوڑا ہے کہ تو کہا جائے کہ کھانے میں نظر لگانی جا رہی ہے تم کس لیے گھوڑا رہی ہو، میں اب بھی تمھیں سمجھتا ہوں کہ میرا بیچا چھوڑ دو۔ یہ سراسر باگل بن ہے کہ کرسی شریف مسافر کو اس طرح بٹھا جائے کہ تم مجھے انٹیلی جنس والوں کے ساتھ یہاں سے ملے جا کر خواہ مخواہ پریشان کر دیتی اور تمھیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“

”تم مجھے معصوم سمجھتے ہو، میں ابھی طرح جانتی ہوں اور یہ بھی جان گئی ہوں کہ اس وقت تم وہ کر رہے

خیالات پڑھ رہے ہو۔“

میں نے جلدی سے پوچھا ”یہ خیالات پڑھنا کیا ترہ ہے؟“ وہ ناگوار سی سے بولی تو مجھ کو میرے سامنے ایک لنگ زکوہ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم بہت اچھے اداکار ہو جو جب

اپنے آپ کو چھپاتے ہو تو محسوس تھا اے انداسے دھڑکنے کا
بہت مشکل ہوتا ہے لیکن تم نے اپنے لیے پتہ قابو نہ کر سکتے
بڑی غلطی کی ہے۔ میں یہ تو سمجھ سکتی تھی کہ تم نے جس کی تو
نے مجھے دھوکا دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ایک ایسی
تو دیکھنے والے دو چار حضرات ہوں اور ان میں سے تم بھی
ہو سکتی ہو لیکن وہ تو دنیا میں ہو سکتا اور آپس کرنے کا
وہ بھی انداز جس میں طنز چھپا ہوتا ہے وہ بھی بخدا ہی
گفتگو میں شامل ہے میں کیسے ان لوگوں کو فراموش نہیں ہوں
”ابھی انہیں جنسین والے اگر تمہیں نصیحتیں دلا دیں گے
کہ میں اپنی بدلتی حالت کے وقت سے طاقی محمود ہوں“

سونیا کے باعث وہاں آچکے تھے اور ڈانٹنگ ہال
کے باہر مبرا انتظار کر رہے تھے کیونکہ کھانے کے دوران محفل
نہیں کر سکتے تھے۔ یہ آداب اور تہذیب کے خلاف تھا۔ اس
لیے وہ باہر بیٹھی — بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے
اور میں نمایاں اطمینان سے ایک ایک فقرہ چاہتا کر رہا
تھا۔ کھانے میں نے کافی وقت صرف کیا۔ پھر میں نے
کافی منگوائی۔ اسی وقت باہر سے سونیا کے ایک ماتحت نے
آکر کہا ”جناب! آپ جلدی لکھانے سے فارغ ہو جائیں۔
میں ابھی وہی فراموش نہیں ہوں“

میں نے لا پرواہی سے کہا ”آپ کو اپنا فرض ادا کرنا
ہے تو باہر انتظار کریں۔ میں کافی پیسے کے بعد آؤں گا“
وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ ڈانٹنگ ہال سے باہر آنے کے
بعد مجھے ان کے ساتھ میرے مرنے کے کہہ رہا تھا میں چلنا
ہو گا کیونکہ وہ سالانہ کی تلاشیں لیں گے اور میرا پاسپورٹ
چیک کریں گے۔

کھانے کے بعد میں نے ایک سگریٹ سلگا کر پھر اس
کے کش نکالا ہوا پھر پھر کش کا ایک ایک گھونٹ پیسے
لگا کر شونیا سامنے بیٹھی تھی۔ مجھے غصے سے دیکھ رہی
تھی۔ پھر اس نے کہا ”میں صبر کر رہی ہوں۔ دیکھنا چاہتی ہوں
کہ تم کتنا وقت ضائع کر سکتے ہو اور کہاں ہو کر ہو سکتے ہیں
کافی ختم کرنے کے بعد میں نے کھانے کا بل ادا کیا۔
سونیا آٹھ کرکھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا ”ڈرا ایک منٹ۔
میں ایک سگریٹ اور سلگا لوں“

وہ غصے سے منجھنیں جھینچ کر بول ”مجھے راز باطل
فرما دیا ہے۔ وہ اسی طرح غصہ دلاتا ہے۔ ابھی میں تمہیں
دیکھ لوں گی“
وہ کھڑی رہی۔ میں نے اطمینان سے ایک سگریٹ

سلگا کر پھر اس کا ایک کش نکالنے کے بعد آٹھ کرکھڑا ہوا
اس کے بعد وہاں سے چلتا ہوا ڈانٹنگ ہال سے باہر نکلا
باہر جا رہے تھے کچھ جوان میرے منتظر تھے۔ وہ سب میرے
پیچھے چلے گئے ہم ایک لفٹ میں آئے۔ پھر اس کے ذریعے
تیسری منزل پر پہنچے۔ اپنے کمرے کے سامنے پہنچ کر دروازہ
کھولنے سے پہلے میں نے ایک نوجوان سے کہا ”میں اس کمرے
میں جاتے سے پہلے یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کل
اشی جنسین سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ اپنا شناختی
کارڈ دکھائیں“

اس نوجوان نے جب میں کا ہاتھ ڈالا۔ پھر ایک لالہ
باہر نکال کر میری طرف نشانہ دیتے ہوئے بولا ”چپ چاپ
دروازہ کھول کر اندر چلو۔ ہم تمہیں ایسا شناختی کارڈ
دکھائیں گے کہ نہ زندگی بھر باہر کھو گئے“
میں دروازہ کھول کر سمجھا کہ سونیا مجھے ہر لمحہ غور
سے اور توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ اس سے ہم جاننے کا انداز
ایسا تھا جیسے میں لڑنے والوں میں سے نہیں ہوں جبکہ
فرادہ لالہ اور وغیرہ کو فرادہ میں نہیں لانا تھا۔ ہر حال میں
دروازہ کھول دیا۔ ہم سب کمرے میں داخل ہوئے۔ پھر
ایک ماتحت نے ٹیبلٹ کر دیا اور اسے کوناندے بند کر دیا۔

میں نے کمرے کے وسط میں پہنچ کر کمرے ہوئے انداز
میں دیر کی دکھائی اور کہا ”کیونکہ میں بزدل نہیں ہوں تاکہ
ہمت سے تو نہ لالہ اور جب میں رکھ کر مجھے سے ٹھانڈا کر دو۔
میں ایک ایک کی میٹھی بنا کر رکھ دوں گا۔ میں بہت اچھا
فائٹر ہوں“

سونیا نے ”ناہید میں سر ہلا کر کہا“ یہ تو میں جانتی ہوں
کہ تم لا جواب فائٹر ہو۔ میں اس کا بھی تمنا کرتی دیکھوں گی کہ
تم یہاں چار آدمیوں سے کس طرح لڑتے ہو۔ پہلے میں
تمہارا میک اپ ٹوٹا کر لوں“

یہ کہہ کر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ وہ وہاں
نے میرے پاس آکر میرے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا اور
زبردستی کوئی پوچھنا یا تھکنا کوئی اگر میرے سر پر نہ پڑے
لگا کر کٹوں وغیرہ کو کھینچ لگا کر جو ماسک میں نے پہنچا
پہنا ہوا ہے۔ وہ کہاں جا کر ختم ہوتا ہے۔ پھر اس نے سونیا
کی طرف دیکھ کر کہا ”مادام! ماسک نہیں ہے۔ میک اپ بھی
نہیں ہے۔ میں نصیحتیں کرتا ہوں کہ یہ اس کا اصل چہرہ ہے
سونیا نے انکار میں سر ہلا کر کہہ دیا ”میں بے وقوف
ہوں۔ یہ شخص اتنا زبردستی اور ایسا مکار ہے کہ اس کا

بڑی دیر بعد سمجھ میں آئی ہے۔ چلو اس کی ابھی تصویر لے کر لیجئے
”ناہید“
جس کے ہاتھ میں کمرہ تھا۔ اس نے سامنے ہو کر سر ایک
پکڑ لیا۔ پھر ہاتھ روک کر طرف جاتے ہوئے بولا ”میرے پاس
ایک اور بزنس کا سامان ہے۔ میں ابھی تصویر بنا کر لاتا ہوں
اس کے جانے کے بعد سونیا نے کہا ”تم نے کوئی بہت ہی چارہ
ایک اپ کیلئے جو بزنس ہاتھ میں نہیں آ رہا ہے لیکن ابھی چلا
لاؤ دو دھکا دو دھکا پانی کا پانی کر دے گا۔ چلو آٹھ کرکھڑے
ہوں۔ تمہاری دلیری کو آزمائنا چاہتی ہوں۔“

میں نے اسے ہتھ پتہ نہیں تم مجھے اور کتنی طرح آزمائو
میں جتنی بھی آزمائشیں ہیں۔ جلدی انہیں پوری کر کے یہاں
دفع ہو جاؤ۔“

میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ سونیا کے اشارے پر اس کے
بہن صاحبی فرادہ ہو گئے۔ پھر اس نے ایک سے کہا ”جو تم نے
اس شخص کی ایسی پٹائی کر دی کہ وہ بستر سے دو دن تک اٹھ نہ سکے
اس جان نے میرے مقابل کارڈ فرادہ جیتے بدے کر لائے
نہایت میں سمجھا کہ بہت اچھا فائٹر ہو گا۔ میں اس کے دماغ
کا ٹکڑا کر کھاتا ہوں پتہ چل جائے گا کہ اس کو دایسے سے کس انداز
پر کون والابے لیکن میں سونیا کو شہ نہیں ہونے دیتا چاہتا
ہوں۔ خیال پرستے ہوئے زار ہوں۔“

اس نے اچانک ہی حملہ کیا۔ میں مار کھایا۔ دوسری بار وہ
مار کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ اس بار وہ مار کھایا۔ پھر ہم دونوں
میں کئی کئی بار حملہ کرتے ہوئے مجھے پیچھے لے جاتا تھا کبھی
میں بڑبڑاتا کرتا تھا اور اسے سونیا کی طرف دیکھ کر ہاتھ
اس کی پٹائی کرتے دیکھ کر سونیا نے کہا ”میں سمجھ گئی۔ تم ایک
بڑے نہیں ہو۔ اب دو تم سے لڑوں گے“

اس کا حکم سننے ہی دوسرا بھی میرے مقابلے پر پہنچ گیا۔ اس
بار وہ فزحی حملوں کو روکنا اور ان کا جواب دینا پڑا۔ لیکن میں
مکمل سے لڑ رہا تھا۔ اپنے وہ داؤ بیچ استعمال نہیں کر رہا تھا
میں سر ہوجاتا کہ میں فرادہ کی تیور ہوں۔ میں بہت سنبھل
ہو کر رہا تھا۔ میرے اس میدان میں کوئی خاص تجربہ نہ ہو۔
تاہم جی مشق ہے اس لیے میں دو آدمیوں سے لڑنے میں
مہرور ہوں۔“

پھر سونیا نے طاقی کو منہ کرنے کا حکم دیا۔ میں باز آنے والا
تھا۔ اس کے دونوں آدمی پیچھے مٹ کر ہاتھ باندھ کر پیچھے
بٹھ گئے۔ ایسے میں ان پر حملہ نہ کر سکا۔ اسی وقت
انہوں نے فرادہ کو ہاتھ روکے باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گیل

تصویر تھی۔ اس نے تصویر کو سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ”مادام
اس پر کسی قسم کا میک اپ نہیں ہے۔ اس کا یہ اپنا بدلتی چہرہ ہے۔ ہم
غلطی پر ہیں۔“

سونیا نے اس تصویر کو اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ پھر بڑی
حیرانی سے کبھی مجھے اور کبھی تصویر کو دیکھنے لگی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا
یہ میرا اصل اور بدلتی چہرہ ہے۔ کیونکہ ایک تو میرے جسم کی ہڈی
اسے فرادہ کی مشیت سے متاثر کر رہا تھا۔ پھر میں نے اپنا بی بی
تاکر رکھا تھا۔ تیسرے یہ کہ میری آنکھیں چمکی کھارہی تھیں کہ اس
بدے ہوئے چہرے پر طاقی محمود کے پیچھے فرادہ کی آنکھیں جھانک
رہی ہیں لیکن اس طرح یہ ثابت نہیں ہو رہا تھا کہ ان آنکھوں کے
پیچھے فرادہ چھپا ہوا ہے یا یہ آنکھیں فرادہ کی ہیں۔ کوئی ایسا فرات
نہیں مل رہا تھا اور اس نے ہر طرح کے جتن کر لیے تھے۔ کس طرح
بھی وہ مجھے آزاد نہ کر سکے کہ میں خود کو فرادہ تسلیم کروں۔

میں نے طنز بے انداز میں پوچھا ”اب کیا ارادہ ہے کیا اب میرے
چہرے کو چھیل کر اس آدمی کو دیکھنا چاہتی ہو۔ جس کی تمہیں تلاش ہے
وہ بڑے ہی اچھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی پھر
اس نے بڑی آہستگی سے اور سنجیدگی سے اپنے آدمیوں کو حکم دیا ”تم
سب یہاں سے چلے جاؤ۔ اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ رہنا
تمام سامان یہاں سے لے جاؤ۔“

اس کے آدمیوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ کمرہ اور ٹولیکنگ
کا تمام سامان وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ تصویر میرے دیر بعد وہ میرے
ساتھ کمرے میں تیار ہو گئی۔ میں نے پوچھا ”تم کس لیے یہاں رک
گئی ہو کیا اب بھی مجھ باقی رہ گیا ہے؟“

وہ تھکے ہوئے انداز میں ایک ایڑی جیسے ہاتھ لگی پھر بولی۔
”ہاں میں بہت پریشان ہوں۔ تم نے مجھے الجھا دیا ہے۔ یہ تو ثابت
ہو گیا کہ تم فرادہ نہیں ہو۔ ایک آپ میں نہیں ہو۔ تمہارا چہرہ میرے
سامنے ہے وہی تمہارا اصل چہرہ ہے لیکن میں اس حقیقت کو کیا
کہوں کہ تمہاری آنکھیں بالکل دہی ہیں اور ان میں وہی گہرائی
ہے وہی مقناطیسی کشش ہے جو ایک تیلی پتھی جاننے والے کی
آنکھوں میں ہوتی ہے۔ تمہارا لب و لہجہ وی ہے۔ سمجھ میں
نہیں آتا کہ میں کیسے یقین کر لوں کہ تم فرادہ نہیں ہو“

”تمہارے یقین کرنے یا نہ کرنے سے میرے لیے کوئی فرق نہیں
پڑتا۔ میں طاقی محمود ہوں اور طاقی محمود ہوں گا۔ اگر تمہیں فرادہ
کی تلاش ہے۔ اگر کسی دشمن کی بنا پر تم سے ڈھونڈنا چاہتی ہو تو
خدا کے لیے مجھے جوڑ دو میں اور کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوتا
چاہتا۔ تمہاری بڑی بہن رہی ہوگی۔ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ۔“

وہ مجھے ایک ٹک دیکھ کر جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا ”کیا

دیکھ رہی ہو؟
 وہ میری تمیذ گئے بولی تو طارق محمود میرے سامنے ہو گیا
 میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اپنی نگاہوں سے فرماؤ دیکھ رہی ہوں
 ایسا لگ رہا ہے کہ میرے سامنے وہی کھڑا ہو گیا ہے
 ”میں تمہارے اس خط کا طالع کراچیاں کرا سکتا ہوں۔ تم میرے
 لیے جانی بھڑاؤ میں نہیں بھی مشورہ دے سکتا ہوں کہ تمہارے ساتھ
 کوئی نفسیاتی ٹیکس ہے۔ کسی ماہر نفسیات سے رجوع کرو۔
 وہ پھر بڑی ہنسی سے، بڑی نرمی سے بولی ”مشرطالقی کیا
 آپ میرے ساتھ کچھ دیر رہیں گے؟“
 میں نے حیرانی سے کہا ”تم کوئی پاگل عورت ہو۔ ابھی تھوڑی
 دیر پہلے بدلتیوں دشمن کہہ رہا تھا، آتی تھیں اور اب اچانک دوست
 بننا چاہ رہی ہو۔ آخر تم کیا ہو۔ یہ سب کیا سلسلہ ہے۔ تم جانتی کیا ہو؟“
 ”میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ جب
 میرے دل کو پورا اطمینان ہو جائے گا کہ تم وہ نہیں ہو جس کی بے
 تلافی ہے تو پھر میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گی۔ نہیں اگر یہ پتہ
 چل جائے کہ میں کون ہوں اور کتنی اہمیت رکھتی ہوں تو یقیناً
 تم میری اس پیشکش پر فخر کرو گے۔“
 میں نے بے چارہگون ہو کر۔ ذرا مل بھی تو سوں۔
 ”میرا نام سونیا ہے۔ میں پھر اس کی بہت اہم شخصیت ہوں۔
 میرے ایک اشارے پر یہاں خودی فسادات برپا ہو سکتے ہیں۔
 میرے ایک اشارے پر یہیں گولی سے اڑا یا جاسکتا ہے میں جب
 چاہوں۔ قانون کی ایسی کیسی کر کے رکھ دوں لیکن جہاں مجھے نرمی
 سے اور محبت سے کام لگانا ہو تو پہلے وہاں میں ایسی ہی باتیں کرتی
 ہوں جیسے کہ اس وقت تم سے کر رہی ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو۔
 میری پیشکش کو قبول کر لو۔ یہاں جب تک رہو گے، فائدے
 میں رہو گے۔ تمہاری جسد۔ ایک ڈالر بھی خرچ نہیں ہوگا تم
 میرے خاص ہمان بن کر۔ جہاں چاہو گے وہاں گھومنے
 کے لیے کار اور چارٹرڈ طیارہ۔ وغیرہ سب کچھ مل جائیگا۔“
 میں نے شدید حیرانی سے کہا ”مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم
 اتنی خطرناک ہو کہ جب چاہو خودی فسادات برپا کر سکتی ہو۔ اتنی
 دولت مند ہو کہ میرے لیے چارٹرڈ طیاروں کا انتظام کر سکتی ہو
 اور اتنی مہربان ہو کہ مجھے دوستی بھی کر سکتی ہو۔“
 وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے
 آتی پھر اپنا ایک ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے ہلکا سا اپنا
 ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ میں دوست ہوں اور تمہیں اس بات کا
 ثبوت دوں گی۔ یہ ہوئی ابھی، اسی وقت چھوڑ دو اور میرے
 ساتھ چلو۔ تم میرے ہمان بن کر رہو گے۔ پھر جب یہاں سے

جانا چاہو گے، میں تمہیں بڑی شان سے رخصت کروں گی۔
 یہ خواہش پوری کر دو کہ میں کچھ وقت تمہارے ساتھ گزارا
 ہوں اور دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم میں اور فریاد میں کتنی شباب
 مطابقت ہے۔“
 میں نے بے چارہ دام سونیا کیا میں تمہیں کوئی اتنی
 ہوں؟
 اس نے تعجب سے پوچھا کیا مطلب ہے تمہارا؟
 ”بہی کہ تم پہلے دشمن بن کر تھیں۔ اب دوست بن کر رہی ہو
 اس ملک میں انہی ہوں تقریر کے لیے آیا ہوں۔ میں تمہارے
 کسی بھی مزاج بدلنے والی عورت سے کہے دوستی کر سکتا ہوں
 نہ بھی کروں تو تھوڑی دیر کے لیے بھی کہے اعتماد کر سکتا ہوں
 کوئی اچھی ساتھی ثابت ہوگی اور کسی بھی مقام پر پہنچ کر گھر
 نہیں دوں گی۔“
 ”دھوکے سے مت ڈرو۔ میرا نام سونیا ہے۔ میں بے چارہ
 تمہیں کسی دھوکے کے بغیر یہاں سے اٹھوا سکتی ہوں۔ کیونکہ
 میں تمہیں پہنچا سکتی ہوں۔ تم انکار کر دیکھو۔ پھر پھر تمہارا
 ہر گاہ اور پھر جس انداز میں میں تمہارے ساتھ پیش آؤں گی وہ
 انداز نہیں ہوگا۔ پھر پھر پھر۔“
 میں نے اس کے سامنے بڑی پریشانی کا اظہار کیا اور کہا
 سمجھ میں نہیں آتا کہ میں یہاں پر پہنچنے کی کس مصیبت میں
 گیا ہوں۔ تم ایک باکی طرح مجھے جٹ گئی ہو۔ میں نے
 پیچھا پھر ملاؤں۔ کوئی تدبیر میرے ذہن میں نہیں ہے اور نہ
 اس اجنبی ملک میں اپنے ذرائع استعمال کر سکتا ہوں۔ ٹھیک
 میں اس طرح تمہاری پیشکش کو قبول کر سکتا ہوں کہ تمہارے
 کہیں پر بھی گھومنے پھرنے جاسکتا ہوں۔ تمہارے ساتھ
 ہوں۔ لیکن تمہارے ساتھ جا کر کسی کو بھی یا جنگ میں نہیں
 میں اسی ہوئی میں قیام کروں گا۔ ہمارے درمیان ملاقات
 مقرر ہوا کرے گا اور اس وقت کے مطابق ہم ایک دوسرے
 ملتے رہیں گے۔“
 وہ خشک خوردہ ہوتی ہوئی چلو رہی تھی۔ ابھی
 سا وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ کیا میرے ساتھ ایک کام کا
 میں نے رٹ دیا۔ دیکھتے ہوئے کہا۔ آدمی رات
 ہے۔ اب اگر میں چائے یا کافی پیوں گا تو رات کو دور سے
 گی اور میں وقت بے سوسے کا عادی ہوں۔ مجھے آدھے
 سو جانا چاہیے۔ کیوں نہ ہم کل صبح ملاقات کریں؟
 وہ مالوس ہو کر بولی۔ ”ابھی بات ہے میں کل صبح
 نیچے یہاں تمہیں لینے آئی۔ پھر تمہیں پورا پھر دیکھا تو آئی۔“

میں نے فوراً منظور کر لیا۔ وہ میرے پاؤں سے پلٹ کر دوڑنے
 لگی۔ پھر اسے کھولتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ بڑے غور سے
 اور بڑی تنقیدی ہوئی نظروں سے لے کر بھابھا اب بھی اس کا دل کمر
 کہ اس کے سامنے فریاد کھڑا ہے لیکن حقائق یہاں سے کہے کہ کل
 میں لگا ہوں کہ سامنے طارق کو مجھے وہ مالوس ہو کر باہر چلی گئی۔
 میں دروازے کا کدو سے بند کرنے کے بعد سونے کے لیے
 بنیل کرنے لگا۔ اس دوران میں سونیل کے دماغ میں بھانکتا
 ذہنی طور پر بہت زیادہ الجھ گئی تھی۔ اس کا دل کتنا تھا
 فریاد ہوں اور اس کا کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا انہی میکس
 نے بھی اس بات کی گواہی دی تھی کہ میں فریاد نہیں، طارق خود
 ہوں کہ باہر کا میں بیٹھ کر اپنے بیٹھے کی طرف دواؤں ہوتے
 وہ اپنے دل کو ٹھونکنے ہی تھی کہ اگر وہ طارق خود ہی ہے تو
 دن خود ہی دل چسپی کیوں لے رہی ہے۔
 یہ بات سمجھ میں آئی کہ فریاد کی ایک کاربن کا پیل ہی ہے
 ہوتی ایسی نہیں ہے لیکن چال ڈھال، حرکتیں باتیں کرنے کا
 اور انہیں سب کچھ فریاد جیسی ہیں۔
 وہ مجھ کو بھی کہ فریاد سے تترنے کے بعد اس سے ہمیشہ
 یہ رابطہ ختم کرنے کے بعد اب وہ ایک کھلواملاش کر رہی
 ہے کھلواملاش کو فریاد کی طرح اسے ہلا سکے۔ اس کے خیال کے
 مطابق خود میں سب خوبیاں تھیں اور طارق اس کے پس کردہ
 بلا سکتا تھا اور وہ فریاد کو کھلا تو پتی تھی۔ ہمیشہ کے لیے بھلا
 ہی بشرطیکہ طارق اسے بطور فریاد حاصل ہو جاتا۔
 نہ خیال آیا تو وہ بڑی تمیذ گئے سے یہ تدبیر سوچنے لگی طارق
 بار بار اپنے زیر اثر دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر وہ دنیا میں تنہا ہے
 اور نہ ہی کام کا کچھ ہے جہاں چلے رہا ہے تو کیا وہ
 متاثرہ نہ ہو سکتا ہے۔ وہ اس طرح طارق کو پاکستان واپس
 لانے کے لیے کس طرح اسے اپنا محکوم بنانا اور بظاہر
 نہ بنا کر رکھنے کی تدبیر تاکہ ایک جو کی کھٹک رہی ہے، وہ
 اپنے فریاد کو بھی یاد نہ تے۔
 فریاد کو کسے وقت اسے بڑی دور کی سوچ رہی تھی۔
 قانونی کارروائی کی چال، گفتگو، انجکشن اور قد قدامت
 ہر سب سے صرف ایک تجربہ ویسا نہیں ہے۔ اگر وہ اس کے
 فریاد کا ایک آپ بڑھا ہے اور اسے ہمیشہ فریاد کے
 ہمیشہ رکھے تو بڑی آسانی سے کی پوری ہو جائے گی اور
 اس کے دماغ پر رابطہ قائم کرے گا تو وہ اسے اپنے پاس
 لائے گی اور اس کے گے کہ آؤ آؤ دیکھو میں نے
 لائے کر لیا ہے اور اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔

اس کے خیالات بڑھتے ہوئے اچانک میرے ذہن میں یہ
 بات آئی کہ اگر سونیل کے دماغ میں بلاشبہ سرجری کی بات سمجھا
 دی جائے کہ وہ بلاشبہ سرجری کے ذریعے مجھے فریاد بنا سکتی ہے تو
 اس طرح ایک تیسرا اعجازات سے نکل جاؤں گا۔ دوسرے یہ کہ بلاشبہ
 سرجری کے سلسلے میں جو انتظامات کرنے ہیں اور جس طرح بلاشبہ
 سرجری کے باہر ان سے طاقت کرنی ہے۔ ان سب ضروریات سے
 مجھے نجات مل جائے گی۔ سارے انتظامات سونیا کرے گی۔
 یہ بات دماغ میں آتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا ”اگر
 میں طارق کے چکر بفر فریاد کا ایک آپ کیا کروں گی تو اس سے
 بات نہیں بنے گی۔ میکس آپ عارضی ہو سکتے ہیں اور میں عارضی طور پر اس
 سے ملتی رہوں گی کسی بھی وقت کسی بھی حادثے کے باعث میکس آپ
 دھل سکتا ہے یا طارق اس میکس آپ کو ختم کر سکتا ہے۔ اگر میں
 بلاشبہ سرجری کے ذریعے اسے مستقل طور پر فریاد ہوا دوں تو کیسا
 بے گارے گا۔“
 میں نے اس کے دماغ میں یہ سوال پیدا کر دیا تو اب وہ اسی
 کے متعلق سوچنے لگی کہ اگر طارق مجھے دیکھا کہ اس کی شخصیت
 بدل گئی ہے پھر وہ بدل گیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کا مزاج بھی
 بدل جائے اور وہ راضی خوشی میرے ساتھ لینے کے لیے تیار ہو
 جائے۔ اس طرح مجھے ایک مستقل کھلواملا مل جائے گا اور میں اسے اپنا
 غلام بنا کر رکھوں گی جو سلوک میں فریاد سے نہ کر سکی وہ حاکم نہ رہی
 اس کے ساتھ اختیار کروں گی۔
 میں نے اسے خوش منی میں مبتلا کر کے چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ صبح
 تک بلاشبہ سرجری کے متعلق کسی تدبیر تک پہنچ جائے۔ پھر میں نے
 بستر برادرا سے لیٹ کر حیرانہ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرا ہی انتظار
 کر رہی تھی۔ اس وقت پاکستانی وقت کے مطابق رات کے سوا تین
 بجے تھے اور وہ بے چینی اور خطرناکے باعث سو نہیں سکی تھی۔
 وہ کہہ کر میری ہی یاد اسے آئی تھی اور اسے جانتے پھر بدستور کرنی تھی۔
 میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ شکایت
 کرنے لگی کہ میں اتنی دیر تک کہاں غیر حاضر رہا۔ میں نے اسے سمجھایا
 کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے اور میں آتے ہی سونیا نے مجھے
 اٹھایا تھا۔ بڑی مشکوں سے اس سے نجات حاصل کی ہے اور اب
 آرام سے بستر پر لیٹ گیا ہوں۔ ویسے یہاں زیادہ رات نہیں گزری
 ہے لیکن اسے تو وہاں سو جانا چاہیے کہ یہ نہ تھوڑی دیر بعد صبح ہو جائے
 گی۔
 وہ بولی ”میں کیا کروں۔ میں نے تو بہت کوششیں کیں لیکن
 مجھے نہیں بند آئی۔“
 میں نے کہا۔ ”چلو اب بہت ہو چکا اب آرام سے لیٹ کر انہیں

۴

”تم نہیں سمجھے۔ میک آپ تو عارضی ہو تہا ہے لیکن ممالک میں بڑی زبردست تقبیلش ہوتی ہے اور ایسے طریقے سے میک آپ اتاراجا تہا کہ وہاں ماسک میک آپ بھی کام نہیں آتا۔ میں چاہتی ہوں کہ مستقل طور پر تھکے چہرے کو بدل دیا جائے۔ مجھے جو شخص کی تلاشی ہے، اسی شخص کا چہرہ میں تھکے چہرے پر دیکھنا چاہتی ہوں۔“

میں نے پوچھا: ”کیا تم مجھے فرادینا چاہتی ہو؟“

”ہاں میں یقیناً فرادینا کی ضرورت محسوس کرتی ہوں۔ یہ دیکھاؤ ہماری مخالف تنظیم ہے۔ جب وہ تھکے چہرے کو بدل دیا جائے تو ان کے چھپتے چھپتے چہرے میں گہرے اور ہر ممکن طریقے سے چھپنے والے یہ سوداگر کی گمشدگی کے کہ ہم ان کے ساتھ ہو جائیں اور میں اسی بدلنے ان کے خاص لوگوں تک پہنچنا چاہوں گی اور مجھے یقین ہے کہ میں ان کے بہت سے رازوں اور ہمت سے اہم لوگوں تک پہنچ جاؤں گی۔“

میں نے پوچھا: ”تو تم یہ کہنے کی دیر ہے۔“

میں نے پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو میرا اپنا انشائی چہرہ ہے۔ اسے میں جیشہ کے لیے ختم کر دوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“

”یہ سب کچھ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہوگا۔“

”چھو تو میں سمجھتی ہوں چہرہ وہاں نہیں پاسکوں گا۔“

”ہاں۔ اس کی ضرورت تھا کیا ہے۔ تم فرادینا کی ضرورت محسوس نہیں

شخصیت کے روپ میں رہو گے اور ہر جگہ بخاری قدر ہوگی تو تھیں طاقی محسوس گم چہرے سے کیا تبدیل ہے۔“

وہ مجھے طرح طرح سے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتی تھی کہ میں پلاسٹک سرجری کے لیے تیار ہو جاؤں۔ میں نے اپنی آنکھوں کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”تم نے جو مجھے اس مسئلے میں الجھا کر رکھا ہے۔ میں ابھی طرح سوچ کر تھیں جواب دوں گا۔“

وہ بولی: ”ہاں، ابھی سوچنے کے لیے کافی وقت ہے۔ پلاسٹک سرجی کے لیے ابتدائی مراحل سے گزرنے کے دوران تم سوچتے رہو۔ اگر تم انکار کر دو گے تو یہ معاملہ ختم کر دیا جائے گا ورنہ پلاسٹک سرجری کے آخری مرحلے سے بھی گزرنا ہوگا۔ آج میں تھیں چہرے کا ایک سرے کرنے کے لیے جاؤں گی۔ ڈاکٹر نے کلبہ کے تھکے چہرے کی بڑیوں کی ساخت کو دیکھا ہے۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ تم پر فرادینا کی ضرورت کیا ہو سکتا ہے یا نہیں۔“

ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں پرانے طرز کی رہائشی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں ایک عمارت ساتھ ساتھ بانوں کی ملکیت تھی۔ سونیا نے اس عمارت کے گیٹ کے سامنے کالے جاکر کھڑی کر دی۔ دربان نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ ہم کس سے ملنا چاہتے ہیں؟

میں نے اسے دربان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ میں ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔

جورٹنے کے لیے راضی ہو جاؤ۔ میں بھی تھیں وقت سے رہا ہوں۔“

یہ میں جانتا تھا کہ وہ طارق محمود کی شخصیت کے آگے کبھی نہیں جھکے گا اور نہ ہی کسی طور سے پسند کرے گی لیکن میں اسے الجھنا چاہتا تھا۔ پلاسٹک سرجری خود میری ضرورت تھی لیکن میں مجھ جیسا تھا کہ اس کی بھی ضرورت ہے اور وہ مجھے فرادینا کر لینے یا اس ایک کھلونے کی طرح رکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے میں شرطیں پیش کر کے اسے الجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چپ ہوئی تھی لیکن میں اس کی دماغی کیفیت کو سمجھ رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر اپنے غصے کو برداشت کر رہی تھی۔ کوئی مرد اس سے اس انداز میں باتیں کرے وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسی وقت اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیتی تھی لیکن میرے ساتھ معاملہ کچھ اور تھا۔ وہ مجھ سے خدائے پیش اگر اپنا مقصد پورا کرنا چاہتی تھی اور اب یہ سوچ ہی تھی کہ اگر میری یہی شرط ہے تو پھر جیسا پلاسٹک سرجری کے لیے راضی کرے گی اس کے لیے مجھے اپنا تھکے چہرہ دینا پڑے گا۔

میں نے اسے خیالات میں غرق دیکھا تو دربان نے رابطہ قائم کر لیا۔ وہ بولی: ”تم بے وقت کیسے آگئے؟ گئے؟ بے وقت ملاقات کرنے والے تھے۔ کیا تم بھی میرے ہی باندے میں سوچتے رہتے ہو؟“

میں نے اسے یاد کرتے ہوئے کہا: ”یہ سب کچھ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہوگا۔“

”یہ سب کچھ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہوگا۔“

”چھو تو میں سمجھتی ہوں چہرہ وہاں نہیں پاسکوں گا۔“

”ہاں۔ اس کی ضرورت تھا کیا ہے۔ تم فرادینا کی ضرورت محسوس نہیں

شخصیت کے روپ میں رہو گے اور ہر جگہ بخاری قدر ہوگی تو تھیں طاقی محسوس گم چہرے سے کیا تبدیل ہے۔“

وہ مجھے طرح طرح سے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتی تھی کہ میں پلاسٹک سرجری کے لیے تیار ہو جاؤں۔ میں نے اپنی آنکھوں کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”تم نے جو مجھے اس مسئلے میں الجھا کر رکھا ہے۔ میں ابھی طرح سوچ کر تھیں جواب دوں گا۔“

وہ بولی: ”ہاں، ابھی سوچنے کے لیے کافی وقت ہے۔ پلاسٹک سرجی کے لیے ابتدائی مراحل سے گزرنے کے دوران تم سوچتے رہو۔ اگر تم انکار کر دو گے تو یہ معاملہ ختم کر دیا جائے گا ورنہ پلاسٹک سرجری کے آخری مرحلے سے بھی گزرنا ہوگا۔ آج میں تھیں چہرے کا ایک سرے کرنے کے لیے جاؤں گی۔ ڈاکٹر نے کلبہ کے تھکے چہرے کی بڑیوں کی ساخت کو دیکھا ہے۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ تم پر فرادینا کی ضرورت کیا ہو سکتا ہے یا نہیں۔“

ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں پرانے طرز کی رہائشی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں ایک عمارت ساتھ ساتھ بانوں کی ملکیت تھی۔ سونیا نے اس عمارت کے گیٹ کے سامنے کالے جاکر کھڑی کر دی۔ دربان نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ ہم کس سے ملنا چاہتے ہیں؟

میں نے اسے دربان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ میں ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔

جورٹنے کے لیے راضی ہو جاؤ۔ میں بھی تھیں وقت سے رہا ہوں۔“

یہ میں جانتا تھا کہ وہ طارق محمود کی شخصیت کے آگے کبھی نہیں جھکے گا اور نہ ہی کسی طور سے پسند کرے گی لیکن میں اسے الجھنا چاہتا تھا۔ پلاسٹک سرجری خود میری ضرورت تھی لیکن میں مجھ جیسا تھا کہ اس کی بھی ضرورت ہے اور وہ مجھے فرادینا کر لینے یا اس ایک کھلونے کی طرح رکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے میں شرطیں پیش کر کے اسے الجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چپ ہوئی تھی لیکن میں اس کی دماغی کیفیت کو سمجھ رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر اپنے غصے کو برداشت کر رہی تھی۔ کوئی مرد اس سے اس انداز میں باتیں کرے وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسی وقت اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیتی تھی لیکن میرے ساتھ معاملہ کچھ اور تھا۔ وہ مجھ سے خدائے پیش اگر اپنا مقصد پورا کرنا چاہتی تھی اور اب یہ سوچ ہی تھی کہ اگر میری یہی شرط ہے تو پھر جیسا پلاسٹک سرجری کے لیے راضی کرے گی اس کے لیے مجھے اپنا تھکے چہرہ دینا پڑے گا۔

میں نے اسے خیالات میں غرق دیکھا تو دربان نے رابطہ قائم کر لیا۔ وہ بولی: ”تم بے وقت کیسے آگئے؟ گئے؟ بے وقت ملاقات کرنے والے تھے۔ کیا تم بھی میرے ہی باندے میں سوچتے رہتے ہو؟“

میں نے اسے یاد کرتے ہوئے کہا: ”یہ سب کچھ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہوگا۔“

”یہ سب کچھ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہوگا۔“

”چھو تو میں سمجھتی ہوں چہرہ وہاں نہیں پاسکوں گا۔“

”ہاں۔ اس کی ضرورت تھا کیا ہے۔ تم فرادینا کی ضرورت محسوس نہیں

شخصیت کے روپ میں رہو گے اور ہر جگہ بخاری قدر ہوگی تو تھیں طاقی محسوس گم چہرے سے کیا تبدیل ہے۔“

وہ مجھے طرح طرح سے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتی تھی کہ میں پلاسٹک سرجری کے لیے تیار ہو جاؤں۔ میں نے اپنی آنکھوں کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”تم نے جو مجھے اس مسئلے میں الجھا کر رکھا ہے۔ میں ابھی طرح سوچ کر تھیں جواب دوں گا۔“

وہ بولی: ”ہاں، ابھی سوچنے کے لیے کافی وقت ہے۔ پلاسٹک سرجی کے لیے ابتدائی مراحل سے گزرنے کے دوران تم سوچتے رہو۔ اگر تم انکار کر دو گے تو یہ معاملہ ختم کر دیا جائے گا ورنہ پلاسٹک سرجری کے آخری مرحلے سے بھی گزرنا ہوگا۔ آج میں تھیں چہرے کا ایک سرے کرنے کے لیے جاؤں گی۔ ڈاکٹر نے کلبہ کے تھکے چہرے کی بڑیوں کی ساخت کو دیکھا ہے۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ تم پر فرادینا کی ضرورت کیا ہو سکتا ہے یا نہیں۔“

ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں پرانے طرز کی رہائشی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں ایک عمارت ساتھ ساتھ بانوں کی ملکیت تھی۔ سونیا نے اس عمارت کے گیٹ کے سامنے کالے جاکر کھڑی کر دی۔ دربان نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ ہم کس سے ملنا چاہتے ہیں؟

میں نے اسے دربان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ میں ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔

جورٹنے کے لیے راضی ہو جاؤ۔ میں بھی تھیں وقت سے رہا ہوں۔“

یہ میں جانتا تھا کہ وہ طارق محمود کی شخصیت کے آگے کبھی نہیں جھکے گا اور نہ ہی کسی طور سے پسند کرے گی لیکن میں اسے الجھنا چاہتا تھا۔ پلاسٹک سرجری خود میری ضرورت تھی لیکن میں مجھ جیسا تھا کہ اس کی بھی ضرورت ہے اور وہ مجھے فرادینا کر لینے یا اس ایک کھلونے کی طرح رکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے میں شرطیں پیش کر کے اسے الجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چپ ہوئی تھی لیکن میں اس کی دماغی کیفیت کو سمجھ رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر اپنے غصے کو برداشت کر رہی تھی۔ کوئی مرد اس سے اس انداز میں باتیں کرے وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسی وقت اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیتی تھی لیکن میرے ساتھ معاملہ کچھ اور تھا۔ وہ مجھ سے خدائے پیش اگر اپنا مقصد پورا کرنا چاہتی تھی اور اب یہ سوچ ہی تھی کہ اگر میری یہی شرط ہے تو پھر جیسا پلاسٹک سرجری کے لیے راضی کرے گی اس کے لیے مجھے اپنا تھکے چہرہ دینا پڑے گا۔

میں نے اسے خیالات میں غرق دیکھا تو دربان نے رابطہ قائم کر لیا۔ وہ بولی: ”تم بے وقت کیسے آگئے؟ گئے؟ بے وقت ملاقات کرنے والے تھے۔ کیا تم بھی میرے ہی باندے میں سوچتے رہتے ہو؟“

میں نے اسے یاد کرتے ہوئے کہا: ”یہ سب کچھ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہوگا۔“

”یہ سب کچھ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہوگا۔“

”چھو تو میں سمجھتی ہوں چہرہ وہاں نہیں پاسکوں گا۔“

”ہاں۔ اس کی ضرورت تھا کیا ہے۔ تم فرادینا کی ضرورت محسوس نہیں

شخصیت کے روپ میں رہو گے اور ہر جگہ بخاری قدر ہوگی تو تھیں طاقی محسوس گم چہرے سے کیا تبدیل ہے۔“

وہ مجھے طرح طرح سے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتی تھی کہ میں پلاسٹک سرجری کے لیے تیار ہو جاؤں۔ میں نے اپنی آنکھوں کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”تم نے جو مجھے اس مسئلے میں الجھا کر رکھا ہے۔ میں ابھی طرح سوچ کر تھیں جواب دوں گا۔“

وہ بولی: ”ہاں، ابھی سوچنے کے لیے کافی وقت ہے۔ پلاسٹک سرجی کے لیے ابتدائی مراحل سے گزرنے کے دوران تم سوچتے رہو۔ اگر تم انکار کر دو گے تو یہ معاملہ ختم کر دیا جائے گا ورنہ پلاسٹک سرجری کے آخری مرحلے سے بھی گزرنا ہوگا۔ آج میں تھیں چہرے کا ایک سرے کرنے کے لیے جاؤں گی۔ ڈاکٹر نے کلبہ کے تھکے چہرے کی بڑیوں کی ساخت کو دیکھا ہے۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ تم پر فرادینا کی ضرورت کیا ہو سکتا ہے یا نہیں۔“

ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں پرانے طرز کی رہائشی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں ایک عمارت ساتھ ساتھ بانوں کی ملکیت تھی۔ سونیا نے اس عمارت کے گیٹ کے سامنے کالے جاکر کھڑی کر دی۔ دربان نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ ہم کس سے ملنا چاہتے ہیں؟

میں نے اسے دربان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ میں ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔

جو پتی ہے۔

میں ایک دم سے پریشان ہو گیا۔ سوچنے لگا کہ کس طرح سونیا سے کوئی بدلہ کر کے وہاں سے واپس چلا جاؤں۔ اگر ڈاکٹر کا سامنا ہوا اور اس نے میرے چہرے کا معائنہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ چہرے کو جھک کر یا دیگر طریقہ معلوم کر کے کہ میرا چہرہ اصلی نہیں ہے۔ یا پھر اسے ایسے ایسے کے ذریعے معلوم ہو جائے اور نہ معلوم ہو سکا تو یہ ہو سکتا ہے کہ سرجری کے مراحل سے گزرتے ہوئے وہ پہچان لے کسی نہ کسی طور میرا راز کھٹنے والا تھا اور اس سے بچنے کا بھی طریقہ تھا کہ اسی وقت وہاں سے واپس چلا جاؤں، سونیا سے کوئی بدلہ کروں لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس وقت کوئی بدلہ بھی نہیں ہو سچ رہا تھا۔

دینک روم میں اور بھی کئی درخواستیں اور پتے پتے ہوتے تھے کسی کے چہرے میں کچھ خرابی تھی، کسی کے ہاتھ پاؤں یا جسم کے کسی حصے میں کوئی ایسا عیب تھا جسے وہ بلا ملک سرجری کے ذریعے چھپانے یا اٹھا کر رہے عیب دینا چاہتا تھا۔ سچی باری کا انتظار کرنے کے لیے وہاں آرام سے صوفوں پر بیٹھتے تھے۔

مٹی پتلی جاننے والا دماغ ہلکا ہلکا جانے یا کسی پریشانی کے باعث زیادہ دیر تک بدحواس نہیں رہتا۔ فوراً ہی پری سکون ہو جاتا ہے۔ ایک ہی بات پر توجہ مرکوز ہو جاتی ہے۔ یہی میرے ساتھ ہوتا ہے۔ ذرا سی دیر میں یہ بات سہی سمجھ میں آگئی کہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اگر سونیا کو یہ معلوم بھی ہو جائے کہ میں فریادوں اور پتہ پتہ میرا نقلی چہرہ ہے تو کوئی سی قیامت آج ملے گی۔ مجھے شک ہے اس بائیس سوچنا چاہیے۔

چہرے میں سوچنا شروع کیا تو یہ بات مجھ میں آئی کہ ہو سکتا ہے آج پہلی ملاقات میں ڈاکٹر دوسرے میرے چہرے کا معائنہ کرے یا ہاتھ لگتے تو اس کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ اس کے بعد ایک سرے کا مرحلہ آئے گا تو اسی وقت میں دیکھوں گا کہ میرا راز فاش ہو نہ پائے یا نہیں۔ اس وقت تک مجھے مطمئن رہنا چاہیے اور ڈاکٹر کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور کیا میں اسے اپنے اعتماد میں لے کر اپنے راز کو راز رکھ سکتا ہوں یا نہیں۔

ڈاکٹر کے کمرے میں جانے کے لیے ایک دوسرا دروازہ تھا۔ جو دینک روم کے اندر سے گزرتا تھا۔ اس دروازے کے باؤں ڈاکٹر کی ایک سکریٹری بیٹھی ہوتی تھی اور وہ گلاب بگاڑے انٹرکام کے ذریعے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتی تھی۔ ڈاکٹر جو پتہ چھپاتا تھا اس کا جواب دیتی تھی۔ پھر وہ رابطہ ختم ہو جاتا لیکن میں اس کی سہجی کے بعد ہی ڈاکٹر کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا۔ کیونکہ وہ دونوں فرانسیسی زبان میں گفتگو کر رہے تھے اور میں ان میں سے نہ تھا۔ پتے نہیں پڑ رہی تھی۔ میں نے سونیا سے پوچھا "کیا تم یہاں کی زبان جانتی ہو؟"

"نہیں۔ آج کل سیکھ رہی ہوں"

"کیا ڈاکٹر ہم سے انگریزی میں بات کرے گا؟"

"بیشک۔ وہ انگریز ہے۔ یہاں فرانسیسی لوگوں کے ساتھ وہ ان کی زبان بولتا ہے۔"

سونیا کے ساتھ بیٹھی ہوئی ایک عورت نے کہا "یہ تو بڑی عجیب بات ہے کیونکہ میں بھی صرف انگریزی جانتی ہوں اور اب میرا وقت ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر نے مجھے دس چالیس کا وقت دیا تھا اور اب چالیس ہونے میں صرف دو منٹ باقی ہیں۔"

وہ دو منٹ بھی گزر گئے۔ پھر کہ اور دو منٹ گزریں۔ لیکن اس کی باری نہیں آئی۔ کوئی کچھ جوابی ہلے کیا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک باہر نہیں گیا تھا۔ اس لیے اس کی باری نہیں آ رہی تھی جتنی کہ گیارہ بج گئے سونیا نے کہا "گیارہ بجے تو ہمارا وقت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ بھی وقت کے پابند نہیں ہوتے۔ مشہور روسی سے کہو یہاں کے لوگ بڑی وقت کی پابندی کرتے ہیں اور اسی میں ان کی کامیابی کا راز ہے لیکن یہ سب کچھ محض باتیں ہیں ہم یہاں کب سے بیٹھے انتظار کر رہے ہیں؟ ٹھیک گیارہ بجے سونیا کے پاس بیٹھی کوئی عورت کا گلاب آدھا۔ اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے ایک گری سانس لے کر کھینک کر پشیم لگا کر کہا "ہم بھی تو ہیں اور انتظار کرنا ہوگا۔ یہ کہہ میں نے انھیں بند کر دیں سونیا نے میری طرف دیکھا پھر یہ بھی کہ میں شک ہے اسے انداز میں آرام کر رہا ہوں۔ اس لیے وہ ایک دوسری عورت سے مخاطب ہو کر بات کرنے لگی۔ میں اس عورت کے دماغ میں تھا۔ چوڑا ڈاکٹر کے کمرے میں گئی تھی۔ اور اب ڈاکٹر سے بات کر رہی تھی۔ وہ دونوں انگریزی میں کلام کرتے۔ میں اس کے ذریعے ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ڈاکٹر کو کہتا میں بیٹھے کے لیے اس کے مزاج کو سمجھنا دوری تھا۔ یا پھر اسے اپنی جگہ میں رکھنے کے لیے اس کی کسی کمزوری کو تلاش کرنا تھا۔ اور کسی کی کمزوری اتنی جلدی نہیں مل جاتی۔ دماغ میں پہنچنے کے بعد بھی ذرا انتظار کرنا پڑا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو گریڈ بنا رہا ہے۔ تب کہیں جا کر اس کے اندرونی حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اس وقت وہ گلابی انداز میں اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور مریضوں کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن انسان کے دماغ میں کوئی پریشانی تو وہ سوئے جاتے بھی اس کا دماغ کسی نہ کسی طرح اٹھا رہا ہے۔ جتنے وقت اگر گریڈ میں ہو وہ پریشانی خواب کی صورت میں آتی ہے اور کاروباری انداز میں بیٹھا ہو تو وہ کاروبار میں اپنا دماغ قورف کرے گا۔ لیکن یہ سختی۔ پریشانی بھی خیر خیر ہی طور پر اس کے حاش میں ہو کر رہے گی۔

میں ایسی ہی ایک پریشانی تک پہنچ گیا۔ پریشانی یہ بھی کمزوری کے ماسٹروس ٹرونی کی طرف سے حکم دیا کہ تھا کہ عمارتی محمود نامی ایک شخص کو بلا ملک سرجری کے ذریعے تبدیل کرنا ہے اور یہ بات اس ڈاکٹر کے مزاج کے خلاف تھی جتنی اور اصول کے خلاف بھی کیونکہ وہ

ہر لوگ کی بلا ملک سرجری کو تھا۔ میں کوئی عیب ہوتا تھا۔ وہ ان کے جسمانی عیوب کو اپنے فن کے ذریعے دور کرتا تھا۔ اس طرح انسانیت کی خدمت میں مصروف رہتا تھا۔ اور سے متعلق ماس ٹرونی اور سونیا نے اسے یہ بتایا تھا کہ ہائیکلیج مسلم ہوں۔ مجھ میں کوئی عیب نہیں ہے۔ صرف ہی جو بات ہیں۔ جن کی بنا پر میرا چہرہ تبدیل کرنا ضروری ہے ڈاکٹر کا نام میں کر ڈالے تھا۔ لیکن ایسا اسے نہیں کرنا تھا کہ بہت سے مجرم اپنے آپ کو قانون کی نظروں سے اٹھانے کے لیے بھی بلا ملک سرجری کا سہارا لیتے آجاتے تھے۔ ایسے لوگ جو بیچ اور مالہ ہوتے تھے۔ وہ ان کی سرجری بھی نہیں ہوتی۔ لیکن وہ میرے مسئلے میں مجبور ہو رہا تھا۔

دو لوگ خیر پند ہوتے ہیں۔ اور کسی کو اپنے استادوں پریشان کرنے سے تو اس کے لیے وہ اس کی کمزوری۔ ش کرتے ہیں ڈاکٹر ایک کمزوری ماس ٹرونی کے ہاتھ میں تھی۔ اور وہ اس کے ذریعے ایک ٹھیک میل کر رہا تھا۔ میں اس کی کمزوری کو معلوم کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے اپنے ذہن کو جھٹک کر سوچا۔ "اے میں کیا کر سکتا ہوں؟ ایک ریاضیہ میرے سامنے بھی ہوئی ہے۔ میں اس کو پوری ہمت ساتھ اٹھائیں گے کہ وہاں اس وقت اس کے سامنے کوئی ریاضیہ نہ کہا۔ ڈاکٹر آپ کچھ پریشان نظر آتے ہیں۔" وہ سہم تھا کہ گلاباں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے۔ آج میں آرام پا رہا ہوں۔ اگر تم کچھ خیال نہ کرو۔ تو کل اسی وقت آجاؤ۔ میں سہجی سے سامنے ٹوٹ کر آئے دیتا ہوں۔ کل جیسں توجہ سے دیکھوں۔ وہ باتیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے انٹرکام کے ذریعے اپنی سیکرٹری سے رابطہ کر لیا۔ اسے اس مریض کے لیے دوسرے دن کا نام نوٹ کرایا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں کہاں بھیجا جائے۔ اس عورت نے کہا "ڈاکٹر آپ پریشان ہو رہے ہیں۔ مجھے بات نہیں دیکھ سکتے پھر دوسرے ریاضیہ کو کہیں بلا رہے ہو؟ ڈاکٹر نے کہا "یہ آخری مریض ہے۔ ان سے کچھ کمزوری۔ میں انہیں اس کے بعد میں بھی کروں گا۔ تم جاؤ۔"

وہ عورت باہر آئی تھی۔ ادھر سے اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے میں جا رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد وہ ڈاکٹر کے سامنے نیز کے انٹرویو کریں گے۔ پوچھتے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے میں دیکھتے ہی ہاتھ مل گئے۔ پھر اسے کھولا تو وہ میری بیوی یعنی فریاد کی تصویر ایک ایک تصویر دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے تصویر کو دیکھا۔ پھر پھر ایک "اے میں سمجھا رہا ہوں کہ یہ وہ شخص ہے۔"

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں بھیج کر دیکھا۔ سوچنے لگا کہ وہ فریاد کی تصویر کو دیکھ کر کیسے موجودہ چہرے کی ساخت کو سمجھ رہا ہے۔ یہی بڑا بڑا بڑوں کا تجربہ کار ڈاکٹر تھا۔ سیکڑوں بچوں کے ہوتے چہرے اس کے ہاتھوں سے بن کر نکلتے تھے۔ وہ ہر چہرے کی جلد کے قہقہے بڑیوں کی مخصوص ساخت کو سمجھ لیتا تھا۔ اس وقت وہ میرے چہرے کو "کوئی" کے دوران ہی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ کس کے چہرے کی بڑیوں پر فریاد کی صورت منڈی جا سکتی ہے یا نہیں؟

یعنی یہ اطمینان ہوا کہ وہ ابھی میرے بلا ملک زدہ چہرے کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ سونیا نے بڑے ٹھکانا ملا دیا۔ کہا "ڈاکٹر میں کوئی معمولی عورت نہیں ہوں لیکن آج مجھے لوگوں کی طرح مختلے دینک روم میں بیٹھنا پڑا۔"

"مجھے افسوس ہے مادام۔ میں نے اس ماسٹروس ٹرونی سے درخواست کی تھی کہ مجھے آج گیارہ بجے تک سوچنے کا موقع دیا جائے۔ مگر انھوں نے اپنا فیصلہ نہ دیا کہ آپ اس وقت ملاقات محمود کے ساتھ یہاں پہنچ جائیں گی۔ میں اپنی ذہنی پرتیا میں کے باعث اس بات کو خیال نہ کر سکا۔ معافی چاہتا ہوں۔"

"جیلو ٹھیک ہے لیکن اب یہ کیسی سب سے بے ہمتی میں لو سمجھا۔ بلا ملک سرجری کا چہرہ مکمل فریاد کا چہرہ نہ بن جائے اس وقت تک تم کسی دوسرے کو بلا ملک سرجری کے لیے اپنے آپ پریشیں ٹھیکڑ میں نہیں لے جاؤ گے۔"

ڈاکٹر بیٹھی لے گا "مادام۔ جب ایک چہرے کی سرجری مکمل ہو جاتی ہے تو وہ جلد مخصوص مدت کے لیے بیٹھوں میں بیٹھا رہتا ہے۔ سرجری کے بعد ڈاکٹر کا کام اس اتنا ہی رہ جاتا ہے کہ وہ مخصوص مدت کے بعد اس چہرے کو بیٹھوں سے آزاد کر کے میز کے کا مطلب یہ ہے کہ ان صاحب کی سرجری کے بعد میں دوسرے کیسں نمٹانے کے لیے آزاد ہو جائوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کیا ابھی سے کام شروع کر رہے ہو؟"

"جی ہاں میں ابھی انھیں ایسے کے لیے دوسرے کے لیے جلد جاری ہوں۔ آپ یہاں انتظار کریں۔ میں دیکھتا چاہتا ہوں کہ ان صاحب کے چہرے کی بڑیوں پر پتہ پتہ والا چہرہ بن سکتا ہے یا نہیں۔ آئیے منظر۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر ایک دروازے کی طرف بڑھنے

ن بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے چلتا ہوا ایک
میں پہنچا۔ جہاں ایک سرے نشین نصب تھی۔ اس نے
بے کمانہ سے منہ کر لیا۔ میں نے پوچھا: ڈاکٹر بیاں
مجموعی آتے ہوں گے جو خود کو چھپنے کے لیے پتلے
میں پلاسٹک سرجری کر چکے ہوں۔

ڈاکٹر نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے
میں سے کہا: تم اپنے کام سے کام رکھو۔ میں فضول
پسند نہیں کرتا۔ ڈاکٹر بیاں مشین کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔
ماسٹر موس ٹرونی کی بیک میٹنگ نے ڈاکٹر کو چڑھا
تھا۔ میں نے اس کی ہدایت کے مطابق مشین کے
لٹرے ہو کر اس کی سوچ کے ذریعے اپنے سوال کا
مطلب کیا۔ وہ میرے چہرے کی ڈیڑھوں کا نوٹ
کے دوران سوچنے لگا۔ ایک بار ایسا جزم آیا تھا
کے چہرے پر پہلے بھی پلاسٹک سرجری کی گئی تھی۔
میرے صلوں میں سمجھ نہ سکا لیکن چہرے کی سرجری کے
قد قی جلد اور پلاسٹک کی مصنوعی جلد کا فرق معلوم
ہے۔ میں نے اس مجرم کی اہلیت معلوم کر لی تھی۔

میرے لیے لمحہ شکر تھا۔ ایجر سے رپورٹ کے باوجود
نہ کھلتا لیکن سرجری کے دوران میں کیسے چپ کستا
سوچنے کے لیے میرے پاس کافی وقت تھا۔ اس
اس نتیجہ تک ایجر سے مشین کے پاس سے گزر کر آ
نا پوسو نیانے کہا۔ چلو میں تمہیں پریس کے ماسٹر
ماگ۔ وہیں دوپہر کا کھانا کھا لیں گے۔
نے پوچھا: تم نے میری درخواست پر خود کیا؟
ان سے درخواست؟

چکھو انجان نہ ہو۔ تم سمجھ رہی ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔
پچھا سمجھ گئی۔

مجھے بھی سمجھا دو۔
جھگوم جو کچھ چاہتے ہو وہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ
اہل ہے۔

اتحاد رادل کیوں ادا کیا ہوا ہے؟
ن ایسا تھا مغراب اُسے ہمیشہ کے لیے دل
دیا ہے اسی فرار کو۔

باب سمجھا۔ تم مجھے فراد کی ڈبی بنا کر اپنے پاس
قی ہو تاکہ اُسے کھونے کا مال نہ رہے۔
اسی کا مال نہیں کرتی میں اور قسم کی عورت ہوں۔
مجھے فراد کیوں بنا رہی ہو؟

وہ ہونٹوں کو جھینچ کر چند لمحوں تک خاموش رہی۔
پھر بولی: فراد نے مجھے جھینچ کیا تھا کہ میں اُس کے بغیر
نہیں رہ سکتی۔ آج اُس سے دور بھاگ رہی ہوں۔ کل پلٹ
کر آ جاؤں گی اور میں نے اُسے جواب دیا تھا کہ میں اُسے
دل سے نکال ڈالوں گی۔

”تم دل سے نکالو گی تو وہ دماغ میں آ جائے گا۔“
”ہاں وہ میرا بھی نہیں چھوڑ رہا تھا۔ شب میں نے
کہا کہ اُس سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں کبھی معقول شخص
سے شادی کر لوں گی۔“

میں نے خوش ہو کر کہا: میں معقول ہوں۔ فراد کا
چہرہ ملنے کے بعد نہایت ہی معقول نظر آؤں گا۔ تم یقیناً
مجھ سے شادی کر سکتی ہو۔

اُس نے مجھے گھم کر دیکھا۔ پھر جلدی سے فراد کو
کے پار دیکھتے ہوئے اور ڈرا بیڑ کرتے ہوئے مجھے ٹالنے
کے لیے بولی: ہوں پلاسٹک سرجری کے بعد یہ فیصلہ کن
گی۔ ابھی تمہیں صبر کرنا چاہیے۔

ماسٹر موس ٹرونی کے بیٹے میں سپر مارٹر کی تنظیم کے
کچھ اہم افراد بھی موجود تھے۔ انہیں اس بات کا عتبس تھا
کہ سونیا جیسے فراد کا چہرہ دینا چاہتی ہے وہ کون ہے؟
کیسا ہے؟ کیا واقعی اپنے طور طریقے سے گفتگوئے لیے
سے اور آنکھوں سے فراد کی طرح لگتا ہے؟ یہ سب کچھ
دیکھنے کے لیے وہاں تنظیم کے خاص افراد جمع تھے۔ موس
ٹرونی کے دو مہمانوں کی شہیت سے دو حکوں کے ماسٹر وہاں
موجود تھے۔ ایک اور اہم شخص وہاں ملازم کی حیثیت سے تھا
اور ہمارے سامنے کھانا وغیرہ لاکر کھنے والا تھا اور ہمارا کھانے
کے دوران وہ میسرے سامنے کھڑا رہ کر میری ایک ایک حرکت
کا جائزہ لینے والا تھا۔

انہیں شبہ تھا کہ جب میری آنکھیں فراد کی طرح ہیں
لب و لہجہ اس کی طرح ہے اور حال بھی ویسی ہی ہے تو ممکن
ہے فراد وہی کسی طرح طاق محمود کے روپ میں آ گیا ہو۔ یہ
بائیں میں نے وہاں ہمارے رشتہ رشتہ معلوم کی تھیں جب میں
ماسٹر موس ٹرونی کے بیان پہنچا تو اُس سے آدھ گھنٹہ پہلے
وہ میری مختلف فلمیں چلا کر دیکھ چکے تھے۔ ایسی فلمیں جو
تین چار سال پہلے مجھ سے چھپ کر آماری گئی تھیں۔ میرا
دیکھاؤ رکھنے کے لیے ان لوگوں نے مختلف وقتوں میں
مختلف مقامات پر میری فلمیں تیار کی تھیں۔ ان فلموں کو بھی
انہوں نے دیکھ کر میری حرکات و سکنات کو ذہن میں محفوظ

میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھی تو اس نے ہاتھ
کے لیے ہاتھ بڑھایا میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس سے
مہاشا کیا یوں لگا جیسے میرا کبھی کسی آدمی سے کبھی میں نہیں
گیا ہے۔ اس نے بڑی سفاکی سے! جھپٹ چھینا کہ وہ تنہا
کی نمائش کرتے ہوئے کہا ہے میں اسکاٹ لینڈ کا سٹریٹو جیو
جوں میں تحقیق ایسی آواز اس لیے سنا کہ ہوں کہ تم
فرماؤ ہوتو میں تمہیں خیال خوانی کی دعوت دیتا ہوں۔ تم
پر حملہ کرتا ہوں۔ اپنی حفاظت کرنا چاہو تو خیال خوانی
کے ذریعہ کر سکتے ہو اور اگر صرف طاقت کا مظاہرہ کرو گے

اس لیے میں نے خیال خوانی کا سہارا نہیں لیا۔
 حملہ میں نے یوں کیا کہ اچانک ہی فضا میں پھل کر اس
 کی طرف گماتا کہ اس کے سینے پر غلامنگ لگ ماروں

ہیں لے جے جھلا بہت کام کھا ہرہ کرے ہر کسے کیا۔ مہر کو
کو تو میری ہر بات پر اوہ ہر حرکت میں فرما دکی جھکنا نظر آؤ
ہے۔ میں کیا کروں؟ کیا اسے جان سے مار ڈالوں؟ پھر اس میں

سوہانے مجھے تعجب و دیکھتے ہوئے کہا: تعجب ہے
تم اتنے دلیر و بہادر ایک عورت سے مشورہ لینا چاہتے ہو؟

”وہ سخت کم اور مرد زیادہ ہے۔ میری طرح لڑنے کا فن جانتی ہے اور بہت ہی ضدی اور خود سر ہے۔ مجھ کو بہت عزت دیتے تھے اور اسی لیے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ میں اس کے مشورے کے بغیر فی الحال کچھ نہیں کر سکتا۔“

”وہ کہاں ہے کیا وہ یہاں آئے والی ہے؟“
 ”ہاں۔ میں نے شاید تم سے ذکر کیا تھا لیکن جیسا کہ آج مقبض پتہ چلا ہے صبح اس کی ماں یہاں سے پاکستان جانے کے لیے روانہ ہو چکی ہے۔ وہاں اس بیٹی کی ملاقات ہو جائے گی۔ اس کے یہاں آئے میں اب شاید کچھ روز گیس کے لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ اس سے ملاقات کرنے کے بعد وہ مجھ سے ملنے کے لیے بے عین لے رہے گی۔ لہذا کبھی نہ کسی دن یہاں ضرور پہنچے گی۔“

”ٹھیک ہے۔ جب وہ یہاں پہنچے گی تو میں اسے راضی کروں گی اور اگر وہ بھی ایسی ہی قابل اور بہتر نہ فائز ہے تو ہم اسے بھی اپنی ٹیم میں شریک کر سکتے ہیں۔“
 اس وقت تک ماسٹر، چچو کو اس ٹوٹے ہوئے ٹیبل کے اندر سے نکال لیا گیا تھا اور اسے پرکشش میں لایا جا رہا تھا۔ چچو ہم سب ڈانٹ مار میں آئے۔ وہاں میز پر کھانا لگا یا جا رہا تھا۔ ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ سونیہ میسرہ پر اس آکر بیٹھا جسی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے کچھ کر بیٹھ گئے۔ وہ مجھ سے قریب رہنے کی کوشش کر رہی تھی کبھی بار میری دلیری کی تعریفیں کر بھی تھی اور اب میسرہ ساتھ بیٹھ کر بھی وہی باتیں کر رہی تھی۔ میسرہ دوسری طرف موص ٹروٹی بیٹھا ہوا تھا۔ سونیہ کو جو بڑا مزہ دوسری طرف میسرہ سامنے بیٹھا پر مارا۔

میسرہ دس بائیں چھٹی اور موص ٹروٹی میسرہ کان کھا رہے تھے۔ اور چھٹی میری وجاہت اور دلیری کی تعریف کر رہی تھی۔ اور موص ٹروٹی کہہ رہا تھا کہ میں فراد کا دل ادا کرنے کے لیے بہت ہی مناسب ہوں جب میسرہ میسرہ پر فراد کا چہرہ چڑھ جائے گا تو دشمن مجھے دیکھنے کی خوف زدہ ہو جائیں گے۔

یہ بعد کی باتیں تھیں۔ اس لیے میں موص ٹروٹی کے خیالات پڑھنے کے بجائے چھٹی کی باتوں میں دلچسپی لینے لگا کھانے کے دوران سونیہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا: ”کیوں طارق تم تو مجھ پر کمر بستہ تھے۔ مجھ سے شادی کرنے والے تھے۔ یہ کبھی سے کیلے دلچسپی لے رہے ہو؟“

میں نے جواباً مسکرا کر کہا: ”بات اصل میں یہ ہے کہ جب میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی تو اس وقت کچھ کو نہیں دیکھا تھا۔ مگر کھانا کھاتے تھے حسین لڑکی کی کہیں نہیں لے گی تو پھر ایک حسین لڑکی یہ بھی ہے۔ کیا تمھیں کوئی اعتراض ہے؟“

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: ”مجھے جھلا کیوں تھراں ہوگا کہ تم کوئی میسرہ تو ہو رہی ہو اور نہ ہی ان معاملات میں کسی کو کوئی بات چینی ہوں تب اپنی مرضی کے مالک ہو رہے۔ میں نے مسکرا کر پوچھا: ”اگر میری چچو جیجی فراد ہوتا تو کیا تم اعتراض نہ کرتیں؟“

اس کے چہرے پر ایک رنگ اگر گزر گیا۔ اس کی سوچ نے کہا: ”فراد اگر ایسا کرتا تو میں اس کا منہ بوجھ لیتی۔ لیکن اس نے بظاہر ناگواری سے کہا: ”مجھے فراد سے کچھ نہیں لینا ہے۔ وہ جہنم میں جائے۔“

چھٹی نے میسرہ ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ”سو نہایت مہربان ہیں۔ یہ ہماری محبت پر اعتراض نہیں کر سکتے۔“
 ”وہیہ کھانے کے بعد کیا پروگرام ہے۔ کیا ہم آؤنگنگ کے لیے چلیں گے؟“

مجھے یاد آیا کہ مرغانہ سے رابطہ قائم کرنا ہے میں نے کہا: ”نہیں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد مجھے ڈانٹنے کی عادت ہے میں تقریباً دو گھنٹے تک آرام کروں گا۔ اس کے بعد کوئی پروگرام ہونا ہوگا۔“

سونیہ نے کہا: ”ایشیالیاں ہڈے بڑے سخت اور کال ہوتے ہیں۔ دن کا وقت غنمت کے لیے ہوتا ہے۔ انسان کو صبح سے شام تک اپنی ضروریات کے لیے یا زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لیے جھگڑا دوڑ میں مصروف رہنا چاہیے لیکن یہ لوگ کھانا کھانے کے بعد دوپہر گھنٹے سونے میں ضائع کر دیتے ہیں۔ دیکھو ملحقہ میں تمھیں سمجھ دیتی ہوں کہ میسرہ ساتھ رہنے کے دوران اپنے نام ٹیبل کو بدلنا ہوگا۔ یہ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد سونے کی عادت ترک کرنے کی کوشش کرو۔“
 ”کوشش کروں گا۔ فی الحال تو یہ ممکن نہیں ہے میں ابھی بیان سے اپنے بڑوں میں پہنچ کر آرام کروں گا۔“

چھٹی نے کہا: ”ٹھیک ہے میں شام کو حجاب سے چھٹاے پاس آؤں گی پھر تمھیں پیرس کی سیر کرواؤں گی۔“
 سونیہ نے کہا: ”کبھی بڑوں میں جا کر ملحقہ کا سامان بھی اٹھو لینا اور اسے سرورق تار کے بعد میسرہ بیٹھ جائے۔“
 ”آنا میں نہیں چاہتی کہ اب یہ بڑی میں لے۔“

لنچ کے بعد میں ماسٹر موص ٹروٹی سے رخصت ہوا۔ سونیہ نے بڑوں تک پہنچانا چاہتی تھی لیکن چھٹی میرا چچا نہیں چھوڑے گی۔ لہذا سونیہ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ چھٹی مجھے بڑوں تک پہنچانے کے دوران بار بار یہ کہتی رہی: ”دیکھو زیادہ دیر نہ سونا۔“
 ”جیسے تیار ہو جانا۔ میں ضرور آؤں گی۔“

میں نے ہاتھ بھر لی۔ چھٹی خوش ہو کر وہاں سے چلی گئی۔ میں نے اپنے کپ میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ سانی نے مجھے دیکھتے ہی سانیوں کا میں سگریٹ سلا کر دسم سے کھسی پر بیٹھا تو وہ میری گردنیں آگئی ہیں سگریٹ کے کش لگا تا ہوا مرغانہ کے پاس پہنچ گیا جب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ ناراضگی کا اظہار کرنے لگی۔ اس نے کہا: ”تم اب آئے ہو تم نے وعدہ کیا تھا کہ لنچ کے بعد بڑوں سے رابطہ قائم کرو گے۔“

میں نے کہا: ”مرغانہ میں لنچ کے بعد ہی تم سے ملا۔“
 ”بول رہا ہوں پھر ناراضگی کیسی؟“
 ”کیوں جھوٹ بول رہے ہو۔ اس وقت شک کے سارے پار رہے ہیں اور یہ کوئی تمھارے لنچ کا وقت ہے؟“

اجا تک مجھے یاد آیا کہ یہاں کے اور وہاں کے وقت میں تقریباً تین سو تین گھنٹے کا فرق ہے میں نے اس سے کہا: ”اوہ مرغانہ مجھ سے تو بڑی بھول ہوئی۔ اس وقت ماں پیرس میں لنچ کا وقت ہے۔ مجھے اطلاع کر دینا چاہیے تاکہ میں ان کے لنچ کے بعد بات کروں گا۔“
 ”بہر حال موص ٹروٹی ہے۔“

وہ مسکرا کر بولی: ”واقعی میں بھی بھول گئی تھی کہ یہاں زمین صرف تھوڑی دوری نہیں۔ وقت کی بھی دوری ہے۔“
 بڑوں میں نے معلوم کیا ہے کہ پیرس سے آنے والا طبیادہ پائل ساوے پانچ بجے تک پہنچے گا۔ میں ایرپورٹ جاؤں گی۔ مجھے تمھاری دی ہوئی اطلاع پر پورا یقین ہے چہر بھی لے لیں اس لیے نہیں آ رہا ہے کہ میں نے اپنی ای کو آج تک نہیں دیکھا اور یہ نواب جیسا لگا رہا ہے ہائے آج وہ مارے پانچ بجے میسرہ سامنے ہوں گی اور میں ان کا چہرہ نہ بڑو دیکھ سکوں گی۔“

”مرغانہ میں تمھارے معین خدوین کو کچھ ہاتھوں اور ان سڑکوں کو بھی محسوس کر رہا ہوں جواب سے ایک گھنٹہ بعد تمھیں ملنے والی ہیں اس وقت میں بھی تمھاری خوشی میں شریک رہوں گا میری خواہش ہے کہ تمھارے احساسات پر احساسات رہیں جب تم ماں کے گلے لگو یا ان مقبض پائے

کہتے تو مجھے بھی یوں لگا جیسے وہ میری آتی ہیں۔ انھوں نے مجھے گلے لگا دیا ہے اور مجھے باز کیا ہے۔“

”فراد تم نے کتنی اچھی باتیں کہی ہیں۔ کتنے اچھے جذبے کا اظہار کیا ہے۔ واقعی تم میرے باکل اپنے ہو تم میری اتنی کراہی ہی ناں کا دل جڑ سے لے ہو اس سے بڑھ کر میرے لیے خوشی کی کیا بات ہو سکتی ہے۔ دیکھو محبت میں ایسی ہی پاکیزگی ہوتی چاہیے تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک مجھ سے دوستی قائم رہے گی۔ اس وقت تک تم کسی بھی لڑکی سے دلچسپی نہیں لو گے۔ غلط بات ہے پر نہیں چلو گے۔ یاد ہے؟“
 ”بھ جیسے آدمی کی عادتیں خراب ہو جائیں تو اچھی بات یاد کہاں رہتی ہیں۔ میں بھول گیا تھا کہ میں نے مرغانہ سے کیا وعدہ کیا تھا۔ اب اس نے یاد دلایا تو اچانک ساری باتیں یاد آئیں گی کہ اب سے جذبات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ انسان کو مذہب بن کر کسی ایک کے ساتھ ایسی دوستی نبھانی چاہیے جس میں پیار ہوا ہے۔ لوٹ خدمت ہوئے ہو یعنی ہو اور اتنی اپنائیت ہو کہ موص کی گہنی نش ز رہے۔“

اجا تک مرغانہ نے پوچھا: ”تم خاموش کیوں ہو کماں ہو۔ کیا میں کے دراز سے چلے گئے ہو؟“

میں نے چونک کر کہا: ”نہیں میں تمھارے پاس موجود رہوں۔ میں تم سے اپنی غلطی کا اعتراف کروں گا۔ مجھے اپنی عادتیں سدا رسکوں کا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں آئے ہی تم سے کیا ہوا وعدہ بھول گیا تھا۔ اب تم نے یاد دلایا تو مجھے شرمندگی ہو رہی ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے وعدے پر قائم رہوں گا اور تم بھی مجھے اسی طرح وقتاً فوقتاً ڈھکی

رہا کرو۔“
 اس نے پوچھا: ”وہ وعدہ بھولنے کا مطلب یہ ہو کہ وہاں سونیہ سے گہری وابستگی ہو گئی ہے؟“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سونیہ ایسی آسان عورت نہیں ہے۔ وہ فراد کے موصی کو منہ نہیں لگائے گی۔ بونہی مجھے دھکیلا دیتی ہے کہ کہیں شادی کر لے گی۔“
 ”بہر حال سونیہ تو نہیں ایک دوسری خوب صورت لڑکی ہے۔ جس کا نام کچھ ہے اور وہ دو گھنٹے بعد یہاں مجھ سے ملنے آئے گی۔ میں نے بتائیں کہ کیا سوچ رکھا تھا لیکن تم نے اچھا کیا کہ وقت سے پہلے مجھے میرا وعدہ یاد دلایا۔ اب میں تمھاری دوستی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی غلط قدم نہیں آتھاؤں گا۔“

”فراد تو بہت اچھے ہو۔“
 ”اچھی تو تم ہو کہ مجھے اچھا بنا رہی ہو مگر ایک بات

یاد رکھنا میں بھاری دوستی کی خاطر اپنا راستہ بدل رہا ہوں اس لیے اس رات کے کسی موڈ پر تم میری سکو تو بلا مال میری بن جانا۔ میں تمہیں گا کہ مجھے بیدار راتیں پر چلنے کا بہت بڑا انعام ملا ہے تم اتنی بیابانی ہو کر تمہیں پا کر انعام پانے کی خوشی حاصل ہوگی۔

وہ چپ چاپ سر جھکا کر سن رہی تھی۔ زبردست مسکراہٹ تھی۔ دل میں عجیب سی گڑبڑ مچ رہی تھی یعنی وہ اپنی فطرت کے مطابق خوب سے بھگتا نہیں چاہتی تھی لیکن عورت کی فطرت نے اس کے سر کو جھکا دیا تھا اور اس کے لبوں پر ہلکے سے مسکراہٹ کھینچ رہا تھا۔ وہ جلدی سے مضمون بدل کر بولی تھی کہ آج رات پر مجھے جتنی خوشی ہے اسے تم ہی میرے اندر دے کر محسوس کر سکتے ہو۔ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ اس غرضی کے موقع پر میں چاہتی ہوں کہ تمہارا ہمارے پاس ہندی آئے اور اس اتنی کے سامنے اس سے کچھ سب کتاب کروں۔

”ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ تم جب چاہو میں اسے ہندی پہنچا دوں گا۔“

”آج رات کو میں دل کھول کر اتنی سے باتیں کروں گی اور کسی تیسری کی مداخلت برداشت نہیں کروں گی۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ کل صبح بخیر اور ہندی میں ہمارے سامنے آئے میں چاہتی ہوں کہ وہ میری اتنی کے قدموں پر گر کر گرو گزائے اور اپنی زندگی کی عجیب مانگے۔“

”اچھی بات ہے۔ تم زرا انتظار کرو۔ میں ابھی بخیر اور کے پاس سے آکر تمہیں بتاتا ہوں۔“

یہ کہہ کر میں نے اس سے رابطہ ختم کیا اور بخیر اور کے داغ میں بیٹھ گیا۔ بخیر اور کو میں نے دینے کی ہندی پر سے گرا دیا تھا اور وہ رہنے کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس کے اتنی شہ پر چڑھیں آئی تھیں کہ وہ چلنے چہرے کے قابل نہیں رہا تھا۔ لیکن اب اس قابل ہو گیا تھا کہ اس وقت کرے میں ٹھہر رہا تھا۔

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اسے قابل کرنا شروع کیا کہ اسے لاہور سے کچھ دنوں کے لیے ہندی جانا چاہیے۔ اس طرح اب وہ بھی تبدیل ہو جائے گی۔ ماحول بھی بدل جائے گا اور وہاں کسی اچھے ڈاکٹر سے علاج بھی ہو جائے گا۔ اس کی سوچ نے اسے کام کرنا ہندی میں میرا ایک بہت ہی پرانا دوست ڈاکٹر ہے۔ میں اس کے ذریعے علاج کچھ روز رہوں گا۔ میرا دل بیان گھبرا رہا ہے۔ مجھے بیان سے کچھ دنوں کیلئے چلے جانا چاہیے۔“

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اسے پھر قابل شروع کیا کہ وہ آج رات کو یا کہ صبح ہی وہاں سے رہا ہو جائے۔ یعنی جلدی ملے ہو اس شخص والے ماحول سے فاصلہ حاصل کر لے۔

وہ راضی ہو گیا پھر اس نے اپنی بیگم کو اپنے اراکے سے آگاہ کیا۔ بیگم نے میرا پیسے کما۔ اب ایسی حالت میں کیسے جا سکتے ہیں چلنے چہرے کے تو قابل نہیں ہیں۔ وہ ٹھٹھا ہوا لڑائی کیا میں تمہیں جیتا چھڑا نظر نہیں رہا ہوں۔ ویسے میں کچھ دنوں کے لیے تم لوگوں سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ اس ماحول سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ میری آپ وہو تبدیل ہوگی اور میں وہاں ڈاکٹر عظیم کے زیر علاج رہوں گا۔ کرا چھا صحت مند ہو کر آؤں گا۔

وہ دونوں اس بات پر بحث کرتے رہے۔ آخر بیگم راضی ہو کر بولیں۔ ”جھیک ہے آپ منصوبہ کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ چند تین دن چھوڑیں جو آپ کی دشمنی ہے کب اور کہاں آپ کے سامنے راستہ کاٹنے آجائے میرا بیٹا بہت اچھا فائزر ہے۔ وہ اس کے دانت کھٹ کرے گا۔“

بخیر اور نے طنزاً انداز میں کہا۔ ”ہاں اس رات تو تم نے دیکھا ہی تھا کہ کس نے کس کے دانت کھٹے کھٹے تھے۔“

اپنے آپ کو بیک بلیئر کہتا ہے لیکن اس لڑکی کو ایک آقا بھی نہ مار سکا۔ اوجھڑے اوجھڑے تار مار۔ اگر تم سب نہ روکتے تو یہ نہیں مر جاتا اس کا کیا حشر کر رہی؟“

بیگم نے کہا۔ ”مجھے بھی پڑا۔ وہ جوان بنا ہے۔ وہ آپ کے سامنے ڈھال بن کر رہے گا۔ میں آپ کو اکیلے نہیں چاہنے دوں گی۔“

بخیر اور راضی ہو گیا کہ وہ منصوبہ کے ساتھ کل صبح ہی لاہور پہنچے کے لیے روانہ ہو جائے گا۔ ان کی باتیں سننے کے بعد میں نے واپس مرغانہ کے پاس آکر بتایا۔ وہ کل صبح لاہور سے روانہ ہو گیا اور وہیں جا کر گھنٹے بعد ہندی پہنچ جائے گا۔

میں کسی مقام کا تعین کر کے اسے وہاں پہنچا دوں گا۔ ابھی بھی بنا دوں گا کہ وہ کہاں مل سکتا ہے۔ تم اپنی والدہ کے ساتھ اس کے پاس جانا۔ پھر بخیر اور بخیر راجی چاہے وہ کرنا۔“

اس وقت مرغانہ اپنا پڑا ہوا ٹھکانا جانے کی تیاریاں کرنے والی تھی۔ اس نے کہا۔ ”اب میں لباس وغیرہ تبدیل کروں گی۔ تم یہاں سے جاؤ اور اپنی گھڑی میں وقت دیکھ لو۔ جس وقت میں تباؤں اسی وقت آنا۔ ایسا نہ ہو کہ پہلے چلے آؤ۔“

”اس وقت میری گھڑی میں پونے دو بجے ہیں۔“

وہ بولی۔ ”میری گھڑی میں پونے پانچ بجے ہیں۔ تم جھیک ساڑھے پانچ بجے یعنی اپنی گھڑی کے مطابق سوا دو بجے میرے پاس چلے آنا۔ میں تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔“

میں نے اسے کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ اب اس کے پاس جانے کے لیے آدھے گھنٹے کا وقت تھا۔ یہ وقت گزارنے کے لیے میں جی کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں شام کا انداز پھیل رہا تھا۔ وہ رسوئی کے ساتھ لان میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے پہلے انھیں مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ رسوئی کے داغ میں بیٹھی کر سرگردی کی۔ ”بھیلو، رسوئی میں آگیا ہوں۔“

وہ خوشی سے کھل گئی۔ سوچ کے ذریعے بولی۔ ”میں بڑی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔ اتنی دیر تک کہاں رہ جاتے ہو؟“

”بڑی مصروفیت میں وقت گزار رہا ہے۔ تم اپنی سناؤ۔ اب کسی طبیعت ہے؟“

”اب تو میں پہلے سے بہت بہتر ہوں۔ لان میں خود ہی مل کر آتی ہوں اور اب جی چاہتا ہے کہ ذرا دور گھومنے کے لیے جاؤں۔ تم مجھے کار میں بھی کر لے جاتی ہیں۔ میرا بہت خیال رکھتی ہیں۔ ان کو پا کر مجھ کو محسوس ہوا کہ ماں کیسی ہوتی ہے۔ میں ان کی معافی تعریف کروں گم ہے۔“

”ہاں تم بہت اچھی ہیں۔ پچھلے دنوں میرے ساتھ رہنے کی حد تک رہی تھیں۔ میں نے کبھی طرح انھیں وہیں برمائیں رکھ دیا۔ تم تو جانتی ہو کہ میری زندگی کی مہمانی ہے۔ آج بیان توکل وہاں۔ تمہی اس بڑھاپے میں میرے ساتھ کہاں کہاں پھرتی ہیں۔ اس لیے میں ان سے کترا گیا تھا ورنہ میرا ایک گھر بڑا اور ایک خاندان ہوتا تو اس خاندان کی بزرگ تھی ہی ہوتیں۔ میں انہی کے سامنے میں زندگی گزارتا۔“

”فرماؤ کب تک چھٹے رہو گے۔ اب تو تمہیں ایک گھر بنا لینا چاہیے۔ کیا پھر کوئی بنا رہا نہیں شروع ہو گیا ہے؟“

”نہیں اسے رہائش تو نہیں کتے ہاں دوستی ضرور ہے۔ میں مرغانہ کا ذکر پہلے بھی کر چکا ہوں اور وہ لڑکی ایسی ہے جس میں عورت بن برائے نام ہے ورنہ فطرتاً اور عاداتاً مرغانہ کی مصیبت زندگی گزار رہی ہے اور مجھ سے بھی کوئی مجبور یا زبردست نہیں بلکہ مرغانہ دوستی ہے۔“

رسوئی نے کہا۔ ”یاد آ رہا ہے۔ مرغانہ کے متعلق تم جو کچھ بتا رہے ہو ایسا ہی وہ زمانہ کے ساتھ تھا۔ زمانہ بھی بدلے عورت بننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ مردوں میں زندگی گزار رہی تھی آخر

تھکے ساتھ رہتے رہتے وہ کھیل گئی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ میرا دل بھی پھل جائے گی۔ تھکے ساتھ تو یہی بڑا رہتا ہے۔ آخر تم کب تک نئی نئی چیزیں اور شے قائم کرتے رہو گے؟“

اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دے سکتا۔ تمہی نے اس کے پیچھے کرکے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”بیٹی تھکے ہوئے۔“

جس پر کچھ سکراٹھ اور کچھ سنجیدگی آجاتی ہے۔ ”میرے تم فرماؤ سے باہر کر رہی ہو۔ کیا فرماؤ ضرور ہے؟“

”جی ہاں وہ اس وقت مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے تمہی کے پاس پہنچ کر بیکار کیا تو وہ غرض ہو کر دعائیں دینے لگیں۔ میں نے کہا۔ تمہی آپ واقعی بہت بڑی فن کار ہیں۔ اپنے علم میں کامل ہیں۔ اپنے خوشی کو کی تھی۔ اب وہ پوری ہونے والی ہے میرے سب پر دوبارہ پلاٹنگ سر جی کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ میں ایک ماہ کے بعد اپنے اصلی رہنمائی میں آجائوں گا۔“

”بیٹی، میں تمہیں اصلی صورت میں دیکھنے کے لیے لے جاؤں۔“

جس پر میں جب سر جی مکمل ہو جائے اور تھکے ہوئے سے خیال پھل جائیں تو تمہی کے پاس چلے آنا یا پھر میں اپنے پاس بلا لینا۔ میں تمہیں دیکھنے بغیر نہیں رہ سکتی میرے دل کی کیا حالت ہے۔ میں زبان سے بیان نہیں کر سکتی۔“

”زبان سے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں تو آپ کے اندر اس کا آپ کی اندرونی کیفیت کو اتنی اچھی طرح معلوم کر سکتا ہوں جتنی اچھی طرح آپ معلوم کر لیتی ہیں۔“

”اچھا بیٹی، اب رسوئی کے پاس جاؤ۔ اس سے باتیں کرو۔ وہ بخیر اور دن رات تمہارا انتظار کرتی رہتی ہے۔ جب تک تم اس کے داغ میں نہیں آتے اسے فرار نہیں ملتا۔ میری مانو تو جتنی جلدی ہو سکے۔ رسوئی کو اپنی دلہن بنا لو۔ میری بہو بنادو۔ اس طرح وہ جلدی صحت پا۔“

”تمہی میں شادی کر کے اسے دلہن بنا کر کہاں رکھوں گا۔ میرا گھر کہاں ہے؟ آپ اپنے علم کے ذریعے معلوم کر لیں۔ کیا میری تقدیر میں شادی ہے اور اگر ہے تو کس نام کی لڑکی کے ساتھ ہے۔ کیا میں کبھی اپنا ایک گھر بنا سکتی ہوں۔ اگر آپ کا علم یہ کہتا ہے تو میں پھر شادی کے متعلق غور نہیں کر سکتی۔“

”اچھی بات ہے۔ میں جلد ہی معلوم کروں گی کہ تمہی سے سوچوں کو پہلے آپ مجھے میرے مستقبل کا حال بتائیں۔“

”اچھی بات ہے۔ میں جلد ہی معلوم کروں گی کہ تمہی سے سوچوں کو پہلے آپ مجھے میرے مستقبل کا حال بتائیں۔“

تمہی نے کہا۔ ”یاد آ رہا ہے۔ مرغانہ کے متعلق تم جو کچھ بتا رہے ہو ایسا ہی وہ زمانہ کے ساتھ تھا۔ زمانہ بھی بدلے عورت بننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ مردوں میں زندگی گزار رہی تھی آخر

متعلق کیا کہتے ہیں؟
 میں رسوئی کے پاس گیا۔ وہ میری منتظر تھی۔ میں نے کہا: "اب مجھے جانا چاہیے کیونکہ کافی دیر ہو چکی ہے اور ادھر میری مصروفیت اچھی باقی ہے۔"
 "آفرامی کیا مصروفیت ہے کہ آتے ہو اور چلے جاتے ہو پھر ایک طویل انتظار کا عذاب مجھے سنا پڑا ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ تم سے دُور دور میری کیا حالت ہو رہی ہے، ہم کب ملیں گے؟" فراد۔
 "رسوئی، اب تو تمہارا دماغ بالکل نارمل ہو گیا ہے۔ تم ماضی کی تمام باتیں یاد کر چکی ہو، انہیں یہ بھی یاد ہو گا کہ میں شروع ہی سے کس طرح بے گھر بے دردا ہوں۔ میرے ساتھ اتنے دشمن لگے رہتے ہیں۔ تقدیر میرے پاؤں میں ایسا پتھر ڈالتی ہے کہ میں کبھی ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا۔ بہت عرصے کے بعد میں اپنے وطن گیا تھا لیکن وہاں سے بھی نکل جانے کا کوئی باندہ تقدیر نے ڈھونڈ لیا اور اب — بلاشبہ سرجری کے لیے تقدیر نے مجھے یہاں پہنچا دیا۔
 کھنے کا مطلب یہ ہے کہ جب میں ایک جگہ رہ نہیں سکتا تو ایک عورت سے کیسے نباہ کر سکتا ہوں؟"
 وہ مایوس ہو کر بولی: "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کبھی میرے نہیں بن سکو گے صرف محبت کا کھیل نہیں لے ہو؟"
 "ایسی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں مایوس نہیں کرنا چاہتا میری محبت میری توجہ تمہارے لیے ہے یہ ہے میری بھلائی کے لیے تمہاری حفاظت کے لیے آفری سانس تک تمہارا بن کر رہوں گا لیکن باقاعدہ ایک شوہر بن کر، ایک گھر والا بن کر شاید بھی نہ رہ سکوں۔ میں اس معاملے پر غور کروں گا۔ سوچوں گا کہ میں کب لہا سکتا ہوں یا نہیں؟ اس سلسلے میں تم بھی اپنے علم کے ذریعے کچھ معلوم کریں گی۔ اس وقت تک انتظار کرو۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ فی الحال مجھے اجازت دو۔ یہاں میرا موجود رہنا ضروری ہے۔"
 میں اسے سمجھانے کے بعد ہوٹل کے کمرے میں ماضی طور پر حاضر ہو گیا۔ سافٹی میری گود سے اٹھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی اس وقت میرے سامنے رسوئی کا نہیں چہرہ دکھ رہا تھا۔ اس کے حسن کی ایک ایک تفصیل نگاہوں کے سامنے تھی اور اس کے پیاد کی ادائیں بھی مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھے کس قدر چاہتی ہے۔ میں خود سے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر مراد سے دوستی بہت مہنگی پڑ رہی تھی اور بے شک وہ

مجھے راہ راست پر لا رہی تھی۔ مجھے کسی ایک ہی کا بننے کے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ کون میری زندگی میں متعلق آئے گی۔ میں سونیل کے دل کی بات جانتا تھا کہ اس کے دل میں صرف فراد ہی ہے اور کسی دوسری کی دہان گھٹائش نہیں ہوگی۔ محبت کا جہاں تک تعلق ہے سونیا اب بھی وفادار تھی لیکن اس کی ضد اور بد مزاجی نے میں ایک دوسرے سے دور کر رکھا تھا۔
 کھنے کا مطلب یہ ہے کہ سونیا بھی تھی رسوئی بھی تھی اور مراد بھی تھی۔ میں شادی کیلئے کر سکتا تھا۔ کہاں کر سکتا تھا کس گھر میں کر سکتا تھا اور اگر میں کوئی گھر مانگتا تو پھر وہ گھر دشمنوں کی نظروں میں رہتا۔ کسی وقت بھی وہ اس گھر کے افراد کو کیسی میری بوی کو اور میرے بچوں کو برائے بنا کر میری کر دہوں سے بھیل سکتے تھے۔ مجھے مستقبل کی بہت سی باتیں سوچ کر شادی سے پرہیز کرنا پڑا تھا۔
 مجھے آدھ گھنٹے بعد مراد کے پاس پہنچا چاہیے تھا لیکن خیالات کی روانی میں وقت گزرنے کا احساس نہ ہوا۔ وہ گھنٹے کے بجائے پون گھنٹہ گزر چکا تھا۔ مراد اپنے گھر سے نکل کر پڑ پڑتی ہوئی تھی اور بار بار اپنے دماغ میں کبھی میرا انتظار کرتی تھی اور کبھی اس کی نگاہیں دُور در پُورٹ کے دروازے پر چل جاتی تھیں جہاں ایک طاہرہ امیرہ منترہ دیکھتا ہوا ایک جگہ پہنچ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے دل کی تڑکیاں تیز ہو گئی تھیں اور وہ اپنے تصور میں اپنی اتنی کے سامنے نئے تصور بنا رہی تھی۔
 میں نے کہا: "سوری مراد۔ مجھے دیر ہو گئی۔"
 "کہاں رہ گئے تھے؟"
 "میں ذرا لمبی اور رسوئی سے باتیں کرنے میں اُبھ گیا تھا۔ کس مومن پر باتیں ہو رہی تھیں۔ یہ ہیں تمہیں بتا کر ڈسٹرپ نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے کہ ابھی انتظارے جذبات و احساسات کچھ اور ہیں تمہاری شدت نے ایسی بے چینی سے اس طاہرہ کے دروازے کو دیکھ رہی ہو جیسے اپنی نگاہوں کے ذریعے اس دروازے کو توڑ کر جاکاؤ۔ اپنی اتنی کے پاس پہنچ جاؤ گی۔ میں بھلائی بے وفاری کو سمجھ رہا ہوں۔"
 وہ مسکائی اور بولی: "تم بہت بالکل ہو میرے ایک ایک احساس کو سمجھتے ہو، ٹھیک ہے۔ تم اسی طرح موجود رہنا اور دیکھنا کہ میری اتنی کیسی ہیں اور یقیناً میری اتنی سب سے اچھی ہوں گی۔"

برادرو کو اپنی ماں سے ابھی گنتی ہے۔ جس نے اس کی ماں میں ہاں ملانی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے کے ساتھ زمین لگ گیا تھا۔ دروازہ کھل گیا تھا۔ مسافر اُترتے جا رہے تھے۔ مراد کے ساتھ اس کی خالہ اور خالہ کوٹھے سے جوئے تھے ان کے ہاتھوں میں دو تین تھیں اور وہ انہیں آنکھوں سے لگا کر دیکھ رہے تھے۔ چاکا اس کی خالہ نے کہا: "وہ دیکھو، وہ بچے پیٹلے رنگ کے شلوار سوٹ میں ہر خالوں نظر آ رہی ہیں۔ وہ بھلائی اتنی ہیں۔"
 مراد نے زور دیا: "میں سے آنکھیں لگا کر اُور دیکھو۔ انہیں سوٹ میں بلوس ہر خالوں تھیں وہ دُور بین کے ذریعے عین نگاہوں کے سامنے نظر آ رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر ہلکا ہلکا سنجیدہ سا ہنسنہ تھا۔ مسکراہٹ اس لیے تھی کہ وہ اپنی بہن سے ملنے آئی تھیں اور سنجیدگی اس لیے تھی کہ بہن بس ایک تھوڑی سی سزا بھگتتے کے بعد جو اب ایک اولاد کا چہرہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ چند لمحوں کے بعد ہی اپنی بچھڑی ہوئی بیٹی کو دیکھنے والی ہیں۔"
 خدا خدا کر کے ساتھ بانو کسم پیکینگ سے گزر کر ماں سے باہر تھیں مراد سے اب برداشت نہ ہو سکا۔ اس سے پہلے کہ طاہرہ بانو اسے اس کی اتنی سے معذرت کرتی تھیں وہ اتنی کو کہہ رہی تھیں: "ماتی ہوئی، دوڑتی ہوئی گئی اور اپنی ماں سے لپٹ کر انہیں پیٹنے سے لگا کر اوپر اٹھالیا۔ وہ قدر آور تھی اور اس کے مقابلے میں اس کی ماں بہت چھوٹی لگتی تھیں وہ بے چاری کو لکھلا کر اُدھر دیکھتے تھیں۔ بھلائی کی نظر طاہرہ پر پڑی تو طاہرہ بانو نے نہ سکتا تھے جوئے کما ہی بھلائی بیٹی مراد ہے۔"
 انہیں انہیں نہیں آ رہا تھا کہ ان کی بیٹی پل جاہلک مل سکتی ہے۔ انہوں نے بے یقینی سے پوچھا: "باجی، کیا سچ کہہ رہی ہو؟ کیا یہ میری بیٹی ہے؟"
 "نہ میں کیا تم سے مذاق کروں گی۔ یہ بھلائی بیٹی ہی سینے سے لٹی ہے اب ذرا اپنے دل کی دھچکنوں سے بچاؤ۔"
 سائرہ بانو کی آواز سننے کے بعد میں ان کے دماغ میں سنج گیا تھا۔ ان کی عجیب حالت تھی۔ مراد نے انہیں اپنے لپٹا ہوا تھا کہ ان کے دونوں بازو جوئے ہوئے تھے وہ اچھی مینی کر بیٹ کر اپنی آنکھوں میں سے نہیں سکتی تھیں اور خوشی کے ماسے ان کے منہ سے کرنی بات بھی نہیں نکل

رہی تھی ان کی سوچ کہہ رہی تھی۔ ذرا لگ بھگ۔ ذرا لگ بھگ اپنا چہرہ دیکھتے دو۔ میں دیکھوں گی کہ پیدائش کے وقت تم میری تھیں آج بھی ویسی ہو یا نہیں؟"
 میں نے مراد سے سرگوشی میں کہا: "نیم کیا کر رہی ہو۔ اپنی اتنی کو بھی تو موقع دو کہ وہ تھیں ایک نظر دیکھ سکیں۔ ان کے ہاتھوں کو آڑ کر دو۔ تاکہ وہ تھیں اپنے سینے سے لگا سکیں تم تو اپنی خوشی میں ان کی خوشیوں کو بھلا بیٹھی ہو۔"
 مراد کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے فوراً ہی اپنی اتنی کو آڑ کر دیا۔ وہ ذرا لگ بھگ۔ اپنی بیٹی کے چہرے کو بڑی محبت اور ممتا سے دیکھا۔ پھر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھوئے تھیں۔ یہاں مٹولنے لگیں جیسے کوئی اندھا کسی چیز کو متوکل کر نہیں کرتا ہے کہ جو وہ چاہتا تھا وہ اسے مل رہا ہے یا نہیں؟ چہرے پر ایک بیک وہ چمک مار کر دیتے ہوئے اپنی بیٹی سے لپٹ گئیں اور اس کے سینے سے لگ کر چھوٹ چھوٹ کر رہ گئیں۔
 وہ ایک ایسی ماں کے آئینے سے جو بس برس سے اپنی بیٹی کو دشمنوں سے چھپاتے آ رہی تھی اور اب بیٹی سامنے آ گئی تھی تو مٹا نہیں ماں رہی تھی۔ وہ خوب ہی بھر کر دیکھا چاہتی تھیں اور دُور سے اپنے بیٹی کی آنکھوں میں ہی سوچا نا چاہتی تھیں۔ پس انہیں ایسے ہی سکون کی ضرورت تھی۔ مراد نے انہیں تھیک تھیک کر لٹکایاں دیں تھیں تھیں چہرہ رہی تھی۔ انہیں سمجھا رہی تھی کہ اب وہ خاموش ہو جائیں اور وہاں سے آگے بڑھ کر کہاں بیٹھ جائیں تاکہ راستے میں مزید محبتوں اور ضدوں کا اظہار نہ ہوتا ہے۔
 طاہرہ بانو نے بھی سائرہ بانو کو تھیک تھیک کر مٹھایا چہرہ سب انہیں دونوں طرف سے سنبھال کر ہاں پہنچیں۔ جہاں ان کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر مراد نے اپنی اتنی کو ساتھ لے کر بیٹھ گئی۔ اگلی سیٹ پر اس کی خالہ اور خالہ بیٹھ گئے۔ پھر خالو نے کار اسٹارٹ کی اور گاڑی وہاں سے آگے بڑھنے لگی۔
 سائرہ بانو نے اب پچھلی سیٹ پر آدم سے بیٹھ کر مراد کو اپنے پاس جھکا لیا تھا اور اس کے سر کو اپنے سینے سے لگا کر کبھی اس کے رخساروں کو اور کبھی اس کے ہونٹوں کو، کبھی اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں۔ ادھر سے ادھر چہرے کو مسلا رہی تھیں اور بڑبڑاتی جا رہی تھیں۔ "خدا دیا مجھے یقین کیوں نہیں آتا کہ میری بیٹی مجھ لگی ہے۔"

انکی سیٹ سے ظاہر ہانوں نے پٹ کر کہا: میں تمہاری بیٹی کو لے کر آئی ہوں۔ میں نے تمہاری بیٹی سے تعارف کر لیا ہے کیا تمہیں پھر بھی یقین نہیں ہے کہ میں نے تمہاری بیٹی کو تم سے ملا دیا ہے؟

سائرہ ہانوں نے کہا: ہاں اسے سینے سے لگا کر میرے دل کی دھڑکیں یہی کہہ رہی ہیں کہ مجھے میری بیٹی مل گئی ہے لیکن اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ مرعانہ کو تم نے اپنے پاس کیسے بلوایا اور....

یہ کہتے کہتے سائرہ ہانوں ایک دم سے چوہک گئیں۔ پھر انھوں نے سوال کیا: "اور تم لوگوں کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آج میں پیرس سے اس فلائٹ کے ذریعے آرہی ہوں؟" ظاہر ہانوں نے کہا: مرعانہ نے مجھے بتایا تھا شاید یقیناً یقین نہ ہو کہ تمہاری بیٹی کے قبضے میں ایک جن ہے جو اسے غیب کی باتیں بتا دیا کرتا ہے۔ اسی نے تمہاری بیٹی کو اطلاع دی تھی کہ تم اس وقت طیلے سے یہاں پہنچنے والی ہو۔

سائرہ ہانوں نے حیرانی سے اور بے یقینی سے کہا: "ماہی! آپ اتنی تعلیم یافتہ ہو کر اس دور میں ایسی باتیں کر رہی ہیں؟" مرعانہ کے خالوں نے کہا: "بھئی مجھے بھی ان باتوں کا یقین نہیں تھا لیکن اس جن نے اپنی موجودگی کا ایسا ثبوت دیا ہے کہ مجھے یقین کرنا پڑا۔"

مرعانہ نے کہا: "اُمی! میں آپ کو بھی یقین دلادیتی ہوں۔ کیا آپ بس اس جن سے ملنا چاہتے ہیں؟" "ہی، میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اچانک مجھے تم کیسے مل گئیں اور مل جانے کے بعد یہ ایک نیا سفر چھوڑا جا رہا ہے کہ کوئی جن بھی تمہارے ساتھ دہتا ہے یہ سب آخر کیا چوڑے؟"

"اُمی! میں چاہوں تو ابھی اسی وقت اس جن سے آپ کی ملاقات کر سکتی ہوں۔ یعنی وہ اپنے وجود کا ثبوت دے سکتا ہے مگر نظر نہیں آسکتا لیکن ایسا کروں گی تو آپ ذہنی طور پر اور بھی الجھ جائیں گی۔ اس وقت آپ کے لیے یہی حیرانی اور پریشانی کافی ہے کہ میں اچانک آپ کو کیسے مل گئی۔ چلے تو آپ اس بات کا یقین کریں اور مجھے دل اور دماغ کی گڑبڑوں سے اپنی بیٹی نسیم کو لیں۔ پھر رفتہ رفتہ اس جن کے متعلق بھی آپ کو یقین آجائے گا۔"

"نہیں! جیتے پلے ہر بات کی وضاحت ہو جانی چاہیے۔ جب ہر معاملہ صاف ہو جائے گا تب پولیس اعتماد سے ہم

اپس میں دھیر ساری باتیں کر سکتے ہیں۔" مرعانہ نے کہا: "ابھی بات ہے آپ ذرا انتظار کریں میں اپنے اکل جن سے غائب ہوتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چپ ہوئی اور سوچ کے ذریعے پوچھنے لگی: "کیوں فرما دیا کہ تم موجود ہو؟" "میں نے کہا: ہاں جب ہم اُمی کے سینے سے لگی ہوئی تھیں تو ان کے سینے کی دھڑکنوں کو میں جیسے محسوس کر رہا تھا۔ ہم دونوں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں ایک ماں کی دُن کو محسوس کر رہے تھے۔"

وہ غور سے ہو کر بولی: "میں چاہتی ہوں کہ تم اُمی کو اپنی موجودگی کا ثبوت دو اور یہ یقین دلاؤ کہ تمہاری وجہ سے میں اُن کی آمد کی اطلاع ملی تھی اور تم ایک جن ہو جو میرے ساتھ رہتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی یقین دلاتا ہوں۔" وہ بولی مگر بغیر ایک بات یاد رکھو کہ ایک عموں مدت کی تبدیلی کے بعد میری اُمی مجھے ملی ہیں۔ میں اُن سے بھڑکتا ہوں اور انھیں دھوکا دینا نہیں چاہتی، اگر تم کتاب سمجھو تو میں آج تمہاری میں اُمی کو تینا دوں کہ تم کو نہ ہو اور میں یقین کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے اُمی کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں سوچ کر ہر بات دوں گا کہ یقین اُمی کو بتانا چاہیے۔"

یہ کہتے کہتے سائرہ ہانوں نے کہا: "اُمی! آپ نے مسکرا کر کہا: اُمی! آپ نے اُمی کے آخر میں یہ غور سے ٹھیک لگا کر بھیجی ہوئی ہیں۔ بیک جیکسے ہی وہ سیدھی ہو کر بیٹھ جائیں گی۔ اگر وہ چاہیں تو اس بات کا فیصلہ کر لیں کہ وہ سیدھی ہو کر نہیں بیٹھیں گی لیکن جن انھیں بچا دے گا۔"

مرعانہ نے اپنی اُمی سے یہی بات کہی۔ اُس کی اُمی نے کہا: "ٹھیک ہے میں ٹھیک لگائے بیٹھی ہوئی ہوں اور اس وقت میں سیدھی ہو کر بیٹھنا نہیں چاہتی۔"

اُن کے ایسا کہتے ہی میں اُن کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ دوسری لمحے وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں تو میں نے اُن کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیرانی سے اپنے آپ کو سمجھنے لگیں۔ مرعانہ نے مسکرا کر پوچھا: "کیوں اُمی! اب آپ ہی بتائیے کہ آپ کو اس طرح سیدھا جس نے بچایا؟" وہ حیرانی سے بولیں: "میں نے تو کچھ پتہ نہیں چلا۔ میں آپ ہی آپ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔"

مرعانہ نے کہا: "دیکھیے! اب آپ کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر ہے۔ آپ ضد کر لیں کہ اپنا ہاتھ دہان سے نہیں

بٹائیں گی لیکن میں کہتی ہوں کہ آپ وہ ہاتھ اٹھا کر میرے ہاتھ پر رکھیں گی۔"

انھوں نے کہا: "جلو اس بار بھی آزماتی ہوں اور ضد کرتی ہوں کہ میں اپنا ہاتھ یہاں سے نہیں ہٹاؤں گی۔" ایسا کہتے ہی میں پھر اُن کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ پھر جب میں اُن کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ حیرانی سے اپنے ہاتھ کو مرعانہ کے ہاتھ پر دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے شدید حیرانی سے کہا: "یہ تو کوئی جادوئی تماشا لگتا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

"اُمی! یہی تو میرے جن کا کمال ہے کہ جیسا چاہتا ہے ویسے ہی دوسروں سے عمل کراتا ہے اور دوسروں کے جیسے مجھے سمجھتا ہے۔"

"بیٹی! میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا بن گئی ہو۔ میں تو غصہ میں بیٹھتی تھی کہ تم ایک بھڑکی ہوئی سنی تھی سنی سنی لڑکی ہو مگر تم نے تو بہاؤ جیسا قد نکالا ہے اور ہاتھ پاؤں کی مضبوطی دکھانی دیتی ہو۔ پھر یہ کہ ایک جن کا ساتھ بھی ہو گیا ہے۔"

ظاہر ہانوں نے کہا: "یقیناً! سن کر اور تعجب ہو گا کہ تمہاری بیٹی بہترین فائرس ہے۔ دو چار دھن تو اس کا کچھ بگاڑ بھی نہیں سکتے۔ تم نے اپنی آنکھوں سے اس کے لڑنے کا نشان دیکھا ہے۔"

سائرہ ہانوں نے حیرانی سے اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ بیٹی نے مسکرا کر کہا: "اُمی! آپ نے اُمی کے آخر میں یہ غور سے ٹھیک لگا کر بھیجی ہوئی ہیں۔ بیک جیکسے ہی وہ سیدھی ہو کر بیٹھ جائیں گی۔ اگر وہ چاہیں تو اس بات کا فیصلہ کر لیں کہ وہ سیدھی ہو کر نہیں بیٹھیں گی لیکن جن انھیں بچا دے گا۔"

مرعانہ نے اپنی اُمی سے یہی بات کہی۔ اُس کی اُمی نے کہا: "ٹھیک ہے میں ٹھیک لگائے بیٹھی ہوئی ہوں اور اس وقت میں سیدھی ہو کر بیٹھنا نہیں چاہتی۔"

اُن کے ایسا کہتے ہی میں اُن کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ دوسری لمحے وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں تو میں نے اُن کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیرانی سے اپنے آپ کو سمجھنے لگیں۔ مرعانہ نے مسکرا کر پوچھا: "کیوں اُمی! اب آپ ہی بتائیے کہ آپ کو اس طرح سیدھا جس نے بچایا؟" وہ حیرانی سے بولیں: "میں نے تو کچھ پتہ نہیں چلا۔ میں آپ ہی آپ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔"

مرعانہ نے کہا: "دیکھیے! اب آپ کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر ہے۔ آپ ضد کر لیں کہ اپنا ہاتھ دہان سے نہیں

اُن کی بات ختم ہونے ہی جیسے راستہ ٹک گیا ہمارا۔ کے خالوں نے اچانک ہی بریک لگا کر گاڑی کو روک دیا۔ سب نے سامنے دیکھا تو ایک گاڑی سڑک پر آڑی کھڑی ہوئی تھی اور اُن کا راستہ روکے ہوئے تھے۔ میں نے سرگوشی میں مرعانہ سے کہا: "خطہ ہے۔"

اتنی سی دیر میں اس کا روک کتنے ہی لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کچھ کے ہاتھوں میں ریلوے دکان سے لے کر تھے۔ ایک آدمی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا: "تم دونوں باہر آ جاؤ۔ اگر کسی نے اعتراض کیا تو ہم بے یقینی فائرنگ شروع کر دیں گے۔"

وہ ریلوے والا مرعانہ اور اُس کی اُمی کو باہر نکلنے کے لیے کہہ رہا تھا اور اُس کے خالوں اور خالوں کو وہیں بیٹھے رہنے کا حکم دیا جا رہا تھا یعنی وہ مرعانہ اور اُس کی اُمی کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے۔

مرعانہ ٹکڑا رہی کہ وہاں گھڑی ہوئی بیٹی کی طرح نچھٹے چھٹا کر گری گری سانس لیتے ہوئے اور گھومتے ہوئے ایک ایک کر کے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اسے کدھر سے شروع ہونا چاہیے یا ابھی میرا کرنا چاہیے۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "دیکھو! اپنی طرف سے ابھی کوئی جادو بھد نہ کرنا کیونکہ اُن کے ہاتھوں میں ریلوے ہیں۔ وہ یقیناً نقصان پہنچائیں گے۔ بڑے کل سے اُن کے ساتھ چلی جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

مرعانہ کی سوچ نے کہا: "تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ یہ لوگ کون ہیں اور میں کہاں لے جانا چاہتی ہوں؟" "مرعانہ! ذرا صبر کرو۔ میں یقین سب کچھ بتا دوں گا۔ تم اپنی اُمی کا حوصلہ بڑھاؤ۔"

وہ اپنی اُمی کو تسکین دینے لگی کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے اور انھیں ان دفعاتوں کے ساتھ بے جھجکا چلنا چاہیے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اللہ حفاظت کرنے والا ہے۔ وہ دونوں ماں بیٹی ان ریلوے والوں کے گھر سے میں چلتی ہوئی وہ مری گاڑی ہم گئیں۔ پھر ان دونوں کو ماں بچھلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ اُن کے دونوں طرف دو آدمی ریلوے لے کر بیٹھ گئے۔ اگلی سیٹ پر تین آدمی بیٹھے۔ پھر وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی۔ مرعانہ کے خالوں کی گاڑی کے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص نے ریلوے سے فائر کر کے

سنگھانے لگا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازے کو کھولا تو سامنے کتنی مسکراہٹ تھی۔

میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اندر آگئی۔ میں نے ہاتھ بڑھ کر کہا تو وہ میرے گلے کا بار بن گئی۔ برسرے ہی وہ انداز میں کہنے لگی "تم میں سے بے حد محبت کرنے والی ہو۔ پتہ نہیں تم نے کیا عبادت کر دیا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ مجھے دلیر آدمی پسند ہیں تم نے اسٹرچنگ کو بڑی زبردست شکست دی تھی۔ اب میں بھی تم سے شکست کھانے آئی ہوں۔" میں نے اپنی گردن سے اس کے ہاتھوں کو ہٹا کر ہانگی سے بٹاتے ہوئے کہا "ڈارلنگ! میں تمہاری محبت کی قدر کرتا ہوں۔ اگر یہ صرف محبت ہو اور کچھ نہ ہو۔" وہ حیرانی سے بولی "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی کہہ رہا ہوں جو تمہارے ایشیا میں شریف لوگ کہتے ہیں کہ بغیر شادی کے کسی عورت کے ساتھ وقت گزارنا بہت بڑا گناہ ہوتا ہے اور میں بھیجیں ہی سے لیے گناہوں سے بچتا رہا ہوں۔ لہذا آج بھی ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔" وہ بڑے عجیبے لہجے میں دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "میں سہرا کر کہا۔" مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اتنے ڈارن ہو کہ اس طرح کی فسادہ باتیں کرو گے۔ گناہ اور ثواب کوئی چیز نہیں ہے۔ انسان کو ایک بار زندگی ملتی ہے۔ اس زندگی میں وہ جس قدر پیش کیے۔ وہ کہے اور کم اس مختصر وقت کو بھی ضائع کر دینا چاہتے ہو کیسے بے وقوف ہونے؟" یہ کہہ کر وہ ترغیب لینے والی آدھیں دکھانے لگی۔

میں فوراً ہی کمرے سے باہر نکل گیا۔ چھ دروازے سے باہر کھڑے ہو کر اس سے کہا "سواری بھیجی مجھے اندر بہت گھنٹی سی محسوس ہو رہی ہے تو باہر چلیں۔"

اس نے مایوسی سے اور ڈراؤنے سے لہجے میں کہا "چپ چاپ باہر آئی۔ میں نے سامی کو کہہ دیا ہے کہ وہ دروازے کو لاک کر دے۔ جب میں باہر نکلے گا تو میں پتھانوں کی مدد سے سامی کو مار دوں گا۔ اگر اپنے طوطے پر گئی ہے بچے کی کوشش کی جائے اور اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے تو بعد میں ضمیر کو کتنا اطمینان کتنی روحانی مشربیں حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں مجھے مزاحمت کا احسان مند ہونا چاہیے جس نے مجھے ہانڈ کر دیا تھا کہ میں اپنے وعدے کو نبھائوں سو زندگی میں پہلی بار میں نے اتنی شرافیت سے ایک وعدہ نبھایا۔"

مجھے کارڈ مارٹر کو دہری میں اور میں اس کے بل بوتے پر ہوا تھا۔ گاڑی چلاتے ہوئے وہ کوئی حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ مگر باتیں ہی باتوں میں مجھے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور مجھے یہ سمجھنا چاہی تھی کہ گناہ کے خوف کو دل سے نکال دینا چاہیے اور میں بار بار اسے بھی لانا تھا کہ میں جنت میں جانا چاہتا ہوں اس لیے گناہ کے رشتے پر چل کر جہنم میں پہنچنا نہیں چاہتا۔ وہ میری باتوں سے ہلچل مچا۔ ایک جگہ کارڈ روک کر شبلی فون پر تھکے اندر گیا۔ پھر دہریوں سے سونیا کو کال کرنے لگی۔ "مام! میں سوچ چکا ہوں کہ جب رابطہ قائم ہو گیا تو وہ کہنے لگی "اؤ! میں نے ظلم کو ہر طرح سے بھروسہ کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تو بالکل بے وقوف ہے اور گناہ ثواب کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ آپ کا یہ خیال غلط تھا کہ وہ کوشش ہے اور وہ یقیناً داتا ہے لیکن غلطی طور پر بالکل ہی کر رہا ہے۔" سونیا نے کہا "مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ ایسا ہو سکتا ہے۔ وہ تو مجھ سے بھی عشق کر رہا تھا اور تم پر بھی ہزار سالوں سے عاشق ہو گیا تھا پھر وہ تم سے کیوں کترا رہا ہے کیا تم نے کوئی ٹیپ کی ہے؟"

"ہرگز نہیں ماما۔ میں نے اپنے تمام صلاحیتیں آزمائیں ہیں۔ وہ بالکل ہی میری طرف مائل نہیں ہوتا ہے اور میری طرف کیا بلکہ وہ کسی بھی عورت کی طرف اس وقت مائل نہیں ہوگا۔ جب تک اس کے کہنے کے مطابق وہ باقاعدہ شادی نہیں کرے گا۔ مجھ پر بے وقوف آدمی ہے۔"

"اُسے میرے پاس لے آؤ۔" سونیا نے یہ حکم کر دیا۔ لیورڈ کو دبا دیکھتی ہو تھکے باہر آئی اور ٹیک سیٹ پر گر کر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا کہ کیوں کر رہی تھیں؟

"میری ایک سیٹیلیٹ تھی۔ جلیو ماما کے پاس چلیں۔" یہ کہہ کر اس نے کارڈ اسٹارٹ کی۔ پھر سونیا کی طرف چلنے لگی۔ میں سونیا کے دماغ میں جھک کر دیکھ رہا تھا۔ وہ میرے متعلق سوچ رہی تھی۔ ڈاکٹر کی رپورٹ مل گئی تھی اور اس رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ طاقی محمود کا چہرہ بالکل پُر فیکٹ ہے اور اس پر فریڈ کا چہرہ آسانی سے بنایا جاسکتا ہے۔ اور یہ کام کل ہی سے شروع ہو گیا۔ لہذا کل وہ مجھے ڈاکٹر میڈیکل ہسپتال میں لے جانے والی تھی وہاں ایک آپریشن کر رہے تھے کہ وہاں کیا تھا۔ مجھے جیسے مایوس ہو گئی

تھی۔ اس لیے مجھے سونیا کے پاس چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد سونیا نے مجھے گھوڑ کر کھینچے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے تم نے؟" وہ کہہ کر وقت گئی میں بڑی دلچسپی سے اسے تھے اور کتنی سے پہلے پھر میں دلچسپی سے تھے۔ اب وہ تنہا ہی تمام دلچسپیاں کیسے ختم ہو گئیں؟" میں نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اُسے دیکھ کر برسوں پرانے واقعات یاد آئے لگے سوچ کی بجائے پرکرت کرٹ سونیا کی ادا میں جا گئے تھیں۔ وہ بلاشبہ ایسی تھی کہ اتنی دشمنی یا اختلافات کے باوجود میں ان لمحات کو فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا "کس وقت کبھی سے زیادہ تم پر کشش رکھ رہی ہو کہ تمہارے پرانی شہر میں مندر زیادہ ہوتا ہے؟" "جی ہاں کرو گے تو میں تمہارا ستر نو دوں گی۔ زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

"تو پھر تم مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔" "کہا تم مذہبی آدمی ہو اور گناہ اور ثواب کا حساب کرنے لگتے ہو؟"

"ہاں مذہب ہماری گھنٹی میں بڑا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عمل کے وقت ہم اپنے ایمان کو بھول جاتے ہیں لیکن یہ بھی بات ہے کہ جب بھی سننے کا موقع آتا ہے تو ہم ایمان کا سہارا ضرور لیتے ہیں اور گناہ و ثواب کے فرق کو بھی سمجھتے ہیں۔"

اس نے مجھے ہانڈ کر کے دیکھا۔ جلیوٹ کر ڈالیں سے جانے لگی۔ اس کی جال میں ایسا غور تھا جو ہر قدم پر چلتا تھا۔ بڑے غنیمت اس انداز میں چلتی تھی۔ پھر میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "سونیا! اب تم کا جواب دو؟" وہ بیٹ کر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا "تمہاری اس جال پر تو فریڈ ماما کا ہوگا۔" وہ اچانک ہی ایک دم سے پرسکون ہو گئی۔ نکالیں کہیں دور ہو چکے تھیں۔ چند ساعتوں کے لیے عجیبے وہ سونیا نہیں تھی۔ وہ کوئی خافت اور مغرور خطرات کی قسم نہ لانا نہیں تھی۔ ایک معمولی عورت تھی جو اپنے جلیوٹ سے لمحات کو بڑے کر کے یاد کر رہی تھی۔ اس وقت وہ ایسی برہنہ تھی جو اپنے چہرے کے انکار میں برسوں سے جیتی اور مرتی چلی آ رہی تھی۔

پھر چند ساعتوں کے بعد وہ ایک دم سے چوکا

تھی میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں" یہ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگی۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "دیکھو اگر فراموشی کوئی اختلاف ہے تو مجھے اپنے دل کی بات بتا دو۔ ہر سکتا ہے کہ میں اختلافات دور کرنے کی کوئی تدبیر بتا دوں۔ میں اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتا ہوں۔"

"تو کسے ہی لگے میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔" "یہ تمہارے سامنے انوکھا پٹا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ تمہاری بیٹی عورت کے دل میں محبت پر کتنا ناگوار ہے۔"

وہ اپنے دماغ میں میرے کلب ولے کر محسوس کرتے ہوئے چوک لگی۔ پھر فون ہی غصہ دکھاتے ہوئے بولی "تم پھر آگے؟"

میں سانسے میچا ہوا تھا۔ میں نے کہا "میں تو تمہارے پاس ہی ہوں۔ بہت دیر کا آیا ہوا ہوں۔"

وہ بولی "لوٹ اپ۔ میں تم سے نہیں فراموش کہہ رہی ہوں۔ اس وقت وہ پھر میرے دماغ میں آگیا ہے۔"

پھر وہ اپنی سوچ کے ذریعے بولی "فریڈ تم نے دیکھ لیا کہ میں کتنی فحش ہوں۔ میں نے تم سے دور رہنے کے لیے اور ہمیشہ کے لیے تم سے تمام تعلقات کو ختم کر دینے کے لیے ستر سائیکل تنظیم میں شرکت کی ہے۔"

"تم نے بہت اچھا کیا۔ تمہاری جیسی ہزار عورت اور کیا کر سکتی تھی؟"

"اور تمہارے جیسے بے وفا، بے مروت اور بے حس انسان سے دور رہنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔" "اپنی غلطیوں کا الزام مجھ کو نہ دو۔ ہمسائے وہاں جنت اور اپنے تعلقات کے مسائل تھے۔ ہم ان مسائل کو کسی دوسری صورت سے حل کر سکتے تھے لیکن تمہارے دماغ میں یہی بات آئی کہ تم میرے دشمن کی تنظیم میں شامل ہو جاؤ اور تم ہر گز نہیں میرا کچھ نہیں بچو گے۔ مجھے بہت سونیا ملتی رہتی ہیں۔ میں نے تمہاری یاد کو سامی طرح ان لوگوں کے درمیان بٹھ کر چیتے چیتے اپنے جیسے کوئی شرابی برطوں کے درمیان بٹھ کر چیتے چیتے اپنے آپ کو مدہوش کر دینا ہے۔"

"اب تم کیا لینے آئے ہو؟" میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم اس جتنی طلاق محمد کو فریڈ بنا چاہا رہی ہو اگر تم نے ایسا کیا اور اسے فریڈ بنا کر کسی دشمن تک میں نے تمہیں تو میڈل بیکار ڈھڑا کر دیا کہ میں پھر ماسٹر کی تنظیم میں شریک ہو گیا ہوں۔ سونیا کے ساتھ کہ

ہیں۔ یہ یاد رکھو کہ خلاف کام کو دبا ہوں جبکہ میں دونوں کے خلاف ہوں اور دونوں کا دوست نہیں ہوں۔ میں بانی مول لینا نہیں چاہتا۔ میں تمہیں سچا دہا ہوں کہ تم آسے فرادنا کر اپنا دل بدلانے کے لیے تو اپنے پاس رکھ سکتی ہو لیکن اگر اُسے اپنے آئندہ کار کے طور پر استعمال کرو گی تو پھر میں بخاری خلافت میں کھڑا ہوا ہوں گا۔

”تم سوچنا کہ وہی نے لیے ہوں میں بخاری ملی منی سے خوف زدہ ہونے والی عورت نہیں ہوں۔“

”اچھی بات ہے جب وقت آئے گا تو دیکھا جائیگا۔“

”کیا دیکھا جائے گا۔ وہ تو میں دیکھ ہی رہی ہوں کہ کبر بار بار بھگانے کے باوجود تم میرے پاس دم بلاتے ہوئے آ جلتے ہو۔“

”دیکھو میرے لیے ایسے الفاظ استعمال کرو جنہاں ساتھ لیتے والے گئے تھے آگے پیچھے دم ملتے ہوں گے۔ میں تمہیں اس لیے آتا ہوں کہ بخاری چاہنا زلیں کو سمجھ سکیں بخاری چاہنا زلیں میں اس طرح سمجھ سکتا ہوں کہ کھانا بھگانے کے باوجود کھانے دماغ میں جھاک کر دیکھوں اور تم اس کے لیے مجبور ہو۔ مجھے دماغ سے نہیں نکال سکتیں کوئی چاہے دل سے نکال دے۔ بہر حال اب میں واپس جا رہا ہوں۔ وہ جیتنے ہوئے بولی ”فیرو پہلے میرا جواب بھیجی کہ اور ایسے تم نہیں جاسکتے۔ میں تمہیں کہہ رہی ہوں۔ تم سن لے۔“

”اسنا کہہ کر وہ خاموش ہوئی لیکن اُسے میری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ پھر بھینکا کہ کچلنے لگی۔ میں اس کے سامنے بٹھا ہوا تھا لیکن وہ کیا اس کے فرشتے بھی نہیں بچاں سکتے تھے جب وہ اونچی آواز سے پکارتے تھی تو میں نے اس سے کہا ”کیا بات ہے تم فراد کو اس طرح کیوں آواز دے رہی ہو؟“

”اس نے ہونک کر کچھ دیکھا۔ پھر جیسے اُسے ہوش آ گیا۔ وہ تیل خونی کے ذریعہ فراد سے بائیں کر رہی تھی اور اس کے سامنے اب فراد نہیں بلکہ طارق محمود بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جھپٹا کر کہتی ”پریش اپ۔ تم میرے معاملے میں کچھ نہ بولو۔“

”کیسے۔ بولیں۔ بخاری حالت ایسی ہو چکی تھی نہ بخیاں بھی ہوتی ہیں۔ مجھے سے چہرہ جھجھکا ہو گیا ہے۔ اگر میں تمہیں نہ کہتا تو شاید مجھے کی حالت میں تھا مے منہ سے جھاک بھی خٹکتے گتے۔“

”اس نے مجھے غصے سے دیکھا۔ پھر اپنی فحش ہوتی آئی

کر سے مل کر اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ وہ چلنے سے کیا ہوتا ہے۔ میں تو پس ہی رہتا ہوں اور میں اس کے پاس تھا۔ وہ خواب گاہ میں پہنچ کر ادھر سے ادھر نکل رہی تھی۔ مجھے غصے سے مٹھیاں پیٹنی تھی۔ مجھے دانت پیٹنے لگتی تھی۔ اُسے اس بات کا غصہ تھا کہ فراد نے اس کو جیلنگ کیا تھا اور جیلنگ یہ کہ وہ طارق محمود کو فراد بنا کر آواز کار نہیں بناسکے کی کسی غلط مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکے گی۔ بلا سے اُسے اپنے پاس کھلونا کر رکھ لے۔

”میں انسانوں کے دماغوں میں وہ کرنا نہیں کی نفیٰ کو خوب سمجھ لگا ہوں۔ آدمی جو کچھ سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ لاشعور میں ایک اور سوچ ہوتی ہے جو اکثر شعوری سوچ کے برعکس ہوتی ہے۔ اس وقت میں سوچا کہ اس سوچ کو بھی پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ یہ تھی کہ پھر کتنی ہی دنوں بعد فراد سے رابطہ قائم ہوا تھا اور ایک طرح کی آسرو کی محسوس ہو رہی تھی۔ پلو جھجھکا رہی تھی۔ جھجھکے کے بدلے وہ دماغ میں تو آ رہا تھا۔ کوئی تو ملاقات کا سلسلہ نکلا۔

میں ڈانٹنگ روم میں بیٹھا ہوا اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ کب تک اپنی ہی تنہا بیٹھا رہوں گا۔ میں نے ملازم کو کہا کہ کمرہ ماہم سے مکہ طارق محمود ڈانٹنگ روم میں تنہا بیٹھا ہوا ہے۔“

ملازم نے اپنا ایک کان پکڑتے ہوئے کہا ”میں نے دیکھا ہے ماہم ابھی غصے میں ہیں۔ ایسے میں کوئی ان کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔“

”یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے سوچا ابھی تنہا ہے۔ اچھا موقع ہے کہ میں ڈاکٹر میکی براڈ لے سے دماغی رابطہ قائم کروں۔ اُسے فائل کروں کہ وہ سرمری کے دوران میرا بھید نہ کھوے۔ ان کے لیے ضروری تھا کہ میں پہلے اس کی ضروریات معلوم کرتا۔

وہاں پہنچے جیسے میں نے جو معلومات حاصل کیں وہ یہ تھیں کہ یہ کسی جب آٹھ برس کا تھا تو اس وقت سے لے کر آٹھ برس کی عمر تک جب تک کہ اس کی ہوجیں نہیں نکلی تھیں اور حیرت باطل اور کمین جیسا تھا۔ روزی حاصل کرنے کے لیے اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لیے ایک دکان کے منو کیس میں ایک ڈمی بن کر کھڑا رہتا تھا اور دکان والے اسے لو کیوں نہ پاس پنا کر ڈمی بناتے تھے لیکن وہ اتنا نہ کہا سکا کہ اسی تعلیم حاصل کر سکتا۔ اس کا فیملی اسے ملازم کرتا تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کے لیے یا اپنا مستقبل انا بنا کر بنانے کے لیے ناجائز طریقے سے رقم حاصل نہیں کرنا چاہیے۔“

”اس نے آٹھارہ برس کی عمر میں اپنے مالک سے التجا کی کہ اب اُسے چھوڑ دیا جائے اور اتنی رقم دے دی جائے کہ وہ میڈیکل کالج میں داخلہ لے سکے اور بہت بڑا ڈاکٹر بن سکے لیکن مالک نے اس کی درخواست ٹھکرا دی۔“

”آفریک روز تک اگر میکی براڈ لے نے اپنے مالک کو قتل کر دیا۔ پھر اس کی رقم ادھ کچھ قیمتی ہو سکے جو ہر سال کے امریکہ چلا گیا۔ وہاں اس نے ملازم سر جری کے شعبے کو اپنا اور ایک دن بہت بڑا ڈاکٹر بن کر جیس جیلا آ یا۔ اس وقت سے اب تک اسی شہر میں تھا اور اب اس کی شہرت دور دور تک پھیل رہی تھی۔“

لیکن خیر کا تنظیموں کے افراد ایسے مشہور لوگوں کی کردار میں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں تاکہ کسی مناسب موقع پر انہیں بلیک میل کیا جاسکے۔ پھر ماسٹر کی تنظیم کے افراد نے بھی یہی کیا۔ موس ٹروٹی نے کسی طرح قتل اور چوری کے ثبوت جمع کر لیے اور اس کی دو تصویریں جب وہ زمانہ پاس ہیں کر ڈمی بن کر کھڑا ہوا تھا۔ وہ تصویریں اور قوت اگر نہ ظن عام پر آجائیں تو میکی براڈ لے کسی کو متہ دیکھانے کے قابل نہیں رہتا اور اس کی پرسوں کی شہرت خاک میں مل جاتی۔

ایسی ہی تصویریں کو موس ٹروٹی نے اپنے پاس رکھ کر اُسے بلیک میل کیا تھا اور اُسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ میرے چکر کو ملازم سر جری کے ذریعے تبدیل کرے۔ ڈاکٹر میکی براڈ کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے موس ٹروٹی سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کے دماغ میں بیٹھ کر آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگا اور یہ معلومات حاصل کرنے لگا کہ بلیک میلنگ کا وہ تمام مواد کہاں رکھا ہوا ہے؟

پتہ چلا کہ پیرس میں ایک س منزلہ عمارت ہے جس کا نام ماسٹر وار ہے۔ اس کی بی بی منزل سے لے کر دوسریں منزل ایک تمام دفاتر اور رہائشی کمرے ایسے ہیں جن میں مشہر ماسٹر کی تنظیم کے افراد رہتے ہیں۔ وہاں ایک ایک سامان گولہ بارود آتشیں اسلحہ اور دوسری ایسی چیزیں اور ایسے ایسے خفیہ سامان رکھے ہوئے ہیں کہ جن کے ذریعے وہ برٹشے بڑے مریہ داروں کو بلیک میل کر سکتے ہیں۔ وہاں کی آٹھویں منزل پر ایک آٹا بڑا بیکارڈ روم تھا جس میں سینا نون سے لے کر سرمایہ داروں تک اور دوسری مامور عواموں سے متعلق بھی بہت کچھ بلیک میلنگ کا مواد رکھا ہوا تھا۔ ہر ایک کی فائل وہاں موجود تھی اور وہ جیسے چاہتے۔ جب چاہتے

بلیک میل کر سکتے تھے۔ اسی دیکارڈ روم میں ایک دوا زاسی تھی جس میں ڈاکٹر میکی براڈ لے کو بلیک میلنگ کرنے کا مواد رکھا ہوا تھا اور وہاں سے وہ جیڑ یا نور بیکارڈ دوم کیپر حاصل کر سکتا تھا یا پھر موس ٹروٹی اُسے اپنے بیٹے میں رکھ سکتا تھا۔ ان دو کے علاوہ کسی میسر کو اس دیکارڈ روم میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔

میں نے موس ٹروٹی سے اس کا فون نمبر معلوم کیا پھر وہاں لکھے ہوئے ملی فون کا ریسورس تھا کہ اس کے نمبر تلاش کیے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے ملازم کی آواز سنی دی۔ میں نے ڈاکٹر کی آواز کی کسی حد تک نقل کرتے ہوئے کہا۔ میں مشہور موس ٹروٹی سے بائیں کر دیا چاہتا ہوں۔ میرا آپسی براڈ لے ہے ڈاکٹر میکی براڈ لے۔“

مجھے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ کیونکہ ملازم اس فون کے ذریعہ ڈانٹنگ میز پر رکھے ہوئے فون سے مکالمہ ملا رہا تھا۔ پھر ماسٹر موس ٹروٹی نے کھانے کے دوران ایک ٹھٹھ سے ریسورس تھا کر کہا۔ ”ہیسلو۔“

میں نے کہا ”میں ڈاکٹر بول رہا ہوں۔“

موس ٹروٹی نے کہا ”بولو۔“

میں نے کہا ”کل سے میں مشر طابق محمود کے چہرے پر کام شروع کروں گا اور سر جری کے ابتدائی مرحلے سے گزروں گا لیکن اس سے پہلے میں پھر ایک بار وہ چیزیں دیکھنا چاہتا ہوں جو تمہارے پاس رکھی ہوئی ہیں۔“

موس ٹروٹی نے پرجھاؤ تم وہ چیزیں دوبارہ کیوں دیکھنا چاہتے ہو۔“

”اس لیے کہ تم نے فیکٹو نہیں دیکھے تھے صرف ان کی تصویریں دکھائی تھیں۔ میں وہ دلیلی چیزیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس موجود ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی اور کے پاس ان تصویریں کا کچھ حصہ ہوتا ہو تو میں وہ طرف سے بلیک میل کیا جاؤں۔“

موس ٹروٹی نے یقین دلانے کی کوشش کی کہ کسی دوسرے کے پاس ایسا بلیک میلنگ کا مواد نہیں ہے اور موس ٹروٹی کے پاس نیکی تو تھی موجود ہیں لیکن میں نے ڈاکٹر میکی براڈ لے بن کر ضد کی کل میں یہی شرط پر کام شروع کروں گا کہ مجھے آج رات وہ تمام تصویریں نیکی ڈاکٹر بیکارڈ دکھا جائیں۔“

ماسٹر موس ٹروٹی نے مجھے سوچ کر کہا ”اچھی بات ہے۔“

میں بھی کھانے سے فلاح ہو کر ماسٹر ملازم کی طرف جانوں گا

اور وہاں سے بھاگ کر دیکھ کر دے کر آؤں گا تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے کسی طرح دھوکا دے کر وہ دیکھ کر حائل کر لو گے۔ میرے ساتھ اسنے مسلح کارڈ ہوتے ہیں کہ بھٹا کر مجھ تک پہنچا یا مجھ سے فرار کر لیا۔ مجھ سے وہ تمام مواد چھین کر لے جانا یا نکلنا ممکن ہوگا۔ بہر حال تم رات دس اور گیارہ کے درمیان میرے بنگلے میں آ جاؤ۔ وہاں انھیں ساری چیزیں دکھادی جائیں گی۔

میں نے ریسپورڈر دیکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے سونیا کے دماغ میں جب تک کر دیکھی تو تین چار گھنٹہ باہر دم میں ہے اور مدتہ دھوکا اب باہر آنا چاہتی ہے تاکہ رات کو کھانا میرے ساتھ کھائے۔ میں سوچنے پر سمجھا ہوا کہ بیچو۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو میں نے انکار کیا کہ اب کھانا کھانے کے لئے کوئی ملازم نہیں ہے۔ میں نے انھیں انتظار میں بیٹھا رکھا۔ میری سچائی میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ اب میں یہاں سے آجھ کر جانے والا تھا۔

میں جب غصے میں رہتی ہوں تو کسی کا خیال نہیں کرتی۔ تم جس کیفیت کی مومی ہو۔ بہر حال میرے ساتھ رہو گے۔ فوراً رات میرے بڑا کچھ نہ کھو گے۔ چلو اب کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔

مجھے جھوک نہیں ہے۔ دماغ شام کو کبھی کے آنے سے پہلے میں نے ڈٹ کر ناشتہ کر لیا تھا۔ وہ ابھی تک ہضم نہیں ہوا۔ میں اس وقت نہیں کھاؤں گا۔

یہ کہتے ہوئے میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ لہوئی ٹھیک ہے۔ نہ کھاؤ مگر بیٹھو تو سہی۔ کہاں جا رہے ہو؟

اب میں ہڑل میں جا کر آرام کروں گا۔

”میں نے سچائی سے کہا تھا کہ وہ بھٹا کر سامان یہاں لے آئے۔ تم یہاں میرے ساتھ رات گزار دو گے۔“

میں نے توجہ پر چڑھا۔ بھٹا کر سامان رات گزاروں گا۔ کیا مطلب؟

وہ پہلے تو تعجب نہ تھی۔ پھر انھیں دکھا کر ہولی تے لے مجھ سے فری ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ میرا مطلب ہے۔ تم اس بنگلے کے کسی کمرے میں رات گزارو گے۔

نہیں۔ اب میں ہڑل جاؤں گا۔ اس ایک ہی رات کی تو بات ہے۔ کل سے مجھے ڈاکٹر کی برائے کے ہسپتال میں رہنا ہوگا۔

”اچھا میں تمہیں یہاں رکھنے کے لیے مجبور نہیں کروں گی۔“

لیکن تم ایسے ہی نہیں جا سکتے۔ میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھو۔ وہاں ایک کپ کافی پی لینا۔ اس کے بعد چلے جاؤ۔ میں انھیں نہیں روکوں گی۔

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ مجھے وہاں بیٹھنے کے لیے کہہ کر پھر دایں مٹی ملی۔ ملازم میرا کھانا لگا رہا تھا۔ میں سونیا کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر ٹی فون کا ریسپورڈر تھا کہ کسی کے فون ڈائل کر رہی تھی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے پوچھا کہ کون ہے۔ اسے بلاؤ۔

چند لمحوں کے انتظار کے بعد ہی ہوشواری نامی شخص کی آواز سنائی دی۔ نہیں مادم، غلام حاضر ہے۔

”ہوشواری تم نے آج دوپہر کو ماسٹر کے کمرے میں ملائی محمود کو انجی طرح دیکھ لیا ہوگا۔“

”میں مادم، محکم دیکھیے۔“

”اس کی گولائی کرو۔ ابھی وہ بندہ کیس منٹ کے بعد میرے بنگلے سے نکلے گا۔ وہ جہاں بھی جائے۔ سامنے کی طرح اس کے پیچھے رہو۔ کوئی شک شبہ کی بات نہ ہو۔ فوراً اطلاع دینا۔“

یہ کہہ کر اس نے ریسپورڈر دیا۔ میں نے ہوشواری کے دے دیے کہ اپنے ذہن میں محفوظ کیا۔ اس کے خیالات پر غور کرنے کا موقع نہیں تھا۔ سونیا دایں آدھی تھی بلکہ اچھی تھی۔ اس نے مجھے مسکرا دیکھا۔ پھر ملازم سے کہا: صاحب کچلے ایک کپ کافی لے آؤ۔ یہ کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ پھر وہ بلاشک سرکاری کے متعلق مجھ سے بات کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ملازم کافی لے آیا۔ پندرہ منٹ کے بعد میں کافی مانی ختم کر کے اٹھ گیا۔ مجھے جانے کی اجازت دے۔ اب رات ملاقات ہوگی۔

سونیا نے کہا: ہڑل میں میرا انتظار کرنا۔ میں خود ہی آؤں گی اور انھیں اپنے ساتھ ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گی۔ میں نے صبح اس کا انتظار کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر بنگلے کے باہر آیا۔ پروج میں سونیا کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور نے میرے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار اشارت ہو کر ہڑل کی طرف روانہ ہو گئی۔ سونیا کو میں نے یہی کہا تھا کہ ہڑل جا رہا ہوں۔ اس لیے اس کا ڈرائیور مجھے وہاں بیٹھنے جا رہا تھا۔ جب میں اس بنگلے کے احاطے سے باہر نکلا تو میں نے دو رستوں کے کنارے ایک کار کھڑے ہوئے دیکھی۔ میں انام

بھی سیٹ پر بیٹھ کر ہوشواری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میرا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ ایک اجنبی تھا اور سب سے ماسٹر کی تعلیم میں بہت ہی ہوشیار اور چالاک بھی جانتا تھا۔ تعاقب کرنے کے فن سے اچھی طرح واقف تھا اور جس کے پیچھے پڑ جاتا تھا۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔

میں نے ہوشواری کو پھر ڈاکٹر ماسٹر موس ٹرونی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت تک وہ کھانے سے فارغ ہو گیا تھا اور اب ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر کافی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ کافی پینے کے بعد وہ ماسٹر ٹرونی کی طرف جائے گا اور وہاں سے ڈاکٹر کیس براؤ لے کر وکیلک میٹنگ کرنے والے مواد کی کاپی لے کر واپس آئے گا۔

دس منٹ بعد میں ہڑل تک پہنچ گیا۔ سونیا کا ڈرائیور مجھے وہاں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ میں نے کارڈ نمبر پر پہنچ کر اپنے کمرے کی چابی طلب کی۔ پھر وہاں رکھ پڑے ٹی فون کا ریسپورڈر تھا کہ ڈاکٹر کیس براؤ لے کر واپس آیا تھا۔ وہ میرا رابطہ قائم ہو گیا۔ ڈاکٹر نے ہی ریسپورڈر لیا تھا۔ میں نے اس سے کہا: ڈاکٹر میں بھٹا کر ایک ہمدرد دوست ہوں رہا ہوں۔ تم جن پریشانیوں میں مبتلا ہو۔ میں ابھی ایک گھنٹے کے اندر انھیں ان پریشانیوں سے نجات دلا سکتا ہوں۔ بھٹا کر ہی جو تعویذ میں اور ٹرونی ماسٹر موس ٹرونی کے پاس ہیں۔ وہ میں لاکر انھیں لے سکتا ہوں۔

ڈاکٹر نے پوچھا: تم کون ہو اور یہ سب باتیں کیسے جانتے ہو؟

میں نے کہا: جب میں وہ تعویذ لے کر آؤں گا تو پھر اپنے متعلق بتاؤں گا۔ تم مجھے ایک گھنٹے بعد کال مل سکتے ہو؟

”میں سامنے تو یاد دہانی کے لیے یہی کہہ رہا ہوں۔ میں ملاقات کر سکتا ہوں یا تم مناسب سمجھو تو میرے بنگلے میں آ جاؤ۔“

”میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ تم ایسے گھر میں ملاقات کروں۔ تم کسی پارک کا نام بتاؤ۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔“

”میں دس بجے سے سوا دس بجے تک پارک الونو کے آؤں۔ ریسپونڈ میں بیٹھا رہوں گا۔ تم وہاں ملاقات کر سکتے ہو۔“

میں نے ریسپورڈر کھ کر ہوشواری کے دماغ میں دیکھا۔ وہ اپنی کار سے آ کر ہڑل میں داخل ہوا۔ میں کلاؤٹر کے پاس سے چلتا ہوا لفٹ کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔

جب میں لفٹ کے اندر گیا اور لفٹ اوپر کی طرف جانے لگی تو میں نے ہوشواری کے دماغ میں پھر جھانک کر دیکھا۔ وہ کلاؤٹر کیپر سے پوچھ رہا تھا: ”ابھی ہوسا فوٹو قادی محمود یہاں سے گیا ہے۔ وہ کس کمرے میں ہے؟“

کلاؤٹر کیپر نے اسے کہہ کر نمبر بتایا اور یہ بھی بتایا کہ میں ابھی اس کمرے کی چابی لے کر گیا ہوں۔ ہوشواری کلاؤٹر سے ہٹ کر لفٹ کے دروازے کے سامنے اٹھ کر ہوا گیا اور لفٹ کا انتظار کرنے لگا۔ اس وقت تک میں گوب پوچھ گیا تھا اور اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ کھانے کے بعد میں نے ہوشواری کے دماغ پر ناہیض ہو کر کمرے کے بند کر دیا۔ وہاں شروع کیا۔ میں کوہ ٹرونی میں تھا اور اس کے دماغ میں یہ ابھی پید کر رہا تھا کہ میں کوہ ٹرونی میں ہوں۔ اکتیس میں ہوں یا ستاس میں ہوں۔ دماغ میں کسے ایک قطار میں تھے اور اس قطار کے کسی ایک کسے متعلق اب یہ سوچنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا کہ میں کس نمبر میں ہوں۔ پھر میں نے یہ فیصلہ دلائے کی کوشش کی کہ طاق محمود کھڑا تھا نہیں میں ہے۔

وہ اوپر آ چکا تھا اور اب ایسی نظار میں تھی ایک کمرے کی طرف جاتا تھا اور ابھی دوسرے کے پاس سے گزر کر تیسرے تک پہنچ جاتا تھا۔ پھر وہ اٹھائیس نمبر کے دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں اس کے دماغ میں یہی بات جانتا تھا چاہے وہ کلاؤٹر قادی محمود ہی کمرے میں ہے۔

ایک بار اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ پھر پہنچے جا کر کلاؤٹر کیپر سے مزید معلوم کرے لیکن میں نے اسے جانے نہیں دیا بلکہ اس کی سوچ میں یہ بات بھائی کہ کلاؤٹر کیپر نے یہی نمبر بتایا تھا۔ ہنتر ہے کہ میں اس دروازے سے کان لگا کر سنوں کہ اندر کسی قسم کی آہٹ سنائی دیتی ہے یا نہیں۔

اس سوچ کے ساتھ ہی وہ دروازے سے جا کر گیا۔ پہلے اس نے اوپر اٹھ دیکھا۔ اس کا ریڈیو میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے مٹھن ہو کر اپنے کان اس دروازے سے لگا دیے۔ اسی وقت میں نے ہولے سے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور دیکھا کہ وہاں ہوشواری کے دماغ پر ناہیض رہا۔ تاکہ میری آہٹ سن کر مجھے نہ سمجھے۔ میں نے وہ دوازے کو آہستہ سے بند کر دیا۔ اس کا دماغ ہوشواری متھی میں تھا اور میں نے قدموں سے چلتا ہوا لفٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ایک کوریدر میں مڑنے کے بعد میں لفٹ کے

سائے پہنچ گیا۔ چہرہ جب لغت اوپر آئی تو میں اس میں داخل ہو گیا۔ اس میں داخل ہوتے ہی میں نے ہوشو لکھ لے کر کو آواز چھوڑ دیا۔

اس نے چونک کر سوچا۔ میں ابھی تک اس دروازے سے کھول گیا ہوا ہوں۔ آخر کب تک آہستہ آہستہ ہوں گا۔ اندر سے کھلی کے چلنے پھرنے کی آواز تو آ رہی ہے لیکن وہ طاق ہی ہے۔ اس بات کی تصدیق کیلئے کی جائے؟

یہ سوچتے ہوئے وہ پیچھے ہٹ گیا اور دوسرے کمرے کو دیکھ لگا سوچنے لگا کہ اسے اسی جگہ کھڑے رہنا چاہیے جب کوئی بڑیاں سے گزرتے گا تو اس کے ذریعے تصدیق کی جائے گی کہ طاق محمود کا کمرہ کون سا ہے۔

اس وقت تک میں لغت کے ذریعے نیچے پہنچ گیا تھا اور ایک جھگڑا کر دود سے گھونٹ کر پھر دیکھ رہا تھا۔ جب وہ کسی کام سے گاؤں سے ہٹا اور کوئی قرن آئینہ کرنے لگا تو میں تیزی سے گاؤں کے سامنے سے گزرتا ہوا اور گاؤں کے کپڑوں کی لٹوں سے چٹا ہوا ہونٹوں کے باہر گیا۔

فٹ ہاتھ کے ساتھ ہی ایک بیچی کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے سے منع کیا کہ وہ بیٹھے ماسٹر ٹاور کی طرف لے جائے۔ بیچی اشارت ہوئی اور پھر تیزی سے میری منزل کی طرف جانے لگی۔ ہوشو اسی کو روبرو میں تینوں دروازوں کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور تینوں دروازوں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ ابھی تک کوئی بڑیا وہاں نہ گزری تھی۔ اسی لیے اس نے کمرہ نمبر کی تصدیق نہیں کر سکی تھی۔

میں ماسٹر مونس ٹروٹی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ماسٹر ٹاور کی حالت میں پہنچ گیا تھا اور اس وقت ریکارڈ روم کی طرف جا رہا تھا۔ میں صبح وقت پر اس کے تعاقب میں چل رہا تھا۔ دوسری طرف ہوشو کو ریدر سے کل کر لغت کی طرف آ گیا تھا۔ وہاں اس نے لغت میں سے معلوم کیا کہ اس کی ڈوٹی کب تک ہے۔ اس نے بتا دیا کہ ابھی آٹھ بجے تک بولیں گے۔ ہوشو نے اسے دس ڈالر دیتے ہوئے پوچھا۔ تم اسے ایٹائی مسافر کو بچاتے ہو جس کا کام طاق محمود ہے؟

لغت میں نے سر ہلا کر کہا۔ "جی ہاں جناب" وہ کمرہ نمبر تلاش میں ہے۔

ٹھیک۔ میں کمرہ بھول رہا تھا۔ بہر حال میں نیچے جا رہا ہوں۔ جب بھی وہ کمرے سے باہر آئے یا لغت کے ذریعے نیچے جائے تو تم مجھے باہر اس آکر بتا دینا۔ میں اس کے گاؤں سے پھر بیٹھا رہوں گا۔

یہ کہہ کر وہ لغت کے ذریعے نیچے آ گیا۔ اب کا کاؤنڈر بھی قریب ہی تھا۔ وہاں بیٹھ کر لغت کے دروازے کو دیکھا جا سکتا تھا۔ ہوشو مطمئن ہو کر وہاں بیٹھ گیا اور اپنے ہوشی کا آرڈر دینے لگا۔ ہوشو کے ساتھ اگر تالیاں لگائیں گے تو ضرورت نہ ہوتی تو میں تلپی پستی کے ذریعے کھانا اسے نقصان پہنچا چکا ہوتا۔ اس کی کار کو کسی دھت سے بھرا دیتا کسی فٹ ہاتھ پر چڑھا کر اس کا ڈیڑی کو کسی دکان کے اندر لگھا دیتا یا ہوشو کو دماغی طور پر شریک کر کے اس کو راستے سے جھنکا دیتا لیکن ان حالات میں جب وہ سونیا کے سامنے پہنچ کر پورٹ دیتا تو سونیا کو معلوم ہوا کہ اگر وہ اسے ٹلپی بیچی کے ذریعے ہوشو کو راستے سے جھنکا دے۔ پھر اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ فردا نے طاق محمود کی حمایت میں ایسی حرکت کیوں کی، جبکہ وہ سرکاری کے خلاف نہیں ہے؟

یہی سب کچھ سوچ کر میں ہوشو کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا تھا۔ ماسٹر ٹاور کے قریب پہنچ کر ڈائینٹوں کے گاؤں روک دی۔ پھر میں نے اس کے کما۔ تھوڑی دیر بیاں گاڑی رک کے درجہ۔ مجھے ایک شخص کا انتظار ہے۔

پھر میں ماسٹر مونس ٹروٹی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ آٹھویں منزل سے واپس آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل اور ایک لفافہ تھا۔ فائل میں کچھ کاغذات تھے جو ڈائریکٹر کی براؤں سے تعلق رکھتے تھے اور لفافے میں اس کی تصویریں اور ایک ٹیگ تھی۔ وہ ان چیزیں کو ایک بریف کیس میں رکھنے کے بعد واپس آ رہا تھا۔ جب وہ پیچھے پہنچ گیا اور اس عمارت سے باہر سڑک پر اپنی کار کی طرف جانے لگا تو میں نے اسے اپنی ٹیکسی کی طرف بٹھا دیا۔ اب وہ میری ٹیکسی کی طرف آ رہا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ کی کونکلی کے نشیے کو نیچے کر دیا تھا۔ وہ کھوکھلی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ہاتھ پر بٹھا کر بریف کیس میں میری طرف کیا۔ میں نے بریف کیس لے کر ڈائینٹوں سے کہا۔ "اب چلو۔"

یہ کہتے ہی ڈائینٹوں نے گاؤں کی اشارت کی اور اسے اس کے بٹھا دیا۔ وہ جلد لے جیک میں نے ڈائینٹوں سے چلو کہا تھا تو اتنی دیر کے لیے میں نے مونس ٹروٹی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا وہ چونک کر اور لوکھا کر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اس ٹیکسی کو دیکھ رہا تھا جو ان کی آن میں اس کے سامنے اشارت ہو کر اس کے بڑھ گئی تھی۔ اتنی دیر میں میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا ماس کے بعد میں نے

اسے سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔ اب وہ میری مرضی کے مطابق چلتا ہوا اپنی کار کے پاس جا رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اسٹیزنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

میں وہ بیٹھا رہا۔ اسے کار اشارت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ گاؤں کی اشارت کرے اور اپنے ہوشو دوسرا میں رہ کر بریف کیس کے متعلق سوچے۔ پھر اسے خیال آئے کہ اس نے چشم زدن میں ایک ٹیکسی کو اپنے سامنے اشارت ہو کر آگے بڑھتے دیکھا تھا۔ نمبر تو اس نے نوٹ نہیں کیا ہو گا لیکن ہو سکتا ہے کہ کسی طرح وہ اس ٹیکسی تک پہنچ جائے جس میں میں بیٹھا ہوں تھا اس لیے میں نے ماسٹر مونس ٹروٹی کو اس کی کار اشارت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

پھر ٹیکسی ڈائینٹوں کی آواز نے چونکا دیا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ جناب اب کدھر جانا ہے؟

میں نے مونس ٹروٹی کو کھجور کر ڈائینٹوں کو پالک الوٹوں کی طرف جانے کے لیے کہا۔ ٹھیک بندہ منٹ بعد۔ میں پارک کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ اس پارک میں ایک اوپن ریسٹورن تھا۔ میں جب وہاں پہنچا تو دس بج کر دس منٹ ہو چکے تھے اور ڈائینٹوں کی براؤں نے وہاں سے اٹھ کر جانے ہی والا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ چونک گیا۔ میں نے سکرکر کہا۔ "نورنگو۔" میں نے ہی تجھیں فون کیا تھا۔ یہ دیکھو بریف کیس۔ اس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جو تمہاری پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تجھیں سب کچھ دکھا دیتا ہوں۔"

میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے ماسٹر مونس ٹروٹی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے بریف کیس کے تالے کا غیر معلوم کیا۔ پھر اچھی بیڑوں کی ترتیب سے میں نے اس بریف کیس کو کھول لیا۔ لو ڈاکٹر اب ایک چیز کو بچھو۔ تمام چیزیں یہاں موجود ہیں۔"

وہ جلدی سے بریف کیس کو اپنے قریب کھسکا کر اس میں سے لفافہ نکالنے کے بعد تصویریں نکال رہا تھا۔ بھینپ بھینپ کر کبھی میری طرف دیکھ رہا تھا اور کبھی تصویریں کو دیکھ رہا تھا اور ایک ایک ٹیگ پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ پھر اس نے فائل کو کھول کر دیکھا۔ آفریڈی مسٹر مطمئن ہو کر تمام چیزیں بریف کیس میں رکھنے کے بعد بولا۔

"دوست تم کون ہو اور میری مدد کیوں کر رہے ہو؟"

"میں نے مسکرا کر کہا۔ آپ کیسا سوال کر رہے ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ میں طاق محمود ہوں۔"

"یہ تو جانتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ طاق محمود کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے اور میری مدد کیوں کر رہا ہے؟"

"اس لیے کہ میں بھی تمہاری مدد کا محتاج ہوں۔"

ڈاکٹر نے اپنا ہاتھ پرٹھا کر میرے ہاتھ پر رکھنے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔ بولو، کیسا چاہتے ہو؟"

ڈاکٹر میں پہلے ہی ایک بار پلاٹک سرجری کر چکا ہوں میں درمیل دی فرما رہا ہوں جس کا چہرہ آپ بنانے والے ہیں۔ دشمنوں سے چھپنے کے لیے میں نے پلاٹک سرجری کا سہارا لیا تھا۔ سوچتا ہوں۔ سرجری کے دوران جب آپ معلوم کر گئے کہ ایک بار پہلے ہی سرجری ہو چکی ہے تو یہ بات آپ سونیا کو اور ماسٹر مونس ٹروٹی کو بتاؤ گے اور یہی میں نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ انھیں اس بات سے بے خبر رکھیں۔"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "بس اتنی سی بات ہے۔ اب تو میں تمہارے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں اور کچھ بولو کوئی اور حکم دو۔"

"بس مجھے کچھ اور نہیں چاہیے۔ معنی جلدی ہو سکے۔ پلاٹک سرجری کرنے کے ذریعے براہِ مہر مجھے تو بچا دے اور مونس کر اس ہوشو قسم میں رکھیں کہ آپ نے فرادگی ایک ڈیڑی اُن کے حوالے کی ہے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔"

ڈاکٹر اب آپ بیاں سے بریف کیس لے کر پہلے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ وہاں اس بریف کیس کو خافت سے دیکھ دیں۔ اس کے بعد آپ مونس ٹروٹی کے پاس جا کر تصویریں اور ٹیگ کا مطالعہ کریں۔ ظاہر ہے کہ اب وہ نہیں بے سکے گا۔ پہلے بتائے گا۔ آپ زیادہ مدد نہ کریں۔ وہ کچھ بھی کہے گا۔ اس کی بات مان کر آپ اس بات کا شہدہ نہ ہونے پائے کہ علاج رکھیں اُن لوگوں کو اس بات کا شہدہ نہ ہونے پائے کہ یہ ساری چیزیں آپ تک پہنچ گئی ہیں۔ ورنہ وہ آپ کے دشمن بن جائیں گے اور آپ کو دوسری طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے اس سے رخصتی معاف کر لیا۔ پھر اس اوپن ریسٹورن سے باہر آ کر ایک ٹیکسی والے کو روک کر اندر چلی

سیٹ پر بیٹھ کر بول کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب پرستار تھا کہ میں بول کے کمرے میں کیسے پہنچوں یعنی ایسے پہنچنا تھا کہ ہوشیار بنے نہ دیکھ سکے۔ ایک ہوشیار کی بات ہوتی تو میں اسے پھرتے دیتا لیکن وہ لغت میں کو بھی مجھ پر نظر رکھنے کے لیے کہہ گیا تھا۔

تیسری بات یہ کہ کاؤنٹر پر بھی کھڑے دیکھ سکتا تھا اور جیرانی کا اخبار کر سکتا تھا کہ میں کس وقت باہر گیا تھا کلاب واپس آ رہا ہوں۔

میں نے باری باری تینوں کے داغوں میں بھاگتے شروع کیا۔ ہوشیار باہر میں پہنچا پیٹے میں مصروف تھا اور کبھی کبھی وہ لغت کے دروازے کی طرف دیکھ لیتا تھا کاؤنٹر پر اپنی جگہ موجود نہیں تھا۔ اس کی سوچ کے ذریعے بہتر چلا کہ اس کی ڈیوٹی بدل گئی ہے کاؤنٹر پر اب ایک لڑکی ڈیوٹی کے لیے آگئی ہے۔ لغت میں بدستور اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔ میں نے سوچ لیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ لڑکی مجھے باہر سے آتے ہوئے دیکھے۔ میں کاؤنٹر کی طرف جانے کے بجائے بار کی طرف جا سکتا تھا اور بار کی طرف سے ہو کر لغت کے دروازے تک پہنچ سکتا تھا۔ اس کے لیے مجھے صرف ہوشیار اور لغت میں کام کرنا تھا یعنی کاؤنٹر پر کسی طرف سے اب کوئی غرضہ نہیں تھا۔

جب ایک سی بول کے سامنے لڑکی تو میں نے اسے کراہ دے کر نصیحت کر دیا۔ بول کے دروازے پر آکر میں نے دروازہ پر کے لیے رک کر سوچا۔ کاؤنٹر کی طرف دیکھا وہاں ایک خوب صورت سی لڑکی فون پر کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ میں دروازے سے ہی دوسری طرف گھوم کر باہر میں پہنچ گیا۔ وہاں ہوشیار بیٹھا ہوا بی رہا تھا بیٹھت بیری طرف تھی اور وہ مجھے کبھی لغت کی طرف دیکھتا تھا۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ جب اس کا گلاس خالی ہو گیا تو میں نے اس کے داغ پر تھاپا بعض ہو کر اسے اس بات کا موقع نہیں دیا کہ وہ دیر کو آواز سے کمرزید شرب منگا سکے بلکہ مزید پینے کے لیے میں نے اسے اس میز پر سے اٹھا دیا۔ وہ خود مشرب لانے کے لیے بار کاؤنٹر کی طرف جانے لگا جب وہ اس کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا کہ وہاں میری سے چلتا ہوا لغت کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اسی وقت لغت بیچنے آئی تھی اور اس کا دروازہ کھلا تھا۔ میں لغت کے اندر داخل ہو گیا۔

لغت میں مجھے جیرانی سے دیکھ رہا تھا کہ میں کب

باہر گیا تھا۔ یہی سوال اس نے مجھ سے کیا۔ میں نے کہا۔ "میں اس وقت گیا تھا جب تم ڈیوٹی پر نہیں آئے تھے شاید میرے باہر جانے ہی تم ڈیوٹی پر آئے ہو۔" اس نے تائید میں سر ہلاتا تو میں نے اپنی جیب سے دس دس ڈالر کے پانچ نوٹ نکالے اور اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "اسے رکھ لو اور میرا ایک کام کرو جب وہ جا پانی آدمی یا کوئی بھی شخص تم سے پوچھے کہ میں اپنے کمرے سے باہر نکلا تھا یا اس لغت میں آیا تھا تو تم صاف انکار کر دینا اور یہ کہہ دینا کہ تم نے مجھے دیکھا ہی نہیں۔"

اس نے جیسا اس ڈالر لیتے ہوئے خوش ہو کر کہا۔ "جناب آپ اطمینان رکھیں۔ میں کسی سے آپ کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

لغت میں نے وعدہ کیا۔ لغت اوپر پہنچ چکی تھی۔ میں مطمئن ہو کر باہر گیا۔ پھر کورڈیڈر سے گزرتے ہوئے کمرے قریب سٹالس کا دروازہ کھول کر اندر پہنچنے کے بعد دروازے کو بند کر دیا۔

اس کے بعد میں نے اطمینان کی ایک گری سانس لی۔ بستر پر آکر چاروں شانے میں جوت گر پڑا۔ تنگے ہوئے ہڈیوں میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور جدت کو گھوٹا مارا۔ اس وقت میں نے خیال غواہی نہیں کی۔ داغ کو کسی طرح بھی استعمال نہیں کیا۔ باطل پر سکون پڑا رہا۔ پھر تقریباً پانچ منٹ کے بعد میں نے جوتے اتارے۔ لباس تبدیل کیا اور سوٹ سلگا کر ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا اور مرس ٹروٹی کی خبر لینے لگا۔ وہ سخت پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ برلیف کیس کماں چلا گیا۔ کیسے چلا گیا۔ وہ واپس آٹھویں منزل پر گیا تھا۔ ریکارڈ روم میں جا کر ریکارڈ کیمرے سے بھی دریافت کیا تھا۔ کیا میں بیان سے برلیف کیس میں ڈاکٹر میکی براؤن کے کارکنارٹے کر گیا تھا؟

ریکارڈ کیمرے نے تصدیق کی اور کہا کہ وہ بیان سے تمام ریکارڈ لے جا چکا ہے۔ مرس ٹروٹی کا داغ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ وہ کارڈ روم پر گئے اور اسے سونپا تاکہ پہنچائے۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا اور اس برلیف کیس کے متعلق گری پیڈ کی سے سوچ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں ایک ہی بات آ رہی تھی کہ جو کچھ میرا ہوشیاری جینیٹی کی وجہ سے ہوا۔ وہ اس کے ہاتھ کا برلیف کیس اس کی ڈاکٹر میکی غائب نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اس وقت پورے ہوشیار حواس میں تھا۔ باہر آنے کے بعد جب وہ کورڈیڈر پر گڑھا

تھا۔ اسی وقت وہ گم ہو گیا تھا اور ہوش اس وقت آیا تھا جب کہ ایک منجی اس کے سامنے سے اشارت ہو کر آگے بڑھ رہی تھی۔ پھر اس کے ہوش گم ہو گئے تھے۔ اسے قہقہے کا نیا پیچھے کے ذریعے وہ برلیف کیس غائب کیا گیا تھا۔

جب میں مرس ٹروٹی کے داغ میں پہنچا تو اس وقت وہ سونپا کے بل پر پہنچ چکا تھا اور اسے پوری رد و آواز رہا تھا۔ سونپا نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "بے شک یہ حرکت فرار کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ آج وہ دوسرے پلے مجھ سے باقی رابطہ قائم کرنے کے بعد چلیج کر رہا تھا کہ ہم طاقتی حمود کو فرار دی تھی تاہم اس سے کوئی غلط کام نہیں لے سکیں گے۔" مرس ٹروٹی نے کہا۔ "یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ فرار دینے اس برلیف کیس کو میرے پاس سے کیسے غائب کیا ہو گا۔ کسی کو تو اس نے اپنا آلہ کار بنایا ہو گا؟"

سونپا نے سر ہلاتا کر کہا۔ "ہاں یہ سوچنے کی بات ہے۔ وہ کسی کو آلہ کار بنائے بغیر یہی نتیجہ سے کام نہیں لے سکتا تھا پھر اس نے کس کو آلہ کار بنایا ہو گا؟"

مرس ٹروٹی نے چونک کر کہا کہ وہ طاقتی حمود کو اپنا آلہ کار بناسکتا ہے؟ وہ ہے کہاں؟ وہ تو مجھے اسے ساتھ بیان دات کو اسی بیٹنگ میں لےنے والا تھا؟

"نہیں۔ وہ ارادہ کر کے بول چلا گیا تھا لیکن میں نے ہوشیار جیسے ذہین اور جالاک آدمی کو طاقتی حمود کے پیچھے لگا دیا۔ وہ اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دے گا۔" میں نے اسے تاکید کی تھی کہ درجی شبہ کی بات ہو یا یہ ذرا پرے کے لیے بھی نظروں سے اوجھل ہو یا بول کے کمرے سے نکل کر باہر جانے تو مجھے فوراً اطلاع دی جائے اور میں کھینچتی رہا۔ اب تک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے۔ طاقتی حمود نے اپنی اپنے بول کے کمرے میں ہو گا۔ اس لیے ہوشیار نے مجھے اسے اطلاع نہیں دی ہے۔

"مادم پریڈرل نہیں ماننا۔ یہ نہیں کیا بات ہے کیوں ہم بول میں پہنچ کر طاقتی حمود کو چک کر لیں اور یہی دیکھ لیں کہ ہوشیار صبح طور سے اپنی ڈیوٹی پر ہے یا نہیں؟"

سونپا نے کہا۔ "چلو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کلاب ڈاکٹر میکی چاہوں گی کہ طاقتی حمود بول میں نہ ہے۔ فرار کرنے کے ذریعے شروع کر دی ہیں جو سکتا ہے کہ اگر ابھی اس نے فرار ہو کر لوکا پناہ گاہ کر نہیں جاتا ہو تو آئندہ بنا شروع کر دے۔ وہ دونوں میری طرف آ رہے تھے کلاب میں پہنچ کر بول قریب پہنچنے کے دوران سونپا نے اس بات کی تصدیق کی کہ

میں اسی طرف موجود ہوں۔ کیونکہ اسے میری بول رہی تھی۔ بول کے سامنے پہنچ کر اس نے کہا۔ طاقتی حمود ہے کیونکہ میں اس کی جڑ پادہ میں ہوں۔ اسی طرح وہ تعین کرتی ہوئی کاؤنٹر پر آئی۔ وہاں ہوشیار سے سامنا ہوا۔ اس نے تباہا "طاقتی حمود اپنے کمرے میں موجود ہے اور جسے وہ اندر گیا ہے۔ باہر نہیں آیا ہے۔ میں برابر بیان بیٹھا ہوا ٹھکانی کو دہریوں اور میں نے لغت میں کو بھی رشوت دی ہے کہ وہ اس کے متعلق اطلاع نہ دے۔"

سونپا اس کی باتیں سن کر ہوشیار اور ماسٹر ٹروٹی کے ساتھ لغت میں داخل ہوئی۔ جب لغت اوپر چلنے لگی تو سونپا نے لغت میں سے میرے متعلق پوچھا۔ اس نے انجان بن کر کہا کہ طاقتی حمود کو اس نے اس وقت سے نہیں دیکھا ہے جب ماسٹر ہوشیار نے اسے طاقتی حمود کے متعلق اطلاع فراہم کرنے کے لیے کہا تھا۔

وہ لوگ لغت سے باہر کر کورڈیڈر میں پہنچے۔ پھر وہاں سے سٹالس زمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ کر دستک دینے لگے۔ میں اس وقت بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ آنکھ کر میں نے دروازے کے قریب پہنچتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے؟"

دوسری طرف سے سونپا نے کہا۔ "سونپا۔" میں نے دروازے کو کھول دیا۔ وہ تینوں اندر آ گئے۔ سونپا گری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی میرے سر پا کا جانز لے رہی تھی۔ کمرے میں بکھری ہوئی چیزوں کو دیکھ رہی تھی پھر وہ مطمئن ہو کر بولی۔ "میں تمہیں لینے آئی ہوں۔" میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے تم نے تو کہا تھا کہ میں یہ رات بول میں گزار سکتا ہوں؟

"ہاں میں نے کہا تھا لیکن فرار دیکھو شرا میں کر رہا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں بیان نقصان پہنچائے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور اپنی نگاہوں کے سامنے رکھوں گی۔" میں گری پر بیٹھ کر بڑبڑانے لگا۔ "کیا نصیبت ہے میں جسے بیان آیا ہوں تم میرے پیچھے پوچھتی ہو۔ پلے مجھے فرار دیجیے۔ اب طاقتی حمود تسلیم کیا ہے کہ طاقتی حمود میں نہیں لینے دے گا۔ اب باہر سے مجھے اپنے بیٹنگ میں لے جانا چاہی ہو۔ پلو میری قیمت میں جھگڑنا ہی ہے تو میں رات کو بھی تمہارے ساتھ جھگڑتا رہوں گا۔" میں گری سے اٹھ گیا۔ پھر بڑبڑانے ہوئے اپنے مکان کو بیگ میں لٹکھنے لگا۔ اس کے بعد ہاتھ روم میں جا کر لباس تبدیل کیا پھر ٹیڈی ویرل میں سامی کو گردوں کے کران کے ساتھ

ہوں سے باہر آتے وقت میں نے سونیا سے پوچھا۔ آخر مجھے جو معلوم ہو کر فراد نے ایسی کن سی ضرورت کی ہے کہ تم مجھے اپنی تباہی میں رکھنے کے لیے مجہادی ہو؟
 کلا کی پھلپی سیٹ پر بیٹھنے کے بعد سونیا نے مجھے بتایا کہ موس ٹروٹی کا برفلیف کیس کیے غائب ہو گیا ہے اور اس برفلیف کیس میں کیا موجود تھا۔ یہ تمام باتیں بتانے کے بعد سونیا نے مجھ سے کہا کہ میں تمہاری ذہانت کا امتحان لینا چاہتی ہوں تم اپنی طرف سے سوچ کر بتاؤ کہ فراد نے کس کے ذہیلے وہ برفلیف کیس غائب کیا ہو گا اور اس برفلیف کیس کو کہاں پہنچا یا ہو گا؟

میں نے کہا کہ سیدھی سی بات ہے۔ اس برفلیف کیس میں جو کچھ بھی تھا اس کا تعلق ڈاکٹر میکسی براؤڈے سے ہے۔ وہ سارا سامان یہی براؤڈے کے پاس پہنچا یا ہو گا اور اگر لایا نہیں ہے تو فراد نے اسے ضائع کر دیا ہو گا۔ جلا کر لاکھ کر ڈالا ہو گا۔ مگر نہ بے باس نہ بچے باسری۔ وہ کم لوگوں کو یہی براؤڈے کی طرف سے کر دے کر چکا ہے۔
 اتنی سی بات تو میں بھی سمجھ سکتی ہوں لیکن جو اہم سوال ہے وہ یہ کہ فراد نے کس کو اپنا آلہ کار بنا کر اس برفلیف کیس کو غائب کیا ہے؟

ماسٹروس ٹروٹی نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس کار کو دیکھ کر بولے کہ ماہم، میں ابھی اپنے بیٹلے میں فون کر کے معلوم کر رہا ہوں کہ ڈاکٹر میکسی براؤڈے وہاں آیا ہے یا نہیں؟ یہ کہہ کر وہ ٹیلی فون بوتھ کے اندر گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد واپس آکر براؤڈے کے ملازم نے بتایا ہے کہ ڈاکٹر میکسی ڈرامنگ روم میں بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا ہے۔ میں نے ملازم سے کہہ دیا ہے کہ اسے بتائے کہ میں تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔

ماسٹروس ٹروٹی نے سونیا کے بیٹلے کے سامنے گاڑی کر رکھ کر کہا کہ ماہم، آپ اپنے بیٹلے میں رہیں۔ میں اپنے بیٹلے میں جا کر ڈاکٹر سے باتیں کرنا رہوں جو کچھ بھی اس کی باتوں کا نتیجہ ملے گا اس سے میں آپ کو آگاہ کروں گا۔
 میں اور سونیا گاڑی سے اترے تو سونیا نے کہا کہ فراد نے آگے بڑھ گیا۔ ہم بیٹلے میں آئے تو سونیا نے کہا کہ فراد نے اس جیک ہیگ کے مواد کو بالکل ہی تباہ کر دیا ہے یا کسی گٹر میں چھو کر دیا ہے۔ وہ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے میری کچھ باتیں سنیں۔ آتا تو وہ میرے پیچھے کیوں بڑھ گیا ہے؟
 میں نے آرتھی سے کہا کہ وہ دل سے مجبور ہو گا۔

وہ بیک کر بولی؟ کیا کام ہے؟

میرا مطلب ہے کہ جب وہ دیکھی حالت میں ہوتا تھا تو میں نہیں چھوڑتا تھا۔ تو قیامتاً مجھے محبت کرتا ہے اور میں چاہتا تھا کہ اس قسم کے قتل کا کام کر دے۔ جی پوچھ تو میرا دل نہیں چاہتا ہے کہ میں ایسا کروں۔ میں ایک دولت کا لالہ ہوں۔ میں کی وجہ سے پاکستان سے پیرک آیا اور یہاں تھا۔ یہاں میں بچس گیا۔

ابھی کہاں بیٹھے ہو۔ ابھی تو انا ہے۔ آگے آگے دیکھنا چاہتا ہے کیا؟
 وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئی۔ چھوٹی سی یہ تھا کہ وہ یہاں تم رات گزار دے اور اس دروازے کو میں باہر لاک کر دوں گی تاکہ تم باہر جاسکو تو فراد کسی کو آلہ کار بنا کر یہاں لٹھائے کمرے میں پہنچ سکے۔

تم باہر سے کیا لاک کر گئی۔ میں دروازے کو خود ہی اندر سے بند کھوں گا تاکہ کوئی صبح تک کمرے میں نہ آئے۔
 میں تم دروازے کو اندر سے بند کرنا۔ میں رات کو کسی وقت بھی یہ دیکھنے آؤں گی کہ تم کمرے میں موجود ہو یا نہیں۔ تم میرے کمرے میں رات کو کس وقت آؤ گی کیا؟

ہے۔ کیا ارادہ ہے؟
 وہ گھور کر بولی تو بکواس مت کرو۔ میں اپنے معاملات کو سمجھتی ہوں۔ جاؤ اندر چلے جاؤ۔ میں دروازہ بند کروں گی۔ میں اپنا بیک اٹھائے اندر گیا تو اس نے دروازے کو بند کیا۔ پھر میں نے لاک کرنے کی آواز سنی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے چلتے گئی۔ میں کمرے میں پہنچنے کے بعد بیک کو ایک طرف رکھ کر بنگ بک پوچھ گیا کہ سامی اپنی عادت کے مطابق کمرے میں گھوم کر اس ماحول کا جائزہ لینے لگی۔ میں نے آرام سے بیٹھنے آئے اور لباس تبدیل کرنے کے دوران سونیا کے دماغ کو ٹرنل شروع کیا۔

اس کے دماغ سے کچھ نئی معلومات حاصل ہوئیں۔ وہ معلومات یہ تھیں کہ جس کمرے میں میں بیٹھا ہوا تھا وہاں ایک ایسا آلہ تھا جہاں کہ جس کے ذریعہ فی دی اسکرین پر مجھے دیکھا جاسکتا تھا اور وہ دوسرا کہ سونیا کی خواب گاہ تھی۔ اس کے علاوہ سونیا نے اپنے لیے ایسے حفاظتی انتظامات کیے تھے کہ رات کے وقت کوئی اس کے بیٹلے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ دروازے اور کھڑکیوں پر کچھ ایسا مکیٹیم تھا کہ اس کے قریب آتے ہی چاروں طرف خطے کی گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں۔ مزید یہ کہ بیٹلے کے اعلیٰ میں رات کے وقت

خونخار کتے چھوڑ دیے جاتے تھے۔ یعنی تو میں باہر جاسکتا تھا اور نہ ہی کوئی دشمن سونیا کو نقصان پہنچانے کے لیے اندر آ سکتا تھا اور میں تو اس کا دشمن نہیں تھا لیکن وہ اب تک شاید مجھے سے مطمئن نہیں ہوئی تھی۔ اسی لیے مجھے ایسے کمرے میں سونے کے لیے بھیجا تھا جہاں سے میں اسے نظر آ سکتا تھا اور وہ مجھے فی دی کے اسکرین پر جس وقت چاہتی بچتی تھی۔ اس وقت وہ ایک ایڑی سپر پر بیٹھی ہوئی تھی اس کی نگاہیں فی دی کے اسکرین پر مجھے دیکھ رہی تھیں۔ دماغ اس فکری کر سلیج رہا تھا کہ وہ برفلیف کیس کیسے غائب ہو گیا۔ کیا واقعی فراد نے ایسا کیا ہے اور اگر فراد نے ایسا کیا ہے تو اسے اس برفلیف کیس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کیا وہ محض اسے پیشان کرنے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

اب اس سوچنے کے دوران اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میں تنہائی میں کیا کرتا ہوں۔ اگر میں خاموشی سے بیٹھا رہتا ہوں۔ مرقعہ میں جاتا ہوں یا انھیں بند کر کے کچھ سوچنے لگتا ہوں تو یہ شبہ کیا جاسکتا تھا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں اور میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ مجھے اس وقت خیال خوانی کی ضرورت تھی اور میں فراد کو سونیا کو چھوڑنا چاہتا تھا۔

میں نے تھوڑی دیر سامی سے دلچسپی لی۔ مسٹر ٹیل کے بچے کچھ انگریزی اور کچھ فرانسیسی دسلے اور اخبارات لکھے گئے تھے۔ میں نے ایک انگریزی رسالہ اٹھا یا۔ پھر کسی پر اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ پڑھنے کا تو محض ایک ہانہ تھا۔ میں تو اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچنے سوچنے کچھ نشان ہو کر مجھے دیکھنے لگی کیونکہ اسے توقع نہیں تھی کہ میں پڑھنا شروع کروں گا۔ اس طرح تو یہ صبح گھر سے پتہ آ گیا کہ رسالہ پڑھا جا رہا ہے یا خیال خوانی کی جارہی ہے۔ میں اس کے سامنے شہرے بالا تر نہیں تھا۔ کیونکہ اب آواز اور لہجہ میری آنکھیں اور میرے بدن کی رسائی پہنچ رہی تھی۔ ایسی ہیصں کہ وہ دیکھی حالت میں بھی میری اس سے مطمئن نہیں ہو سکتی تھی۔ جب بھی اسے آواز نہ ملتا تو وہ مجھے آواز نہ ملے کے لیے اور چھپ چھپ کر دیکھنے کی حرکتیں کرتی تھی کہ کسی طرح میں اسے راند کی گھنٹی ہوئی ناخوشیت کو بے نقاب کر سکے۔

میں نے بھجھا ہٹ کا مٹا ہوا کر کے سوتے رسالے کو مزید بنگ بنگ دیا۔ جیسے میرا دل نہ لگ رہا ہو اور تنہائی میں ابھی رہی نہ آ رہی ہو۔ میں نے جہاں سے لیتے ہوئے کرسی سے اٹھ کر

ادھر ادھر دیکھا تو بڑا سا ریکارڈر نظر آیا۔ میں اس کے پاس جا کر موسیقی کا کوئی اچھا سا ریکارڈ منتخب کرنے لگا۔ پھر میں نے بیٹریز پر ریکارڈ رکھ کر اسے آن کیا۔ کمرے کی محدود فضا میں موسیقی ابھرنے لگی۔ وہ موسیقی اتنی تیز تھی کہ دھن کرنے کے ہڈیوں کو اچانک تھکی۔ میں آہستہ آہستہ اسٹیپلے کے ڈانس کرنے لگا۔ ڈانس شروع کرتے ہی میں نے سونیا کو غائب کیا۔

”ہیلو سونیا کیس سوچ میں ہو؟“
 وہ چوہو کر سیدی بیٹھ گئی۔ فی دی کے اسکرین پر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا کہ میں تو اسے مخاطب نہیں کر رہا ہوں لیکن ایک ڈانس کرنے والا شخص ایسا نظر نہیں آ رہا تھا۔ لہذا وہ کمرے میں ڈانس کرنے میں مست ہو رہا تھا۔ دوسری طرف میں سے پھر پوچھا۔ اچھا تو تم اس اسکرین پر یہ دیکھ رہی ہو کہ وہ جو بند ناچ رہا ہے کیس وہی تیل خوانی نہ کر رہا ہو؟
 وہ بولی نہ غبار طارق کو بند نہ کرنا۔ وہی بند بہت جلد فراد ہونے والا ہے۔
 لیکن تم تو وقت سے پہلے ہی اسے فراد سمجھ کر دیکھ رہی ہو؟

ہاں۔ کیا تم طارق کے اندر ماکریہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس کے بدن کی تو قیامت سیسی ہے۔ اس کا دل و لہجہ اور اس کی آنکھیں بھی بالکل قسم سے مطابقت اور مشابہت رکھتی ہیں۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ مجھے بار بار اس پر شبہ ہوتا ہے۔ میں طارق کے اندر تھوڑی دیر میں چکا ہوں اور یہ تو جوتا ہے کہ وہ آدمیوں کے ہر سے ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہوں اور یہی اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ آدمیوں کی عادتیں بھی تقریباً ایک سیسی ہوتی ہیں لیکن لب لہجہ بھی ویسا ہی ہو۔ ان آنکھیں بھی ویسی ہی ہوں تو یہ واقعی جہاں کی بات ہے اور تمہارا شبہ اپنی جگہ درست ہے۔ تم نے میری ایک ڈھٹی تباہ کرنے کے لیے بہت ہی موزوں شخص کا انتخاب کیا ہے۔ بغیر و جیس نہم ایک دوسرے کے سامنے رہ کر۔
 تو کھفت گھر کریں۔

اس نے پوچھا۔ وہ کچھ طرح؟
 اس طرح کہ میں تمہارے اس بندے کے اندر سنا جا رہا ہوں اور یہ فراد بن کر تم سے باتیں کرے گا۔ وہ کھٹکھٹوں میں میں تم سے مخاطب ہوتا رہوں گا۔
 یہ کہتے ہی میں نے دھن کرنا بیکلخت ختم کر دیا اور ایک لمبے سے سلاکت ہو گیا۔ پھر مجھ میں گری بیکلخت طاری ہو گئی اور میں اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ہیلو سونیا۔

میں تھکے سامنے پہنچ گیا ہوں۔

یہ کہہ کر میں سکڑا۔ سوچا مجھے بڑی گری نظروں سے دیکھ رہی تھی اس کی نگاہیں فی وی کے اسکرین پر جمی ہوئی تھیں اور طاق محمود کے حیرت کو ٹھنڈی رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کیا منزل دی ہو۔ میں فرماؤں تم سے نہیں کر رہا ہوں۔ بھینس شہ ہے۔ اگر طاق محمود کے اندر فرما دیا جھپا ہوا ہے تو راب سچ سچ فرماؤ اس کے اندر لگیا ہے اور جب تم بیان مجھ سے ملے آؤ گی تو میں طاق محمود کے اندر سے نکل کر چلا جاؤں گا۔

”مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں تم سے ملنے آؤں۔ بڑی ضرورت ہے سوچتا ہوں اس سچی کو سمجھنا نہیں سکتی ہو کہ ماسٹر مونس ٹروٹی کے پاس سے وہ برلیٹ کیس کیسے غائب ہو گیا اور میں نے اسے کہاں پہنچا دیا ہے؟“

”مجھے وہ برلیٹ کیس چاہیے۔ اسے واپس کر دو۔“

”واپس کہاں سے کروں۔ اسے تو میں نے آگ لگا دی اور برلیٹ کیس کو ایک گٹر میں پھینک دیا ہے۔“

”وہ مجھے سے لولی۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں بھینس سمجھا رہی ہوں کہ یہ جی طرح وہ چیمبرل واپس کر دو۔ وہ ہمارے لیے بڑی اہم ہیں۔“

میں نے طنز پر انداز میں کہا۔ ”ہاں۔ بڑی اہم ہیں اس سوچا کے لیے جو فرماؤں کہ مجھ کو جی اور آج بھی ہے لیکن اس کا مزاج اور اس کی فطرت ایسے بدل گئی ہے کہ اب وہ مجھ کو زندہ کرنا چاہتا ہے۔ پہلے وہ انسانوں کی ہمدردی تھی۔ آج وہ ظالم ہو گئی ہے۔ اسے اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ جو ڈاکٹر پلاسٹک سرجری کے ذریعے عیب والے لوگوں کو بے عیب بنا دیتا ہے۔ ان کو شرمندگی سے بچاتا ہے۔ ہر جس کے نقصان دور کرنا ہے۔ ہاتھ پاؤں میں کوئی عیب ہو تو انھیں درست کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ انسانی خدات انجام دے رہا ہے۔ ایسے انسان کو تم مونس ٹروٹی کے ساتھ مل کر ایک ٹیل کر رہی تھیں یہ کہتے شرم کی بات ہے۔ اگر بھینس میرے شرم دلانے پر جی شرم نہ آئے تو میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔“

وہ لولی انسان لکنا ہی برا کہیں نہ ہو۔ اس کے اندر ایک اچھا انسان ضرور موجود ہوتا ہے۔ وہ اچھا انسان خود کو برے آدمی کو نظر نہیں آتا۔ اس کے اندر نہ تو تہہ نہ کہیں جھپا رہتا ہے لیکن میں اپنے اندر کی سوچا کو بچا جانتی ہوں۔ میں آج بھی وہی ہمدرد اور محبت کرنے والی عورت ہوں اور دوسروں کی خاطر جان پر کھیل جانا جانتی ہوں لیکن یہ جو مجھ جی ہمدرد

ہے اور جو راستہ میں نے بدل دیا ہے۔ اس کی ذمہ داری تم ماندہ ہوتی ہے۔“

”اپنی کڑا میوں اور اپنی غلطیوں کا الزام مجھ کو نہ دو۔ میں صبح کبہ رہی ہوں۔ اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو یا پھر ہمیشہ کے لیے میرے بدن جاؤ تو وہ دونوں سورتوں میں میں ابھی سپر ماسٹر کی تنظیم سے ملے ہو جاؤں۔ کوئی مجھ پر دیکھ کر کہتا کہ میں ان کی پابند رہوں۔“

”سوچنا میں آج بھی تمھارا ہوں۔“

”جو اس وقت کرو۔ بھینس جتنا میں پہچان سکتی ہوں تم کو کوئی عورت نہیں پہچان سکتی۔ تم مجھ کی کسی ایک عورت کے ہر کہہ نہیں سکتے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ مثلاً وہ ہے اور میں بھینس اتنی اچھی طرح جانتی ہوں کہ جتنی اچھی طرح شاید خود کو بھی نہیں پہچان سکتی۔“

”اچھا تو سپر ماسٹر کی تنظیم کو چھوڑنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ میں تمھارا پیچھا چھوڑ دوں۔“

”ہاں ساگر تم مجھ سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جاؤ مجھ سے دائمی رابطہ قائم نہ کرو تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں بائبل آئن تیار ہو کر آؤں گی اور ابھی تمھارے خیال کو اپنے دماغ میں نہیں آئے ہوں گی۔“

”دیکھو سوچنا یہ درست ہے کہ میں کبھی کسی ایک عورت کا دل نہیں رہ سکتا۔ اب تک کے مشاوتات اور تجربات یہی ہیں کہ جہاں جہاں میں پہنچتا ہوں۔ وہاں کسی عورت کی سے ملاقات ہوتی ہے۔ پھر پہلے اس سے ہمدردی ہوتی ہے پھر محبت ہوتی ہے۔ پھر تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور اس طرح میں ہر جہاں بنا جاتا ہوں۔“

”آج کل تو مزاجانہ تمھارے ساتھ ہے۔ کب تک اس کا ساتھ ہے گا۔“

”میرا نہ الگ ٹائپ کی لڑکی ہے۔ وہ ہم کی طرح بچنے والی نہیں ہے۔ بہت محتاط اور بہت ہی ضدی اور کٹھن ہے۔ مجھے مجبور کر رہی ہے کہ صرف دوست بن کر رہوں۔ جس نے سوچا ہے کہ میں اس کی تزویر کے مطابق عمل کر کے دیکھ لوں۔ تم مجھے راہ راست پر نہ لاسکیں ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ پر دے دے۔“

”میں کہتی ہوں کہ جس دن وہ بھینس مل جوائے گی اس دن تمھارے اندر کا ہر جہاں فرما دیا جائے گا۔ پھر ملنے لگے گا۔ ہر حال میں اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہی کیونکہ مجھے تمھاری ذات سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”دلچسپی تو لیتی ہو مگر ظاہر نہیں کرنا چاہتیں۔ یہ بھی بھول جاتی ہو کہ میں تمھارے لاشعور میں پہنچ کر تمھاری بھینس جو بی اس محبت کو بڑھ لیا ہوں جو میرے لیے اور صرف میرے لیے مخصوص ہے۔“

”ہاں۔ ایک غلط محبت ایک غلط جذبہ بھی انسان کے لاشعور میں چھپا ہوتا ہے جسے ہم بھینس کہتے ہیں۔ میں اس چھپی ہوئی محبت کو بھی ایک دن بھینس کر کے دوں گی اور یہ اسی وقت ہوگا کہ میں اپنا تک ہی کسی سے شادی کر لوں گی اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دوں گی تو پھر یہ کاشا بھی بھل جائے گا کہ میں ابھی تک تمھاری منتظر ہوں۔ وہ دن ایسا ہوگا جب ہمارے ہر قسم کے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔“

”ہمارے تعلقات بھی ختم نہیں ہو سکتے۔ آج رات میں تمھارے پاس آؤں گا۔“

”وہ جو تک اس اسکرین پر طاقن کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ ”ہاں ابھی میں تمھارے پاس پہنچوں گا اور صبح ہونے کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔“

وہ اندر سے تو ذرا لاسی تھی۔ ایک مسرت اس کے اندر دوڑتی لیکن اس نے اس خوشی کے جذبے کو بھینس کر کے غصہ دکھانے ہوئے کہا۔ ”غوردار۔ ایسی باتیں نہ کرنا تم پر ہنگامہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ میں بھینس تمھارے ایسے سخت اشتیاقات ہیں کہ تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے کیونکہ میرے چالنے میں آزادی سے گھومنے والے غوردار گئے تمھاری ٹیلی پیچی سے متاثر نہیں ہوں گے۔“

”تم چاہو تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر مجھے خوش آمدید کہہ سکتی ہو۔“

”تم کبھی ایسا نہیں کروں گی۔“

”تم یہ تو جانتی ہو کہ میں تم سے زیادہ ضدی ہوں اور جس بات کا ارادہ کر لیتا ہوں اسے پورا کر کے رہتا ہوں۔ آج رات میں تمھارے پاس رہوں گا اور مجھے تمھارے غلطی انتظامات نہیں روک سکیں گے۔ تم شرم کرنا کہ رات بھر جاگتی رہو سوچنا چاہو تو صبح اٹھ کر بھینس دوں گی۔“

اس نے گری مٹھاتی ہوئی نظروں سے ٹی وی سکرین کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ”تمھاری باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ تم میری میں موجود ہو۔“

”اسی لیے مجھ تک پہنچ سکتے ہو۔“

”ہاں موجود ہیں لیکن تم مجھے میرے جسم کی بو کے ذریعے نہیں پاسکو گی بھینس یہ پتہ نہیں ہے کہ ایک عرصہ ہوا

میرا ایک بہت ہی قابل دوست جو کہ بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر ہے۔ اس نے میرے داند کے ہارمونز میں تبدیلیاں کی ہیں اور یہ سب کچھ آپریشن کے ذریعے ہوا ہے۔ اس وقت سے میرے جسم کی ٹو تبدیل ہو گئی ہے۔“

”وہ بے یقینی سے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔“

”آپریشن کے ذریعے ہارمونز کی تبدیلی؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں پہلی بار ایسی باتیں سن رہی ہوں۔“

”تم کبھی بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر سے پوچھ لینا۔ ہارمونز کی تبدیلی سے جسم کی کب بدل جاتی ہے۔“

”کیا تم نے محض اپنی بو کو تبدیل کرنے کے لیے ایسا آپریشن کرنا چاہا؟“

”نہیں۔ میرا مقصد کچھ اور تھا۔ میرے قابل دوست نے مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ آپریشن کے ذریعے ہارمونز میں کچھ تغیراتی تبدیلی لائے گا تو میں انقلابی قسم کا مرد بن جاؤں گا۔ میں نے یہ منظور کر لیا تھا اور میرے ڈاکٹر دوست نے یہ آپریشن بڑی کامیابی سے کیا تھا اور آج اس بات کا ایک نامہ یہ بھی پہنچ رہا ہے کہ تم مجھے میری بو کے ذریعے تلاش کرنے کے قابل نہیں رہیں۔“

میری باتوں کے دوران اس کے دل میں تبس پیدا ہوا تو اس نے فوراً ہی یٹی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہوئے جسے اس نے کہا۔ ”ڈاکٹر اسٹینٹن، میں آپ کو فٹرب کر کے پر نام ہوں لیکن ایک ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔“

ڈاکٹر اسٹینٹن کی آواز آئی۔ ”بے شک مادام آپ کے لیے تو میں ہر وقت حاضر ہوں۔“

”میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کیا آپریشن کے ذریعے ہارمونز میں تبدیلیاں لائی جاسکتی ہیں؟ اور کیا اس کے بعد آدھی کی کب بدل جاتی ہے؟“

”بے شک۔ ہارمونز کی کمی اور بیشی سے انسان کے اندر مردانہ اور زنانہ خالصتیں پیدا ہوتی ہیں اور آپریشن کے ذریعے ہارمونز کی کمی کو دور کیا جاسکتا ہے ہارمونز کی زائدی کو کم کیا جاسکتا ہے اور ایسے کامیاب آپریشن کے بعد جسمانی ٹو بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔“

سوچنا نے شکر یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ”کیوں تمھاری نسلی ہو گئی؟“

وہ ٹی وی کے اسکرین پر طاقن کے چہرے کو گھومنے ہوئے لولی۔ ”ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر اس میں موجود

ہزاروں بڑے ذیلیہ تھیں تھکائیں نہیں کر سکتی۔
 "ہاں یہی بات ہے اور اس عجیب اتفاق کو دیکھو
 کہ جو کچھ جسم سے خارج ہوتی چاہیے اور نہ ہم
 پہنچا جائے وہ طاق کے جسم کے ذیلیہ تم تک پہنچ رہی
 ہیں۔ قدرت کے بھی عجیب تماشے ہیں۔ میں جس بڑے
 نجات پلگیا ہوں اس کو کواٹھار طاق ہے اور تم دھوکا
 کھا رہی ہو۔
 فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے رسیور اٹھا کر کہا۔
 "ہیلو سونیا اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے ماسٹروس ٹوٹی کی آواز سنی دی۔
 "ہاؤم اس وقت ڈاکٹر میکی براڈ لے میسے سامنے بیٹھا ہوا
 ہے اور میں کھا کر کھتا ہے کہ اس کے پاس میرا کوئی بریف
 کیس نہیں پہنچا ہے۔"

سونیا نے کہا "ماسٹر تم میکی براڈ لے کو اس سلسلے میں
 پریشان نہ کرو۔ اس وقت میں فرما دے پائیں کر رہی ہوں
 اور اس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اسی نے تمہارا بریف کیس
 غائب کیا۔ اس کے اہم کاغذات اور تصویروں جلا ڈالی ہیں
 اور بریف کیس کو کسی گڑ میں چھپک دیا ہے اور مختاری
 اطلاع کے لیے عرض ہے کہ فرما دے پیرکس میں موجود ہے۔"

ماسٹروس ٹوٹی نے حیرانی سے کہا "اوہ گاڈ، فرما د
 صاحب پیرکس میں موجود ہیں اور ہم ان سے بے خبر ہیں
 انہیں یہاں خوش آمدید نہیں کہہ سکتے۔ آپ ہماری طرف
 سے انہیں پیغام پہنچا دیں کہ وہ ہم سے دوستی کریں یا کہ کریں
 ہم انہیں ایک شاندار دعوت دینا چاہتے ہیں۔ وہ ہم
 سے ملاقات کریں۔"

سونیا نے کہا "ماسٹر وہ نہ کو کوئی بڑے ہے اور نہ ہی
 تعریف و تحسین کا محتاج ہے کہ اپنی شہرت کے لیے انہماک
 میں تصویریں چھپوانے کے لیے آپ کی دعوت قبول کرے
 وہ ابھی مجھے چیلنج کر رہا ہے کہ میں اسے تھکائیں نہیں کر
 سکتی۔ پھر وہ کیسے میری نگاہوں کے سامنے آئے گا کیسے
 میں اسے تھکائیں کر دوں گی۔ بہرحال میں اس سے ابھی پائیں
 کر رہی ہوں۔ تم فون رکھ دو اور میری براڈ لے کو جانے دو۔
 اس معاملے میں اس کا ہاتھ نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا۔ پھر ٹی وی کے اسکرین
 کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "تم نے ساری پائیں کن کی ہیں۔"
 "ہاں۔ اب میں طاق کو چھوڑنا ہوں اور جاتے
 جاتے یہ یقین ہے کہ دیتا ہوں کہ تمہاری آج کی رات میری

ہے صرف میری تم مجھ سے جتنی دُور جھانکا جا ہو بھاگ
 سکتی ہو اور بھاگتے بھاگتے جہاں پھر کر دم لوگی وہاں
 مجھے پاؤ گی۔"

انٹارکٹک کے بعد دوسرے ہی لمحے پھر طاق نمود
 بن گیا۔ میں نے سر کو الپے جھٹکا جیسے کہیں دعائی طور پر
 تم ہو گیا تھا اور اب پھر خوش میں آ گیا ہوں۔ میں نے اپنے
 اس پاس دیکھا۔ پھر سر کو تھام کر سوچنے لگا۔ سونیا یہ سب
 کچھ اسکرین پر دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ طاق کے
 اندر سے فرما د نکل چکا ہے اس لیے اب طاق پر نشان
 ہو کر سوچ رہا ہے۔

میں نے اس کمرے میں لکھے ہوئے ٹیلی فون کے پاس
 آکر رسیور اٹھا لیا۔ پھر کڑیل کو کھٹکھٹانے لگا۔ اس عمل سے
 سونیا کے کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سونیا نے رسیور
 اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

میں نے کہا "ہاؤم سونیا، ابھی ابھی میرے ساتھ
 عجیب سی بات ہوئی۔ میں ڈانس کر رہا تھا کہ اچانک ہی
 کہیں تم ہو گئی۔"

سونیا نے انجان بن کر پوچھا "کون تم ہو گیا جس کی
 بات کر رہے ہو؟"
 "میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ میں ڈانس کرتے کرتے
 اچانک ہی یوں تم ہو گیا کہ مجھے اپنا ہوش نہ رہا۔ پھر
 برا خیال ہے کہ کافی دیر کے بعد میں اپنے آپ میں آیا
 ہوں اور اپنے آپ کو پہچانے لگا ہوں۔ اس کا مطلب
 ہے کہ میری زندگی کے چند لمحے چرلے گئے ہیں اور تم نے
 والا فرما د ہی ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فرما د کسی طرح
 مجھے آلہ کار بنا رہا ہے اور وہ میسے اندھا بنا رہا تھا۔"

وہ بولی "ہاں۔ ابھی وہ میسے پاس بھی آیا تھا۔
 کافی دیر باتیں کرنے کے بعد چلا گیا ہے اور وہ تمہارے
 پاس سے بھی جا چکا ہے۔ فکر نہ کرو۔ میں دیکھوں گی کہ وہ
 کسی شرارت میں گرفتار ہے اور میسے خلاف کیسے کامیاب
 ہو گا۔ میں بہت حقدی ہوں اور اس کی شرارتوں کا
 جواب دینا جانتی ہوں۔ تم آرام سے سو جاؤ۔"

میں نے رسیور رکھ دیا لیکن دماغ کے ٹی فون پر
 سونیا کی سوچوں کو سن رہا تھا۔ وہ رسیور رکھنے کے بعد پھر
 ایڑی چیر کر نیم دار ہو گئی تھی اور اس پہلو سے سوچ رہی
 تھی کہ فرما د پیرکس میں موجود ہے اور وہ اپنے چیلنج کے
 مطابق آج رات یہاں آئے گا اور اگر نہ آئے گا تو کس طرح
 اس کے غار ہونے کے رستے سد دیکے جائیں اور کس طرح

اسے اپنا پابند بنا کر رکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس
 کے جسم کی موجودہ بوجھسی ہے۔ اسے ایک بار سوچنے لیتے
 کے بعد پھر اس کی تبدیل شدہ بوجھسی ہو گی کہ آئندہ اس
 کے ذیلیہ فرما د کو کبھی بھی تھکائیں کر لیا کرے گی۔

وہ سوچ رہی تھی۔ مجھے ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ
 وہ یہاں آکر واپس نہ جاسکے اور وہ گئی یہ بات کہ وہ میرے
 ساتھ رات گزارے گا تو میں اس کا یہ دعویٰ پورا نہیں
 ہونے دلاں گی۔ وہ بھی یہ جانتا ہے کہ میں کیسی حقدی
 ہوں اور میسے مزاج اور میری مرضی کے خلاف کچھ کرنا
 ناممکن ہے۔"

وہ کوئی ایسی تدبیر کرنا چاہتی تھی کہ میسے راتے کا
 راستہ آسان اور جانے کا راستہ مشکل ہو جائے۔ اس کے لیے
 اس نے سوچ لیا تھا کہ آج کو تو خوار گتوں کو باندھ کر رکھا جائے
 گا۔ تاکہ میں آسانی سے اس نیچے کے احاطے میں داخل ہو
 سکوں اور جیسے جیسے میں۔ ان کے گشت کو آف رکھا جائے
 گا کہ کھڑکی اور دروازوں سے کوئی وقت مختص نہ کر گھنٹی
 نہ بچے اور فرما د آسانی سے نیچے میں داخل ہوجائے لیکن
 واپس جانے وقت اس کا راستہ کیسے رکھا جائے گا؟ یہ تدبیر
 وہ نہیں سوچے گی۔ اس لیے نہیں سوچے گی کہ ہو سکتا ہے
 فرما د اس وقت بھی اس کے دماغ کو پڑھ رہا ہو اور اس کے
 ساتھ تدبیر کو بھی پڑھ لے۔

یہ سوچ کر اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا یا پھر کسی
 کے فرائڈ کیسے۔ رابطہ قائم ہونے ہی اس نے کہا "میں
 ہاؤم بل رہی ہوں تم اپنی آواز نہ سناؤ۔ دنہ فرما د تمہارے
 دماغ تک پہنچ جائے گا۔ میں جو حکم دے رہی ہوں خاموشی
 سے سزاؤ۔ اس پر عمل کرو۔ آج رات میسے نیچے میں کوئی
 امنی داخل ہو گا۔ اسے داخل ہونے سے روکا جائے لیکن
 اس نیچے کے تمام راستے بند کر دیے جائیں۔ اسے کسی طرح حشر
 میں لیا جائے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اسے
 کوئی نقصان نہ پہنچے۔ کیونکہ وہ امنی فرما د ہی ہو گا۔ بہت
 ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا اور چپ چاپ اپنے
 دماغ کو متو لنے لگی کہ وہاں فرما د موجود ہے یا نہیں اس نے
 سوچ کے ذیلیہ مجھے آواز بھی دی لیکن میں خاموش رہا۔
 تب ٹھوڑی دیر بعد وہ کسی حد تک مطمئن ہو گئی۔
 اس وقت رات کا ایک بجنا تھا۔ وہ ان دنوں جلدی
 سونے اور صبح جلدی اٹھنے کی عادی ہو گئی تھی۔ اس لیے

اسے نیند محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ میسے انتظار میں جاگنا
 چاہتی تھی۔ دوسری طرف میں نہیں جانتا تھا کہ وہ چاہتی
 ہے۔ میں اسے خواب دے مانتا ہوں میں بڑی سب کرنا چاہتا تھا
 وہ آرام کرے پر بڑے آرام سے نیم دار تھی میں بڑی آہستگی
 سے اس کی سوچ کے ذیلیہ اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ
 چھٹکے لگا۔ اس کی ایک سوچ اس جلد چھٹکے تھی کہ وہ نہ سونے
 لیکن دوسری سوچ اسے چھپ کر رہی تھی۔ سارا ہی تھی۔ نتیجہ
 یہ ہوا کہ آدھے گھنٹے کے اندر اس کی آنکھ کھلی اور وہ گری
 نیند میں ڈوب گئی۔

ٹیلی فونی ایک البائل ہے کہ جس کے ذیلیہ دوسرے
 کو اپنا معمول بنانے کے لیے اور اپنی مرضی کے مطابق اس
 سے کام کرنے کے لیے ہمیشہ اس کی سوچ کو گرفت میں لے لے
 کر اس کے دماغ پر قابض رہتا ہے۔

پہلا ٹرم ایک ایسا علم ہے کہ جس کے ذیلیہ اپنے
 معمول کے دماغ پر ہمیشہ قابض رہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔
 ایک بار اسے مرید کرنے کے بعد غرض میں لا کر اس کو
 اپنا مطیع اور فرمان بردار بنا کر چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ اپنی
 بولی آنکھوں سے اور سوتے ہوئے ذہن سے ہمارا مطیع
 یا فراں بردار کر رہی کرتا ہے جو ہم اس سے کرنا چاہتے ہیں
 میں سونیا کو جیتا تا کرنا چاہتا تھا تاکہ بعد میں وہ
 اپنے طور پر عمل کرتی ہے۔ اب میں اس کے دماغ سے آگے
 نہیں لیکن اس کے لیے تھوڑا سا وقت دیکر رکھا سکتے
 ہیں۔ خیال خوانی کے ذیلیہ اس کے دماغ پر۔ ابھی طرح
 قبضہ کیا۔ پھر اسے وطن سے اٹھایا۔ وہ ایڑی چیر کر
 آہستہ آہستہ اٹھ کر اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔
 پھر مختلف کمرے اور کمرے دھڑ دھڑ سے گزرتے ہوئے میسے
 کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ ہاں دروازے کو اس نے ٹاک کیا تھا۔
 خود ہی اس نے اسے کھول دیا۔ پھر میں اس خواب گاہ
 سے باہر آ گیا۔ اس کے بعد میں اس کے ساتھ چلتا ہوا اس
 کی خواب گاہ میں پہنچی۔ وہاں پہنچنے کے بعد میں نے اسے
 لیٹ جانے کے لیے کہا۔

جب وہ بستر پر جاؤں شانے چیت لیٹ گئی تو میں
 نے بڑی کچھ آواز میں کہا۔ سونیا، اس وقت تم خواب کی
 اسکرین پر تجھے دیکھ رہی ہو اور میری آنکھوں سے آنکھیں
 مل رہی ہو۔
 خواب کی حالت میں اس کے لبوں کو جنبش ہوئی۔
 پھر کمرے کے بولنے لگی۔ "ہاں میں تمہاری آنکھوں سے آنکھیں

ملا رہی ہوں۔

”یہ آنکھیں جھپکیں حکم دیتی ہیں کہ تم میرے احکامات کی پابند ہو گی۔“

”میں تمھارے احکامات کی پابند ہوں گی۔“
”تم نے کچھ دیر پہلے میں فون پر کسی کو یہ بتایا تھا کہ آج رات فرط دھماکے نکلے میں داخل ہونے والا ہے۔ اس کی بخرا کی جائے اور اسے نقصان پہنچانے بغیر۔ حراست میں رکھا جائے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں اس شخص کا نام کیا ہے؟“

”اس کا نام وارنر ہے۔“

”اب تودہ بخرا کی کے لیے تمھارے بنگلے کے کہیں آس پاس ہو گا اس سے تم فون کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کر سکو گی۔“

”ہاں میں فون کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کر سکو گی۔“
”اُس سے رابطہ قائم کرنے کا دوسرا ذریعہ کیا ہے؟“
”میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے بھی ایسے خاص مآخول سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔“

”تمھارا وہ ٹرانسمیٹر کہاں رکھا ہوا ہے؟“
”وہ ٹرانسمیٹر المادی کے اندر بریف کیس میں ہے۔“
”اس بریف کیس کے لاک کا نمبر بتاؤ۔“
”ڈبل سیون ڈبل او ڈبل ون۔“

”غیر معلوم کر کے میں المادی کے پاس گیا۔ اس کو کھول کر بریف کیس کو نکالا۔ پھر اس نمبر کے ذریعے بریف کیس کو کھولنے کے بعد ٹرانسمیٹر حاصل کر لیا۔ اس کے بعد میں نے سوچا کہ وہ کس فریکوئنسی پر وارنر سے رابطہ قائم کر سکتی ہے۔ اس نے وہ فریکوئنسی بتائی۔ پھر میں نے پوچھا۔ اگر ماسٹر ماس ٹرانی وائر سے ٹرانسمیٹر پر بات کرنا چاہے تو کون سا کوڈ درج۔۔۔۔۔ استعمال کرنا ہے؟“

”سوچنا ہے وہ کوڈ دو ڈی بھی بنا یا۔ تب میں نے ٹرانسمیٹر آن کر کے اس فریکوئنسی پر خود کو ماسٹر ماس ٹرانی وائر کے ذریعہ رابطہ کیا۔ میلو وارنر میلو وارنر ماسٹر ماس ٹرانی وائر سے مخاطب ہے۔ میلو وارنر، اسپیک ڈی۔ اوور۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ میں وارنر بل رہا ہوں۔ ماسٹر کیا حکم ہے؟“

”میں نے ماسٹر کو کہنا۔ ماسٹر نے مجھیں جو ڈیوٹی سونپی تھی۔ کیا تم اس کے مطابق عمل کر رہے ہو؟“
”جی ہاں ماسٹر میں اس وقت ماسٹر کے بنگلے کے قریب

ہوں اور بہت محتاط ہوں۔“

”تھیک ہے۔ میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ محتاط رہو اور وارنر آل۔“
رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کرنے کے بعد اسے بریف کیس میں رکھا۔ پھر اسی نمبر کے مطابق اپنے لاک کر کے المادی میں رکھ دیا۔ اس کے بعد المادی کو بند کر دیا۔ پھر سوچا کہ پاس آکر کھڑا ہو گا۔ اس کے بعد میں نے اس سے کہا۔ سوچنا، اس وقت تم میری مطیع اور فرمان بردار بنی رہو۔“

”میں تمھاری مطیع اور فرمان بردار ہوں۔“
”اب ایک منٹ بعد تمھاری آنکھیں کھل جائیں گی۔“
”ایک منٹ بعد میں ابھی آنکھیں کھول دوں گی۔“
”آنکھیں کھولنے کے بعد صبح پانچ بجے تک جو کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گی۔ کاتوں سے سنو گی اور جو کچھ تم پر گزرتے گی۔ وہ سب تم پانچ بجے کے بعد بھول جاؤ گی۔“
”میں یہ سب کچھ صبح پانچ بجے کے بعد بھول جاؤں گی۔“
”صرف اتنا یاد رکھو گی کہ تمھارے پاس جو شخص آیا تھا وہ فرط دھماکا اور فرط وحش طرح خاموشی سے آیا تھا۔ اسی طرح خاموشی سے چلا گیا۔“

”میں یاد رکھوں گی کہ میرے پاس فرط خاموشی سے آیا تھا اور خاموشی سے چلا گیا۔“
”اسے صبح پانچ بجے تک تم تمام باتوں سے پرہیز کرو گی اور تمھارے دل اور دماغ میں اگر فرط کے لیے محبت ہے تو محبت کا اظہار کرو گی۔ نفرت ہے تو صاف طور سے نفرت ظاہر کرو گی۔“

”محبت ہو گی تو محبت ظاہر کروں گی۔ نفرت ہو گی تو نفرت ظاہر کروں گی۔“
”اب وہ ایک منٹ گزرنے والا ہے۔ میں خاموش ہونا ہوں تم بھی خاموش ہو جاؤ اور اپنے وقت مقررہ پر آنکھیں کھول دو۔“

”یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ آہستہ آہستہ وقت گزرنے لگا۔ کہہ رہی تھی۔ اس کے سینے کا تار جڑھا ڈبنا رہا تھا کہ اب وہ گہری گہری سانس لے رہی ہے اور تھوڑی سی دیر میں آنکھیں کھولنے والی ہے۔“

”اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے اس کی آنکھیں ترسہ کے جذبات سے عادی تھیں۔ چہرہ ہلکا ہوا تھا۔ میں نے

مسکرا کر کہا۔ میں تمھارا فرط ہوں۔“

میرا ہاں سنتے ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ آئی۔ اس کے جسم میں ذرا سی حرکت پیدا ہوئی۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک بھر لوہا بھڑکا لی۔ انجوائی کا زور لیا۔ خفا کوہ کمان کی طرح کھم کھم تھی۔ میں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ اب بتاؤ کیا مجھ سے نفرت کرتی ہو گی؟ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ میں تمھارے کہوں نفرت کرنے لگی؟“

”یہ کہہ کر وہ آٹھ گئی۔ آہستہ آہستہ میرے قریب آگئی۔ پھر لولی۔ تم مجھ میں ہو۔ میں تم میں ہوں۔ تم میری ذات سے الگ نہیں ہو اور اپنی ذات سے کوئی نفرت نہیں کرنا۔ میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ اپنے آپ میں ہی تمھیں پاتی ہوں۔“

”اب اسے تو تم نفرت کا اظہار کیوں کرتی ہو؟“
”میں کیا کروں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ جب میں بکھرتی ہوں کہ مجھیں ہمیشہ کے لیے اپنا نہیں بنا سکتی تو میں غصے میں آجاتی ہوں۔ مجھ میں چوڑا دامن پیدا ہو جاتا ہے اور میں ضد میں آکر اپنی سیدھی حرکتیں کرنے لگتی ہوں۔“
”آنکھیں بھی پائیں سنانے لگتی ہوں اور اس طرح خواب خواہ نفرت کا اظہار ہونے لگتا ہے۔“

”میں نے کہا۔ بیان تک تو تھیک ہے لیکن یہ کیا بات ہے۔ تم نے میری مخالفت میں سپر ماسٹر کی تنظیم میں دھنا گڑا کر لیا۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ میں ان لوگوں سے سختی نفرت کرتا ہوں؟“

”جانتی ہوں۔ سب جانتی ہوں اور میں نے بہت سوچا۔ سمجھ کر لیا کیا ہے۔ میں نے پہلے تو بہت سی تدبیریں کیں کہ کسی طرح تم میرے پیچھے چلے آؤ اور آوی نہ میری ہر بھی کر میں برائے نام کسی سے شادی کر لوں تو تم زنا بت لاک میں جلو گے۔ پھر میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے واقعی بہ وقت نکلو اور تم صبر کر کے مجھ کا ذکر کہیں کی ہو گی میں تو چھ مہینے کی طرف بھی پلٹ کر بھی نہ دیکھو۔ میں انہیں کر سکتی تھی۔“

”میں یہ بھی جانتا چاہتا ہوں کہ تم نے سپر ماسٹر کی تنظیم میں رہنا کیوں پسند کیا؟“

”وہی بتا رہی ہوں۔ میں نے سوچا کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ میں تمھیں بھڑکا جاؤں۔ جب تمھیں یہ پتہ چلا کہ میں تمھارے دشمنوں کی تنظیم میں ہوں تو تم میرا

بھڑکا کر دو گے۔ دوست بن کر نہ سہی۔ دشمن بن کر ہی میرے پیچھے آؤ گے۔ میری مخالفت کر دو گے۔ میں کوئی کام کرنے باؤں گی تو تم رکاوٹیں پیدا کر دو گے۔ اس طرح یہ ہو گا کہ میرا اور تمھارا ساتھ کسی نہ کسی طرح ہے گا۔ اچھے اناڑ میں نہ سہی بڑے اناڑ میں ہی ٹیکن میں تمھیں قریب پاتی رہوں گی۔ یہی میرے لیے بہت ہے اور یہی سوچ کر میں سپر ماسٹر کی تنظیم میں شامل ہو گئی ہوں۔“

”تم اس تنظیم سے کب علیحدہ ہو سکتی ہو؟“
”مجھے علیحدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جو سوچا تھا وہی ہو رہا ہے یعنی نہ کسی نہ کسی طرح میرے پیچھے آسکے ہو۔ میں طاری نمود کو تمھاری دھمی بنا کر اپنے ساتھ لکھنا چاہتی ہوں۔ اُسے آواز کا کار کے طور پر استعمال کرنا چاہتی ہوں اور تم میرے دھاتے کی رکاوٹ بننا چاہتے ہو طاری نمود کو آواز کا رہنے سے روکنا چاہتے ہو۔ یہی میری کامیابی ہے کہ تم میرے ساتھ لگے ہو۔“

”اگر میں حکم دوں تو تمھیں سپر ماسٹر کی تنظیم سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ کیا اس وقت تم میری مطیع اور فرمان بردار نہیں ہو؟“

”ہاں میں تمھاری تابعدار ہوں۔ جو تم کو کہے اس پر عمل کروں گی لیکن فرط یہ بڑی زیادتی ہے۔ میں جو کچھ کر رہی ہوں۔ تمھیں جہل کرنے کے لیے کر رہی ہوں۔ اگر تم سیدھے راستے سے مجھے نہیں مل سکتے تو مجھے تیرا راستہ اختیار کرنے دو۔ اگر تیرا راستہ تمھیں پسند نہیں ہے تو سیدھے راستے سے میرے بن جاؤ۔ کب ایک سرالو کوں کے پیچھے چلا گئے دو گے اور اپنی عمر ضائع کرنے دو گے۔“

”جب تک میرے سامنے نئی نئی راہیں کھلتی رہیں گی۔“
”تم نے مجھ سے کہنا ہے کہ جتنا دیریں گے۔ میں اُن ہنگاموں کی طرف بڑھتا رہوں گا۔ جب تک تم نے دوست ملنے میں گے اور تمھیں رشتے بنی جھپٹیں ملتی رہیں گی۔ اس وقت تک میں اُن جھپٹوں کو حاصل کرنا رہوں گا میرے مقصد میں یہی ہے کہ میں دنیا کے ایک سرسے لے کر دو سرے سرے تک چلا دوں اور چلا ہی چلا جاؤں۔ جہاں تک کہ مجھ جوں کا وہاں میری موت ہو گی۔ میں کبھی ایک گھر نہیں بنا سکتا۔ کبھی ایک جگہ قیام نہیں کر سکتا۔ جہاں تک کہ وہاں دشمنوں کا ڈیرا ہو گا۔ جہاں وہاں سے مجھ کو بھاگنا پڑے گا۔ جب تک چلتا رہوں گا۔ حرکت میں رہوں گا۔ دشمن بھی حرکت میں رہیں گے اور ان کے گھیرے ٹوٹنے رہیں گے۔“

تم باتیں بنانے کو تو بہت کچھ بنا سکتے ہو، اصل مسئلہ اس بات کا ہے کہ مجھے میرا شرعی تنظیم سے علیحدہ ہونا ہے یا نہیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ جس دن تم میرے پاس آ جاؤ گے میرے رہن جاؤ گے میں اس تنظیم سے علیحدہ ہو جاؤ گی۔ ورنہ ہم اسی طرح دو مختلف راستوں پر چلتے رہیں گے ایک دوسرے کی کاٹ کرتے رہیں گے۔ شاید ہمارے مقصد میں یہی لکھا ہو کہ دو دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے قریب رہیں اور دشمن ہو کر بھی دل ہی دل میں ایک دوسرے کو چاہتے رہیں۔

میں نے اس دشمن کو گلے لگا لیا۔ وہ اس وقت سے میری تھی جب سپر ماسٹر پولی پارٹی کے مخالف آیا تھا اور پلیٹی چمچتی جاننے والا ماسٹر لوشے میرے پیچھا کرنے اور غیے گرفت میں لینے کے لیے سونیا کو آواز کا ہار بنا رہا تھا۔ اس وقت سے سونیا میری تھی میرے دل و جان کے ساتھ تھی۔ میری ہر مصیبت میں میرے ساتھ ساتھ تھی۔ دشمنوں کے ہاتھوں اس نے میرے لیے بہت سی تکالیف برداشت کیں جن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ اتنی کٹ پاتی رفاقت اور کسی سے نہ تھی۔ بروس ہرے میلوں کا ساتھ جھوٹ گیا تھا اور اب ساتھ ہوا تو انوں لگا جیسے میں اپنے گھر سے نکل گیا تھا اور اب طویل عرصے کے بعد دوبارہ واپس گھر میں واپس آ گیا ہوں۔ کچھ ایسی ہی سترہیں بھل رہی تھیں۔

بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ جب تک میری داستان حیات شائع ہوتی رہے گی۔ لوگ اسے پڑھتے دہیں گے اور میرے متعلق سوالات کرتے رہیں گے کہ میں کیسے لوگوں سے اتنی جلدی دوستی کر لیتا ہوں اور جب دوستی کر لیتا ہوں تو اسے نہا کہیں نہیں سکتا۔ اس کا جواب میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ میں خود ایک ایسا بھلاؤ بن رہا تھا۔ یہاں سے ہزاروں میل دور رہا میں دوستی بنا رہا پڑی تھی محبت باب ہونے والی تھی اور اس بات کی منتظر تھی کہ میں اسے جلد ہی ملوں گا۔ اور دوستی ایسی تھی کہ اسے سچے شہواں جھوڑ کر علیحدگی اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری طرف میرا جسے نئی نئی دوستی تھی اور میرا کوئی عزیز نہیں تھا۔ میں بہت کم شمار کرتا ہوں۔ میری سونیا تھی جو اب میری اول جی تھی اور میری آخر بھی اور ہزار اختلافات کے باوجود اس کے دل کی گزیر میں میں ہی میں تھا۔ فی الحال یہ تین گونہ ایسی تھیں جن کے متعلق میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کون بہتر ہے۔ کون میری دوستی کے قابل ہے۔ کون

میری شریک حیات بن سکتی ہے۔

تو یہ تو یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میں اور شریک حیات بناؤں۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ اپنے آپ کو ایک گھر کی چار دیواری میں قید کر دوں۔ بچے پیدا کروں اور انھیں گرد میں کھانا شروع کر دوں۔ یہ تصور ایسا تھا کہ میرے دہن کے کھڑے ہو جاتے تھے حالانکہ میں موت کے منہ میں پہنچ کر بھی نہیں کھلتا۔ بیوی اور بچوں سے بہت ڈرتا تھا۔ ہر حال اچھی ہیں مدد نہیں۔ کوشش یہ کروں گا کہ کوئی چوتھی نہ ہو۔ یوں بھی میرا وعدہ کیا ہے اور اس سے دوستی اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ میں کوئی چوتھا لوگ نہ بناؤں اور میں ہی کوشش کروں گا۔

تقریباً ساٹھ چار بجے میں نے سونیا سے کہا کہ اب میرے ساتھ جیڑا اور جس طرح تم نے پہلے مجھے میرے گھر میں لاک کر دیا تھا۔ اسی طرح اب دوبارہ مجھے بند کر کے اپنی خواب گاہ میں واپس چلی آؤ۔

وہ میرے ساتھ اپنی خواب گاہ سے باہر نکلی۔ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ مجھے جانے دے لیکن وہ میرے ہم کی پابند تھی۔ اس نے مجھے میرے گھر کے اندر پہنچا کر باہر سے دوبارہ لاک کر دیا۔ وہاں سے وہ چلتی ہوئی اپنی خواب گاہ میں آئی۔ میں خیال خزانے کے ذریعے اسے دیکھ رہا تھا اور اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اب وہ آرام سے بستر پر لیٹ جائے۔

وہ اپنے بستر پر جا رہا تھا۔ اس نے جت لیٹ گئی میرے حکم کے مطابق اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر میں نے اس کے دماغ میں کہا کہ اب تم سو رہی ہو اور تھیک آٹھ گھنٹے کے بعد یعنی پانچ بجے تمھاری آنکھیں کھل جائیں گی۔ اس نے کہا۔ ہاں تھیک پانچ بجے میری آنکھیں کھل جائیں گی۔

میں نے کہا کہ اس کے بعد تم سب کچھ عیول جاؤ گی کہ تھکے کہے میں کوئی آیا تھا اور اس کی شکل طاقی محمود جیسی تھی۔ ہم طاقی محمود کا چہرہ یاد نہیں کرو گی۔

میں طاقی محمود کا چہرہ یاد نہیں کروں گی۔

تم صرف فریاد کرو کہ یاد رکھوں گی کہ وہ تھکے کہیں آیا تھا اور تھکے ساتھ رات گزار کر چلا گیا۔

میں صرف فریاد کرو کہ یاد رکھوں گی۔

اب تم خاموشی سے سو جاؤ۔ میں جا رہا ہوں۔ وقت متروہ پر تمھاری آنکھیں کھل جائیں گی۔

اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ میں نے میس منٹ کے لیے اسے چھوڑ دیا۔ پھر وارنر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ وہاں بیٹنگ کے قریب ہی موجود تھا اور وہ وہی دود سے بیٹنگ کے چکر چڑھ کر یہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ فریاد طاقی محمود کیسے سے داخل ہو رہا ہے یا نہیں؟ میں اس کے دماغ پر قیامت برپا کر رہا تھا۔ اس نے اپنے تینوں ساتھیوں کو بلا کر کہا کہ اب تم لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اکیلا ہی نگرانی کروں گا۔ تم لوگ میری گاڑی لے کر چلے جاؤ۔

وہ تینوں اس کے حکم کے پابند تھے۔ گاڑی لے کر چلے گئے۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا بیٹنگ کے احاطے میں داخل ہوا پھر اس نے بیٹنگ کا دروازہ کھولا۔ سونیا کے بیٹنگ کا دروازہ لیل بھی کھلا ہوا تھا۔ تاکہ فریاد کو داخل ہونے میں آسانی ملے۔ وہ بیٹنگ میں پہنچ کر ایک صوفے پر لیٹ گیا۔ میں اس کے دماغ کو ہر لمحوے پر دیکھنے لگا۔ خیال خزانے کی لوری منانے لگا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد وہ وہ گری نیند سو گیا۔

پانچ بجے پہنچے تھے۔ تھیک وقت پر سونیا کی آنکھیں کھل گئیں۔ چند لمحوں تک وہ اسی طرح بے حس و حرکت پڑی رہی۔ پھر تھک کر کھولتی رہی سوچتی رہی کہ وہ کہاں؟ کس حال میں ہے؟

پھر ایک ہی اسے احساس ہوا کہ وہ بے حال ہے۔ اور کہ یہ میں تنہا پڑی ہوئی ہے۔ وہ ایک دم سے ہڑ جا کر اٹھ بیٹھی۔ اپنے آپ کو دیکھا۔

سوچنے لگی کہ وہ اب کہاں تھی؟ کہاں گم ہو گئی تھی؟ کیا سونیا ہی تھی یا خیال خزانے کا شکار ہو گئی تھی؟ میں نے اسے مخاطب کیا کہ جیسو سونیا، کچھ یاد آیا؟

اب اس کا کہنا تھا کہ ساتھ رہا اور کس طرح وہاں سے رخصت ہوا؟

وہ ہر جگہ کو دیکھ کر دی کے اسکرین پر دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔ ہاں دیکھو، میں اس وقت خارجی محمود کے اندر موجود ہوں۔ میں نے اس شخص کی بھی نیند حرام کر دی ہے۔ اسے سوئے کا موقع نہیں دیا ہے۔

اس نے غصے سے منجھایاں جھینک کر، چھری دی کی طرف گھوم کر دیکھا کہ کہاں میں تھا۔ مانتہ تو پڑ دوں گی کہ تم کس طرح یہاں آئے تھے؟

وہ تو میرے دوسرے کوئی نہیں جان سکتا کہ میں کس طرح

آیا تھا۔ جس وارنر کو تم نے میری نگرانی کے لیے مقرر کیا تھا۔ میں نے اسے بچا لے کر تھکے وارنر کے دماغ کے صوفے پر گری نیند کھلا دیا ہے۔ ہم جا کر دیکھو وہ سو رہا ہے۔ ہاں تو اسے جگا کر اس کے گھر واپس بھیج سکتی ہو۔ بچا لے کر سوئے ہر آرام نہیں ملے گا۔

اتنی دیر میں وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنی خواب گاہ سے نکلی اور مختلف کمروں اور کورڈروں سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں بیٹنگ ہی اس نے وارنر کے منہ پر ایک ہاتھ رکھ دیا۔ وہ ایک دم سے ہڑ جا کر اٹھ بیٹھا۔ سونیا کے سامنے دیکھنے ہی خوف سے تھر تھر کاہنے لگا۔ حالانکہ وہ اچھا فٹ بالر جان تھا لیکن سونیا کی دہشت ان کے دلوں پر چادری رہتی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ دادا میں ہیران ہوں کہ یہاں کیسے آ گیا؟

وہ ایک آؤ گئے۔ فریاد نے انھیں ٹپا مچھ کے ذریعے شریک کیا تھا اور تم ہر کوئی میرے ہی بیٹنگ میں آ کر آ کر رہے ہو۔ بخوانے سے تو کوئی واسطہ نہ رہا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔

وہ سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہاں سے چلتے ہوئے بلاؤں، دام، میرا قصور نہیں ہے۔ میں بڑے بڑے شر زوروں سے لڑتا ہوں کسی کی نگرانی کرنے کا سہنے خاصا تجربہ ہے لیکن فریاد صاحب کی بات، یہی ہے اور ہے۔ آپ نے تو دیکھ ہی لیا کہ انھوں نے کیسے جکڑ چلا یا ہو گا۔

کیونکہ وہ چلا گیا۔ سونیا غصے سے باغی بیٹھی ہوئی رہیں اپنے گھر میں آئی۔ میں نے کہا کہ میری جان خواہ مخواہ قصہ نہ دکھانے دل میں تولد و جھوٹ ہے۔ میں کہیں تھکے پاس آیا تھا۔ منہ مجھ سے اپنی محنت کا اظہار کیا ہے۔ اب تم لاکھ نفرت کرو۔ میں اسی محنت کے سہلے خوش ہونا چاہوں گا۔ تمھارا تو کام یہ ہونا چاہیے کہ اتنے عرصے بعد جو ہماری ملاقات ہوئی ہے اسے بڑی سہولت سے یاد کرو اور ان رنگین یادوں میں کھو کر سو جاؤ۔ رات بھر کی جاگی ہوئی ہو، انھیں آرام سے سو جانا چاہیے۔ اچھا، میں جا رہا ہوں۔

اس نے مجھے آواز دی۔ تھوڑے پہلے ہی بے تکانہ جاؤ کہ تم کس طرح آئے تھے؟ ادب تک یہاں پہنچے تھے یہاں تک دیکھ نہ سکی۔ یہ سب کیسے ہوا؟

میں خاموش رہا۔ وہ مجھے بار بار پکارتی رہی پھر تھک بار کر اپنی چیخ پر گری پڑی اور منہ حال ہی ہو کر سوچنے لگی کہ رات کا نصف حصہ کیسے گزرا تھا۔ وہ بار بار سوچ رہی تھی اور اسے وہندلا وہندلا سا فریاد یاد آ رہا تھا لیکن یہ سمجھ میں

اس کی اتنی بہت دیر سے اُسے دیکھ کر جا رہی تھیں۔
پھر انھوں نے پوچھا: کیا بات ہے میٹھی بہت دیر سے
چپ چاپ مسکراتے جا رہی ہو؟

”نہیں مرنے اہم“، وہی تو مجھ سے ملاقات مکمل نہیں
 کی۔ کیونکہ میں ڈاکٹر کے زیرِ علاج درہم کا ادب سے تمام
 پتھر پر پٹیاں بندھی ہوں گی۔ یہیں کہیں آنے کے قابل
 نہیں ہوں گا ابھی میں تم یہاں اگر لوہا بونے لگوں گی۔ وہوں آتی
 کے ساتھ عیناً وقت گزارا سکتی ہوں۔ اور۔ جب بھی میرے پتھر
 سے یہاں کھٹے گا وقت آئے گا تو میں یہاں سے علاج دوں گا
 ”تب پہلی آہا میں تمہارے پاس آؤں گا۔“
 ”کیا ملاشک تو تجربہ میں بہت وقت لگتا ہے؟“

جب وہ گھر میں آئے گی تو سوسا جلا جائے گا۔ یہی نہیں
 یہ سوج رہی ہوں کہ انسان کو سادہ سی خوشیاں ایک ساتھ نہیں
 ملیں۔ یہی دیکھو کہ جب ہم مہرے لپٹے تھے تو میں کتنی خوش
 ہو رہی تھی۔ کتنا اچھا وقت گزار رہا تھا۔ جہیزم چلے گئے تو میں
 جانے کیوں اداں ہونے لگی۔ نہ رنگ میں پہلی بار اس ہوا کی کھنکھ
 سے بچھڑنے کے بعد دکھ بھی ہوتا ہے۔ بہر حال پھر بھرتی

یہ کہہ کر میں نے اُس سے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میری آنکھ ساڑھے نو بجے کھل جائے اور اس بعد ان کوئی کرے میں داخل ہوں تو میری نیند ٹوٹ جائے۔

۳.۵

”اجی، اجی فراد سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ میرے داغ میں مہر ہوتے۔“

انھوں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر تعجب سے پوچھا یہ کیا نیلی پتھری کے ذریعہ اس طرح باتیں کی جاتی ہیں کہ چپ چاپ آدمی بیٹھا ہے اور باتیں ہوتی رہیں؟

”جی ہاں اسی سوچ کے ذریعہ باتیں ہوتی ہیں اب آپ خاکوش ہو کر کچھ بھی سوچنا نہیں چاہیں کی تب بھی کوئی نہ کوئی سوچ آپ کے دماغ میں پہلے ہوگی فراد اسی ہی سوچ کے ذریعہ ہم سے باتیں کرتے ہیں۔ جاری سوچ کو سنتے ہیں اور جاری سوچ کے ذریعہ جواب دیتے ہیں۔ اس وقت وہ بخار کے پاس گئے ہیں بخار و اس کا بیٹا منصور بیان پڑی تیج گئے ہیں اور کسی ڈاکٹر کے ہاں میں ابھی تھوڑی دیر بعد وہ دونوں یہاں پہنچے والے ہیں۔“

اس کی اسی نے پریشان ہو کر کہا وہ تم کہتے ہیں کیا کہیں آنے والا ہے؟

”آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں۔ میں نے ہی انھیں بلایا ہے۔ فراد انھیں غلطی سے پہنچے کے ذریعہ قریب کر کے بیان پہنچا دیں گے۔ پھر میں آپ کی آنکھوں کے سامنے آئے وہاں کوں کی۔ آپ بھی پھر کراس سے فضا انخام لینا چاہیں لیتی رہیں۔ کوئی آپ کے سامنے میں حائل نہیں ہوگا۔“

اس کی خالہ بارہ بانو نے کہا۔ بیٹی تم پھر مہنگا سے کر رہی ہو؟

”خالہ جان آپ کا کیا خیال ہے کیا مجھے انھیں معاف کر دینا چاہیے اور جو کچھ میری اسی کے ساتھ ہوا۔ اسے جھوٹ جانا چاہیے۔ آپ کا دل ایسا ہوگا کہ آپ اتنی وقت کو جھوٹ سمجھتی ہیں لیکن میں نہیں جھوٹ سکتی۔“

اس کی خالہ نے مسکرا کر کہا اتنے اے میری بیٹی تو ناراض مرقعی۔ جتنی میں منع نہیں کرتی ہوں۔ یہ بخار لگھ رہے تم جو چاہو کرو۔ اب میں کچھ نہیں بولوں گی۔“

میں ان کے پاس سے بخار کے پاس آ گیا۔ وہاں ڈاکٹر کے ہاں وہ پھر کا کھانا مزہ بگٹنے والا تھا اور دونوں آپ بیٹے ڈانٹ رہا تھا میں بتائے جانے والے تھے۔ اسی وقت۔ در وہاں سے آٹھ گیا۔ اس کے بیٹے منصور نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟

”بس پونی ایک خودی کام یاد آ گیا ہے۔ تم بھی میرے ساتھ آؤ۔“

وہ یہ کہہ کر ڈانٹک دم سے باہر جانے لگا منصور اس

کے پیچھے چلتے ہوئے بلاتے لیکن البرو ڈاکٹر صاحب کو بتا تو دیکھو کہ کچھ لوگ باہر جا رہے ہیں۔ وہ کیا سوچیں گے؟

”انھیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم فراد ہی واپس آ جا رہے ہیں۔“

وہ دونوں کو بھی کے باہر پہنچے۔ وہاں ان کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ بخار و اس پر چڑھ کر پوچھ گیا منصور نے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ آخر معلوم ہو کر کہ کس کا جانا ہے؟

بخار و نے کار اشارت کر کے آگے بڑھنے پر کہنے کہا۔ ”تم میرے پیچھے جو۔ باپ کی کہ ہر بات نہ پوچھ کر دے کیا میں تمھارے آگے جواب دے رہی ہوں؟“

منصور خاکوش ہو گیا۔ بخار و کار ڈرائیو کر رہا تھا دوسرے فطوں میں اس کی کار چلا رہا تھا۔ اس کے دماغ میں بیٹھا

ڈاکٹر اس کی کار راستوں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے پتہ ہی نہیں تھا۔ چھوٹے ہوئے تھی برس گزر گئے تھے۔ پھر راستوں کو جھوٹا ہوا تھا۔ پھر بھی وہیں پر توڑ دے کر راستوں کو یاد کر۔ باہر بخار و کے ہاتھوں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا میں زیر پر ڈانٹ کے پاس اس کو بھی میں پہنچ گیا جہاں مرزا اس کی اسی کی خالہ اور خالو بیٹھے تھے۔

کو بھی کے احاطے میں کار دکنے کے بعد بخار و کا سے آنے لگا۔ منصور نے بھی گاڑی سے باہر نکلے ہوئے پوچھا۔ ”ابو! اب تو میں آتا ہوں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ کوئی کس کی ہے؟“

بخار و خاموشی سے چلتا ہوا کو بھی کے ساتھ سے چلا گیا۔ اس کا بیٹا اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ بخار و نے کو بھی کے دروازے کو کھولا۔ مرزا نے دروازے سے پہلے ہی کھٹے چھوڑ دیے تھے۔ وہ اندر داخل ہوا۔ پھر ایک برآمدے سے گزرتا ہوا ڈانٹک دم میں پہنچا۔ وہاں مرزا کو دیکھتے ہی منصور ایک دم سے ٹھٹھک گیا۔ اسی وقت میں نے بخار و کے دماغ تو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بھی ایک دم سے گم ہو گیا۔ جہاں اور پریشان ہو کر اچھڑا دھڑ دیکھتے لگا۔ مرزا کو تو خبر وہ دیکھ ہی چکا تھا لیکن سارہ۔ ان کو دیکھتے ہی وہ بچہ بدحواس ہو گیا۔ اس نے بوکھلا کر اپنے منہ سے پوچھا۔ ”تم یہاں چلے گئے؟“

بیٹے نے کہا تعجب ہے آپ خود مجھے یہاں لے کر آئے ہیں اور اب مجھ سے پوچھ رہے ہیں؟

سارہ بانو نے کہا۔ بیٹی تم جھیک کتنی تھیں۔ یہ دونوں یہاں پہنچنے والے ہیں۔ واقعی فراد بہت ہی بالکل ٹھیک ہے۔ فراد کا نام سننے ہی منصور اور بخار و دونوں جو ہلکے گئے۔

ان کی سبھی سب کچھ آگیا کہ وہ کس طرح نیلی پتھری کے حال میں چپس کر رہا تھا چلے آئے ہیں۔ مرزا نے کہا۔ بخار و اب کھڑے کیا سوچ رہے ہو تم کس برس سے مجھے تلاش کر رہے ہو اور میری ماں کو برٹو پریشان کرتے آئے ہو تم ہم دونوں کو ایک جگہ دیکھنا چاہتے تھے اور کسی ایک مقام پر ملنا کہ ہمیں مجبور کرنا چاہتے تھے کہ ہم تمھارے رشتے کو تسلیم کر لیں۔

آزیم ماں بیٹی تھکے سامنے ہیں۔ ہمیں ذرا مجبور کر کے دیکھ لو۔ سارہ بانو نے کہا۔ میں تمھارے جیسے کہنے پر غور کرتی ہوں۔ مرزا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی اسی کا ہاتھ ختم کر انھیں اٹھاتے ہوئے کہا۔ اسی تھوکنے کی بات آتی ہے

نوا یہ نہیں میرے ساتھ آئیے اور اس ذیل کے منہ پر چھوکیے یہ اس کے لیے ذلت آجھلنے کا پہلا مرحلہ ہو گا۔“

سارہ بانو بچپانے لگیں کہ بخار و کے ساتھ اس کا بہادر جیسا قد اور بڑیا کھڑا ہوا تھا۔ اس کی رسامیت سے اور اس کے کسرتی بدن سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بہت ہی خوبصورت نسکرا پہلوان ہے۔ سارہ بانو نے کہا۔ ”بیٹی، ان مقام کے پوشش میں یہ نہ جھوٹو کہ شہ زہ بھی ہوتے ہیں۔ اس دشمن کے ساتھ اس کا جوان تو ہی جہیل بیٹا ہے۔“

مرزا نے کہا۔ اسی آپ بھی یہ نہ جھوٹیں کہ آپ کے نشاندہ نے آپ کا بیٹا کھڑا ہوا ہے۔ میں بیٹی نہیں ہوں۔ آجے ابھی میں آپ کے سامنے ثابت کر دیتی ہوں۔“

یہ کھتے ہوئے وہ اپنی ماں کے بازو کو تھم کر انھیں آگے بڑھاتی ہوئی بخار و اور منصور کے سامنے پہنچ گئی۔ ان کے درمیان تقریباً ڈیڑھ گز کا فاصلہ رہ گیا منصور نے کہا۔ اگر تم نے میرے باپ کی توہین کی تو میں تمھارے ساتھ بہت بری طرح سیریس آؤں گا۔“

مرزا نے کہا۔ منصور تم میری اسی کے سامنے یہ نہ بولنا دو کہ میں نے تمھارے ہی گھر میں جا کر بخار و اس طرح چٹائی کی تھی۔ کیا تم وہ مار جھول گئے ہو؟

منصور نے اچانک ہی جبب میں ہاتھ ڈال کر لہلہا کر نکال لیا۔ پھر مرزا کو نشانے پر لٹکتے ہوئے بلاتے لگا۔ مجھے یاد ہے اس رات مجھے پتہ چلا کہ تم بھی کوئی چھٹی یا ستر ہو اور کسی ایسے استاد سے تم نے سیکھا ہے۔ اس کے بعد سے میں تمھارے متعلق تحقیقات میں مصروف ہو گیا۔ پتہ چلا کہ لاہور میں اس فن کا جو استاد واشوروی ہے۔ اس نے تمھیں صرف جوڈو کرانے کے واسطے ہی نہیں سکھائے بلکہ تمھیں مختلف خطرات کا فہم کی مشقوں سے گزار کر فولاد بنا دیا ہے۔ تمھیں ناقابل شکست بنا دیا ہے۔ تب ہی سے میں نے

مُحَمَّدِ زَنَبُ

جن کی کہانیاں آنکھوں ہنیں دلوں سے پڑھی

جاتی ہیں اُن کی بہترین کہانیاں

کا دوسرا مجموعہ

شائع ہو گیا ہے

محمد زینب کی کہانیاں پہلا مجموعہ

”ایمان کا سفر“

بھی دستیاب ہے

ڈاکٹر صاحب صاحب

محلہ کاپی

کتبیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳، کراچی ۱

اپنے پاس یہ دیوالیہ رکھنا شروع کیا۔ میں جانتا تھا کہ کبھی نہ کبھی پھر تم سے سامنا ہوگا تو وہ دن آج آ ہی گیا۔
 اس کی باتوں کے دوران سائرہ بانوا اپنی بیٹی کے آگے آکر ڈھال بن گئی تھیں اور گڑا گڑا کر جوئے کہہ رہی تھیں۔ نہیں بیٹے تم دیوالیہ رکھ لو۔ ہم جھگڑا کرنا نہیں چاہتے میری بیٹی ناواں ہے۔ میں نے اسے سمجھائی ہوں۔
 مرجانہ نے ایک جھٹکے سے اپنی اتنی کو ایک طرف کھینچ کر لے لی۔ اتنی اب یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ اب کیوں ابھی تک سہمی ہوئی ہیں۔ میں نہ تو کہہ رہی ہوں اور نہ آپ کسی طرح سے کہہ رہی ہیں۔ میں ابھی ثابت کر دوں گی۔
 منصور نے طنز بہ انداز میں کہا۔ کیا فریاد کا سہارا لے کر ثابت کر دو گی۔

مرجانہ نے کہا۔ مجھے میری اتنی کی قسم میں اس لئے ہے اس وقت تک فریاد کا سہارا نہیں لوں گی جب تک کہ تم مجھ کو ہاتھ سے دیوالیہ نہیں کر جائے گا اور فریاد بھی یہی کہہ رہی ہوں گے۔ وہ بیان موجود تو نہ ہیں لیکن میرے سامنے منصور کے دماغ میں رد کہ نہ کسی کو مذہب بنایا اور نہ کسی کو شہرہ درہیں وہ خاموشی سے تماشہ دیکھیں۔

منصور نے کہا۔ مرجانہ، میں نے ابھی تک کبھی تو قسطنطین نہیں کیا اور نہ ہی کرنا چاہتا ہوں۔ میں خواہ غلامی و تامل نہیں بننا چاہتا۔ میں تجھیں سمجھاتا ہوں کہ میرے پاس یہ گناہی کے ساتھ پیشکش نہ آؤ اور مجھے خال بننے پر مجبور نہ کر دو۔
 وہ بولی۔ میں تمھارے جذبات کو سمجھتی ہوں تم بیٹے ہو اور اپنے باپ کی تو بہن پر بدتمیز نہیں کر سکتے تو بہن ہو گئی تو تم قسطنطنیہ کے سے بھی گریز نہیں کرو گے لیکن قتل کرنے سے پہلے اپنے دیوالیہ کا سفینہ بھی سمجھ کر نہ جانا۔
 منصور نے ہوا میں ہوا کر اپنے دیوالیہ کی طرف دیکھا۔

اُسے خیال نہیں تھا کہ سفینہ کی کچھ ہٹا ہوا ہے۔ باتیں اس کی نظر دیوالیہ پر پڑ گئی۔ اسی لئے اس کے پیش پر بہن پرست ٹھوکر پڑی۔ وہ ایک دم سے کراہتے ہوئے دوڑا ہو گیا۔
 صغیتی دیر میں وہ سنہلدا، اتنی دیر میں دوسری ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی اور وہ آکٹ کفرش پر چاؤں شانے جنت ہو گیا۔ مرجانہ جھلک لگا کر اس کے اس ہاتھ کی کلائی پر کھڑکی ہو گئی جس ہاتھ میں دیوالیہ تھا۔ منصور دیر لے ہی اٹھ مٹا ہوا تھا۔ اس کے صحن سے ایک بیج نکلی کہو نہ اس کی کلائی پر ہر جانے کے لئے جسم کا ہر بوجھ پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ سے دیوالیہ چھوٹ گیا۔ مرجانہ نے دیوالیہ کو ٹھوکر مار کر ڈور

پہنچا دیا۔ پھر اس کے سر کے پاس کھڑے ہو کر ایک ٹھوکر اس کے منہ پر چھائی۔ وہ ایک دم سے فرش پر تر پڑنے لگا۔ جتنا اُسے گڑا گڑا کر کہنا کہ اس کو میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔
 ایک بیک سائرہ بازو دروازے سے نکلے لگنے لگے۔ وہ خوب دل کھول کر قہقہے لگاتے ہوئے انھوں نے کہا۔ بھارت اب میرا گھر ہے۔ میں جیسے ہی گڑا گڑا قہقہے اور تمنا میں دعائیں مانگتی تھی اور سوچتی تھی کہ میری بیٹی پر نہیں کن کن ٹھوکر لڑکیاں کمان جھگڑتی ہوگی۔ میں اپنی بیٹی کے لیے ناؤں کو نوٹیں سمجھتی تھی۔ آج دوچار ٹھوکر مل گیا۔
 بیٹے کو پڑی ہیں تو تم گڑا گڑا رہے ہو۔ اب میرا گھر ہے۔ آج مجھے یقین ہو کہ میں نے بیٹی کو نہیں بیٹے کو نوٹ دیا ہے۔
 آج سے بیٹے کے بیٹے میرے بیٹے سے لگ جاتا۔

یہ کہہ کر وہ دونوں بازو پھیلائے ہوئے مرجانہ کے پاس گئیں اور اُسے شتم ہوئے اپنے سینے سے لگایا۔ اُسے چھنے لگیں۔ مرجانہ نے کہا۔ اتنی، میں تمھارے تمام دشمنوں کو اپنے قتل پر پہنچا دوں گی جہاں وہ اپنی اپنی اولاد کے لیے ترستے اور ترپتے رہیں گے اور اپنی اولاد کی زندگی کی جھیک۔ آپ سے لگتے نہیں گے۔ آپ کے سامنے گڑا گڑا ہیں گے۔ آپ کے قتل میں میں گریں گے اور آپ انھیں ٹھوکر مل دین گی۔ جائے۔
 بچاؤ کے پاس جائے۔ اس وقت وہ آپ کا بزم ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اس کے منہ پر میرے سامنے ٹھوکر دیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ کیسے اب وہی دلت بڑا کرے گا۔ جو کہ اس کی طرف سے آپ کو ملتی رہی ہیں۔

سائرہ بانوا اپنی بیٹی کو کھپوڑ کر بھارت کی طرف پلٹ گئیں اور اُسے گری اور قسطنطنیہ سے دیکھتے قسطنطنیہ اور اپنے بیٹے لگا۔ وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں۔ بھارت دیکھو! انھیں بھارت چار گڑا دیکھو۔ میں دیر کی دیر ہوں

جیسے تم میرے ہوس پرستوں نے کھلونا بنا لیا تھا۔ میں روتی تھی، گڑا گڑا تھی۔ انسانیت کا واسطہ دیتی تھی۔ فریاد و حمل کا نام لے کر دم کی جھیک مانگتی تھی مگر تم لوگوں کو دم نہیں آتا۔ تاہم تم لوگوں نے یہ کچھ لیا تھا کہ میں مالی کا پیرا ہوں اور مجھے مالی میں رہنا چاہیے اور بھارتی شریف ہو بیٹوں کو تمھارے مذہب گھرانوں میں رہنا چاہیے۔ بھارت آج دیکھو آج میں سب سے مذہب سب زیادہ شریف عورت ہوں میرے پاس دولت ہے، عزت ہے، شہرت ہے۔ تمھارے پاس کیا ہے۔ کچھ نہیں۔ اتنا بھی نہیں کہ جب تمھارے منہ پر ٹھوکر مل تو کوئی تمھارا عیاں نہ ہو۔

سائرہ بانوا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتی جا رہی تھیں اور وہ گھبراہٹ پریشان ہو چکی تھیں۔ اُدھر اُدھر دیکھتا جاتا تھا کہ کہیں سے کوئی بچاؤ کا راستہ ہو۔ فرار کا راستہ بھی نہیں تھا۔ کیونکہ دروازے کی طرف مرجانہ کھڑی ہوئی تھی اور وہ بھاگنے کا انجام جانتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک دیوار سے ٹکرا کر گر گیا۔

سائرہ بانوا اس کے سامنے پہنچ کر رک گئیں۔ وہ بولیں۔
 "تو اپنے رفیق نہ جانے مانا۔ اب کیا کر دے؟ ہلے بچو گے؟ مفقود ہیں۔ دولت کبھی ہوتی ہے کہ تم پر غصہ کا طغیانی بھارت کا چہرہ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں کیونکہ اب بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔
 تو قہقہے میں لگا تھا۔ وہ کسی لئے پیش آئے والا تھا۔

اس سے پہلے کہ میں تمھارے منہ پر ٹھوکرں تم اپنے ضمیر کے آئینے میں اپنا منہ دیکھو۔ تجھیں تیرے چلے گا کہ جوانی کی ابتدا سے لے کر اب تک تم اپنی بدچلنی کے ذریعے خود ہی بار بار اپنے منہ پر ٹھوکتے رہے ہو۔ کیونکہ جو بچاؤ اور بدچل رہا ہے۔ اس کا منہ ایسی ہی کالا ہوتا ہے۔ جیسے نقدیر اس پر ٹھوکرں لگی ہو۔ لیکن ایسے بدکردار انسانوں کو اپنے چہرے پر ایسا ٹھوکر نظر نہیں آتا۔ اسی لیے ضرورت پڑتی ہے کہ کوئی دوسرا ان کے منہ پر ٹھوکرے اور انھیں احساس ملے اور آج وہ دن آ گیا ہے کہ میں تمھارے منہ پر ٹھوکر کر انھیں احساس دلاؤں گی۔

بھارت کی آنکھیں بند تھیں۔ پھر اُن بند آنکھوں کی دہلیز سے آسروں کے نطرے نکلے گئے۔ وہ نطرے اس کے جھلپ جھلپ چہرے پر پڑ چکے تھے۔ سائرہ بانو نے پیچھے ہٹ کر اپنی بیٹی کو مخاطب کیا۔ مرجانہ، بس میں نے ٹھوکر دیا ہے۔

مرجانہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ نہیں اتنی آپ نے نہیں ٹھوکا ہے۔

"مان بیٹے ذرا اس کی طرف دیکھو۔ اس کی آنکھوں کے پیچھے سے آسروں کی ٹھوکر بہ رہا ہے۔ جب ضمیر کسی انسان پر ٹھوکتا ہے اور جب وہ رد ہوتا ہے تو اس کی آنکھوں سے ضمیر کی ٹھوکر ہوتی نفرت جیسی ہے۔ ہم انہو سمجھتے ہیں۔ بس اب مجھے ٹھوکرنا نہیں چاہیے۔ اگر اب میں ایسا کروں گی تو یہ میری کم ظرفی ہوگی۔ آؤ۔"
 یہ کہہ کر وہ مرجانہ کا ہاتھ تھام کر دلائیں۔ مارنے کی طرف جا رہی تھیں منصور فریاد پر پڑا ہوا ٹھوکر سے گزر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا

اور دلتی جسم کھنے والا دیوان تھا۔ پھر بھارتی کے مشق کے دوران مار کھانا بھی سمجھا جاتا ہے۔ اسے مار کھانے کی بھی عادت تھی اور مارنے کی بھی لیکن مرجانہ کے ہاتھ پاؤں سے ایسی چوڑی گئی تھیں جیسے اپنی سلاخیں سے صغیریں لگائی گئی ہوں۔ منصور کو پہلے بھی ایسی چوڑوں سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ پہلے بھی مرجانہ سے مار کھانچا تھا اور اب اس کی گھڑی یہ بات اچھی طرح آگئی تھی کہ وہ منہ دلتی تھیں۔ میں اگر مرجانہ کو بھی ایک انگلی سے بھی نہیں مار سکے گا۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر اس کے احساسات کو معلوم کیا تو پتہ چلا کہ منصور مر جانے کی والدہ سائرہ بانو سے متاثر ہو گیا تھا۔ ان کی باتوں نے اور ان کی شرافت نے اسے یہ سمجھنے پر مجبور کیا تھا کہ سائرہ بانو اعلیٰ ظرف خاتون ہیں۔ اگر وہ چاہتیں تو دونوں باپ بیٹوں کو مجبور کرنے کے بعد بڑی آسانی سے اس کے باپ پر ٹھوکر کھیتی تھیں لیکن انہوں نے بڑی فرافلی سے اسے معاف کر دیا تھا۔

وہ فرش پر سے آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اس کا باپ اب تک دیوار سے ٹک لگتا۔ آنکھیں بند کیے کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر بیٹے کا سر نہ ملت سے جھک گیا۔ وہ جھکے ہوئے سر کے ساتھ وہاں سے جاتے لگا۔ میں نے مرجانہ سے کہا۔ "منصور سے کہو کہ وہ ایسا دیوالیہ اٹھا کر لے جائے۔ پروا نہ کرو، اب وہ فائرنگ نہیں کرے گا۔"

مرجانہ نے میری ہدایت کے مطابق اسے آواز دی۔ "سنو منصور! اپنی چیز یہاں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ ادھر فرش پر ہمارا دیالو پڑا ہوا ہے اسے اٹھا کر لے جاؤ۔"

منصور نے دیوالیہ کی طرف دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس طرف بڑھنے لگا۔ سائرہ بانو، طاہرہ بانو اور مر جانے کے خال پریشان ہو کر کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ مر جانے نے دین کو روکا اور وہ بھی اتنی اب وہ دیوالیہ کو اٹھا چکا تھا۔ میں احتیاطاً اس کے دماغ میں موجود تھا کہ کہیں وہ اپنا ٹک ہی فائرنگ نہ شروع کر دے لیکن اس نے دیوالیہ کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر باہر جانے لگا۔ سائرہ بانو نے آواز دی۔ "بھارت! ہٹا دیا ہٹیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ تمھارے اپنے ایک ایک کے تھلا ساتھ چھوڑ دیں۔ قرآن کے پیچھے جاؤ اور ان کے سامنے دل کی گواہیوں سے اپنے آپ کو ہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرو۔ میں کوئی نہیں ہوں۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ وہی معاف کرنے والا ہے اور وہی ہمیں معاف کرے گا۔"

بجائے اور نہ سمجھیں کھیں لیکن اس کی آنکھیں جھکی رہیں
 پھر وہ اسی طرح سر جھکاتے وہاں سے آہستہ آہستہ باہر جانے
 لگا۔ دونوں باب بیٹھے ایک دوسرے کے آگے پیچھے کوٹھنے سے
 باہر چلے گئے۔ میں ان کے ساتھ نکلا رہا۔ یہ اندیشہ تھا کہ میں
 ان کا ارادہ نہ بدل جانتے اور وہ پھر غصے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔
 لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ اس
 بار منصور نے اسٹینسنگ سے نبھائی۔ پھر وہ ٹاپوٹوٹا ہوا کار کو کوٹھنے
 کے احاطے سے باہر لے گیا۔ تب میں نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔
 کوٹھنے کے اندر مر جائے اور اس کے بزرگ حاکم واقعے پر
 بحث کرے تھے۔ میں نے مر جائے کو مخاطب کیا۔ اب تباؤ کیا
 ارادہ ہے۔ ہتھاری اتنی ہے تو بھلا وہ کونسا کے حوالے کر دیا کر دی
 غفور الرحمن ہے۔ وہی معاف کرے گا۔ بجا تھا کہ معاملہ تو منٹ
 گیا اب اس کے متعلق سوچنا اس سے دشمنی کرنا فضول ہے اب
 وہ بھی ہتھارا سامنا نہیں کرے گا۔

وہ بولی نہ ٹھیک ہے۔ امی کے سامنے اس کا سر نہ دات
 سے چھٹک گیا تھا۔ اس سر دیکھ کر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے
 تھے جو نہایت ہی غماز تھا۔ اگر دوسرے دشمن بھی میری امی
 کے قدموں میں گر کر معافی مانگ لیں نہ امانت سے سر جھکائیں
 تو ہوسکتا ہے کہ امی انہیں بھی معاف کر دیں لیکن دشمنوں کو
 بھلا یا تو نہیں جاسکتا۔ ابھی چوتھن دشمن باقی ہیں ان سے نمٹنا
 ضروری ہے۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی امی سے بوجھا۔ اب آپ بتائیں
 کہ دوسرا دشمن کون ہے۔ ہمیں کس طرف جانا چاہیے؟
 اس کی امی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
 ”بیٹی! جلد بازی سے کام نہ لو۔ اب کھانے کا وقت ہے چلو آؤ،
 ہم کھانا کھائیں گے۔ دشمنوں کے متعلق اطمینان سے سوچا جاسکتا
 ہے۔“

”امی! اطمینان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں کھاؤں
 گی، پیوں گی، آرام بھی کر دوں گی۔ نیند بھی پوری کر دوں گی کہ دشمن
 اس وقت تک میرے دماغ میں کوٹھتے رہیں جسے جب تک
 میں ایک ایک سے گن کر بے نہیں کر دوں گی جیتنے۔“
 وہ سب کھانے کے لیے وہاں سے اٹھ گئے میں مر جائے
 سے رخصت ہو کر امی اور رونی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت
 رونی کوٹھنے کے اندر امی کے ساتھ ڈرائنگ روم سے چلتے ہوئے
 بیٹروم کی طرف جا رہی تھی اور اس نے چلنے کے دوران امی کا
 سہارا نہیں لیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کافی صحت
 یوگتی تھی اور بغیر کسی سہارے کے چل پھر سکتی تھی۔

میں چند لمحوں تک سوچا رہا۔ پھر اس نتیجے پر پہنچا کہ امی
 مٹی اور رونی کو مخاطب نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں کچھ مصلحت
 ہیں۔ پھر یہ کہ صبح سے میں نے ناشتہ نہیں کیا ہے اب آج
 میکی براؤن کے پاس بھی جانا ہے لہذا امی اور رونی سے پھر
 کسی وقت ملاقات کی جائے۔ یہ سوچ کر میں واپس اٹل کرے
 میں آگیا جہاں سونیال نے مجھے لاک کیا تھا۔

اس وقت میری گھڑی میں پونے گیارہ بجے تھے ٹھیک
 گیارہ بجے سونیا کی آنکھیں کھلنے والی تھیں۔ اس سے پہلے ہی
 میں نے سوچا کہ اسے جھجھوڑ کر دیکھا جائے۔ یہ سوچ کر میں فون
 کے پاس آیا۔ پھر رسیدوار اٹھا کر اس کے کمرے کو کھٹ کھٹانے لگا۔
 اس کے ساتھ ہی میں نے خیال تواری کے ڈیلے سونیال کے دماغ
 میں جھانک کر کہا ”مجھے اٹھنا چاہیے۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج
 رہی ہے۔ گھنٹی کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے۔ میں اٹھنا
 نہیں چاہتی لیکن مجبوری ہے کوئی فون پر مار رہا ہے۔“

تب وہ اچانک ہی بیدار ہو گئی۔ آنکھیں کھول کر پہلے
 چھت کو گھورتی رہی۔ پھر فون کی گھنٹی کی طرف توجہ دی، اور
 جلدی سے اٹھ کر ریسور کو اٹھاتے ہوئے بیٹھ گیا۔
 میں نے کہا ”وہاں دام سونیا! بڑی اچھی مہمان نوازی ہے
 مجھے کل رات سے کمرے میں بند کیا ہوا ہے۔ اس وقت دن کے
 گیارہ بجنے والے ہیں اور میں اب تک یہاں بھوکا پیاسا بیٹھا
 ہوا ہوں۔ اور تم ہو کہ بیدار ہونے کا نام ہی نہیں لیتی کئی بار
 میں فون کر چکا ہوں۔“

وہ حیران ہو کر بولی ”کیا اس وقت گیارہ بج رہے ہیں؟
 اس کے ساتھ ہی اس نے نظریں اٹھا کر گھنٹے کی طرف
 دیکھا۔ پھر ریسور کی طرف توجہ دیتے ہوئے کہا ”سوری طارق!
 میں رات کو بہت دیر تک جاگتی رہی تھی اس لیے دیر تک
 سوئی نہ رہی۔ سو سوری! میں ابھی آکر کہہ کھوٹی ہوں اور فوراً
 ہی تمہارے لیے ناشتے کا انتظام کرتی ہوں۔“

یہ کہہ کر اس نے ریسور دکھا۔ پھر کمرے کے دروازے کو
 کھول کر گھنٹی بجائی اور ملازم کو بلا کر جلد ناشتہ تیار کرنے کا حکم دیا۔
 اس کے بعد وہ باختر دم میں چل گئی۔ غسل کے دوران وہ میرے
 متعلق سوچتی رہی کہ میں رات کو کیسے آتا تھا اور میں نے اس
 کے ساتھ کیا وقت گزارا ہے اور پھر تیری آسانی سے واپس بھی
 چلا گیا۔

باتھ روم سے باہر آکر اس تبدیلی کرتے ہوئے اس نے
 ٹی۔ وی کے اسکرین کو ان کی آنکھوں کے پیچھے دیکھ کر کہا
 ہوں۔ میں کو کسی پر ہنسا ہوا تھا۔ میرے چہرے پر بھجھکا ہوا

تھی اور میں سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔
 وہ بڑی تنہائی سے سوچنے لگی۔ پچھلی رات میں نے اپنی
 خواب گھر کو اندر سے بند کیا تھا اس کے باوجود فریڈا اندر چلا
 آیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے پہلے مجھے ٹریپ کیا۔
 میرے دماغ کو پوری طرح اپنی مٹھی میں رکھنے کے بعد اس نے
 مجھ سے ہی مدافعت اس طرح کھلویا کہ مجھے اپنی ان حرکتوں کا پشیمان
 نہ رہا۔ اس نے میرے پاس آکر اچھا خاصا وقت گزارنے کے
 بعد واپس جلتے وقت پھر اپنے کمرے میں پہنچ کر مجھے بھوکا کیا ہو
 کہ میں دوبارہ اس کے کمرے کو لاک کر دوں۔“

وہ اثبات میں سر ہلا کر سوچنے لگی۔ ہاں ہاں ایسا ہو
 سکتا ہے۔ جب فریڈا میرے کمرے کا دروازہ کھولا سکتا ہے، تو
 طارق مجھ کے کمرے کا بھی دروازہ کھولا نا کوئی مشکل کام نہیں
 ہے۔ یقیناً یہ جو طارق مجھ دیر سے سامنے اسکرین پر نظر آ رہا ہے
 یہ فریڈا ہو سکتا ہے۔ میں نہیں مانتی کہ اتنی ساری خصوصیات
 جو فریڈا میں ہیں دوسرے میں سما جائیں۔

ایسا سوچتے وقت وہ ٹیلیفون کے پاس گئی اور ریسور اٹھا
 کر مارٹنوس ٹروٹی کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ایرا کرتے وقت
 اس کی نظریں ٹی وی کے اسکرین پر پڑیں۔ میں نے غصے دکھاؤ
 کے لیے جھجھکا کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے ٹیلیفون کا ریسور
 اٹھا لیا۔ پھر چلتے ہی کمرے کو لاک کرنے جا رہا تھا کہ رک گیا۔
 مجھے ریسور پر سونیا کی آواز سنانی پڑی تھی۔ وہ مارٹنوس
 ٹروٹی سے کہہ رہی تھی ”ذرا ایک منٹ ہواٹارن کرو، میں ابھی
 تم سے باتیں کرتی ہوں۔“

یہ کہتے ہوئے اس کی نظریں ٹی وی کے اسکرین پر مجھے
 دیکھ رہی تھیں پھر اس نے ریسور پر کہا ”طارق! ریسور رکھو
 میں ضروری باتیں کر رہی ہوں۔“

میں نے جھجھکا کر کہا ”ہتھاری ضروری باتوں کی ایسی کی
 تیس۔ مجھے کس جرم میں یہاں قید کیا گیا ہے۔ آخر وہ دوا نہ کھولا
 کیوں نہیں جاتا۔“
 ”زیادہ بکواس نہ کرو۔ دوا دوا ابھی تھوڑی دیر میں کھل جائے
 گا اور ناشتہ بھی تیار ہے۔ ابھی میں تمہارے پاس آنے والی ہوں
 ریسور رکھو۔“

میں نے ریسور رکھ دیا۔ اس نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا
 کہ اسکرین پر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں کو کسی پر ہنسا کر ایک سگریٹ
 سے دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے ٹی۔ وی کے ٹیلیفون پر ان
 کی باتیں سننے لگا۔ وہ مارٹنوس ٹروٹی سے پوچھ رہی تھی کہ فریڈا
 کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں؟

اس نے جواب دیا ”دام! جب سے آپ نے تباہی
 کر فریڈا پر سر میں موجود ہے تبھی سے ہم نے اس کی تلاش
 شروع کر دی ہے۔ ہیرس کے ایک ایک گوشے میں ہمارے
 آدمی فریڈا کی ہونٹوں سے پھرتے ہیں۔ اس کے ریکارڈ کے مطابق
 اس کی چال ڈھال، باتیں کرنے کا انداز، اس کی عادتیں سب
 کچھ ہمارے آدمیوں کے ذہن میں ہے اور اسی کی مناسبت سے
 وہ کسی ایسے بہروپ کو تلاش کر رہے ہیں جو میک اپ میں ہو، مگر
 عادت سے مجبور ہو اور خود کو فریڈا کی حیثیت سے نادانستی میں
 غماز کرے۔ ہم ایسے ہی موقع کی تلاش میں ہیں۔“

سونیا نے ریسور کو رکھ دیا۔ وہ میرے تصور میں گم ہو گئی
 تھی۔ نگاہوں کے سامنے سے ٹی وی کا اسکرین بھی مٹ گیا تھا۔
 اور صرف میرا چہرہ اسے نظر آ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ پر
 بیٹھ گئی اور گزرتے ہوئے رات کے لمحوں کو یاد کرنے کی کوشش
 کرنے لگی۔ عجب تم قہر مٹی تھی کہ جو رگین اور سنگین لمحات اس نے
 گزارے تھے، ان کی یادیں بھی اس کے دماغ میں محفوظ نہیں تھیں۔
 وہ سب کچھ بھول رہی تھی۔ بس آثار بتا رہے تھے کہ فریڈا آیا تھا۔

اب نگاہوں کے سامنے سرسے ہاتھوں تک میں اسے نظر
 آ رہا تھا اور وہ دھڑکتے دھڑکتے دل سے سوچ رہی تھی۔ فریڈا جب
 قہر آئی گئی تھے تو مجھے بیدار کیا ہوتا۔ میں ہتھاری ٹی۔ وی پر
 بیٹھا ٹروٹی کی ٹیکنگ کو سمجھتی ہوں۔ تم نے مینا ٹروٹی کے کہنا ہوگا
 کہ بعد میں، میں سب کچھ بھول جاؤں۔ ایسا قسم کیوں کیا۔ کاش
 کہ میں جاگتی آنکھوں اور جاگتے ہوئے دماغ سے تمہارے
 ساتھ وقت گزارتی تو اس خوشی میں اس محبت میں ان بیلارے
 پیارے لمحوں میں میرا اپنا بھی حصہ ہوتا۔ یہ بڑی زیادتی ہے کہ تم
 ٹیکسٹ ڈیوٹیاں سمیٹ کر چلے گئے۔

سونیا میرے ساتھ بہت زیادہ پیچیدہ ہو جایا کرتی تھی اور
 اب تو یہ معاملہ تھا کہ برسوں سے وہ پچھڑی ہوئی تھی اور برسوں سے
 میرا انتظار کر رہی تھی۔ ملاقات بھی ہوتی تو وہ اپنی سی ملاقات
 تھی۔ اس پر وہ ناخوش بھی نہیں تھی۔ وہ مجھ پر بھی کفر و کد کاٹی
 تھا اور اس نے حق اور مارا جس کی جو چیز ہوتی ہے وہ نہ رونی
 بھی آکر لے جاتے تو اسے کوئی روتھ نہیں سکتا لیکن میں جا بخت
 سے ہی سب کچھ ہوتا تو اس کی بات بھی کچھ اور ہوتی۔ شاید وہ
 یہ فیصلہ کر لیتی کہ اسے فریڈا کی خاطر سراسر کی تنظیم سے نکل آنا
 چاہیے۔

سوچتے سوچتے وہ جو تک گئی۔ پھر اپنے آپ کو پھر نلنے
 لگی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔ مجھے اس انداز میں نہیں سوچنا چاہیے
 میں فریڈا کی خاطر سراسر کی تنظیم کو نہیں چھوڑوں گی۔ یہی تو

ایک طریقہ ہے کہ وہ میرے پاس آتا ہے گا کیا ہوا کل رات وہ بچ کر نکل گیا۔ آخر تک تک بچتا ہے گا۔ کسی رنگی دن میں اسے ایسے کھینچنے میں لاؤں گی کہ وہ نکل نہیں سکے گا۔

اس کی سوچ پڑھنے کے دوران میرے بپٹ میں جو ہے کوئی نہ لگے۔ جھوک کا احساس پڑھ گیا۔ میں نے سوچا کہ اگر سونیا کو اسی طرح موقع دیا جائے تو وہ صبح سے شام تک سوچتے ہوئے گزار دے گی اور میں یہاں جھوک ماروں گا میں نے پھر رسیوں کا کراس کے کوڑیل کو کھٹکھٹایا تو دوسری طرف سونیا چونک گئی اس نے رسیوں کا کراس کھٹکھٹایا تو میری طرف بس میں ابھی اپنے کمرے سے نکل رہی ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے رسیوں کا انداز میں سے کمرے کا دروازہ کھول کر نکل گئی۔ ملازم کو آواز دے کر کہا کہ وہ میز پر ناشتہ لگائے۔ پھر وہ میرے کمرے کے سامنے آئی اور اس کے دروازے کو کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی میں نے صبر نہ کیا کہ تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے دروازہ کھول کر احسان کیا۔ اب ناشتہ کتنی دیر میں ملے گا پتہ

وہ مسکرا کر بولی "ناشتہ تیار ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔" ہم ڈائننگ ٹیبل پر آگئے ناشتہ کرنے کے دوران میں نے پوچھا کیا تم بیکوٹا آتی ہی دیر تک سوئی رہتی ہو پتہ نہیں آج فریاد کرنے مجھے اتنی دیر تک سلاتے کھا تھا۔

اچھا تو فریاد کتنی اپنے پاس سلا کر رکھتا ہے۔ وہ ایک دم سے جھینپ کر بولی "کیا بکواس کر رہے ہو۔ اس نے ٹیلی ویژن کے ذریعے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ میں کچھ دیر سے پہلے سو کر نہ اٹھوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں سوئی رہ گئی تھی۔" تم نے جاننے کے بعد عمل کیا تھا نا پتہ

"ہاں۔" وہ چونک کر بولی "مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو پتہ" اس لیے کہ عمل کرنے کے بعد تم اور زیادہ کھڑ گئی ہو۔ جیسے چول شینے سے چھل جانے کے بعد اوکھڑ جاتا ہے۔ تمہارا حسین چہرہ آنا بیکوٹا شین ہو گیا ہے کہ انہماکیت کو جی چاہتا ہے مگر انوس تم تو فریاد کے لیے ریز ہو پتہ

"او ہند۔" وہ ناگوار کی کہ انہماک کرتے ہوئے بولی "میں اس کو گھاس بھی نہیں ڈالتی۔"

"میں نے سنا ہے کہ ٹیلی ویژن کے بڑے کمالات ہوتے ہیں اس کے آگے گھاس نہ ڈالو تب بھی وہ گھاس کھا کر گزر جاتا ہے۔" سونیا نے ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولی۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تمہاری باتیں بڑی مٹی خیز لگ رہی ہیں سچ سچ بتاؤ تمہارے دل میں کیا ہے؟ اور یہ تمہارے بولنے کا

مقصود کیا ہے؟

"جھلملا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ کیا میری باتوں سے ظاہر نہیں ہے کہ میں ٹیلی ویژن کے متعلق باتیں کر رہا ہوں۔ کیا ٹیلی ویژن جاننے والے ایسا نہیں کرتے۔ جیسا کہ ڈاکٹر میڈی رائٹ نے کا وہ بلیک میننگ والا مواد اس سے چھپا کر رکھا گیا تھا لیکن وہ اسے حاصل کر کے تباہ کر چکا ہے۔ اسی طرح میں مثال کے طور پر کہہ رہا تھا کہ اس کے آگے چارہ نہ ڈالو تب بھی میرا مطلب ہے کہ وہ چارہ چربی جاتا ہے۔"

سونیا کمری نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں نظروں جھکا کر ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر وہ بڑی آہستگی سے، بڑی راندی سے بولی "دیکھو، میرا دل کتاب کے کہ تم ہی ہو۔ تم نے فریاد پر دوں میں خود کو چھپایا ہوا ہے۔ اصل چہرے پر ایک فولادی ماسک پڑھا ہے لیکن تمہاری عادتیں تمہاری باتیں تمہارا انداز، تمہارے جسم کی خوشبو، تمہاری آنکھیں تمہارے طنز کرنے کا انداز اور تمہارے مذاق، اڑانے کی وہ عادت سب کچھ وہی ہے۔ وہی ہے طاق! میں تمہیں طاقی کھوں یا فریاد پھیر مجھے پریشان نہ کرو۔"

میں نے کانٹے ادا چھڑی کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "جس حد تک تمہیں یقین دلانا تھا وہ دلچسپا۔ اب تم مجھے تنگی کی آخری سانس تک فریاد بھجھتی رہو تو میں تمہارا کیا لگاؤ لوں گا۔ کیا تمہارے ایسا کھینچنے سے میں فریادیں جاتوں گا؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آگئی۔ پھر میرے باؤں میں اپنی انگلیوں سے کھنکھی کرتے ہوئے بولی "دیکھو، کل رات سے میری دنیا بدل گئی ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے۔ فریاد نہیں پالینے کے لیے میں ابھی ادا سی وقت مر جانا چاہتی ہوں۔ میں تمہیں اپنے پاس بلا کر بھول گئی کیا تم میرے پاس نہیں آؤ گے؟"

"ادام سونیا! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"تمہاری باتوں سے میری سمجھ میں آ رہا ہے کبھی تم مجھے تم کہہ کر مخاطب کرتے ہو اور کبھی تکلف سے آپ کہتے ہو۔ ابھی تم نے مجھے آپ کہہ کر مخاطب کیا۔"

وہ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اچھے پیچھے ہٹ کر بولی "میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ میں نے ناشتہ چھوڑ دیا ہے۔ میں دوسرے کاکھانا بھی نہیں کھاؤں گی اور رات کو بھی نہیں کھاؤں گی بلکہ اس وقت تک نہیں کھاؤں گی جب تک کہ تم میرے پاس میرے فریادیں نہ کریں آؤ گے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے چلتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل کے دروازے تک گئی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولی "بس تم سے ایک درخواست ہے اور وہ یہ کہ میری سوچ پڑھتے رہنا اور سوچ کے ذریعے مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا۔"

یہ کہہ کر وہ ڈائننگ روم سے باہر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ سونیا ایک ایسا فولادی دھوپ ہے جسے کوئی دوسرا فولاد توڑ نہیں سکتا۔ لیکن فطرتاً وہ اندر سے عورت ہے اور جب میرا معاملہ آتا ہے تو وہ عورت اندر سے بیدار ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ بیدار ہو چکی تھی اور میرے لیے سب کچھ کر گزرا تھا۔ ابھی تک میں ابھی اس سے کھینچا تھا تھا اور یوں بھی اگر اس کے کہنے کے مطابق میں اس کی سوچ پڑھتا تھا تھا اور اسے سوچ کے ذریعے اپنا فیصلہ سنا تا تو یہ بات کھل جاتی کہ میں ہی مسٹر ادا ہوں اور اس کی انتہا کے مطابق فریاد ہی سوچ پڑھنے لگا ہوں اس لیے میں نے فی الحال اس سے کڑی ممانعت ہی مناسب سمجھاؤ ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

ناشتہ کرنے کے بعد میں سونیا کے کمرے کے سامنے پہنچا وہاں میں نے دستک دیتے ہوئے کہا "ما دام! آپ نے مجھے ابھی میں ڈال دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح فریادیں کر آپ کو مطمئن کروں۔ خود کے لیے باہر آئیے اور ناشتہ کر لیتے۔"

وہ اندر سے پیچ کر بولی "دیکھو مجھ سے فریاد نہ کرو۔ تم پھر آئیے اور کھاتے چھو گھٹو کر رہے ہو۔ اجڑا نا! آپ کہہ کر مخاطب کر رہے ہو۔ تم بے حد چالاک ہو لیکن چالاک آدمی بھی نہیں نہ کہیں مات کھا پائے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا احترام نہیں کروں گا۔ بہر حال دروازہ کھولو۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔ سامنے نہیں ہو کچھ بھی نظر آتے اسے فریاد سمجھ کر ہی قبول کرو۔ میری بھی خوش نصیبی ہوگی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی کہ دروازہ کھولنا چاہیے یا نہیں پتہ نہیں میرے اندر فریاد موجود ہو یا نہ ہو۔ کہیں وہ دھوکا نہ کھا جاتے۔ میں نے پھر کہا "کیا ہوا، دروازہ کھول نہیں کوئی میں انتظار کر رہا ہوں۔ آؤ! ادام میرے سامنے نصیب جگا دو۔"

وہ ہنسی کرتے ہوئے بولی "میں تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں ڈاکٹر میڈی رائٹ کے کونوں پر اطلاع دے رہی ہوں کہ تم یہاں پہنچ رہے ہو۔ ڈاکٹر تمہیں بتا دے گا کہ آج تمہیں سہتیاں ہیں رہنا ہے یا واپس آنا ہے۔"

میں کافی پینے کے بعد اس جگہ سے باہر آیا۔ سونیا کے فلوریو نے مجھے ڈاکٹر میڈی رائٹ تک پہنچا دیا۔ وہاں وہ میرا منتظر تھا۔ مجھے تمہارا بھوکھو کوئی کا انہماک کرتے ہوئے بولا "بڑی اچھی بات ہے کہ آپ تنہا آئے ہیں۔ پچھلے رات میں دل کھول کر آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکا۔ میں آپ کا جتنا مٹی احسان مند ہوں، کم ہے۔"

ڈاکٹر! آپ یہ نکلنا باتیں پھوڑ دیجیے۔ میں آپ کا دوست ہوں۔ آئندہ بھی میری خدمت پڑے تو میں آپ کی مدد کروں گا۔"

اس نے اشات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں میں جانتا ہوں کہ تم کیسے آدمی ہو۔ کچھ خیال نہ کرنا۔ میں غریب بڑا ہوں نہیں تم کہنا چاہتا ہوں کل رات میں نے گھر پر آنے کی خبرات کے فائل نکالے اور ان میں وہ اخبارات دیکھے جب تک ان خبروں میں تمہارا بڑا اثر تھا اور تم بڑے عجیب و غریب کا زمانہ دکھا رہے تھے۔ میں نے انہیں پڑھ کر اندازہ لگایا کہ تم انسان دوست ہو اور ظلم کے خلاف لڑتے ہو۔ جو مظہم ہوئے اس کی مدد کرتے ہو اور یہ مثال تو میرے سامنے موجود ہے کہ تم نے میری مدد کی ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آج آپ میری پلاسٹک سرجری نہیں کریں گے۔ ان ہی باتوں میں وقت گزر جاتے گا۔"

وہ جوا باً ہنستے ہوئے بولا "میں دوست! میں اتنی قدرتی سے ادا لے گی جی جان سے تمہارے چہرے کو تبدیل کر دوں گا کہ آج تک میں نے کبھی کسی کے لیے اتنی محنت نہیں کی ہوگی۔ آؤ بیٹھو۔ میں تمہارے چہرے کا ڈائننگ بنانا شروع کرنا ہوں۔ میں چہرے کی پٹریوں کے ایک ایک نقش کی ڈرائنگ کرنا پڑتی ہے۔ اسی کے مطابق ہر سرجری کرتے ہیں۔"

وہ مجھے اپنے ساتھ اسٹڈی روم میں لے گیا۔ وہاں ایک چھوٹے سے اسٹینڈ پر میری بڑی تصویر لگی تھی میرا مسکراتا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے مجھے میرے ایک طرف کھینچنے کے لیے کہا۔ پھر خود میرے دوسری طرف میرے مقابل بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے ڈرائنگ ٹیبل، پینسل اور دوسرے سامان بیٹھ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ٹینک لگاتے ہوئے کہا "اب ذرا مسکرا کر دکھاؤ۔"

میں کمرے نے لگا۔ وہ کبھی میرے چہرے کا وہ کبھی میری تصویر کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا "اب بالکل سچہ ہو جاؤ۔" میں نے اپنے اوپر بیچیدگی طاری کر لی۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اور بولا "ماہر! انسانی کے ہنسنے، بولنے سے چہرہ فطرتاً

پھیلتے ہے۔ اما کسی کی حالت میں فدا سمٹ جاتا ہے ان سب باتوں کا میں خیال رکھنا چاہتا ہے۔

یہ کہہ کر وہ ڈانٹ ٹانٹ شیش پر جھبکا گیا اور کچھ خاکے بنانے لگا۔ ہمارے درمیان بڑی دیر تک خاموشی رہی تو میں سونیکے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اب بہت دیر ہو چکی تھی اور میں اس سے سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کر سکتا تھا اور خود کو فرماؤں گا کہ کتنا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے کہا: "بیٹو سونیا! تم اپنے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟"

وہ جھٹکتے ہوئے انداز میں ایڑی جیسے پر نیم دراز تھی میرے خطاب کرتے ہی وہ ایک دم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔ "اچھا تو تم ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر مجھے خطاب کر رہے ہو؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میں کیا باتوں۔ کیا تم نہیں سمجھ رہے ہو؟"

"اچھا بھروسہ دین، ابھی تمہاری سوچ کے ذریعے معلوم کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے تھوڑا سا وقت ضائع کیا۔ پھر اس سے کہا: "اچھا میں نے معلوم کر لیا ہے۔ تم طارق محمود کو فراداد سمجھ رہی ہو۔ وہ اس وقت ڈاکٹر کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور تم سمجھ رہی ہو کہ میں ڈاکٹر کے پاس بیٹھ کر تمہیں سوچ کے ذریعے خطاب کر رہا ہوں۔"

سونیا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ پھر مایوسی سے سر ہلا کر بولی: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں کیسے بے نقاب کروں۔ میں تمہیں کیا بتاؤں فراداد کہ تم نے پچھلی رات میرے پاس آکر اچھا نہیں کیا۔ میرے اندر جو محبت چھپی ہوئی ہے تمہیں کیا بھی پہنچانے کے لیے پیدا کر دیا اور مجھے میرے غم سے باہر نکالو۔ جب تم میرے پاس نہیں آ سکتے میرے ساتھ نہ مل سکتے تو مجھے پتھر کیوں نہیں بننے دیتے؟"

"میں نے تمہیں کسی بات سے تمہیں روکا۔ تم پر ہمارے کی تنظیم میں لگیں۔ میں نے تمہارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ تم اپنی مرضی کی مالک ہو چو جاؤ۔ وہ گویا کہ میں تمہارے پاس کیوں آیا تھا تو تم یہ اچھی طرح جانتی ہو کہ میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آیا تھا۔ بیشک تم ہر جانی ہوں لیکن تم یہ نہ بھولو۔ دس بج چکے تھے کہ باجوہ دھیر میں واپس تمہارے پاس آتا ہوں کیا تم اس حقیقت سے انکار کر دو گی؟"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "میں میں انکار

نہیں کروں گی۔ اسی لیے تو میں نے آج تیرے کر لیا ہے کہ اس کو بے سے باہر نہیں نکلوں۔ میں نے صبح ناشتہ نہیں کیا ادھ اب اس وقت تک بھوکا رہوں گی جب تک کہ تم میرے پاس نہیں آؤ گے۔"

میں نے ہچکارتے ہوئے کہا: "اچھی بچیاں ضد نہیں کیا کرتیں۔ جلد اٹھ کر کھاؤ۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ میں بھوکا رہوں گی۔ کوئی مجھے کھلا نہیں سکتا۔ میں تم سے کتنی ہوں میرے پیار کی قدر کرو میرے دل کو، میرے جذبات کو جو ادا میرے پاس چلے آؤ میں وعدہ کرتی ہوں کہ پھر ہمارے کسی بھی فرد کو یہ علم نہیں ہوگا کہ تم مجھے مل رہے ہو۔"

"بے شک میں جانتا ہوں کہ تم میری ملاقات کو لڑائی رکھو گی لیکن اس کی ضرورت یہ کیلئے جس طرح تم ضد میں آکر مجھے طیش دلانے کے لیے پراسرار کی تنظیم میں گئی ہو۔ اسی طرح میں بھی تو پاؤں لگا۔ چلو اٹھو اور ناشتہ کرو۔"

"میں ناشتہ نہیں کروں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ دیکھو میں تمہیں کس طرح کھلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ ایڑی جیسے پرستے اٹھی۔ پھر اپنے کمرے سے نکلے ہوئے ملازم کو آواز دیکر بولی: "میرا ناشتہ لاؤ۔ مجھے بھوک لگا رہی ہے۔"

فدا کسی دیر میں ملازم نے اس کے آگے ناشتہ لاکر رکھ دیا وہ آرام سے کھانے لگی۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ ناشتے کے بعد جب اس نے کافی کی ایک بیلیاں حلق سے اتاری تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چوہ تک گئی۔ ایک جھٹکتے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے کھڑے ہوتے ہی کسی بچے کی طرف اٹھ گئی۔ پھر اس نے ٹھٹھیاں پہنچ کر واپس پیتے ہوئے کہا: "فراداد کے بچے، تم میرے ساتھ ہر معاشی کر رہے ہو۔ تم نے مجھے زبردستی کھلا دیا ہے۔"

"ہاں میں نے تمہیں جبراً کھلا دیا ہے۔ یہ بھوک بڑا تال وغیرہ کی دھمکی کسی ادا کو۔ میں کوئی دل اور نہیں ہوں کہ تم دھمکی دے کر اپنے مطالبات منواؤ۔ آئندہ بھی بھوک بڑا تال کی دھمکی نہ دینا۔"

وہ واپس پر واپس جاتے خاموشی سے کھڑی رہی۔ اپنے اندر سے اٹھنے والے طوفانی فتنے کو کچلتی رہی ادھر اپنے آپ کو سمجھاتی رہی: "مجھے غصے میں نہیں آنا چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ اس نے دھوکے سے مجھے کھلا دیا ہے۔ یہ تو میری جیت ہے کہ وہ مجھے بھوکا نہیں دیکھنا چاہتا۔ مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے تو اسے بھی تکلیف

ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے میری محبت سے مجبور ہو کر کر رہا ہے۔ فراداد اگر تم موجود ہو تو سناؤ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"نہیں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ شاباش غصے کو اسی طرح کھپا چاہیے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بولی: "میں اپنے بیڑم دم میں جا رہی ہوں۔ میرے پاس موجود ہو۔ میں تم سے ایک فرسٹی بات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ اپنے بیڑم دم میں پہنچ کر وہاں سے کاندھ سے بند کرنے کے بعد ایک صوفے پر بیٹھ گئی، پھر بولی: "دیکھو میں تمہاری ہوں خواہ تم سے مادی طور پر یا روحانی طور پر کتنی ہی وعدہ چاہنے کی کوشش کروں مگر محبت کبھی دل سے دھڑ نہیں ہوتی۔ اسی طرح برسر کے بعد ہم بھی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اس حقیقت سے ہم دونوں انکار نہیں کر سکتے۔"

"میں تو بھی انکار نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھٹلا سکتا اور نہ ہی کبھی جھوٹ سکتا ہوں۔ بار بار تم نے مجھے وعدہ دلایا تو میں نے سوچا کہ تمہاری طرف رخ نہیں کروں گا لیکن سونیا! میں وہ وقت کیسے بھول جاؤں جب تم نے بڑی بڑی مصیبتوں میں ادا بڑے بڑے خطرات میں میرے ساتھ موت سے جنگ کی ہے؟"

"ہاں ہر ساتھ گزرتے ہوئے لمحات کو نہیں بھلا سکتے۔ میں انہی لمحات کا ان تعلقات کا واسطہ ہے کہ کتنی ہوں، میری ایک بات مان لو۔"

"یہ بات نہیں مانوں گا کہ تمہارے سامنے آ جاؤں۔"

"ٹھیک ہے خود کو مجھ پر ظاہر نہ کرو۔ جبنا مقام مجھ سے لے سکتے ہو۔ لو۔ جتنا مجھے تائید ہے ہوتا ہے۔ یہ ہو چکا میری بات مان لو کہ اب سے جو میں کھٹے ہنگ میرے دماغ میں نہ آؤ۔ میری بوجھ فریڈ ہو۔"

"ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟"

"اس لیے کہہ رہی ہوں کہ تمہیں اپنی سونیا کی ذہانت پر انیسے۔ یہ فریڈ قائم رہنا چاہیے۔ میں جو میں کھٹے کے اندر رہے بہت کروں گی کہ میں کتنی زمین ہوں اور اپنے فراداد تک کیسے پہنچ سکتی ہوں۔"

اس لیے میں ناکام ہو جاتی ہوں۔ تم نے ہار مونڈ کی تبدیلی نہ کی ہے اپنی وہ تبدیلی کر لی۔ میں تمہاری بڑے ذریعے تم تک نہیں پہنچ سکتی۔ تم کسی نہ کسی میک اپ میں چھپے ہو گے۔ میں اس میک اپ کی تم تک نہیں پہنچ سکتی۔ پھر میں ہی یہ دعوے کرتی ہوں کہ جو میں کھٹے کے اندر میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔ مجھے میری ذہانت کو آزمانے دو۔ اگر تمہیں ڈھونڈ لینے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو مجھ پر فخر نہیں کرو گے؟"

"سونیا! مجھے تم پر بیشک فخر ہلے لیکن اس بار میں کتنا ہوں کہ تم میرے ہنگ نہیں پہنچ سکتی؟"

"ہاں لیکن کو آ رہی کیا ہے۔ مجھے صرف جو میں کھٹے کی مہلت چاہیے۔"

"چلو یہی سہی۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب یہاں سے جانے کے بعد جو میں کھٹے ہنگ تمہاری دماغ میں نہیں آؤں گا نہ تمہاری نوج پڑھوں گا۔ یہ کہہ کر میں نے ٹھٹھری کو دیکھتے ہوئے کہا: "اس وقت دن کے ایک بج چکے ہیں منٹ ہوتے ہیں۔ میں کل صبح اسی وقت ایک ٹیکر بنیٹین منٹ پر تمہارے دماغ میں آکر تمہیں خطاب کروں گا۔ ادا کے۔ اس نے خوش ہو کر کہا: "ادا کے۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنے وعدے پر قائم رہو گے۔"

میں بیک جھپکتے ہی اس کی سوچ کو، اس کے غصوں کو پڑھ کر پتہ چلا سکتا تھا کہ وہ مجھ تک کس طرح پہنچے گی۔ یہ معلوم کرنا میرے لیے بہت آسان تھا لیکن سونیا کی ذہانت یہی تھی کہ اس نے مجھے وعدہ کا پابند بنا لیا تھا۔ اصولاً دیکھا جاتے تو مجھے پابند رہنا چاہیے۔ کسی کو اس کی ذہانت آزمانے کا موقع دینا چاہیے اور میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ واقعی میں اس کے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھوں گا۔ اس کی سوچ نہیں پڑھوں گا اور اسے اس کی ذہانت کو آزمانے کا بھرپور موقع دوں گا۔

مجھے کرسی پر پہلو بولتے دیکھ کر ڈاکٹر کی بڑا دلے لے لے لے لے لے

”فریاد اٹھ کھڑے ہیں سے نظر آ رہے ہو؟“

”میں نے نو تک کر اسے دیکھا ہے کیا؟ ڈاکٹر! میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ آئندہ مجھے فریاد کر کے مخاطب نہ کریں۔ طاق عمود کے نام سے ہی مخاطب کریں۔ اگر کسی نے سن لیا تو میرا حیدر کھل جائے گا۔“

اس نے اشارت میں سر ہلاتے ہوئے کہا: ”ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں۔ میں آئندہ تمہیں طاق کر کے بلا یا کروں گا۔“

”ایک بات اور ڈاکٹر! داماد میں اس کو شش میں ہے کہ وہ فریاد کو ڈھونڈ نکالے۔ وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ اگر وہ آپ کو اپنا رازدار بنا کر کوئی بھی چال چلنا چاہے تو آپ فوجی بھی مجھے کسی نہ کسی ذریعہ سے خبر کر دیں میں غناط جو یادوں کا۔“

ڈاکٹر نے یقین دلایا کہ وہ مجھے ہر حال میں باخبر رکھے گا۔ پھر اس نے پوچھا: ”کیا داماد کو ہمیشہ بوجھ لے پے؟“

”ہاں، لیکن میں نے اقرار نہیں کیا۔ ہمیشہ سنی یعنی کے ذریعے چالیں چل کر کسی نہ کسی طرح یقین دلایا کہ میں طاق عمود ہوں اور فریاد سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔“

”پھر کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اگر داماد یہاں پہنچ کر کسی طرح تمہیں بے نقاب کرنا چاہیں تو تم آخر وقت تک اعتراض نہ کرنا۔“

”میں کبھی اعتراض نہیں کروں گا لیکن آپ سوچنا کہ میں جانتے ڈاکٹر! وہ پتہ نہیں کیسے مجھے بے نقاب کرے گی میرا نام ابھی وہاں تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ میں سوچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

ڈاکٹر شام تک میرے چہرے کی پڑوں کے آکچ میں مصروف رہا۔ ایک سیکھ بنانے کے لیے اس نے کبھی مجھے دیکھا، کبھی میری تصویر کو دیکھا اور کبھی اکیسے کا فوٹو گراف دیکھتا رہا۔ میں نے سونیکے متعلق بہت کچھ سوچا کہ وہ کس طرح مجھ تک پہنچ سکتی ہے لیکن میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ ایک انسان کیا سوچا ہے، کس انداز میں سوچا ہے اور کسی تدبیر میں کرتا ہے اسے دوسرا شخص سمجھ نہیں سکتا۔ میرے لیے دماغ میں جھانکنے کی پابندی تھی۔ میں مختلف لوگوں کی سوچیں پڑھنے کا عادی ہو گیا تھا اور آسان راستے ڈھونڈتا رہتا تھا۔ اس لیے جب تک اپنی جتنی کے بغیر کسی کی تدبیر کو سمجھنے کی بات آتی تو مجھے دشواری محسوس ہو رہی تھی۔

میں نے سوچا: ”کیا وہ کسی پہنچانا کر کرنے والے کی خدمت حاصل کرے گی اور میرے دماغ کو کر دے بنا کر توبیہ عمل کے ذریعے“

مجھ سے میرے دل کا حیدر اگلوانے لگی؟

میں نے اس پہلو پر غور کیا تو یہ بات دل کو لگی۔ میں نے ڈاکٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ اگر سونیا میرے دماغ کو کسی طرح متاثر کرے۔ میرے کھانے میں کوئی ایسی دوا ملاوٹ جس سے میرا دماغ وقتی طور پر مختل ہو کر کمزور ہو جائے۔ یعنی اس حد تک کمزور ہو جائے کہ کوئی بھی بینا بنا کر میری زبان سے میرے اندر کی بات اگلا سکے۔“

ڈاکٹر نے آنکھ میں سر ہلاتے ہوئے کہا: ”میری ہودو میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم میرے اسپیشل وارڈ میں ہونی پڑی ہو گی۔ میں نہیں کھانا دیا جائے گا۔ کھانے پینے کی ہر چیز کو میں چیک کروں گا۔ اس کے بعد اسے تنہا ہی اس پیچھے دھن کا صرف پتہ نہیں گھنٹے کی تو بات ہے۔ جو میں گھنٹے تک میں تمہارے لیے بہت غناط رہوں گا۔“ اطمینان رکھو۔

مجھے اطمینان ہو گیا۔ میں خود بھی جوس میں گھنٹے تک غناط رہ سکتا تھا۔ میں نے مرزا نے کہا تھا کہ تھوڑی دیر بعد اس کے پاس آؤں گا۔ مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ ہر حال جب وہاں پہنچا تو اس وقت وہ اپنے کمرے میں تنہا سر پڑی ہوئی تھی۔ اس کی آنی غسل خانے میں تھیں۔ تنہائی میں اچھا موقع تھا اس لیے وہ صرف میرے متعلق باتیں کرنا چاہتی تھی اور میرے متعلق اس نے سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ سونیا کیا حال ہے؟ یہ عادت کا فطری جذبہ تھا۔

میں اس کے اس سوال سے دلا ڈر برا گیا کہ وہ کوئی تو میری رہی تھی۔ ایسی دوستی جس میں کشیدگی بھی ہوتی ہے اور کشش بھی۔ میرے فزائیر خاموش رہنے پر اس نے غیظ کیا۔ ”فریاد کیا میرے دماغ سے چلے گئے ہو۔ اگر موجود ہو تو جواب دینے میں کیوں چکیا رہے ہو؟“

”بھئی نے کی بات نہیں ہے۔ دراصل سونیا میں اتنی صلاحیتیں اتنی خوبیاں ہیں کہ اس کی ایک بد مزاجی کو میں محسوس جاتا ہوں۔ وہ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں مرزا کہ...“

”بس میں بس تم سے کہتی رہی۔ اب تم ہر طرح کی باتیں بنا کر یہ ثابت کرنا چاہو گے کہ سونیا نے تمہیں متاثر کر دیا تھا تم متاثر ہو گئے۔“

”دیکھو مرزا! سونیا سے ایسی دوستی نہیں ہے جس سے تم سے ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ میں فریاد ہوں لیکن اس نے جیلنگ کیا ہے کہ جو میں گھنٹے کے اندر ہر پیر شہر کے اندر فریاد کو ڈھونڈ نکالے گی یعنی مجھ تک پہنچ جائے گی۔“

”وہ کیسے پہنچے گی؟“

”یہی تو بات ہے تم ابھی سونیا کے متعلق کچھ نہیں جانتیں۔ وہ اتنی ذہین ہے کہ اس کی ذہانت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا صرف اس کا تماشا دیکھا جاسکتا ہے اور وہ تماشا مجھے دکھانے والی ہے جب وہ مجھے ڈھونڈنے لگے گی تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ اس نے کیا طریقہ کار اختیار کیا تھا۔“

”ہوں سونیا کی بڑی کمزوریاں ہیں۔ سچ سچ بتاؤ کیا اس نے تم کو مکمل طور پر پہنچا کر کر دیا ہے؟“

”کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں جب کہ رہا ہوں کہ وہ مجھے فریاد کی حیثیت سے نہیں پہچان رہی ہے اور ابھی میری تلاش میں ہے تو میں ملتی ہوں جانا چاہیے۔“

وہ مطمئن ہو گئی۔ میں نے کہا: ”دیکھو مرزا! ہم بہت اپنے پر خلوص دوست ہیں اور ایک دوسرے سے کوئی لالچ نہیں رکھتے ہیں اگر میں یہاں سونیا کے قریب ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ تعلقات میری اور تمہاری دوستی میں جال نہ بن گئے۔“

”تم نے وعدہ کیا تھا کہ کسی غیر ضرورت سے آئندہ تعلقات نہیں رکھو گے۔“

”میں اب بھی ماسی وعدے پر قائم ہوں اور ہمیشہ قائم رہوں گا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا کہ سونیا غیر نہیں ہے۔ میں نے غیر مل کے متعلق وعدہ کیا ہے۔“

”اچھا تو تم نے سونیا کے لیے گنجائش رکھی ہے؟“

”تم خود سوچو۔ اس کے ساتھ ہر سونیکے دوستی ہے۔ میں اللہ وہ ایک دوسرے کے سختی وار ہیں اور ہم اپنا اپنا حق ایک دوسرے سے طلب کر سکتے ہیں۔ اس پر ہمیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔“

”ہاں اگر میں کوئی نئی دوستی کروں تو پھر تم میرا حاسب کر سکتی ہو۔ تمہیں پوری اجازت ہے۔“

وہ کچھ سوچنے لگی۔ میں چھ رہا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔ پھر بھی میں نے انجان بن کر پوچھا: ”کس سوچ میں پڑ گئیں؟“

وہ چونک کر بولی: ”تم تو میرے دماغ میں موجود ہو کیا میری سوچ نہیں پڑھ لیتے ہو؟“

”میں نے جھوٹ کہا۔“ سنن میں تھوڑی دیر کے لیے تمہارے دماغ سے چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو ہمیں ہوتا ہوا پایا۔ ”میں سوچ رہی ہوں کہ مجھے پیرس جانا چاہیے۔“

”ارے یہ بھول۔ تم نے اچانک پر دوگرام کوں بدل پایا؟“

”بس یو تھی ہم اس بات پر متفق تھے کہ پیرس میں تمام دشمنوں کو ملا دیں گے اور اسی کے سامنے انہیں ذلیل کر دیں گے اس کے لیے انکل نے یہاں سے اپنا ایک آدمی ہندوستان

بھیجا تاکہ تم اس کے ذریعے کہیں ہیدل اور گھوکو ہندوستان سے پیرس جاتے ہو پھر کر سکو۔“

”ہاں ہم نے یہی پروگرام بنایا تھا۔“

”تو پھر اسی پروگرام پر عمل کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں تم سے اتنی وعدہ ہندوستان کیوں جاؤں۔ پیرس کیوں نہ آؤں۔“

”اچھی بات ہے۔ اگر تم ایسا ہی سوچ رہی ہو تو پیرس آ جاؤ لیکن یاد رکھو۔ میں تو بستر پر ڈار ہوں گا۔“

”کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں نہیں دیکھ سکوں گی تمہاری آواز تو سن سکوں گی اور تم میری باتیں سن سکو گے۔ اتنی ہی قوت کیا کافی نہیں ہے؟“

میں نے کہا: ”ٹھیک ہے جیسا تم مناسب سمجھو ویسا کرو۔“

میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ پھر کی وقت آؤں گا۔“

میں اس سے نصحت ہو گیا اور دماغی طور پر ڈاکٹر کی برائے کے سامنے حاضر ہو گیا۔ اپنے کام میں مصروف تھا۔ میں سکراتے ہوئے مرزا کے متعلق سوچنے لگا۔ اس کا جذبہ رقابت بیدار ہو گیا تھا اس نے یہ سننے کے بعد کہ میں سونیا سے فدا قریب ہونے لگا ہوں اور اس کی بد مزاجی کے باوجود اس کی تعریف کر رہا ہوں تو اس کے دل میں یہ بات آئی کہ ایسے نازک وقت اسے مجھ سے وعدہ نہیں رہنا چاہیے بلکہ دنیا کے مقابل میرے قریب رہنا چاہیے تاکہ میرا پھر پر عمل طور پر جاری نہ ہو جائے۔ اس کے دھمکے کے مطابق عام عورتوں کی طرح اسے مجھ سے محبت نہیں تھی بلکہ وہ کسی کا بے لوث جذبہ تھا۔

لیکن اس میں بھی نقابت پیدا ہو رہی تھی۔ میں نے اس شخص کی خبر لی جو ہندوستان گیا ہوا تھا اور ہمارے لیے وہ کہیں ہیدل اور گھوکے ملاقات کرنے والا تھا اس کے دماغ میں جھانکنے سے پتہ چلا کہ وہ اسی دن ہندوستان پہنچا ہے اور دوسرے دن دہلی جانے والا ہے۔ اس وقت وہاں رات کے نو بج رہے تھے۔ وہ صبح مجھے تک دہلی پہنچنے والا تھا۔

میں واپس آ گیا۔ رات کا کھانا میں نے ڈاکٹر کیسکی برائے کے ساتھ کھایا پھر ہسپتال کے اسپیشل وارڈ کے ایک کمرے میں آ گیا۔ سونیا نے میرا سامان بھیج دیا تھا۔ میں وہاں آتھا رات گزارنے والا تھا۔ میں نے دو وارے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر اس کے بعد آرام سے ایک سگریٹ سگا کر بستر پر لیٹنے ہوتے رسوئی کو یاد کیا۔

رسوئی کے دماغ میں جھانکتے ہی میں ایک دم سے چونک گیا کہ وہ میری کے ساتھ ایک عیار سے میں سفر کر رہی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لوگ طیارے میں سفر کر رہے

”لیکن وہ نہ ہنسنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے کیا مجھے ساری

رہ گئی تھیں۔ ہم دونوں کے متعلق کوئی فیصلہ کرو۔ میں آ رہی ہوں۔
میں اس سے تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر مجھ سے

آئی لیکن طبیب روشن نہ ہوا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یا تو میں بچ
آف تھا یا بجلی گئی ہوئی تھی۔

جواب میں کسی کی آواز سنائی دی۔ تم نے ٹھیک سمجھا۔ اس وقت میں اپنے ڈاکر آئی لینس کہنے پہنچے ہوں۔

تم آواز کی سمت حملہ کر سکتے ہو۔

اس کی باتیں سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اب کی بار اس نے جیسے ہی مجھ پر حملہ کیا میں نے اس کے حملے کو روک لیا۔ کیونکہ مجھے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کدھر سے آ رہا ہے اور کس ہاتھ سے حملہ کرنے والا ہے اور کس ہاتھ سے ایسا بجا کرنے والا ہے۔ اب اس کا دماغ چلی کھارہا تھا اور میں سمجھ کر ڈرنا جا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں میں نے مار مار کر اس کا جلیب خراب کر دیا۔

اندھیرے میں اچانک ہی سونیا کی آواز ابھری۔ اب بس ابھی کرو۔ اس بے جا کہنے کو یہ نہیں معلوم ہے کہ تم نے اس گری تیار کی میں ٹیلی ویژن کی شمع روشن کر لی ہے۔

سونیا کی آواز سنتے ہی میں ٹھٹھک گیا تھا اور اندھیرے میں آواز کی سمت دیکھ رہا تھا۔ اب ادھر سے آواز آ رہی تھی۔
”بیلو بیلو سونیا اسپیکنگ این سوئیچ آن کر دو۔“

اس کا حکم سنتے ہی ڈرائی ویر میں کمرہ روشن ہو گیا۔ میں نے پکیں چپک چپک کر دیکھا تو ایک طرف سونیا دوڑا رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے صاف پتہ چلتا تھا کہ اس نے بھی انٹی ڈارک کی آئی لینس پہنا ہوا ہے۔ دوسرا شخص کمرے پر بیٹھا ٹکلف سے کرا رہا تھا اور مجھ رجم طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے اسے باہر جانے کا حکم دیا تو وہ کسی طرح اٹھ کر کمرہ نکلتے ہوئے باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد سونیا نے کہا ”فریڈا! میں نے تمہارے ساتھ بے تحاشا وقت گزارا ہے۔ میں تمہارے سونے جانے کے انداز کو خوب سمجھتی ہوں اور یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم سونے سے پہلے اپنے دماغ کو کیسے ہدایت دیتے ہو اور پھر کس طرح گھوڑے پیچ کر سو جاتے ہو۔ سونے کے بعد تمہیں کسی قسم کا خطرہ یا غور نہیں رہتا کیونکہ تم جانتے ہو کہ کوئی بھی تمہارے کمرے میں داخل ہوگا تو تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔ میں یہی دیکھنا چاہتی تھی کہ میں اگر اپنے ماتحت کے ساتھ طارق محمود کے کمرے میں داخل ہوں گی تو کیا اس کی آنکھ کھلے گی یا گرائی گری بینڈ میں کھلے گی تو پھر وہ طارق محمود نہیں فرما دے۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا ”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا طارق محمود کی بینڈ نہیں ہو سکتا ہو کیا وہ بھی سی آہٹ پر اٹھ نہیں سکتا؟“

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا ”فریڈا! ہمارے پیروں کی طرف دیکھو۔ ہم نے رابرٹ سول کے جوتے پہنے ہوئے تھے اور اتنی

آہستگی سے دروازے کے لاک کو کھولا تھا کہ ہلکی سی آواز بھی اندھیرے میں نہیں ابھری تھی۔ کوئی اس طرح بیدار نہیں ہو سکتا تھا جو طرح تم ہوئے ہو۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں آنکھوں پر رکھے پھر سر جھکا کر انی آنکھوں سے انٹی ڈارک آئی لینس نکالنے لگی۔ انہیں نکالنے کے بعد اس نے سر اٹھا کر کہا ”جلیو! میں جانتی ہوں کہ تم طارق ہو اور اتفاقاً تمہاری آنکھ کھل گئی تھی لیکن اندھیرے میں جب تک میرا ماتحت تم پر خاموشی سے حملہ کرتا رہا، تم مار کھاتے رہے کیونکہ تم جوانی حملہ اندھیرے میں کر نہیں سکتے تھے۔ تمہاری آنکھوں میں انٹی ڈارک آئی لینس نہیں تھا۔ لیکن جب اس نے اپنی آواز سنا لی، تمہاری باتوں کے جواب میں باتیں کیں تو تم اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ پھر تو تمہیں ٹیلی ویژن کی روشنی مل گئی تھی اور تم اس کے ہر حملے کو سمجھنے لگے۔ ایسا دفاع کرنے اور اس کی پوزیشن اندھیرے میں معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ بے جا رہنے کو بے دم کر کے کھو دیا کہ اندھیرے میں طارق محمود یا دنیا کا کوئی بھی شخص اس طرح لڑ سکتا ہے؟“

میں نے خود کو کاش کا دیوتا بنایا ہوا تھا جس کو کوئی نہیں چھو سکتا تھا۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ سونیا ایک ایسی زمین تھی جس نے ذہانت کے افق پر جا کر اس دیوتا کو چھو لیا تھا۔ اگر میں سونیا کے پیچھے بھاگتا ہوں، ہزار اختلافات کے باوجود اسے اپنا لیا جاتا ہوں۔ اگر میں اس کی آغوش میں آتا ہوں تو اس کی پی و جہ ہے۔ اس نے بار بار اپنی ذہانت سے اپنی صلاحیتوں سے مجھے متاثر کیا ہے۔ بس یہی ایک عورت ہے جو مجھے جبراً جیت لیتی ہے۔

